غم
SohniDigest.Com
حنا کامران

ناول　　　حنا کامران

نَم

آسمان سخت برف میں ڈھکا قطرہ قطرہ پگھل رہا تھا۔جمی ہوئی برف جیسے آنسو بہا رہی تھی۔ہر شے نم تھی ہر چیز سرد۔نوحہ کرتا موسم دکھ بھرے سانس چھوڑتا اپنی آزردگی میں ہر ایک چیز کو گھسیٹ رہا تھا۔وہ نمی اس برف کے طوفان میں چلتے شخص پر بھی برس رہی تھی جو ہر احساس سے بے نیاز اس برف کی طرح ہی بے حس بنا اس کا ہی ٹکڑا لگتا تھا۔وہ ایک انسان تھا،ایک جیتا جاگتا انسان جس کا چہرہ ایک زومبی کی طرح بیجان،رنگ ویمپائر کی طرح سفید نچڑا ہوا اور آنکھیں ویران بالکل خالی پتھر جیسی تھیں جن میں اگر دور سے سرسری سا بھی جھانک کر دیکھ لو تو مردے کا گمان ہو۔وہ ایک چلتا پھرتا مردہ ہی تو تھا ایک زندہ لاش۔ہوا کے سخت تھپیڑے اور آسمان سے برستے دکھ کے آنسو بھی اس بے جان کے قدم نہ روک پا رہے تھے۔اپنے قدموں میں ان آنسوؤں کو روندتا وہ چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ انجانی منزل پر گامزن تھا۔وہ منزل جو دور و نزدیک نظر میں نہ پڑتی تھی جس کا وجود شاید تھا ہی نہیں۔

سیاہ کوئلے جیسی اسکی جیکٹ ان سفید پتھروں سے ڈھکی تھی جو آسمان سے ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔سر پر جمی ہڈی کندھے سب سفیدی میں چھپے تھے۔اسکی جیکٹ جیسی سیاہ جینز نمی کے باعث ٹانگوں سے چپکی ہوئی تھی۔سیاہ

جو گر بھی بے رحم سفیدی میں اٹے تھے۔ وہ ان پر نظر جمائے وجود کو ہلاتی ہوا کو نظر انداز کر کے بس چلے جا رہا تھا بے سمت، بے مقصد۔

اسکی یہ گشت طویل ہوتی مزید طویل اگر جو اسکی نگاہ اس فیروزی عبایا پر نہ پڑتی۔ گریفائٹ بے جان نگاہیں اس فیروزی رنگ کے سبب آسمان سی نیلاہٹ میں گھل گئیں۔ اس نے ہولے ہولے نظروں کو بلندی پر ڈالا، سینے پر بندھے ہاتھوں کا سفر طے کر کے جیسے ہی اسکی نگاہیں نقاب سے جھلکتی آنکھوں سے ملیں، زمین کو زور کا جھٹکا لگا تھا پوری دنیا گھوم گئی تھی۔ سب سلوموشن ہو گیا تھا۔ آسمان کا رونا، ہوا کا نوحہ زمین کی سسکیاں، سب جیسے، بہت بہت آہستہ ہو گیا۔ وہ دو وجود زمین کے ساتھ ایک دوسرے کے مدار میں گردش کرنے لگے۔

اس بیجان انسان کا دل یکدم سینہ پھاڑ کر اس عبایا والی کے قدموں میں گرا۔ اس نے دیکھا وہ خون کا لوتھڑا رفتہ رفتہ سفیدی میں ڈھل کر پتھر کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ اس نے ایک بیکار سی چیز سے نظر ہٹا کر پھر اسے دیکھا جو خفگی سے کھڑی ملامتی نظریں اس پر گاڑے ہوئے تھی۔ ان میں غصہ، شکوہ اور بیزاریت بھی تھی۔ براق نے نچلا لب دانتوں سے چھڑا کر ہولے سے اسے جنبش دی۔

''آپ یہاں؟'' پھر آس پاس اس بے تحاشہ گھروں کے درمیان آباد سڑک پر نظروں کا چکر لگایا، بے رحم سفیدی نے گھروں کو بھی اپنا قیدی بنا لیا تھا۔

''یہ سوال تو مجھے تم سے کرنا چاہیے تھا۔'' وہ کھسیا گیا۔

''وہ میں واک پر نکلا تھا۔'' آنکھوں کی طرح لفظ بھی بنجر و بے جان تھے۔

''اس موسم میں؟'' اس نے گویا خفیف سا طنز کیا تھا۔ لہجے کی سختی بھی ان گرتے پتھروں کی مانند تھی۔ آسمان سے گرتے پتھر بے معنی تھے۔ ان سے لگتی چوٹ بے اثر تھی۔ یہ لہجہ معنی رکھتا تھا اس سے ملتا درد دکھتا تھا۔

''دل کی کثافت...... بہت بڑھ گئی تھی۔''

''تو مجھ سے بات کرتے۔ اس برف سے کیا دھل جانی ہے۔'' براق کے لبوں پر مجروح سی مسکراہٹ آن ٹھہری۔ تیزی سے ایک دوسرے کے گرد گھومتے وہ تھمے تھے۔ سلوموشن کا دورانیہ ختم ہوا، برف بارش کی طرح برسنے لگی۔

"کیا آپ میسر تھیں؟" اسے اپنے لفظ سنائی دیے۔عبایا والی چونک گئی۔

"میں ہر وقت میسر ہوتی ہوں براق شاہ، میں تمہاری محبت ہوں۔"

اور پھر ان بے جان آنکھوں سے جاندار چیز ٹپکی۔احساس موتیوں کی طرح ان گریفائٹ رنگ آنکھوں سے نکل کر برف کی قبر میں دفن ہونے لگے۔

"سولیم۔" وہ فقط اتنا ہی بول پایا۔باقی کے الفاظ اس آواز کی وجہ سے منہ میں رہ گئے۔

"تم پاگل ہو جو برف میں آدھے دھنسے کھڑے ہو۔فوراً یہاں سے چلے جاؤ طوفان کسی بھی سے آنے والا ہے۔راستے کسی بھی پل بند ہونے والے ہیں۔"

نارنجی رنگ کی سیاہ دھاریوں والی چھتری کے نیچے کھڑا وہ ادھیڑ عمر آدمی اونچا چلاتا ہوا کہہ رہا تھا۔وہ مشکوک سا اسے تکے بھی جا رہا تھا۔

براق نے پتھریلی نظریں گھما کر اسے دیکھا پھر اپنے سامنے کھڑی عزیز از جان کو جسکے فیروزی عبایا پر سفید رنگ جمنے لگا تھا۔

"چلیں۔" وہ یکدم اسکے لئے فکر مند ہوا۔آدمی نے آگے کو جھک کر عجیب نظروں سے اسے دیکھا پھر شانے اچکاتا اپنے گھر کا برف میں دھنسا جالی دار گیٹ کھول کر اندر کو بڑھ گیا۔آسمان سے گرتے ایک گولے نے انتہائی تعجب سے اس بے حس شخص کو تکا پھر اسکے شانے پر سہولت سے اپنی جگہ بنالی جو مسلسل بولتے ہوئے اس عبایا والی کے ساتھ چلے جا رہا تھا۔منزل مل گئی تھی مسافت کا اختتام ہوا۔

✿......✿......✿

"انشاءاللہ میں پوری کوشش کرونگا۔"

گھنٹی کے چیختے ہی وہ فوراً بستر چھوڑ کر کھڑا ہوا۔پاؤں میں سلیپر ڈالے، داڑھی کھجاتا وارڈروب کی سمت بڑھا تھا۔سفید سرمئی پٹ کھول کر ایک ڈریس منتخب کر کے واش روم میں گیا۔دانت صاف کر کے شاور لیا پھر گیلے بالوں کو تولیے سے تھپکتا باہر نکلا۔گرے سوٹ ٹائی کفلنکس جیل سے جمے بال خود پر پرفیوم چھڑکتا وہ بریف کیس تھامتا باہر آیا تھا۔اسکے قدم کچن کی طرف تھے۔چھوٹی سی گول میز پر بریف کیس رکھ کر اس نے الٹے لٹکے ریک

میں سے ایک کانچ کا گلاس نکال کر سلیب پر رکھا۔ فریج کھول کر دودھ کی بوتل اٹھا کر اسے گلاس میں انڈیلا تھا۔ یہ سب کرتے ہوئے اس کا چہرہ غیر معمولی طور پر بنجر و پتھریلا تھا۔ اس پتھر میں دراڑ تب پڑی جب اس کا سیل چنگھاڑا تھا۔ بوتل کو واپس فریج میں رکھ کر اس نے نمبر دیکھا پھر بے دلی سے اٹھالیا۔

''ہیلو براق کیسے ہو؟ یقیناً میں تمہیں یاد ہوں گا۔''

براق نے یہ آواز سنتے ہوئے وائٹ ہنی کا جار اٹھایا دو چیچ گلاس میں ڈال کر ہلانے لگا۔

''تم میرے دماغ میں ہو تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں۔'' کہتے ساتھ اس نے اس گلاس کو ہونٹوں سے لگایا اور اس ڈل گولڈن مائع کو حلق میں اتارنے لگا۔ یہ مشروب اسے خاصا کڑوا لگا شاید اس وجہ سے کہ ابھی ابھی اس کی دکھتی رگ چھڑی تھی۔ کسی بھیانک یاد نے اس کے دماغ میں جگہ بنائی تھی جس کا اثر اس کی آنکھوں پر ہوا تھا۔ وہ دھندلانے لگیں۔

''اوہ! یہ تو اچھی بات ہے بلکہ بہت اچھی اور تسلی بخش بھی، براق شاہ تم مجھے ہر بار حیران کر دیتے ہو۔ میں تمہارے حواسوں میں ہوں۔ ویری گڈ۔'' وہ جیسے بہت خوش ہوا تھا اور براق ناخوش۔

''کام کی بات کرو۔'' وہ اب بریف کیس اٹھا کر باہر کو نکلا تھا۔

''تمہاری یہی ادا تو مجھے پسند ہے۔ زیادہ گھماتے نہیں پوائنٹ پر آتے ہو خیر۔'' جیسے اس نے شانے اچکائے ہوں۔ ''5 لاکھ شام تک میرے اکاؤنٹ میں بھر دینا اور ہاں......'' وہ مسکرایا۔ ''مجھے تم پر اعتبار ہے کسی کو نہیں بتاؤ گے۔ بتانے کی صورت میں وہ وڈیو منظر عام پر آجائے گی جس میں تمہاری جان ہے ڈوڈ۔''

براق نے لب کچلتے ہوئے کال ڈسکنیکٹ کی پھر گاڑی ان لاک کر کے ڈور کھول کر اندر بیٹھا۔ اسکی انگلیاں کوئی دوسرا نمبر ڈھونڈنے لگی تھیں۔ مطلوبہ نام ملنے پر اس نے فون کان سے لگایا اور کار سٹارٹ کر دی۔

''چارلی! 5 لاکھ روپے اسی اکاؤنٹ میں جمع کروا دو جس میں ہر ویک اینڈ پر کرواتے ہو۔ ہاں میں بس پہنچنے ہی والا ہوں۔'' اس نے فون بند کر کے ساتھ خالی سیٹ پر پھینکا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ گزشتہ دن کے آثار ہر سو پورے وجود کے ساتھ کھڑے تھے۔ گھر، سڑکیں، دکانیں ہر چیز اب بھی سفید تھی۔ وہ اپنی گاڑی اس نمی والی زمین سے گزارتا آفس پہنچا تھا۔ یہ اونچی لمبی عمارت بھی کل کی نوحہ گری سے افسردہ تھی۔

وہ گاڑی سے نکلا اور تیز تیز عمارت کی جانب بڑھنے لگا۔ اسکے قدموں کی دھمک سن کر نم آلود شیشے سیکنڈ میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے۔ وہ ان میں سے گزرتا جونہی اندر آیا، گڈ مارننگ کی صدا ہر جانب سے اٹھنے لگی۔ سر کے خم سے جواب دیتا وہ اپنے روم میں آیا تھا۔ آج آفس میں اس کی آمد چار دن بعد ہوئی تھی اسی وجہ سے ڈھیر سارا کام تھا جو رہتا تھا۔ آتے ساتھ ہی اس نے جنرل مینجر کو اپنے آفس میں طلب کیا تھا۔ وہ آئے، ساری چیزوں کی بریفنگ دی، اس سے ڈسکس کیا، اپنی رائے پیش کی پھر اپنی فائلز اٹھا کر باہر کو چل دیئے۔

''سر! جو ہم نے ٹینڈر بھرا تھا وہ ہمیں مل گیا ہے۔ اور سر یہ پاکستان سے ہمیں پارٹنر شپ کی آفر بھی آئی ہے وہاں کے کوئی یاسر خیام ہیں جو چاہتے ہیں ہم ان کے ساتھ کام کریں۔ ان کی دو میلز آ چکی ہیں یہ دیکھیں۔'' چارلی اسکا سیکرٹری روانی سے اسے بتا رہا تھا۔ آدھی بات تو وہ تھی جو ابھی وہ جنرل مینجر کی زبانی سن چکا تھا۔ یاسر نام پر اسے تپ چڑھی تھی۔ وجہ وہ اس کا کوئی دور پرے کا کزن تھا جو اس کے ساتھ پارٹنر شپ کرنا چاہتا تھا اور جسے وہ ہزار بار منع کر چکا تھا۔ وہ انتہائی لالچی اور کرپٹ بندہ تھا۔ اس کا کردار خاصا مشکوک تھا جس کے سبب براق اسے حتی المقدور اگنور کر رہا تھا جبکہ پاکستان لفظ پر اسکی گردن کی رگیں ابھر آئی تھیں۔ اس نے نچلا لب تر کر کے خود کو کنٹرول کیا۔

''اور سر، میں نے 5 لاکھ بھی ٹرانسفر کر دیئے ہیں۔''

''چارلی! آپ انہیں منع کر دیں میرا پاکستان جانے کا کوئی ارادہ نہیں اور ہاں'' وہ رکا۔ اس نے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جیسے یاد کیا۔ یاد آنے پر بولا۔ ''جتنی بھی میٹنگز آج کی تاریخ کی ہیں انکی فائلز لا کر مجھے دکھائیں۔'' کہتے ساتھ وہ لیپ ٹاپ میں بزی ہونے لگا۔ بہت کام تھا جو اسے دیکھنا تھا۔ خراب طبیعت کی باعث بہت کام ادھورا رہ گیا تھا جو آج ہر صورت پورا کرنا تھا۔

''آپ کو کچھ کہنا ہے۔'' وہ اس کے کھڑے رہنے پر پوچھنے لگا۔

''سر! وہ این جی اوز کی کچھ خواتین آئی ہیں۔ تین چار دن سے آ رہی ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ اجازت ہو تو بھیجوں؟''

چارلی کے پوچھنے پر وہ کچھ دیر کو تھما پھر اثبات میں سر ہلا کر بلانے کو کہا۔ چند سیکنڈز بعد دو فربہی مائل وجود کی

حامل سیاہ فام خواتین اندر آئیں اور اسکے کہنے پر کرسی سنبھال کر بیٹھ گئیں۔

''سر! ہم آپ کے پاس بہت امید لے کر آئی ہیں ہمیں نا امید مت لوٹایئے گا۔'' وہ آتے ہی بڑی آس سے کہنے لگیں۔

''انشااللہ میں پوری کوشش کرونگا۔''

''سر! ہمارا ادارہ ان خواتین کو سپورٹ کرتا ہے جو ریپ کا شکار ہو چکی ہوتی ہیں یا پھر تیزاب سے جلائی جاتی ہیں۔ ہم ان مظالم میں پستی ان لڑکیوں کی مدد کرتے ہیں، انہیں شیلٹر دیتے ہیں اور انکی ہر اہم ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ہنر دیتے ہیں تا کہ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی کسی سہارے کے بغیر خود کام کر کے گزار سکیں اور سر، اس کے لئے ہمیں فنڈز کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارے پاس بہت محدود رقم آتی ہے جو ہمارے ادارے کو چلانے کیلئے ناکافی ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں آپ ہماری مدد کریں۔ ہم نے آپکا بہت سنا ہے اس لئے آج یہاں ہیں۔''

ان دونوں میں سے ایک جو قدرے کم سانولی تھی اور جسکے چہرے پر بے تحاشہ بھورے تل تھے مشرقی لک بھی دیتی تھی شائستگی سے فٹافٹ ایک سانس میں بول گئی۔ مبادہ بڑے لوگوں کی طرح وقت کی تنگی کا کہہ کر وہ انہیں جانے کا ہی نہ کہہ دے۔

براق نے غیر متوازن ہوتی سانس کو متوازن کرنے کے لئے نامحسوس طریقے سے ان ہیلر اٹھا کر منہ میں سپرے کیا اور غور سے سنتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ حالانکہ یہ لمحہ اسکی جان پر بہت گراں ثابت ہو رہا تھا۔

''جی بالکل۔'' اس نے رندھتی آواز کو گلا کھنکار کر درست کیا۔ ''آپ میرے پی اے سے مل لیں۔ آپکو جتنی بھی رقم درکار ہے مل جایا کرے گی۔''

''تو سر ہم آئندہ آپ سے اچھے کی امید رکھیں۔''

اس نے ہاں میں گردن کو ہلایا۔ وہ دونوں اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ انکے جاتے ہی براق نے اضطراب سے اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنا شروع کی۔ اسکا دم گھٹنے لگا تھا۔ بہت سارا دھندلکا آنکھوں کی پتلیوں کے سامنے آن سمایا۔ کانپتے وجود میں ڈھیر سارا درد اٹھنے لگا۔ اس نے فوراً سے انٹر کام اٹھا کر چارلی کو آج کی ہونے والی میٹنگز کچھ دیر

کیلئے ملتوی کرنے کو کہا تھا۔اسے اپنے آپ کو سنبھالنا تھا اور اس کیلئے اسے وقت درکار تھا۔

❁......❁......❁

"بتا سکتے ہو وہ باکسر کہاں گیا؟"

کچھ دیر خود کو کمپوز کر کے بالآخر وہ میٹنگ ہال میں موجود تھا دکھ اپنی جگہ کام اپنی جگہ۔وہ بڑے انہماک سے مائنک کو سن رہا تھا۔مائنک وہ تھا جسکے ساتھ اس نے حال ہی میں کانٹریکٹ سائن کیا تھا۔اسکا حلال فوڈ بنانے کا بزنس تھا اور یہ فوڈ وہ لندن سمیت ہر اس جگہ سپلائی کرتا تھا جہاں مسلم کمیونٹی آباد تھی۔اسکے علاوہ بھی ہر اس کالج، یونیورسٹی اور ورکنگ پلیس میں اس کا حلال فوڈ جاتا تھا جہاں اسے ذرہ سا بھی گماں ہو کہ یہاں اسکا ہم مذہب بھی پایا جائے گا۔اسکے فوڈ میں ہر کھانے کی چیز ہوتی تھی لیکن میٹ پر وہ خصوصی توجہ دیتا تھا کیونکہ یہ ایک چیز تھی۔جسکا یورپی ممالک بھی بہت زیادہ مسئلہ ہوتا تھا۔آج کی میٹنگ بھی صاف ستھرا بیماریوں سے پاک حفظان صحت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر تیار کیئے جانے والے گوشت کے بارے میں تھی۔چونکہ "مائنک مورٹن" کے ساتھ اس نے حال ہی میں یہ کانٹریکٹ سائن کیا تھا اور اسکی کمپنی کے ساتھ اگلے چار سال تک کام کرنے کی حامی بھری ہے اسلیئے آج کی یہ ڈسکشن بھی اسی سلسلے میں تھی۔وہ کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر جیل پین لبوں پر رکھے بڑے ہی غور سے اسے سن رہا تھا۔اسکی کرسی بھی خفیف سی ہل رہی تھی۔کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا اس شخص پر ابھی کچھ دیر پہلے چھوٹی قیامت گزری ہے

سرد تاثرات کے ساتھ اس نے بلا ارادہ ہی نظریں گھمائیں۔شیشے کے دروازے کی ہلکی سے کھلی جھری میں اسے وہ کھڑی نظر آئی۔سرخ چیک دار شرٹ، گلے میں بلیک رومال ڈالے وہ بڑی ساری عینک کے پیچھے سے آگ برساتی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔ براق نے نظروں کا زاویہ بدل کر پراجیکٹر کے سامنے کھڑے مائنک اور پھر اپنی اپنی نشست پر براجمان سونٹڈ بورڈ کے ممبرز کو دیکھا۔پھر واپس نظریں دروازے کی جھری میں لاکر سر کو نا معمولی سے اثبات میں جنبش دی۔اس نے دیکھا وہ سراپا وہاں سے غائب ہو گیا ہے۔گہری سانس بھر کر وہ پھر متوجہ ہوا تھا۔ایک ممبر مائنک میں اپنی رائے کا اظہار کر رہا تھا۔لمبے سلنڈر نما گرے رینگ کے دانے دار مائنک کے سامنے اس نے اپنا منہ کیا جو میٹنگ ہال کی وسیع و عریض میز پر ہر ایک نشست کے سامنے نصب تھے۔

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں مسٹر مورٹن، مجھے خوشی ہے میں آپ کے ساتھ کام کرنے جارہا ہوں اور جس طرح آپ ایک ایک چیز کے بارے میں کانشس ہورہے ہیں پھر اس میں چاہے جانور ہوں یا مشینری یہ قابل تحسین بات ہے۔ صحت سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ صفائی صحت کی سیڑھی ہے اور اس سیڑھی پر قدم رکھنے کے لئے نیک نیتی اور خلوص میں ڈوبے قدم کا ہونا ضروری ہے جو کہ میں اپنے سارے......" اس نے سب کی جانب ہاتھ پھیلایا۔ "ممبرز میں دیکھ رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں آپ لوگوں جیسے محنتی، پیشنیٹ اور مخلص لوگوں کے ساتھ کام کررہا ہوں۔ ٹھیک ہے انشاءاللہ امید رکھتا ہوں آج جو طے ہوا ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ آئی ہوپ آپ سینس ایبل سٹاف چوز کریں گے۔ انشاءاللہ نیکسٹ میٹنگ میں ملاقات ہوگی۔"

تالیوں کی آواز پر وہ سب سے پہلے اٹھ کر جانے والا شخص تھا۔ مائک مورٹن خود کی تعریف پر کھل گیا تھا۔ فاتحانہ نظروں سے اس نے سب کو دیکھا تھا۔ براق اسے نظرانداز کرتا آفس روم میں آیا۔ ریڈ چیک دار شرٹ والی کے پیچھے سے نکل کر وہ بگ چیئر پر آ کر بیٹھا اور بغور اس کو دیکھنے لگا جسے وہ ساڑھے سات سالوں میں دوسری بار مل رہا تھا۔ لڑکی کی آنکھوں میں اس پس ماندہ شخص کو دیکھ کر آنسو تیرنے لگے۔ وہ براق کو یک ٹک دیکھے گئی۔ کیا یہ وہی ساڑھے سات سال پہلے والا ان بیٹ ایبل شخص تھا۔

"نہیں۔"

درست ہے جو دوسروں کو ہرا دیتے ہیں وہ خود سے ہی شکست کھا جاتے ہیں۔ آج وہ شخص جو دنیا کو قدموں میں رکھتا تھا خود کے ہی قدموں میں لوٹ رہا تھا۔

"کیسی ہو لوسا؟" اس نے ہی بات کا آغاز کرنا مناسب جانا کیونکہ یہ خاموشی اسے کاٹنے دے رہی تھی۔

"یہ سوال مجھے تم سے پوچھنا چاہیے کہ تم کیسے ہو؟" وہ دکھ اور صدمے میں دکھتی تھی۔

"ہمیشہ کی طرح۔ برا۔" استہزا کی طرح شانے جھٹک کر کہا۔ لوسا نے ضبط سے منہ دوسری جانب کیا پھر واپس اسکی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"تمہیں ایک کہانی سناؤں براق؟"

"مجھے دلچسپی نہیں۔"

وہ اسکی بات نظر انداز کیئے بولنے لگی اور وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتا اسے سننے لگا۔ یہ اس کی زندگی کی سمری تھی جو وہ سنا رہی تھی یا یہ کہا جائے کہ یہ اس کہانی کا مرکزی خیال تھا جو شروعات میں ہی بیان کر دیا گیا۔ بس کچھ ان کہی سی چیزیں تھیں جنہیں جاننا باقی تھا۔ لوسا کی آواز اس کے کمرے میں گونجنے لگی۔

''ایک بہت بہت فیس ان بیٹ ایبل باکسر تھا جسکا پانیوں کا محل تھا۔ دنیا اسکی معترف تھی۔ لوگ پاگل ہوتے تھے صرف اسکی ایک جھلک دیکھنے کو۔ وہ عوام کی جان تھا۔ زندہ دل فلرٹی مغرور، وہ بے پرواہ جوشیلا سا نوجوان تھا اور ہاں بہت بے رحم بھی۔'' وہ سانس لینے کو رکی۔ ''پھر ہر رومانوی کہانی کی طرح اس جدید دور کے شہزادے کی زندگی میں بھی ایک پری آتی ہے۔''

''لوسا۔ اس نے سخت نظروں سے اسے تنبیہ کی رک جانے کی تھم جانے کی لیکن وہ نہیں رکی بولے گئی جیسے آج وہ یہاں صرف بولنے آئی ہے سننے نہیں۔

''اس باکسر کو اس پری سے شدید محبت ہو جاتی ہے۔ وہ مانتا نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اس شہزادے کی جان اس پری میں آن بسی ہے۔ اس کا خاتمہ اب اس پری سے جڑ گیا ہے لیکن عجیب بات پتا ہے کیا ہوئی براق؟'' وہ آگے کو جھکی۔ اسکی گریفائٹ بے جان آنکھوں میں جھانکا۔ ''وہ باکسر بچ گیا وہ پری چلی گئی۔''

براق کا سانس رکنے لگا۔ گلا جکڑا جا رہا تھا۔ اس نے ایک بے بس نظر اس سانس کے چھوٹے سے سلنڈر پر ڈالی جس پر اب اسکی بچی کھچی زندگی منحصر تھی۔

''وہ پانیوں کا محل جل گیا۔ سب تباہ ہو گیا۔ صرف وہ باکسر بچ گیا۔''

براق نے جھپٹ کر ان ہیلر اٹھایا اور رکتے سانس کو بحال کیا۔

''وہ پری کہاں ہے براق؟'' غیر متوقع سوال پر اس نے بے یقین نظروں سے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جس کے ساتھ کسی زمانے میں اسکی دوستی رہ چکی تھی۔ اس نے تھوک نگلا، نفی میں سر ہلایا۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔ لوسا کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ وہ پیچھے کو ہوئی گردن کو ہلاتے ہوئے اس نے نچلا لب کچلا۔ ''ہمم۔ تو پھر بتا سکتے ہو وہ باکسر کہاں گیا؟''

؟؟ وہ مر گیا۔'' مرے ہوئے دل کے جمے ہوئے خون کی بدبو اسکے لفظوں میں تھی۔ لوسا نے ہچکی روکی۔

''وہ کیوں مرا؟''

''اسکے جینے کا جواز ختم ہو گیا تھا۔''

یکدم دروازہ کھلا۔اس نے دیکھا سیاہ عبایا میں ملبوس وہ لوسا کی دائیں جانب دیوار کے ساتھ رکھے صوفوں میں سے ایک پر آ کر بیٹھ گئی ہے۔براق نے بڑی دقت سے اس پر سے نظریں ہٹائیں۔

''براق! ہم اب بھی دوست ہیں۔''لوسا کا ہاتھ اسکے چوڑے ہاتھ پر آن ٹھہرا تھا۔براق نے دیکھا وہ سیاہ عبایا والی اپنی نظریں ان ہی ہاتھوں پر گاڑے ہوئے ہے۔اس نے نامحسوس انداز میں لوسا کے ہاتھ کے نیچے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔وہ اسکی بات پر اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔

''ہم دونوں مل کر اسے ڈھونڈ لیں گے۔وہ مل جائے گی سب ٹھیک ہو جائے گا۔''براق نے سامنے بیٹھی اپنی عزیز از جان کو دیکھا پھر لوسا کو پھر اسکے لب ہلتے ہوئے دونوں کو دکھائی دیئے۔

''اسکی اب ضرورت......نہیں رہی۔''

وہ ان خاموش آنکھوں میں دیکھتا ہوا گویا ہوا تھا جو مسلسل اسے ہی تکے جا رہی تھیں۔لوسا کے آئی برو بھینچے۔

''کیا تمہاری زندگی میں کوئی اور آ چکی ہے؟''اس کی آواز میں زمانے بھر کی حیرانگی اور تکلیف آن سمائی۔

''لوسا! میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔''اس نے انٹرکام اٹھایا۔

''تم کافی لو گی یا ہاٹ بلیک ٹی؟''

وہ تندہی سے اسے دیکھ کر اپنا بیگ اٹھاتی تن فن کرتی وہاں سے گئی تھی۔براق کے ریسور پکڑے کھلے لب بند ہوئے۔کریڈل پر رکھتے ہوئے اس نے آسودگی سے سامنے بیٹھی عورت کو دیکھا جو اب اس کے لئے سب کچھ تھی۔

کیا مرد کی محبت واقعی اتنی جلدی بدل جاتی ہے؟

✡......✡......✡

وہ اسے شدتوں سے چاہتا تھا۔

شام کی گیلی نمی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔آسمان آج پھر ماتم کناں تھا۔بادلوں کی آنکھ سے بہتے آنسوؤں میں تقریبا بھیگ کر وہ اندر آئی تھی۔پرس پٹخنے والے انداز میں اس نے میز پر پھینکا اور سر دونوں ہاتھوں میں گرائے

پر ملول سی بیٹھ گئی۔ سینٹرل ہیٹنگ اعصاب پر آسودہ سی گرمائش پہنچانے لگی تھی۔اس گرمائش کو نظرانداز کرتی وہ سخت رنجیدہ لگ رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے آئے کیون نے چونک کر اسے دیکھا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے وہ اسکے قریب بیٹھتا پوچھ رہا تھا۔ لوسا نے سر اٹھایا، اسکی آنکھیں سرخ پانی آلود تھیں۔ کیون سٹپٹایا۔

''تم رو رہی ہو؟'' فکر مندی سے پوچھا۔ ''سب ٹھیک ہے؟ کیا ہوا ہے؟'' وہ اسکے لئے فکر مند ہو جایا کرتا تھا۔ اسکا فکر مند ہونا بنتا بھی تھا۔ وہ اسکی بیوی جو تھی۔

لوسا نے آنسوؤں کا گولا نگلا۔ وہ اسے بھول گیا۔ لفظوں کے ساتھ لہجے میں بھی بے یقینی تھی۔ کیون کو سمجھنے میں سیکنڈز لگے۔

''ایسا ناممکن ہے۔ تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' وہ پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا تھا یہ بات سو کہہ دی۔

''میں اس سے مل کر آ رہی ہوں۔ اس نے خود اپنے منہ سے کہی ہے یہ بات۔ وہ ایسا کیسے کرسکتا کیون۔ وہ اس سے کتنی محبت کرتا تھا نا یا پھر واقعی وہ محبت نہیں تھی ضد تھی جسے پا کر اس نے چھوڑ دیا۔'' وہ ذرا دیر کو رکی کچھ سوچا پھر بولی جیسے سب سمجھ گئی ہو۔

''ہاں وہ براق شاہ کی ضد ہی تو تھی کیون۔'' اس نے یکدم کیون کے ہاتھ تھامے جو اپنی پسندیدہ ہستی کو اتنا غلط قیاس لگانے پر ناپسندیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

''ضرور ضرور سولیم کے اچانک غائب ہونے میں اور اس گھر کے جلنے میں براق کا ہاتھ ہے۔ یقیناً کچھ ہوا تھا جو کہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔''

کیون نے یکدم اپنا ہاتھ کھینچا کیا۔

''اول فول بکے جا رہی ہو لوسا! مجھے لگتا ہے تم اپنے حواسوں میں نہیں ہو۔ تم بھول رہی ہو وہ براق ہی تھا جس نے ہم دونوں کو ملوایا تھا۔ تم اس پر الزام کیسے لگا سکتی ہو۔''

وہ سخت کبیدہ خاطر ہوا تھا۔ لوسا کا یہ بہتان اسے ناگوار گزر رہا تھا۔

''ہاں وہ براق ہی تھا جس نے ہم دونوں کو ملوایا تھا اور وہ براق ہی تھا جس نے سولیم کی زندگی......'' اسکی

زبان کو بریک لگا۔ کیون کی تنبیہ میں اٹھتی انگلی اسے چپ کروا گئی تھی۔ وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔

"مجھے افسوس ہو رہا ہے لوسا! تمہاری سوچ پر تم اتنی احسان فراموش نکلو گی میں نے سوچا نہ تھا۔ تم بھول گئی ہو براق اسے شدتوں سے چاہتا تھا۔"

"وہی تو......" لوسا نے اسکے قد کے ساتھ قد ملانا چاہا مگر وہ پھر بھی کیون کے کندھے تک پہنچی۔ "وہ اسے شدتوں سے چاہتا تھا۔ شدت جو جنون کا دوسرا نام ہے جنون جسکے آگے بربادی ہے بربادی کی ساتھی قبر ہے اور تحقیق پلس سنی سنائی باتوں کے مطابق سولیم شفیق اس وقت قبر میں ہے شدت براق کی تھی قبر سولیم کو ملی ایم ائی رائی ٹ؟"

کیون نے ضبط کا گھونٹ بھرا۔ بھلے اسکے براق کے ساتھ اب اتنے مراسم نہیں رہے تھے اور جو پہلے کے بچے کھچے تھے وہ بھی ان ساڑھے سات سالوں میں منوں مٹی جائے سوئے تھے تو اسکا مطلب یہ نہیں تھا وہ اسکے خلاف کوئی بھی الزام تراشی سن لیتا کسی زمانے میں "گناہ" کا ہی سہی وہ اسکا ساتھی رہ چکا تھا اور سب سے بڑی بات اس نے لوسا کے ساتھ اسکی شادی کروائی تھی۔ یہاں پر تو بات ہی ختم ہو جاتی تھی۔ وہ دھاڑا۔

"بس۔" لوسا کا شانہ پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔ "سولیم زندہ ہے براق نے اسے نہیں مارا نہ ہی اس نے وہ گھر جلایا۔ وہ صرف مسنگ ہے باقی سب رومرز آئی سمجھ تمہیں۔"

لوسا کے آنسو ایک بار پھر شروع ہو چکے تھے۔ اس نے یہ کب کہا تھا کہ براق نے اسے مارا۔ اس نے تو کہا تھا براق اسکی موت کی وجہ ہو سکتا ہے نہ ہی اس نے گھر جلنے کی باتیں کی تھیں۔ سب کیون نے خود ہی کہہ دیا تھا۔ بہت ساری گرہیں اس نے خود نے ہی کھول دی تھیں۔ وہ اسکے رونے پر جھنجھلاتے ہوئے اسے چھوڑ کر روم کی جانب بڑھا۔ لوسا نے اپنے بھاری ہوتے وجود کو صوفے پر گرنے دیا۔ اسکی آنکھوں میں موجود سرخ پانی بیتے دنوں کے لمحات اپنے اندر سمونے لگا تھا۔ وقت کا چکر واپس گھوما اور ساڑھے سات سال جو اس میں بیت چکے تھے اپنے وجود کے ساتھ اس کے ذہن کے پردے پر منڈلانے لگے۔

✿......✿......✿

لندن میں مقیم ویمبلی سٹیڈیم چکا چوند روشنیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اتنا روشن تھا کہ کئی کلومیٹر سے بھی اسکی

چمک دیکھی جاسکتی تھی۔وہ ایک چھوٹا سا روشنی کا گولا معلوم ہوتا تھا۔لندن ہی نہیں بلکہ ایسا لگتا جیسے پوری دنیا اس سٹیڈیم میں آن سمائی ہو۔ریزورڈ بکنگ کے باوجود بھاری قیمتوں میں بلیک ٹکٹس لے کر اندر جاتے دیوانوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ہاؤس فل تھا۔باکسنگ رنگ سجا تھا۔شو بس شروع ہی ہونے والا تھا۔بھاری تعداد میں لوگ باکسنگ رنگ کے گرد اپنی اپنی نشستوں پر براجمان فرط جوش سے ہتھیلیاں مسل رہے تھے تو دوسری طرف انتہائی مہنگے داموں خریدا پلاسٹک نما کاغذ کا ٹکڑا ہاتھ میں تھامے نائیلون کی رسی کے پیچھے جنگلیوں کی طرح چنگھاڑتے ہوئے اپنا حلق پھاڑنے پر مصر تھے۔

ایک کہہ رہا تھا،میں نے کرسمس پر حاصل ہوئی ساری رقم اس ٹیکٹ میں جھونک دی تو دوسرے کے لبوں پر تھا،میں یہ سمسٹر چھوڑ رہا ہوں کیونکہ مجھے یہ میچ ہر صورت دیکھنا تھا،کوئی نہیں میں اگلی بار ایگزام دے لونگا تو تیسرا اپنے لب سیئے کھڑا تھا کہ اس نے اپنے مالک کی جیب پر ہاتھ صاف جو کیا تھا۔

چندان جیسے معمولی سٹے باز بھی تھے جو یہ میچ انکے موسٹ وانٹڈ کھلاڑی کے حق میں جانے کی صورت میں اپنے پیسے پورے کرلیں گے تو کہیں شیشے کی دیوار اور رنگ کے بالکل ساتھ مصنوعی پلاسٹک کی دیوار کے پیچھے بیٹھے پروفیشنلز ہائی سوسائٹی کے سوٹڈ بوٹڈ گیمبلر بھی تھے جو آج اپنی بھاری قیمت داؤ پر لگا بیٹھے تھے۔ہر ایک کی امید صرف ایک شخص سے جڑی تھی ہر کوئی اس پر اعتبار کیے بیٹھا تھا وہ جو بس آنے ہی والا تھا جس کی ایک جھلک کے لئے یہ سماں یہ بے چینی تھی وہ جو لوگوں کے دلوں پر راج کرتا تھا وہ جو باکسنگ کا بے تاج بادشاہ تھا وہ جو براق شاہ کہلاتا تھا۔

اس سٹیڈیم میں لوگوں کا شور اتنا تھا کہ کانوں پڑتی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔اس شور میں یکدم ڈم پڑتی لائٹ نے اضافہ کیا تھا۔وہ روشنی کا گولا ایک دم بجھا اور نیلی مدھم چادر اپنے اوپر تان لی۔پورے سٹیڈیم میں ہلکے نیلے رنگ کی روشنی شاور کی صورت برسنے لگی تھیں۔

دفعتاً سٹیڈیم کی ہاف بند چھت پوری کھلی اور ایک زوردار آواز فضا میں بلند ہوئی۔انسانی آنکھ نے آسمان تک کا سفر طے کیا اور پورے بدن کا خون چہرے پر لے آئی۔سب حلق کے بل خوشی سے چلائے۔آسمان پر نیلے پیلے سبز سفید نارنجی سرخ پھول اس ٹھٹھرتی سردی میں چمکنے لگے تھے۔ایک اور دھماکا ہوا،بڑے بڑے رنگ برنگے پام

ٹریز نے پورے سٹیڈیم کو گھیر لیا۔تالیوں کے ساتھ نہ تھمنے والی جوش وخروش سے بھری چیخیں تھیں۔فائر ورک اپنا جوبن بھرپور طریقے سے دکھا رہا تھا۔

یکے بعد دیگرے پھلجڑی نکل کر ہوا میں رنگ برنگے چھوٹے چھوٹے دانے بکھیر دیتی ہے۔کبھی اس کے وجود سے ٹیڑھی میڑھی لائنیں نکلتی ہیں،کبھی نت نئے طرز کے پھول ڈیزنی لینڈ کے طرز کے مینار تو کبھی تاروں کی مانند چھوٹے چھوٹے شعلے۔

پورا اسٹیڈیم رنگ برنگی روشنیوں میں نہا رہا تھا۔اس میں موجود ہر انسانی آنکھ پر روشنیوں کے رنگ بکھر رہے تھے۔اسی طرح جب آسمان روشنیاں بکھیرتا تھا اور دھوئیں کی پوشاک پہنے کھڑا ہوا تو دو پھلجڑیاں گولی کی رفتار سے بھی تیز شوڑڑ کی آواز کے ساتھ دھوئیں میں غائب ہو گئیں۔سب سانس روکے ساکت آسمان کو تکنے گئے۔

دھواں ہنوز برقرار تھا۔وہ نہیں چھٹا تھا۔وقت گزرا،دل تھما،آدھا سیکنڈ پھر پہلے تمام دھماکوں سے ڈبل ساؤنڈ کا دھماکا ہوا۔اتنا تیز کہ کانوں میں سیٹیاں گونجنے لگیں مگر یہاں پرواہ کسے تھی۔سب اس سفید روشنیوں کو دیکھ کر دھاڑے جو دھواں کو خود میں مدغم کرکے اس سیاہ آسمان پر اسکا نام ستاروں کی مانند جگمگا رہی تھیں۔

''براق شاہ''

آسمان کے سر کا تاج بننے کے ساتھ ساتھ انسانی آنکھ کو منور کرتا دل کو رنگین کر گیا تھا۔ڈھیر ساری گونجتی تالیاں آسودہ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں۔اسکا نام چھٹنے سے پہلے چھت کی دونوں سائیڈ آپس میں جڑ گئیں۔چھت کے جڑتے ہی پورا اسٹیڈیم تاریکی میں ڈوب گیا۔فقط رنگ چمچما اٹھا،نیلی وسفید پریاں رنگ کے اوپر منڈلانے لگیں جو ابھی تک اندھیرے میں ڈوبا تھا۔سرخ و نیلے رنگ کے امتزاج کا رنگ آج اپنے اوپر تاریخ رقم کرنے والا تھا۔آج اس رنگ میں وہ کھلاڑی اترنے والا تھا جو اپنی جیب میں فتح لیے گھومتا تھا۔

اناؤنسمنٹ ہوئی اور انسانی آواز آسمان تک جا پہنچی۔یقیناً سپیس سٹیشن میں بیٹھے خلابازوں نے اشتیاق سے گول منہ کے سائز کی کھڑکیوں سے جھانکا ہوگا کہ یہ زمین میں کیا مصیبت آ مچی ہے جو اتنا شور ہے۔کہیں طوفان تو نہیں آ گیا اور یہ واقعی طوفان ہی تھا جو ویمبلی سٹیڈیم میں آ گیا تھا۔اناؤنسمنٹ ہوئی۔

''لیڈیز اینڈ جینٹل مین پلیز ویلکم ہارٹ آف دی باکسنگ ورلڈ بیسٹ دی برا......ق شاہ۔''

براق کو کافی لمبا کھینچ کر شاہ کے ساتھ اختصار سے کام لیا گیا۔شاہ کو جھٹکا لے کر صرف شا کی صورت بولا گیا۔
باکسنگ رنگ کے بالکل بائیں طرف کافی فاصلے پر ایک مرروال تھی جس پرانا ڈونسمنٹ کے ساتھ ہی انگریزی حروف میں اس سیاہ تاریک دیوار براق شاہ کے نام سے چمک اٹھی تھی۔سٹیڈیم کے چاروں اور لگی بڑی بڑی سکرینیں اس وقت اس نام سے دمک رہی تھیں اور عوام اس دمک کو اپنے دل میں اتارنے لگی۔یکدم سکرینز اور سٹیڈیم کی لائٹ کے ساتھ وہ نام بھی جل کر بجھا اور چاروں اور دبی دبی خاموشی چھا گئی۔
نام کے گل ہوتے ہی انسانی ایجاد اندھیرے میں خلاء کا منظر پیش کرنے لگی۔ملکی وے سٹیڈیم میں اتر آئی تھی۔سینکڑوں موبائل اندھیرے میں رقص کرتے ٹم ٹم کر رہے تھے۔ان ٹمٹماتے تاروں کے درمیان دیوار پر براق شاہ کی تصاویر سلائیڈ ہونے لگیں۔مختلف تصاویر جو اسکے میچ کے دوران لی گئی تھیں تارچ زدہ موبائل کھٹا کھٹ تصاویر کھینچنے لگے۔سست روی سے وہ دیوار گھومی اور دوسری جانب سے اس دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے سات افراد سامنے آئے جن کی سیاہ پوشاک نے انہیں سر لے کر پاؤں تک ڈھانپا ہوا تھا۔
دھک،دھک،دھک دل کی دھڑکن کا میوزک پورے سٹیڈیم میں گونجنے لگا۔اتنا لاؤڈ ہارٹ بیٹ کا ساؤنڈ تھا کہ انسانی آواز اس میں دب کر رہ گئی تھی۔بلاشبہ یہ اسکے فینز کے دلوں کی دھڑکن ہی تھی جو اسے سامنے دیکھ کر چیخ اٹھتا تھا۔
"خواتین وحضرات یہاں ہیں دی......برا......ق شاہ۔"
وہ یکدم مڑا تھا۔تین دائیں طرف اور تین بائیں طرف کھڑے بھی اسکے ساتھ ہی پلٹے تھے۔ناک تک آتے ہڈ اور پاؤں تک جاتے گاؤن نے انہیں مکمل طور پر چھپایا ہوا تھا۔دائیں بائیں کھڑے افراد کے سر جھکے تھے اور ہاتھ پیچھے کو بندھے تھے۔صرف وہ کھلاڑی تھا جسکی ٹھوڑی نظر آرہی تھی اس نے ایک ادا سے جھٹکے کے ساتھ وہ ہڈی پیچھے کو گرائی۔ایسا کرنے سے فینز کا شور تیز میوزک اور رنگ تک جاتی نائیلون کی رسیوں کے راستے میں فائر ورک شروع ہو چکی تھی۔زرد،سرخ،سبز لائٹ چمکیلے دھماکے اسکو فوکس میں رکھتی سپاٹ لائٹ وہ گردن اکڑائے فاتحانہ نظروں سے اس جم غفیر کو دیکھ رہا تھا جو صرف اسکے لئے یہاں آئی تھی۔وکٹری کا سائن بنا کر اس نے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے تو ہر طرف براق براق کے نعرے گونجنے لگے۔اس نے گردن کو خم دے کر اپنے دائیں بائیں

کھڑے افراد کو دیکھا جو ہنوز اسی پوزیشن میں سر جھکائے کھڑے تھے۔ اشارہ ملتے ہی انکے پیچھے بندھے گلوز میں پوشیدہ ہاتھ سامنے آئے تھے۔ چھ لوگ چھ گولڈ بیلٹ۔ دبی مسکراہٹ کے ساتھ دونوں کندھوں کو سٹائل میں جھٹکتا گردن کو دائیں بائیں جھٹکا دے کر وہ اپنی مخصوص چال چلتا رنگ تک جاتے راستے کی اور بڑھنے لگا جسے دونوں اطراف سفید پھلجھڑیاں جل رہی تھیں اسکے پیچھے وہ چھ بھی تھے۔

باڑ کی صورت لگی رسی کو تھامے بے چین عوام صرف اسکی ایک نظر کرم کی منتظر تھی۔ وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا وہاں سے گزر رہا تھا۔ طرح طرح کے ہاتھ اس عظیم کھلاڑی کے سیاہ ہینڈ ریپ سے ڈھکے ہاتھ کو تھامتے ہوئے شادی مرگ کی کیفیت سے گزر رہے تھے۔ گویا آج انہیں جنت مل گئی تھی۔ ان پر ایک نظر ڈالتا وہ رنگ سے تھوڑی دور رکا، دو قدم پیچھے ہوا سپاٹ لائٹ اس پر تھی۔ اسکے پیچھے چلتے وہ چھ اندھیرے میں تھے۔ گردن ٹیڑھی کر کے اس نے پیلی شرٹ والی لڑکی کو دیکھا جو اسے ایک بار چھونے کے لئے بے چین ہوئی جاتی تھی۔ براق نے ہاتھ بڑھا کر اسکا گلا چھوا اور آنکھوں کی جانب اپنی دو انگلیاں لے جا کر پھر اس کی جانب کیں۔ یہ اشارہ تھا کہ وہ اس گریٹ کھلاڑی کی نظروں میں آ گئی ہے اور پھر بھاگتا ہوا رسیاں پھلانگ کر رنگ میں چڑھ گیا۔

وہ لڑکی تو مرنے والی ہو گئی۔ اتنی خوشی، اسے لگا وہ ہواؤں میں اڑنے لگی ہے۔ رسیوں کو پھلانگتا براق رنگ میں اترا اور اپنے نیم ٹیگ کا سیاہ قیمتی گاؤن اتار کر عوام میں پھینکا۔ وہ کتے بلیوں کی طرح اس پر جھپٹنے لگے جس کے ہاتھ لگا گویا اسے قارون کا خزانہ ملا۔ ایک فین کے لئے یہ کسی خزانے سے کم ہو بھی نہیں سکتا تھا۔

براق کا سنہری چمکتا ہوا کسرتی بدن سپاٹ لائٹ میں ہاٹ لائٹ تھا۔ مضبوط مسلز، سکس پیکس چوڑے شانے گردن سے کلائی تک کھدا بڑا سا ڈریگن جس کے منہ سے آگ نکلتی تھی۔ دائیں کان میں موٹی لٹکتی ہوئی گولڈن بالی بائیں آنکھ کی بھنور میں اسے کاٹ کر اسکا پلاٹینیم کا موٹا موتی اخروٹی رنگ کے بال اور لبوں پر کمینی سی مسکراہٹ۔ اس نے جیسے ہی اپنی گریفائٹ رنگ کی آنکھیں کیمرے میں ڈالیں، لاکھوں لڑکیوں نے اپنے دل تھام لئے۔ اس کے پیچھے چلتے افراد رنگ میں آئے تھے۔ براق نے اپنے کندھے اکڑا کر جسم کی رگیں کھینچی تھیں۔ یہ اسکا پوز تھا۔ اسکے پیچھے کھڑے افراد نے اپنے گاؤن ایک ساتھ اتارے اور اسکے اعزازات کو سر سے اونچا کر کے دکھانے لگے۔

''لاحول ولاقوۃ۔'' کمرے میں آتی سولیم نے ریموٹ چھین کرٹی وی بند کیا تھا۔

پاپ کارن کھاتی دل تھامے بیٹھی دعا بھی ان نیم برہنہ لڑکیوں کو دیکھ کر سرخ پڑ گئی تھی جنہیں وہ مرد سمجھی تھی۔ قد اور جسامت سے تو اسے وہ مرد ہی لگی تھیں۔

''یہ کیا بیہودگی دیکھ رہی ہو تم۔ چاچو کو ابھی کال کرونگی تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔'' سولیم کو خوامخواہ اپنے نظریں آلودہ ہونے پر غصہ آ رہا تھا دعا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ مسلسل اسکے لب استغفار کا ورد کر رہے تھے توبہ اتنی بے شرمی اف۔

''کیا ہو گیا ہے یار! تھوڑا سا تو سین ہے چلا جائے گا کب سے تو میں اس میچ کا انتظار کر رہی تھی۔ ایک تو پہلے ہی تم نے لائیو جانے نہیں دیا اوپر سے اب ٹی وی بھی بند کر دیا خود بھی تو تم نیٹ فلیکس پر بیٹھی رہتی ہو۔'' منہ پھلاتے ہوئے کہہ کر اس نے سولیم کے ہاتھ سے ریموٹ چھینا اور جھٹ سے ٹی وی آن کر دیا جہاں براق بڑی مہارت سے اپنے حریف کو مات دے رہا تھا۔

''ہاں جانے دیتی تاکہ وہاں پر تم کسی جھڑپ، سیاسی چپقلش یا چھچھورے غنڈے کی نذر ہو جاتی اور اللہ کا خوف کرو، اتنی بے ہودگی تم دیکھ سکتی تھی لائیو؟''

پھر دفعتاً اسے نیٹ فلیکس والی بات یاد آئی۔

''اور ہاں میں نیٹ فلیکس پر بیہودگیاں نہیں دیکھتی۔ آئندہ طعنہ مت مارنا مجھے اس کا۔''

براق نے زوردار پنچ مارا تھا اور اس بار بھی فتح اسکے کھاتے میں آئی تھی۔

''کم از کم براق کو تو دیکھ سکتی تھی نا۔'' سرد آہ کے درمیان اسکے لفظ نکلے تھے اب کے اس نے نیٹ فلیکس والی بات اگنور کی تھی۔

''ڈونٹ ٹیل می دعا کہ اب تم بھی تتلی بنتی جا رہی ہو۔''

اور بس اس لفظ پر تو وہ اچھل ہی پڑی ایسے جیسے بیڈ پر کانٹے ابھر آئے ہوں۔

''خبردار، خبردار۔ جو تم نے مجھے تتلی کہا تو۔'' وہ انگلی دکھاتی اسے وارن کر رہی تھی۔ یہ لفظ کم از کم اس کے لئے تو گالی ہی تھا۔

"ہاں تو پھر تم ایسی حرکتیں کرنا بند کر دو میں بھی کہنا چھوڑ دونگی۔" کہتے ساتھ اسکی نظر فخریہ انداز میں پیلٹ اوپر کو اٹھائے براق پر پڑی جو مسکراہٹ دبائے اپنی جیت کا جشن منا رہا تھا۔

"یو نو سولیم اتنا تنگ ذہن ہونا بھی اچھا نہیں ہوتا ورنہ زندگی کا چارم ختم ہو جاتا ہے اینڈ سیکنڈ میں صرف براق کی فین ہوں۔" اس نے برہمی سے کہتے ہوئے فین لفظ کو چبا کر کہا۔

"یو نو دعا!" وہ اپنی روشن آنکھیں اسکے نزدیک لائی۔ "اگر نظر کی حفاظت تنگ ذہن ہونا ہے تو To be like"

پھر وہ سیدھی ہوئی۔ "آئی تھنک اب نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ اس میں بڑا چارم ہے۔"

دعا جو اسکے یوں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے پر چونکی تھی فوراً سنبھلی اور سردی کا بہانہ کر کے کمبل میں دبک گئی۔

سولیم نے دانت کچکچائے۔ "تم رکو ذرا میں چاچو کو فون کر کے کہتی ہوں تمہیں واپس پاکستان بھیجیں یہاں آ کر جو تمہیں پتنگے لگ گئے ہیں نا سارے اڑواتی ہوں ان سے کہہ کر۔" وہ تن فن کرتی واش روم میں گھسنے سے پہلے اسے تڑی دینا نہیں بھولی تھی۔ دعا نے برے برے منہ بنائے۔

"آئی بڑی چاچو کی چمچی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے سر تک کمبل تان کر لیٹ گئی۔ "چغل خور۔ اسلام میں تو چغلی کرنا بھی بڑا سخت گناہ ہے۔" اس نے کمبل میں سے ہانک لگائی تھی۔ کہنی پانی سے تر کرتی سولیم نفی میں گردن ہلا کر رہ گئی۔

✿......✿......✿

"بچے شاید تم بھول رہے ہو تم نے ال لیگل پنچ کا استعمال کیا تھا۔"

میچ کے ختم ہوتے ہی وہ اپنے باڈی گارڈز کے ہمراہ عوام کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے قدم اس پرائیویٹ کمرے کی طرف تھے جہاں اسے میچ کے اختتام کے بعد ٹھہرنا تھا۔ وہ اس سٹیل کی دیواروں سے بنے کمرے میں داخل ہوا اور ایک لگژری بینچ پر بیٹھا جو انتہائی ملائم فوم سے ڈھکا تھا۔ اس نے ہینڈ ریپ کھولنا شروع کیا۔ قدموں کی چاپ ابھری تو سامنے اسد کو کھڑے پایا۔ ایک دل موہ لینے والی فاتحانہ مسکان اسکے لبوں پر تھی۔

اسد نے ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچا اور گلے سے لگا لیا۔

''چیتا ہے تو میرا۔'' وہ اسکا شانہ تھپتھپاتے ہوئے مسرور سا کہہ رہا تھا۔ براق نے آنکھ دبا کر دوسرے ہاتھ کو بھی آزاد کروایا اور انگلیاں پھیلا کر انہیں کھول بند کرنے لگا۔

''اور تو میرا گیدڑ۔''☆

اسد کا قہقہہ سٹیل کی دیواروں نے بغور سنا۔

''جلدی سے تیار ہو کر آ، کانفرنس ہے۔'' وہ رکا۔''ماں بہن نہ ایک کر دینا اسکی۔ ہاتھ تھوڑا ہولا ہی رکھنا۔''

اب کے ہنسنے کی باری براق کی تھی۔ اسد کے جاتے ہی اس نے پٹرولیم جلی سے چکنے ہوئے چہرے کو دھویا۔ مسوڑوں کو چیک کیا حالانکہ ماؤتھ گارڈ (یہ نرم اور تھوڑا سخت ہوتا ہے جو اوپر کے دانتوں کو چوٹ سے بچانے کے لئے لگایا جاتا ہے عموماً کھلاڑی میچ شروع ہونے سے پہلے اسے لگاتے ہیں) لگا تھا پھر بھی وہ اپنے بارے میں بہت کانشس تھا کیونکہ وہ صرف ایک فائٹر ہی نہیں بلکہ بہت سی کمپنیز کا برانڈ امیسڈر بھی تھا۔ کمرشلز کرتا تھا اور حال ہی میں اسے ہالی ووڈ کی ایک ایکشن فلم کی بھی آفر ہوئی تھی جسے فی الحال اس نے سہولت سے رد کر دیا تھا۔ وجہ بہت معمولی تھی وہ زیادہ بزی نہیں ہونا چاہتا تھا۔

سیاہ جینز پر ہاف بازوؤں کی ٹی شرٹ پر موٹی کالی جیکٹ کے کالر کھڑے کر کے سر پر پی کیپ رکھے وہ جونہی کمرے سے باہر نکلا اسکے گارڈ الرٹ ہو گئے۔ ان کی معیت میں چلتا ہوا وہ گراؤنڈ کے اس حصے میں آیا جہاں کانفرنس رکھی گئی تھی۔ وہاں پہنچا، کھلی سی جگہ تھی جسے سیٹ لگا کر ہال کی شکل دی گئی تھی۔ ڈھیر ساری کرسیوں کے آگے سٹیج تھا جسکے درمیان میں ایک ڈائس رکھا تھا۔ ڈائس پر بجلی کڑکا کر ایک سائیڈ پر اسکی غصیلی شیر کے طرز میں گھورتی آنکھوں والی تصویر لگی تھی تو دوسری جانب پیٹر سان تھا۔ ایک ہاتھ کا پنچ دکھاتا ہوا آج کا میچ پیٹر سان کے ساتھ ہی تھا جو اپنے وقتوں کا جانا مانا مشہور باکسر تھا جس کے فینز اب بھی موجود تھے۔ ڈائس کے دائیں بائیں دو بینچز تھے جنکے پیچھے رکھی کرسیوں میں سے ایک پر پیٹر پہلے سے ہی بیٹھا سامنے کیمروں کی کلک کلک کی آوازوں میں باریک مائک میں بولتا انکے سوالات کے جوابات دے رہا تھا۔ براق کے آتے ہی اسکے الفاظ تھمے کہ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ وی کا نشان بناتا وہ پیٹر کی کمر تھپکتا اسکے پیچھے سے نکل کر اپنے نیم پلیٹ کی بینچ پر آ کر بیٹھ

گیا۔پیٹر نے ضبط سے جبڑے بھینچے۔اس نے اپنی بات کا آغاز وہیں سے کیا جہاں سے چھٹا تھا۔

”بچے اپنی جگہ بنانے لگے ہیں آج اندازہ ہوگیا لیکن مجھے یہ میچ دلچسپ لگا۔“

”دلچسپ تو تب لگتا جب تم مزید پٹتے آج کا میچ بکواس تھا۔میں انتظامیہ سے گزارش کرونگا اگلی بار مجھے بزرگ سے نہ لڑوائیں۔“

بہت برا منہ بناتے ہوئے اس نے پیٹر کی بات کاٹی تھی۔وہ سچ مچ ناخوش لگ رہا تھا۔کرسی پر نیم دراز سا بیٹھا ایک پاؤں کو مسلسل ہلاتا چیونگم چباتے ہوئے وہ اسے دیکھ کر کہہ رہا تھا جو اس سے ضبط سے بیٹھے تھے۔پیٹر نے شعلہ بار نظروں سے اس بچے کو گھورا۔

درمیان میں کھڑے ہوسٹ نے خجالت سے دونوں کی جانب دیکھا تھا۔دونوں ہی عظیم تھے فرق صرف اتنا تھا ایک کا عروج تھا تو دوسرے کا زوال۔

”بچے!شاید تم بھول رہے ہو۔تم نے ال لیگل پنچ کا استعمال کیا تھا جس کے سبب یہ جیت تمہارے حق میں آئی۔“اسکا اشارہ ریبٹ پنچ کی طرف تھا۔اس مکے کا ہدف گردن کی پچھلی سائیڈ اور کمر کے پیچھے کا ہوتا تھا جو کہ بہت خطرناک ہوتا تھا اور فوراً سے موت ہوجانے کا سبب بنتا تھا۔چونکہ براق نے اس پنچ کا استعمال نہیں کیا تھا لیکن کیا تھا وہ بھی اپنی تکنیک سے ایسے کہ اسکے حریف کی موت بھی واقع نہ ہو،زیادہ چوٹ بھی نہ لگے اور اس پنچ کا استعمال نظر بھی نہ آئے اور وہ مقابل کو دھول بھی چٹا دے ان شارٹ تکنیک کا استعمال پلاننگ کے ساتھ۔

”براق سٹائل یو نو۔“

پیٹر کی بیچ پا آواز پر اسکا قہقہہ مائک میں ابھرتا پورا ہال گونج اٹھا۔

”بزرگ!آپکا گوشت اتنا لٹک چکا ہے کہ آپکو لگا مکا گردن پر دھرا ہے جبکہ وہ کاندھے پر تھا لیکن۔“اس نے شانے اچکائے۔”آپکا قصور نہیں یہ انتظامیہ کا قصور ہے جو انہوں نے تاریخ رقم کرنے کے لئے مسٹر پیٹرسان کو دی گریٹ براق شاہ کے مدمقابل کھڑا کیا۔“

پیٹر نے خون کا گھونٹ پیا۔وہ ضرور ایک دن اسے سبق سکھائے گا۔براق سے اسے خوامخواہ کا بیر ہو چلا تھا اسے اس بچے کا اپنے کسرتی جسم کو نشانہ بنانا بہت کھلا۔وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

''آل رائٹ۔'' ہوسٹ نے مسکراتے ہوئے گلا کھنکھارا اور میڈیا کی ایک سینئر مچلتی ہوئی صحافی کو سوال پوچھنے کی اجازت دی۔وہ کھڑی ہوئی۔

''میرا سوال دی براق شاہ سے ہے۔''

براق نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

''سر کیا آپ ڈرنک کرتے ہیں؟'' سوال بڑا ہی بچگانہ تھا۔وہ پھر ہنسا۔

''ویل لیس آئی لو ٹو ڈرنک۔رائٹ ناؤ آئی ایم ڈرنک۔''

نیچے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے اسد نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکایا تھا۔وہ بھی ہنسی تھی کیونکہ سامنے بیٹھا عظیم مسلمان کھلاڑی سچ کہہ رہا تھا۔اس کے چہرے سے دکھتا تھا وہ کافی پی کر آیا تھا۔

''اوکے۔'' اس نے آبرو اچکائے متاثر کن انداز میں۔''سر! اہم ذرائع سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مس ورلڈ نے آپکو ڈیٹ کی آفر کی ہے تو کیا آپ ان کے ساتھ ڈیٹ کرنا چاہیں گے؟''

پیٹر نے بے زاری سے پہلو بدلا۔

''آپ کا اہم ذرائع بہت لیٹ ہے اسے ضرور پالش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ خبر بروقت آپ تک پہنچ سکے۔''

وہ اس خفیف سے طنز پر کھسیا سی گئی۔

''ویل مس ورلڈ کے ساتھ میں پہلے ہی ڈیٹ کر چکا ہوں۔ہاں۔'' اس نے غور سے اس صحافی کو دیکھا جو سرمئی ہاف ٹائٹ ڈیپ گلے والے گاؤن میں تھی۔''اگر آپ فری ہیں تو وقت لے لیجئے۔میں محدود مدت کے لئے میسر ہوتا ہوں۔'' ساتھ ہی آنکھ ماری۔ہال میں قہقہے گونج اٹھے۔صحافی کے گال پر آسودہ سی سرخی دوڑ گئی۔

انتظامیہ میں سے ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی اور دونوں بینچز پر وہسکی اور گلاس رکھ گئی۔براق نے نیلا مشروب گلاس میں انڈیل کر لبوں سے لگایا۔پیٹر ویسے ہی بوتل کو منہ لگانے لگا۔اسکا کسی زمانے کا سٹائل تھا۔

''اوکے نیکسٹ۔''

ایک نوعمر لڑکا کھڑا ہوا۔

"میرا سوال پیٹر سان سے ہے۔ سر، براق شاہ سے مات کھا کر آپکو کیسا لگ رہا ہے؟"

"ہو ہاہاہا۔" اسکے بند لبوں کے پیچھے سے ہنسی کا فوارہ پھوٹا تھا جواب پیٹر کے بولنے سے پہلے خود دیا۔

"ان کے چہرے پر لکھا ہے بیچارے بہت دکھی ہیں آخر کو پوری عمر کی کمائی جو گنوائی ہے۔" اسکا اشارہ اپنے بینچ پر پڑے پیٹر کے بیلٹ پر تھا۔ "دوسرا ان کا ٹائٹل بھی ان سے چھن گیا۔ ان سے یہ پوچھو کہ کنگلے ہو کر کیسا لگ رہا ہے؟"

"اوہ شٹ اپ۔" پیٹر کے اعصاب جواب دے گئے۔ "چند میچز جیت کر کمر شلز بنا کر خود کو تیس مار خان نہ سمجھو بچے۔ آج تم نے چیٹنگ کی تو میرا محنت کا انعام اور ٹائٹل تمہارے پاس ہے ورنہ تم چوزے سے بڑھ کر میرے سامنے کچھ نہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے ان کا اشتعال سنتا گیا۔ بولا تو فقط اتنا ہی۔

"انگور کھٹے ہیں۔" ساتھ میں جھک کر اسے آنکھ بھی ماری۔

اسی طرح تلخ کلامی والزام تراشیوں میں یہ کانفرنس چلی تھی۔ براق کو اپنی جیت کا زعم تھا تو پیٹر کو ہار کا دکھ۔

۞......۞......۞

"پیکڈ وینن۔"

اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ بڑی بڑی گیلی آنکھیں خوشی کے جوت جلائے اداس تھیں۔ شیشے کی ٹیبل کے پیچھے وہ ڈاکٹر کی کرسی پر براجمان اپنے دائیں طرف کھڑکی کی سائیڈ پر میز کے اوپر دھری اپنے بابا کی تصویر کو ٹھنڈی آہیں بھرتے دیکھے جا رہی تھی۔ آج وہ یہاں تھی جہاں اسکے بابا کو اسے دیکھنے کا بیحد شوق تھا۔ وہ چاہتے تھے ان کی سولیم لندن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرے۔ وہ سولیم کو ایک مایہ ناز سائیکاٹرسٹ بنانا چاہتے تھے تا کہ ان کی بیٹی دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ اپنے بابا کا بھی علاج کرے جنہیں دماغ کا مرض کھا گیا تھا۔

لیکن سولیم اپنے بابا کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہ پاکستان سے باہر ہرگز ہرگز نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہیں سے ڈگری حاصل کی، وہیں پریکٹس کی اور وہیں نام کمایا لیکن یہ اور بات تھی شفیق گوندل اپنی عمر کی ڈور اسکی

پریکٹس کے دنوں میں ہی کٹوا بیٹھے تھے۔آج وہ پاکستان کی جانی مانی کم عمر ڈاکٹر تھی مگر آج وہ پیشنٹ نہیں تھا جس کے لئے اس نے یہ شعبہ چنا تھا۔آج وہ لندن کے مشہور دماغی کلینک ''دی مائنڈ'' میں سینئر ڈاکٹر کی نشست پر بیٹھی تھی۔

دعا یہاں لندن سکول آف اکنامکس سے ماسٹر کی ڈگری لینے آئی تھی۔ اس کے چاچو یہاں کے مشہور معروف ہارٹ سرجن تھے۔کام کی زیادتی کی وجہ سے وہ دعا کو وقت نہیں دے سکتے تھے اور ہاسٹل کے حق میں انکا ووٹ کبھی نہیں جاتا تھا۔دوسرا دعا کی ضدی ومنچلی طبیعت اور اس معاشرے کے وائرسز سے وہ اچھے سے واقف تھے تبھی انہوں نے دعا کے ساتھ سولیم کو بھی لندن بلوالیا تھا۔چونکہ ان دونوں کی گاڑھی چھنتی تھی اور دعا بھلے ہی لڑ کر اور کچھ رعب میں آ کر اس کی بات مان لیتی تھی کہ سولیم کا اس پر بہت رعب چلتا تھا اسی لیے اسے کنٹرول رکھنے کیلیے چاچو نے اسے یہاں بلوایا تھا۔دعا اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی اور بچپن سے ہی سولیم کے زیرِ سایہ رہی تھی۔ان دونوں میں عمر کا فرق تین سالوں کا تھا اس لیے بڑے پن کے تحت وہ اس کی بات مان لیتی تھی۔یہ کہا جائے کہ دعا سولیم کے قابو میں تھی تو غلط نہ ہوگا اسلئے حلیمہ (سولیم کی امی) نے ہی سولیم کو دعا کے ساتھ جانے پر راضی کیا تھا حالانکہ وہ بالکل بھی نہیں جانا چاہتی تھی۔اسے باہر جانا قطعی پسند نہ تھا لیکن اسے امی کی بات ماننی ہی پڑی۔

وہ پاکستانی تھی اور پاکستانی ہی رہنا چاہتی تھی۔باہر کی دنیا اسے بالکل بھی پسند نہیں تھی جہاں نہ رشتے کا تقدس تھا نہ جذبوں کی قدر۔ایک بے حس و بے شرم دوڑتے معاشرے کا وہ حصہ بنے یہ اسے کسی بھی قیمت پر منظور نہیں تھا تبھی وہ آپا اور بھائی کے اصرار پر بھی ڈگری کے حصول کے لئے باہر نہیں گئی تھی لیکن اب مجبوری ایسی آن پڑی تھی کہ اسے نہ صرف یہاں آنا پڑا بلکہ جینی مطلب جینیفر لوم کا یہ کلینک بھی جوائن کرنا پڑا۔یہ بھی چاچو ہی چاہتے تھے ان کے نزدیک دوسال یہاں رہ کر وقت برباد کرنے سے بہتر وہ کسی بڑے ڈاکٹر کے انڈر کام سیکھ لے تاکہ مزید اسکے ہاتھ میں تجربہ آئے۔جینی اسکے چاچو کی جاننے والی تھی جس کے کلینک میں وہ اس وقت بیٹھی تھی جو لندن کی جانی مانی سائکاٹرسٹ تھی اور جس کا کلینک کلینک کم ہاسپٹل زیادہ تھا۔

'ہنی! میں تمھیں نیکسٹ پیشنٹ بھیج رہی ہوں۔اسکی کیس ہسٹری پڑھو اور اس پر کام کرنا شروع کرو اور ہاں

یہاں اپنی صلاحیت دکھانے کا وقت آگیا ہے امید ہے تم مجھے مایوس نہیں کرو گی۔"

وہ جو اپنے بابا کی سوچ میں گم تھی جینی کے چھاپے پر گڑبڑا اٹھی۔ نقاب کے پیچھے چھپے منہ کو فوراً ہلایا۔

"ٹھیک ہے آپ مجھے اس کی فائل لا دیں۔"

"گڈ۔ ویسے تو مجھے گوندل پر پورا یقین ہے لیکن آج تمہارا ڈیمو ہے اس لیئے میں یہیں رہوں گی تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟" ☆

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" شانے اچکا کر گویا بے نیازی سے بولی تھی۔ جینی اسکے کانفیڈنس پر مسکرائی۔

"packedweapon"

اس کا اشارہ سولیم کے عبایا کی طرف تھا۔

"یس آفکورس۔"

دروازہ کھلنے پر دونوں نے سر موڑ کر دیکھا۔ ایک پیلے شولڈر کٹ بالوں والی گوری چٹی لڑکی نو دس کے قریب اسی کی طرح کے بالوں والے بچے کے ساتھ اندر آئی۔

"ہیلو ڈاکٹر۔" بچے کے چہرے پر ناپسندیدہ سے تاثرات تھے۔ سولیم نے سر کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کا کہا۔ وہ دونوں اسکے سامنے بیٹھ چکے تھے۔ جینی پس منظر میں دکھ رہی تھی۔ وہ لڑکی پلس عورت شروع ہو گئی تھی وہ کہہ رہی تھی۔

"ڈاکٹر! میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ نہ کچھ کھاتا ہے نہ کچھ پیتا ہے۔ کونے میں بیٹھ کر انجان لوگوں سے بات کرتا ہے۔" وہ رازدارانہ انداز میں آگے ہوئی۔ "انجان مطلب ان دیکھے لوگ۔" (اف، موی کی سرگوشیاں بھی) بچہ جس کا نام سٹیفن تھا ایک ناخوشگوار نظر ماں پر ڈالنے کے بعد بہت ہی برے برے منہ بناتا اس "بلیک ویمپ" کو دیکھ رہا تھا جو بس اب کسی بھی پل اسے موٹا دردناک انجکشن لگانے ہی والی تھی۔ وہ تصور سے ہی کراہ اٹھا۔ بے اختیار ہاتھ نے بائیں بازو کو مسلا۔

"کبھی کوئی را بر ہوتا ہے تو کبھی کوئی آنسا جب تک میں تمام کام چھوڑ کر۔" سولیم کے نقاب کے پیچھے لب مسکرائے۔ "اس کو نہیں بہلاتی تو یہ یونہی ان سے باتوں میں وقت ضائع کر دیتا ہے۔ پتا نہیں اسکے پاس اتنی

باتیں آتی کہاں سے ہیں۔میں فادر کے پاس بھی گئی تھی بعد میں فیملی ڈاکٹر نے بتایا کہ اسے کوئی دماغی مسئلہ ہے۔"

گم صم بیٹھے بچے نے سرد آہ بھر کر یونہی اپنی پاس والی کرسی کو دیکھا جیسے وہاں کسی کی موجودگی کو کنفرم کر رہا ہو۔ ایک ثبوت،ایک جھوٹی سے یقین دہانی۔

بچے کو ڈاکٹر کی بہت شائستہ سی آواز سنائی دی۔اس نے چونک کر اچنبھے سے سامنے بالکل سیدھی بیٹھی ڈاکٹر کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی۔

"ہمم۔مجھے سمجھ آ گیا۔" ساتھ ہی اس نے آگے کو جھک کر اپنی انگلی سے اسکی ایک آنکھ کے نیچے کی سکن نیچے کی اور روشنی اسکے ریٹینا پر ماری۔سبز آنکھیں زمرد سے دھکنے لگی تھیں۔سب سے زیادہ چونکا دینے والا تاثر وہ بے یقینی اور خوف تھا جو ان بچگانہ آنکھوں میں ابھرا تھا۔

پیلے بالوں والی لڑکی تشویش جبکہ جینی دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ سیدھی ہوئی۔

"سٹیفن!تم مجھے اپنے دوستوں کا نام بتا سکتے ہو۔" بچے نے ڈرتے ڈرتے موی کو دیکھا پھر پھنسی پھنسی آواز کے ساتھ بولا۔"رابر اور آنسا۔"

سولیم کے لب پھیلے۔"تو اس وقت تمہارے ساتھ کون بیٹھا ہے۔رابر یا آنسا؟"

"آنسا"۔"تو ٹھیک ہے سٹیفن اب ہم دونوں اکیلے میں باتیں کریں گے۔آنسا سے کہو ادھر ہی رکے۔"

سٹیفن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نادیدہ سی تنبیہہ سے انداز میں اپنے ساتھ والی کرسی پر اشارہ کیا۔ اس نے 5 منٹ کا ایکسکیوز مانگا پھر وہ سٹیفن کو لے کر سیشن روم میں چلی گئی۔پانچ منٹ بعد وہ جب آئی تو وہ پیلے بالوں والی لڑکی زور و شور سے جینی کا دماغ کھانے میں بزی تھی۔سولیم فرنٹ چیئر پر آکر بیٹھی اور دی مائنڈ کی ہیڈ لائن والے ڈاکٹری پیڈ پر قلم کو کھینچنے لگی۔ساتھ ساتھ بولے بھی جا رہی تھی۔

"مس اولیویا!یہ ایک ٹیبلٹ ہے جو آپ نے ایک ماہ باقاعدگی سے سٹیفن کو دینی ہے۔ساتھ میں تھوڑا سا پیار اور ڈھیر ساری توجہ بھی،یہ جلد ٹھیک ہو جائے گا۔میڈیسن فارمیسی سے لے لیں۔کب،کیسے دینی ہے وہیں سے پتا چل جائے گا اور ہاں۔" وہ لکھتے لکھتے رکی۔اولیویا کے پیچھے خوشگوار سی جینی نظر آئی جسکی آنکھیں خوشی کے

دیوں سے ٹمٹما رہی تھیں۔ "ایک ماہ میں تین سیشنز ہونگے۔ شکریہ۔"

پرچہ اسے تھمایا۔ اولیویا نے اس سے پوچھا تھا کہ اسکا بچہ ٹھیک ہو جائے گا نا سولیم نے اسے تسلی دی تھی کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا پھر وہ دونوں سے مصافحہ کرتی ڈورد ھکیلتی باہر چلی گئی تھی۔ ہلتے دروازے سے نظر ہٹا کر جینی نے فوراً اگلی کرسی سنبھالی تھی۔

"واؤ، ویری امپریسڈ۔ تم نے واقعی مجھے حیران کر دیا۔"

اس نے اتنی بڑی مطلب مشہور ڈاکٹر کو حیران ہوتے دیکھا تو مسکا دی۔

"یہ آسان تھا جینی۔ وہ بچہ جھوٹ بول رہا تھا صاف دکھتا تھا وہ کسی بھی بیماری کا شکار نہیں اس میں ابھی C.D (Conduct Disorder) (اینٹی سوشل بیماری ہے جس میں بچہ یا بڑا خود کو تمام چیزوں سے کٹ کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لیتا ہے اور اس کا رویہ خاصا تشویش ناک ہوتا ہے) "معمولی سی علامات رونما ہوئی ہیں جن کا تعلق رائی کے دانے برابر ہے سو یہ ابھی کنٹرول میں ہے یوں بھی ہر بچے کی طرح وہ بھی چاہتا ہے کہ اسکی ماں اسے وقت دے اور اس لئے وہ خود سے ایسی چیزیں کروا کر اولیوا کا دھیان حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ اسکا حق بھی ہے۔ رہی ہماری بات تو ڈاکٹرز کو اپنے پیشنٹس کو کبھی بھی مایوس نہیں کرنا چاہیے۔ ہے نا؟"

✿.......✿.......✿

"کیا تمہیں معلوم ہے یہاں تمہیں کیوں بلایا گیا ہے؟"

گناہوں کی رات میں وہ پیلی شرٹ اور سیاہ بے شمار کٹس والی جینز پہنے وہ لڑکی اپنی گول گول آنکھیں مٹکائے خوشی سے سرخ چہرے کے ساتھ کالے مضبوط مسلز والے باڈی گارڈ کے ساتھ چل رہی تھی۔ براق نے خاص الخاص اسے اپنے گھر بلایا تھا۔ میچ کے ختم ہوتے ہی باقی لوگوں کی طرح جب وہ بھی رو میں کھڑی اپنے باہر جانے کی منتظر تھی تو ایک گارڈ نے اسے لائن سے نکل آنے کو کہا تھا۔ وہ ڈر گئی تھی کہیں کوئی گڑبڑی تو نہیں ہو گئی تھی۔ اس سے لائن میں آگے بڑھتی عوام نے بھی مڑ مڑ کر اسے گھورا تھا۔ وہ تھوک نگلتی اس سیاہ گارڈ کے ساتھ چلتی گئی جس نے کچھ فاصلہ طے کر کے اسکے کان میں سرگوشی کی اور اسکے پاؤں ہوا میں اڑنے لگے۔ وہ اسی پل اس گارڈ کے

پیچھے ہولی۔

کچھ پل پہلے کی مردنی اور چال کی لڑکھڑاہٹ منٹوں میں پلٹی تھی۔ وہ ہوا کے دوش پر اسکے ساتھ چلتی ایک بڑے سارے گیٹ کے سامنے رکی۔ سنہری جالیوں والا گیٹ نزاکت سے دیوار میں چھپتا انہیں اندر آنے کا پیغام دے رہا تھا۔ ڈرائیور نے ایک بڑے سارے گیراج میں گاڑی روکی۔ وہ محتاط سی اس اندھیرے میں ڈوبے گیراج میں گاڑی سے نکلی اور گارڈ کی معیت میں باہر آ گئی۔ اندھیرے میں سے آنکھوں نے مدھم روشنیوں کا سفر طے کیا تھا۔ نظروں کے سامنے تاحد پھیلا بیشمار پھولوں سے سجا لان تھا جس کے وسط میں سفید سنگ سے بنا مرمیڈ فاؤنٹین لگا تھا۔ اس حنوط ہوئی جل پری کی بال ہوا کے دوش پر اڑ کر ایک جگہ ساکت ہو گئے تھے اور منہ سے گرتے پانی کی جھنکار یہاں تک سنائی دیتی تھی۔ پرندوں کی مدھم سرگوشیوں کے ساتھ اس بہتے پانی اور کل رات کی برستی برفباری کی خوشبوں کو سونگھ کر وہ اپنے بہت ایکسائٹڈ اعصاب لے کر ان چھے سٹیپ میں سے ایک پر رکی۔ چلسی جیسی مشہور جگہ پر بنا اس کا گھر اپنی مثال آپ رکھتا تھا۔

گارڈ نے کونے پر ستونوں کے پیچھے کھڑا دروازہ کھولا۔ مدھم روشنیوں سے اسکی آنکھوں نے تیز چمکتی روشنیوں کا ساتھ پایا تھا۔ بے اختیار اس نے اپنی آنکھیں چندھیائیں اور اس جھلملاتے فانوس کو دیکھا جو بہت حجم میں پھیلا لٹک کر اپنے وجود سے جگنو برسا رہا تھا۔ فانوس سے پھسل کر اس نے اس بیحد قیمتی صوفے کو دیکھا جو سیاہ تھا اور ون شولڈر تھا۔ گارڈ آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے کچھ غیر معمولی سا احساس ہوا۔ نظریں جھکائیں اور اگلے ہی پل وہ چیخ مارتی مرکزی دروازے کی دہلیز پر کھڑی تھی۔ اسکے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے اور آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ اس نے بدقت تمام پھر اپنے پاؤں کی جانب دیکھا۔ لکڑی کا بڑا سا جدید طرز کا دروازہ اسکے ہاتھ میں تھا اور پاؤں کے نیچے شفاف پانیوں والا سمندر تھا جو بہت گہرا تھا اور جس کے نیچے ڈھیر ساری آبی مخلوقات تیرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور ہاں وہاں فاصلے فاصلے سے سبز گھاٹیاں بھی تھیں جو نیلے پانی میں کہیں کہیں سبزہ جھلکاتی تھیں۔ یہ اکویریم فلور سمندر کا منظر پیش کرتا تھا۔ ایلسا نے زور سے اپنی آنکھیں میچیں، کہیں یہ خواب تو نہیں۔ گارڈ نے اسکے چیخنے پر قدرے تعجب سے اسے دیکھا اور پھر ایکیوریم فلور کو۔

''چلو'' ایک لفظ ایک بلاوا۔ ایلسا نے ایک راکٹ نظر لاؤنج میں گھمائی۔ چار صوفہ سیٹ بڑے بڑے واز

ٹیبلز کا وِچ۔وہ فوراً اس گارڈ کے ہمراہ ہوگئی۔اسے یقین آگیا تھا یہ شیشہ اسکے وزن سے ٹوٹے گا نہیں لیکن وہ پھر بھی نیچے دیکھنے سے گریز کررہی تھی کہ گہرائی اسکا دل ڈوباتی تھی۔

وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے رکے تھے۔دروازے پر براق کے شرارتی آنکھوں والا پوسٹر نصب تھا جس میں وہ پنچ دکھا رہا تھا۔سفید رومال سے بندھے ہاتھوں کی چھلکتی گلابی انگلیاں اسکے دل کی دھڑکنیں بڑھا گئیں۔اشارہ ملنے پر اس نے طویل سانس خارج کرکے اپنے جذبات پر کنٹرول کیا اور گول دائرے میں تین انگلیاں ڈال کر اسے سرکا دیا۔اسکے اندر جاتے ہی گارڈ نے فوراً دروازہ بند کیا اور سائیڈ پر لگی شیشے کی سکرین پر بٹن پش کرنے لگا۔دروازہ لاک ہوگیا تھا۔

"ویلکم ایلسا۔" دروازے سے نظر ہٹا کر اس نے اس ہال نما کمرے میں دیکھا وہ روم کے سائیڈ میں بنے بار میں سے باہر نکل رہا تھا۔اسکے ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے چکور کرسٹل کے دو گلاس تھے۔وہ گلاس ہی نہیں کمرے میں اور بھی بے تحاشہ چیزیں کرسٹل کی تھیں جن میں آف کورس ایکویریم فلور تو شامل ہی تھا اور وہ دیوار بھی جو مسلسل بارش برسا کر خود میں ہی سمو رہی تھی۔

"لگتا ہے اسے پانی پسند ہے۔" ایلسا نے سوچا۔

سینٹرل ہیٹنگ کے باوجود اسکے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے تھے۔اس نے دیوار کو چھوڑ کر براق کو دیکھا جو بہت ڈھیلی لمبی بڑے گلے اور شولڈر والی بنیان کے ساتھ سفید دھاریوں والے شارٹس پہنے ہاتھ میں چھوٹے گلاس پکڑے اس تک آرہا تھا۔مشروب کا رنگ بھی سفید تھا۔وہ اسکے آنے پر اپنی بیساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کو کنٹرول نہیں کرپائی تھی۔براق نے گلاس اسے تھمایا اور اسکی کمر کے گرد بازو ڈال کر اسے کاؤچ کی سمت لے آیا تھا۔وہ دونوں اب بالکل ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے تھے۔

"ایلسا! کیا کرتی ہو تم؟" جنرل سا سوال۔معنی خیزیت سے بھرپور آنکھیں وہ اسکی چمکدار گریفائٹ آنکھوں میں دیکھ کر تھوڑی کنفیوز ہوئی تھی۔

"سٹوڈنٹ ہوں۔"

براق تھوڑا نزدیک آیا۔ایلسا کے دل کی دھڑکنیں بڑھنے لگیں۔آج وہ ستارہ جسے چھونے کی خواہش تھی

بالکل اسکی آنکھوں کے سامنے اسکے پہلو میں بیٹھا تھا۔

''ہمم۔اچھا ہے کیا تمہیں معلوم ہے تمہیں یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟'' وہ اب اسکی سنہری لٹیں کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کچھ اندازہ ہو رہا ہے۔'' وہ وائن گلاس خالی کرتے ہوئے کہنے لگی۔ براق کی آنکھوں میں ستائش ابھری۔ اس نے اپنی گریفائٹ کلر کی آنکھوں کے اوپر ٹھہری اخروٹی رنگ کی آ ئبرو اٹھائی جس پر پلاٹینم کی باریک سی رنگ کھدی تھی جسکی تار جلد میں کہیں گم ہو چکی تھی۔ نظر آتا تھا تو وہ گول موتی جو اسکی آنکھوں کی طرح ہی چمکدار تھا۔

''تمہارا کچھ کچھ کا اندازہ بالکل درست ہے۔'' پھر اسکے کان میں سرگوشی کی۔''ویلکم ٹو ہیون۔''

ایلسا کھلکھلائی تھی۔اس سے بڑھ کر اسکے لئے اعزاز کی بات کیا ہو سکتی تھی۔دور دور سے اسے نظروں میں اتارنے والی اسکی ایک جھلک دیکھنے کے لئے پاگل ہونے والی آج اسکے پہلو میں بیٹھی تھی۔گناہ گار رات اپنے عروج پر پہنچنے لگی تھی۔

⚙......⚙......⚙

''کیا ہے؟'' وہ پھٹی آواز سے چیخی تھی۔

پہلا دن مصروف اور کافی حد تک اچھا گزرا۔وہ جب گھر لوٹی تو دعا چاچو کے ساتھ بیٹھی بھرپور طریقے سے اپنی آج کی روداد سنا رہی تھی۔وہ اسکے یوں تیز تیز بولنے پر مسکائی۔

''السلام علیکم۔'' نقاب اتار کر ہاتھ میں پکڑتے ہوئے وہ صوفے پر آ کر بیٹھی تھی۔چاچو جو دعا کی فضول کی بک بک سے عاجز آ چکے تھے سولیم کو دیکھ کر ایکدم کھل اٹھے۔

''وعلیکم السلام۔آ گیا میرا بچہ، کیسا رہا آج کا دن۔جینی اچھی ہے کافی تجربہ کار بھی تمہیں اس سے سیکھنے کو بہت کچھ ملے گا۔''

دعا بھی طاہر سے بور ہو چکی تھی اسے دیکھ کر شکر کا کلمہ پڑھا۔

''جی وہ اچھی ہے۔مجھے مزہ آیا۔آج میرے دو سال اچھے کٹنے والے ہیں آپ لوگ آج جلدی کیسے آ گئے؟'' طاہر نے اسکی معصوم چہرے کی جانب دیکھا۔کم از کم دعا کو تو وہ معصوم نہیں لگتی تھی۔وہ اسے خرانٹ کہا

کرتی تھی۔

"آج میرے بچے کا پہلا دن تھا جلدی کیسے نا آتا۔" سولیم کی آنکھیں بھرائی نم سا مسکائی آنکھوں میں جذبات ابھرنے لگے۔دعا فوراً بولی۔

"خدا کا خوف کریں ڈیڈی، یہ پانچ فٹ سات انچ کی صحت مند، (خرانٹ منہ میں ہی رہ گیا) لمبی چوڑی لڑکی آپکو بچہ لگ رہی ہے۔یہ تو بہت ناانصافی ہے۔" طاہر نے اسے سخت نظروں سے گھورا۔اسکی بولتی بند ہوئی۔

"ہر وقت نظر نہ لگایا کرو میری بیٹی کو۔خود کو دیکھا ہے بھینس بنی ہوئی ہو کھا کھا کر۔سولیم! کل سے اسکا ڈائٹ چارٹ بنواؤ اور اس پر نظر رکھو۔خبردار جو اس نے پزا، برگر وغیرہ کو ہاتھ بھی لگایا تو یہ جھوٹے آنسو مجھ پر اثر نہیں کرنے والے۔چلو جاؤ اپنی اسائمنٹ بناؤ۔"

وہ پیر پٹختی وہاں سے بھاگی تھی۔سولیم کے ہونٹ مسکراہٹ دبانے کے چکر میں مسلسل کانپ رہے تھے۔چاچو نے اسکے جاتے ہی سولیم کی جانب رخ کیا۔وہ فوراً سنجیدہ ہوئی۔

"جی لگا کر کام کرو بیٹا، میں چاہتا ہوں وقت کے چند ورق الٹتے ہی تم ہی سب سے موسٹ وانٹڈ ہو۔ہر کوئی ڈاکٹر سولیم شفیق چاہتا ہو مان جاؤ میری آنکھیں تمہیں چار سال بعد بہت کامیاب ترین انسان دیکھ رہی ہیں۔"

چاچو کے ساتھ کافی وقت بتا کر وہ کمرے میں آئی تو منہ بسورتی دعا تیز تیز قلم کو کاغذوں پر گھسیٹ رہی تھی۔وہ اسکے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ایک سیکنڈ کھڑی رہی دو پھر تیسرے، چوتھے سیکنڈ پر اس نے دعا کے ہاتھ سے پین چھینا تھا۔

"کیا ہے؟" وہ پھٹی آواز سے چیخی تھی۔

"وہی تو کیا ہے؟" ساتھ ہی اسکی نظریں دعا کی بھدی رائٹنگ پر پڑی تو وہ مایوسی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"میرا موڈ سخت خراب ہے اور خبردار جواب ایک اور بار تم نے میری لکھائی کو دیکھ کر اپنی منڈی ہلائی تو۔تمہاری جیسی رائٹنگ ہے نا وہ میں دیکھ چکی ہوں چوہے مار، آخ تھو۔" وہ سولیم کے لب کھلنے سے پہلے ہی بول اٹھی۔سولیم سے اپنی رائٹنگ کی انسلٹ برداشت نہیں ہوئی تبھی فخریہ بولی تھی۔

"محترمہ وہ پروفیشنل رائٹنگ ہے اور یہ۔" اس نے اچک کر ایک کاغذ اٹھایا۔"ایک نکمے سٹوڈنٹ کا اعمال

نامہ۔" دعا کھینچنے لگی تو اس نے ہاتھ اوپر کو اٹھا دیا۔ دعا کا دل کیا اسکا منہ نوچ لے۔

" ہاں جیسے تمہارے گولڈ میڈل اصل سونے کے ہیں نا۔ افسوس خالی پیتل پر سونے کا پانی چڑھا رکھا ہے اور ایسے میں ہزار بنوا سکتی ہوں۔ مجھے ہر روز چیلنج نہ کیا کرو۔ دیکھنا لندن سکول آف اکنامکس کی اگلی ٹاپر۔"

اسکے الفاظ ابھی منہ میں ہی تھے جب سویلم کا ہنسی کا فوارہ نکل کر اس پر آگ برسا گیا۔ ایک جھٹکے سے سویلم کے ہاتھ سے اس نے اپنے نوٹس چھینے اور گردن اکڑا کر ضبط کے گھونٹ پی کر واپس کرسی پر بیٹھ گئی۔ سویلم فوراً چپ ہوئی۔

" اوئے ناراض ہو گئی ہو۔ دعا......دعا......اچھا یار تم ہی کرو گی ٹاپ۔" ٹاپ پر اسکی آواز پھر کانپی تھی۔ ہنسی والی کپکپاہٹ۔" اور دیکھنا پورا لندن دیکھے گا بلکہ پورا لندن ہی کیوں پوری دنیا دیکھے گی۔"

" سویلم یار! بدتمیزی نا کرو۔" دانت پیستے ہوئے وہ اسے رک جانے کا کہہ رہی تھی جو آج بڑے موڈ میں تھی۔ یہ سویلم ہی تھی جو اسے یہ سب کہنے کا حق رکھتی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو اس وقت اپنی بتیسی کو ہتھیلی پر رکھے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا ہوتا۔

" اچھا پھر پورا یونیورس دیکھے گا۔ ٹھیک نہیں چلو پوری گلیکسی۔"

" سویلم۔" دعا غصے میں اٹھی تھی۔ چیزوں کی اٹھک پٹھک کی آوازیں نیچے طاہر کے کمرے تک آ رہی تھیں جو وہیں سے چلا رہے تھے کہ یہاں ہمسائے پانچ منٹ گزرتے ہی پولیس لے آتے ہیں لیکن وہاں پرواہ کسے تھی۔

✿......✿......✿

" تو یعنی یہ تمہاری سستی شہرت حاصل کرنے کی اوچھی سی ترکیب ہے۔"

ٹریڈمل پر دوڑتے ہوئے وہ اپنی سانسوں کے پھولنے کا منتظر تھا جو کبھی کبھی ہی پھولتی تھی۔ وہ فل سپیڈ میں بھاگتا اپنے ورک آؤٹ کا آخری مرحلہ سرانجام دے رہا تھا۔

" سر! بگ بی کی کال ہے۔"

اسکی سیکرٹری نے آ کر اطلاع دی تھی۔ اس نے اپنا ورک آؤٹ جاری رکھا۔ پانچ منٹ بعد وہ مشین بند کرتا نیچے اترا تھا۔ مستعد سی کھڑی لڑکی جو اسکے سٹاف کا حصہ تھی نے آگے بڑھ کر اسے ٹاول پکڑایا تھا۔ اسکے ہاتھ سے

تاول لے کر گردن کو جھٹک کر پسینہ پونچھا۔ سر بھی صاف کیا۔ منہ سے بھی ننھے ننھے ہیرے کے موتی چھلکے کہ اسے ہیرہ کچھ خاص پسند نہیں تھا۔ انرجی ڈرنک پکڑتا وہ جم سے باہر آیا تھا۔ وہ میڈا سکے پیچھے پیچھے تھی۔

''کیسے ہو ڈیڈ؟'' کین منہ سے لگاتے ہوئے اس نے خود کو ان کو سننے دیا۔ یہ اسکے ڈیڈ تھے فاروق شاہ پاکستان کی مایہ ناز شخصیت وہ شوگر مل کے مالک تھے۔ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس بھی خوب چل رہا تھا اور سیاست میں تو وہ تھے ہی۔

''میں تو فٹ ہوں تم سناؤ جیت کا نشہ کیسا رہا؟''

اسکا قہقہہ انکے پوشیدہ طعنے پر برجستہ تھا۔

''بہت ہی سرور آمیز۔ قسم سے مزا آ گیا۔'' انہیں چھیڑنے کا تو مزہ ہی کچھ اور تھا۔ انرجی ڈرنک حلق سے اتار کر وہ تصور میں انکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر حظ اٹھا رہا تھا۔

''کمینے بس کر دو اب۔ اپنی جو گرل فرینڈز کی لائن ہے نا اسکے آگے فل سٹاپ لگا دو۔ میڈیا میں کتنے سکینڈلز بنے ہوئے ہیں تمہارے۔ اندازہ ہے تمہیں اس بات کا۔ براق! کمائی ہوئی عزت کو مٹی میں مت جھونکو۔'' وہ جتنا ہو سکتا تھا اسے سمجھا رہے تھے، تنبیہ کر رہے تھے لیکن وہ ان باتوں کو ناک پر سے مکھی کی طرح اڑا رہا تھا۔

''ڈیڈ! میڈیا کا تو کام ہی سکینڈل بنانا ہے اور سیریسلی۔'' وہ ہاتھ والے پیلے کاؤچ پر ٹانگیں سیدھی کر کے بیٹھا۔ ''یقین کریں مجھے انہیں سکینڈلز نے اس بلندی تک پہنچایا ہے ورنہ میچ کا تو آپ جانتے ہی ہیں سال میں بامشکل چار بار لڑ و اور بس یہ میڈیا کی سرخیاں ہی ہیں جو مجھے 365 دن عوام میں تازہ رکھتی ہیں۔'' بڑی سہولت سے کہہ کر اس نے کین خالی کر کے اپنے پاؤں میں دھری۔ وہ کچھ دیر خاموش رہے براق کو لگا انہوں نے کال کاٹ دی ہے۔ کان سے ہٹا کر دیکھا تو چل رہی تھی۔

''کیا؟ تو یعنی یہ تمہاری سستی شہرت حاصل کرنے کی ایک اوچھی سی ترکیب ہے۔'' حق دق جما دینے والے انداز میں وہ ساکت سا بیٹھا اپنے سوکھتے لب تر کرنے لگا۔

''آ...... آپ کو یہ لگتا ہے مطلب میں...... میں یعنی کہ براق شاہ دی ان بیٹ ایبل۔ فاروق شاہ کا اکلوتا بیٹا کروڑوں لوگوں کا پسندیدہ کھلاڑی موسٹ وانٹڈ شخص سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے یہ کریگا۔ آر یو سیریس

"ڈیڈ۔" وہ جتنا صدمے سے بول سکتا تھا بول رہا تھا۔ "آئی مین واقعی؟"

"ہاں جس طرح کی تم بات کر رہے ہو اس سے تو یہی لگ رہا ہے۔"

فارق کو گویا اسکی حیرانگی سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"تم مانو نہ مانو۔ کہو نہ کہو مجھے تو یہی لگتا ہے اور مجھے یہ بھی لگتا ہے براق کہ اب تمہیں اپنی لائف کے بارے میں کچھ سنجیدگی سے سوچنا چاہئے۔ 28 کے ہو گئے ہو اور میری اس عمر میں تم زمین پر لینڈ کر چکے تھے۔"

اس نے سر کو جھٹکا۔ "تو یعنی یہ منی ٹارچر مجھے اس سمت لانے کے لئے تھا تو سن لیں ڈیڈ۔" وہ آگے کو جھکا۔ "مجھے۔ ابھی...... ان سب میں...... دلچسپی نہیں اور رہی بات سکینڈلز کی تو وہ میڈیا خود بناتی ہے میں نہیں دیتا انہیں بنانے کو۔"

اس نے سہولت سے انکار کیا تھا۔ فاروق نے اپنا ماتھا مسلا۔

"تو یعنی تم اپنی روٹین سے باز نہیں آنے والے۔"

"نیور۔"

فاروق نے کال کاٹ دی اور سر کو کرسی کا محتاج ہونے دیا۔ آنکھیں بند کیں اور گہری سانس کھینچ کر جیسے دل کو مطمئن کرنا چاہا تھا۔ وہ ان کا واحد بیٹا تھا۔ بچپن سے اس واحد پنے کی آڑ میں وہ اسکی ہر صحیح غلط بات کو مانتے آئے تھے۔ اسے کیا لینا ہے کیا نہیں لینا جائز ہے یا ناجائز کبھی اس چیز کی پرواہ نہیں کی تھی۔ انہوں نے فردوس (براق کی موم) کی کسی بات کو نہیں مانا۔ ہمیشہ براق کے پیچھے وہ کبھی کبھار انہیں بھی جھڑک دیتے تھے۔ گو کہ وہ جھڑکنا آف کورس علیحدگی میں اور آپ جناب والے انداز میں ہوتا تھا لیکن ہر دوسرے روز یہ جھڑک ضرور پڑتی تھی اور ظاہر ہے براق کو کسی چیز پر ٹوکنے کسی بچے کو گھونسا مارنے یا نوکروں کا وفد جو ہر وقت اسکے ساتھ رہتا تھا ان میں سے کسی پر جوس گرانے تو کسی کے ساتھ بدکلامی کرنے کے بعد ٹوکے جانے پر یا پھر پاکٹ منی کے نام پر ملنے والے اس خطیر رقم کو فضول اڑا دینے پر یا یہ کہہ دینے پر کہ براق تم ہر کسی کے ساتھ بدتمیزی یا بداخلاقی سے پیش نہیں آسکتے ہر کوئی موم ڈیڈ یا پھر تمہارے کیئر ٹیکر نہیں ہوتے لیکن جونہی یہ بات فاروق کے کانوں میں پڑتی وہ بڑے سہولت سے کہہ دیتے۔

"براق کو جس کے ساتھ جو سلوک کرنا ہے وہ کر سکتا ہے میرے پاس پیسہ ہے اور میں پیسے سے اس شخص کو خرید لونگا جسکے ساتھ میرا بیٹا جو بھی کرنا چاہے۔"

یہ ان کی محبت کی انتہا تھی جس نے فردوس کے دل کو دہلا دیا تھا۔وہ دل میں فقط یہ کہہ پاتیں۔

"ہر کوئی بکاؤ نہیں ہوتا۔"

لیکن یہ بات کون باپ بیٹے کو سمجھائے۔براق کی ضدی طبیعت فاروق کا اسے پیمپر کرنا وہ دن بدن اسکے شدید بگڑ جانے سے پریشان ہوئی جاتی تھیں۔پھر فاروق نے اسے بورڈنگ بھیج دیا۔انکے ساتھ ساتھ اب فاروق بھی اس بات سے متفکر ہوئے تھے لیکن ظاہر ہے یہ خواہش بھی براق کی تھی تو وہ تو لب بستہ رہتی ہی تھیں۔ اس بار فاروق کو بھی خاموشی اختیار کرنے پڑی۔بورڈنگ میں گیا براق پھر واپس نہیں پلٹا تھا۔گریجویٹ ہونے کے بعد اس نے وہیں باکسنگ کلب میں جوائننگ لے لی تھی۔مار پیٹ کا شوقین براق جلد ہی لوگوں کا منظور نظر بن گیا تھا۔اسکی کامیابیاں فاروق کا جہاں سر فخر سے بلند کر رہی تھیں۔وہیں اسکی بدلتی روٹین نے اس کے گرد فکر کے جال بن دیئے تھے۔وہ ڈرنک کرتا ہے کوئی نہیں،یہ ہی تو ہم لوگوں کی پہچان ہے اگر ڈرنک نہیں کریں گے تو کلاسی کیسے لگیں گے۔

"وہ ڈرگز لیتا ہے۔"

"کیا وہ ڈرگز لیتا ہے؟"ان کا ماتھا ٹھنکا۔اپنے پیغام رساں کو سرخ نظروں سے دیکھا۔

"جی سر،انکی ناک بھی آج کل سرخ رہنے لگی ہے۔"

انہوں نے ضبط کا گھونٹ بھرا۔"کوئی نہیں جب صحت گرتے دیکھے گا تو خود یہ سب چھوڑ دیگا۔وہ اپنے بارے میں بہت کانشس ہے۔"

"سر!وہ......"پیغام رساں ہچکچایا۔اس نے بہت ہمت کر کے اس فحش جگہ کا نام لیا تھا جہاں وہ پچھلے دو ماہ سے لگاتار جا رہا تھا۔انہوں نے دانت آپس میں رگڑتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا۔دروازہ بند ہوتے ہی انکا موبائل انیس سالہ براق کے سیل پر رنگ کر رہا تھا۔

"مجھے مت مجبور کرو کہ میں تمہارے اکاؤنٹس فریز کر دوں۔براق!غلاظت میں مت گرو اس سے نہ صرف تم

ذہنی مریض بنو گے بلکہ جلد بوڑھے ہو جاؤ گے۔''

آج فردوس کی تمام نصیحتیں ان پر حقیقت کے در وا کر رہی تھیں۔ وہ ٹھیک تھیں بالکل ٹھیک۔ والدین کو ایک حد میں رہ کر بچے کی بات کا مان رکھنا چاہیے۔ ایک رعب ایک عزت تو ان کے دل میں اپنے لئے چھوڑنی ہی چاہیے تا کہ وہ کچھ عزت کے دائرے سے باہر کہنے کا سوچیں بھی تو کہہ نہ پائیں۔

''اوہ کم آن ڈیڈ! ہم دوست ہیں اور ہم دونوں ایک ساتھ بوڑھے اچھے لگیں گے۔''

''اور بچوں کو اس قدر بھی خود کا دوست نہیں بنانا چاہیے کہ وہ آپ کا مرتبہ آپکی حد ہی بھول جائیں۔''

''براق! تم کہو تو میں تمہاری پری ویڈنگ کروا دیتا ہوں لیکن یہ گرل فرینڈز، ڈرگز، برہنہ شوز میں جانا یہ تمہارا ٹیسٹ نہیں ہے تم کلاسی ہو یہ بات یاد رکھو۔''

وہ بیحد مضمحل تھے۔ اضطراب انکے ہر لفظ سے ٹپک رہا تھا۔

''ڈیڈ! میں تمہارا مقصد سمجھ رہا ہوں۔ تم چاہتے ہو کہ میں شادی کر کے پھنس جاؤں جیسے نانا نے آپ کو پھنسایا تھا اور گرل فرینڈ رکھنا ہم جیسے کلاسی لوگوں کا ہی وطیرہ ہوتا ہے ان بار، پیز نیوڈ شوز کو زندہ ہی ہم کلاسی لوگ رکھتے ہیں۔ اگر ہم ہی نہ جائیں تو یہ چلیں کیسے۔'' اس نے ان کی بات کو ہوا کی طرح اڑا یا تھا۔ وہ خود پر کنٹرول کیے بیٹھے رہے۔

''مجھ سے آپ کر کے بات کرو۔'' وہ دھاڑے تھے۔ ''اب میں تمہارا دوست نہیں باپ ہوں۔ آئی سمجھ اور رہی بات شادی کی تو وعدہ ہے یہ شاہ کا یہ صرف پری ویڈنگ ہی رہے گی تمہیں فیملی بنانے کو میں نہیں کہہ رہا نہ ہی عمر بھر نبھاہ کرنے کا۔ بس تم ہر راہ چلتی لڑکی کے ساتھ نہیں پائے جاؤ اس لئے میں یہ سب کر رہا ہوں۔'' (کیونکہ میں اپنے باپ کی طرح دھوکے باز نہیں بھلے انکا دھوکہ بڑا ہی حسین تھا فردوس کا چہرہ سامنے لہرایا تو فوراً سے دماغ کو جھٹکا)

''ول سی۔'' فون بند ہو گیا۔

✿......✿......✿

''ڈاکٹر! مجھے عام زندگی چاہیے ایک نارمل لائف پلیز میری مدد کرو۔''

”تم نے وعدہ کیا تھا اور اب تم اپنا وعدہ توڑ رہی ہو۔کتنا سخت گناہ کر رہی ہو تم۔“ سپیکر سے سولیم کی مردہ سی آواز ابھری تھی۔وہ ابھی ابھی کلینک سے لوٹی تھی۔چاچو ہاسپٹل تھے اور دعا یونی۔جونہی اس نے بے وقت کی بھوک مٹانے کی غرض سے نوڈلز کی کین اوون میں ڈالی لوسا کی کال آ گئی تھی۔

وہ اسکی نئی پیشنٹ تھی۔کافی سینس ایبل ،میچور اور خوبصورت سی وہ لوسا فرلاب تھی جس کی کیس ہسٹری پڑھ کر وہ کانپی ضرور تھی لیکن اللہ کا نام لے کر شروع کر لیا تھا جس میں وہ سٹیپ بائے سٹیپ کامیاب بھی ہو رہی تھی لیکن لوسا کے وعدے توڑنے کی عادت ،اُفف وہ بے بسی سے جھلا گئی۔

پانچ دن محض پانچ دن میں اس نے اپنا وعدہ توڑ دیا تھا۔سولیم نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ پورن ویڈیوز نہیں دیکھے گی۔وہ اس کھلے گناہ کی غلاظت اپنی بصارت میں نہیں اتارے گی لیکن وہ وعدہ جھانسہ کر سکی اب اسے لوسا کی ڈوز بھی چینج کرنی پڑیں گی۔اسے میڈیسنز کا اثر زائل ہوتے دیکھ افسوس ہوا۔

”میرے مذہب میں اس کا گناہ نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اتنی کڑی سزا نہیں ہے۔“

سولیم نے اسکی بودی گیلی دلیل پر سر پکڑ لیا۔اوون کے اندر سے نوڈلز کے بوائل ہونے کا پیغام آ رہا تھا۔اس نے آہستہ سے انہیں نکالا اور خالی ہاتھ کچن سے باہر آ گئی۔اب بھوک کس کافر کو لگنی تھی۔

”ہاں ٹھیک ہے۔ہو سکتا ہے یہ اتنا بڑا گناہ نہ ہو لیکن لوسا چھوٹے چھوٹے گناہ ہی بڑے عذاب لے آتے ہیں۔جیسے قطرے سے دریا بن جاتا ہے۔ایک چنگاری جوالہ مکھی بھڑکا دیتی ہے ویسے ہی ایک چھوٹا گناہ انسان کی شخصیت تباہ کر دیتا ہے۔لوسا!تم ساتویں بار اپنا پرامس توڑ رہی ہو اور تم جانتی ہو جب تم یہ سب دیکھتی ہو تو مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔“ اس نے آنکھیں مسلتے ہوئے ایک دلخراش سوچ کو ذہن سے جھٹکا۔”جب تم نفس کے آگے بہک جاتی ہو۔ٹھیک ہے تمہارے مذہب میں اسکا گناہ نہیں ہے لیکن ہنی یہ ایک لڑکی کے لئے میرے نظریے کی مطابق بہت ہارم فل ہوتا ہے ایسی چیزیں دیکھنے سے تمہاری سوچیں کتنی آلودہ ہوتی ہوں گی۔“

اسے لوسا کی سسکیاں سنائی دینے لگیں۔وہ ٹھہر گئی۔لوسا آنسوؤں بھری آواز سے کہہ رہی تھی۔

”میں کیا کروں؟ میں بہت روکتی ہوں خود کو، بہت سمجھاتی ہوں لیکن دل کہتا ہے گناہ کرنے سے بہتر ہے دیکھ لے۔پھر وہ جھوٹی تسلیاں وہ خود ساختہ کہانیاں مجھے اس اندھیری سرنگ میں دھکیل دیتی ہیں جس کے آخر میں

روشنی کی چمک بھی نہیں ہوتی ۔میں اس ایک کلک کے سبب اپنے گرد گناہوں کے جال اکٹھے کر دیتی ہوں جن سے فرار ناممکن ہے۔ ڈاکٹر! تم نہیں جانتی میں ہر روشنی میں کتنا پچھتاتی ہوں لیکن ہر اندھیرا مجھے اجالے کی شرمندگیاں بھلا دیتا ہے۔'' وہ کہے جا رہی تھی۔ سولیم سنے جا رہی تھی۔ ہاں یہ ہی تو اسکا کام تھا۔ اپنے مریض کی ہر تکلیف دہ یا فضول سی باتیں سننا انکا دل ہلکا کرنا پھر اپنے لفظوں کے استعمال سے انہیں تسلیاں دینا، دوا تجویز کرنا اور انکے صحت مند ہو جانے کا انتظار کرنا۔ لوسا کی آواز اب بھی اس کے کان کے پردے سے ٹکرا رہی تھی۔

'' مجھے اس میں لذت لگتی ہے۔ میں دیکھتی جاتی ہوں ایک بار، بار بار ہزار بار میں لفظ لکھتی ہوں مٹاتی ہوں مٹا کر لکھتی ہوں سرچ کرتی ہوں پھر کیے چلی جاتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے سامنے چلتی فلم ہی دنیا کا سب سے اہم کام ہے۔ وہ جو سکرین کے پار ہو رہا ہے وہ کسی اور کے ساتھ نہیں بلکہ خود میرے ساتھ ہو رہا ہے۔''

سولیم نے کرب سے آنکھیں میچیں۔

'' میرے اندر کہیں شاید جو کوئی اچھائی کا انسان چھپا بیٹھا ہے وہ بار بار مجھے ٹوکتا ہے، جھنجھوڑتا ہے کہ مت کرو، مت دیکھو لوسا، تمہارے چہرے کی روشنی کھوتی جا رہی ہے۔ دیکھو تمہاری معصومیت وہ بھاگ رہی ہے اسے پکڑ لو لیکن وہ جو شیطان ہے وہ جو سیاہی ہے وہ کہتی ہے لوسا تمہاری معصومیت آج سے نو سال پہلے کھو چکی ہے۔ دیکھ لو جو دیکھنا چاہتی ہو اس میں کوئی قباحت نہیں۔''

سولیم نے اپنا سر صوفے پر گرا دیا۔ اس کے چاکلیٹ رنگ کے بال اطراف میں گرنے لگے۔

'' ڈاکٹر! مجھے ایک عام زندگی چاہیے۔ ایک نارمل لائف۔ پلیز میری مدد کرو۔ اگلے الفاظ جو میں کہنے جا رہی ہوں اسے سن کر تم مجھ سے نفرت کرو گی۔ ڈاکٹر! میں نے قادر سے کیا وعدہ توڑا۔ تمہارے وعدے توڑے پھر میں نے ......'' وہ رکی۔ اسکی ہچکی لگی تھی۔ '' میں نے تمہارے اللہ سے وعدہ کیا کہ ہو سکتا ہے جس کے رعب میں تم اتنی پوشیدہ رہتی ہو میں اس سے ڈر کر اس کے دبدبے میں وعدہ نباہ لوں اور اس سب سے چھٹکارا حاصل کر لوں لیکن میں نے اس کا وعدہ بھی توڑ دیا۔ میرے دل میں ذرہ سا بھی اس کا ڈر نہیں بیٹھا۔ مجھے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا پھر میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا تھا۔''

سولیم کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ وہ چونک کر آگے ہوئی پھر اسکے چہرے پر سرخی دوڑنے لگی۔ آنکھ کے

کنارے پانی جمع ہونے لگا۔

''مجھے سمجھ نہیں آتا وہ کونسی چیز ہے جو مجھ ان سب سے باز رکھے گی۔''

اسکی آواز کی جھنجلاہٹ میں سولیم کو اسکے ذہنی خلفشار کا پتا چل رہا تھا۔ گو کہ اسے لوسا کا اللہ کو درمیان میں لانا پسند نہیں آیا تھا لیکن اسکے پسند آنے نہ آنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ بھی تو اللہ کی بندی تھی۔ اسکا خالق بھی تو وہی تھا۔ وہ مانے یہ نا مانے، اسکا رب بھی وہی تھا جو سولیم شفیق کا تھا۔

⚙......⚙......⚙

پری ویڈنگ

ساڑھے انیس سالہ براق شاہ کی وقتی بیوی سنبل اس کے ساتھ اب اس کے فلیٹ میں رہتی تھی۔ نازک اندام، مغربی کلچر کی پروردہ سنبل کرن سنگل پیرنٹ کی اولاد تھی۔ اسکی ماں کرن چونکہ ایک عیسائی عورت تھی لیکن باپ کے ایرانی ہونے کی وجہ سے وہ سنبل کو اسکے باپ کے دین اپنانے سے نہ روک سکی تھی۔ اس نے سنبل کو آزاد رہنے دیا جو چاہے اپنائے جو جی چاہے کرے وہ اپنی ماں کے ساتھ دس سال تک یوگینڈا میں رہی تھی پھر وہ دوبئی مستقل طور پر شفٹ ہو گئے۔ دوبئی میں ہی سنبل فاروق سے ملی تھی۔ خطیر رقم کی عوض ہی اس نے یہ وقتی شادی ان شارٹ کانٹریکٹ میرج کی تھی جس میں واضح لکھا تھا وہ صرف تب تک براق کے ساتھ رشتہ نباہ سکتی ہے جب تک وہ چاہے گا۔ اس کے بعد دونوں کے راستے جدا ہوں گے اور وہ اس ٹائم پیریڈ میں کسی بھی صورت فیملی نہیں بنا سکتے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو دونوں فریقین کو بہت بڑا معاوضہ چکانا ہوگا۔ یہ فاروق کی طرز کا نکاح نامہ تھا ایک سکیورٹی ٹائپ۔

سنبل براق کے لئے ایک کھلونے سے بڑھ کر نہیں تھی جس کے ساتھ وہ جب چاہے جیسے چاہے کھیل سکتا تھا۔ وہ مکمل طور پر اس کی محتاج تھی اور اس محتاجی میں بھی ایک مزہ تھا۔ وہ دن بدن سوچتی جا رہی تھی کہ اپنے سے تین سال چھوٹے براق کو کیسے اپنی محبت کے جال میں پھانسے۔ ہر ماہ بینک بیلنس بڑھاتی وقتی عیاشی کو کیسے پائیدار بنائے۔ اس نے براق پر مکمل ڈورے ڈالنا شروع کر دیئے، اسکا کھانا بنانا، کپڑوں کو لانڈری کرنا، روم سیٹ کرنا، سجنا سنورنا غرضیکہ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہنے لگی۔ وہ جہاں بھی جاتا سنبل اسکے ساتھ رہتی۔ مصنوعی

مسکراہٹ ہر پل لبوں پر سجائے وہ اسکے ہر غلط کام کو بڑے ہی سراہنے والے انداز میں صحیح کہتی لیکن وہ بھول گئی تھی آگے بھی براق تھا۔ بہت جلد چیزوں سے اکتا جانے والا، اپنی زندگی سے نکال دینے والا۔ اسے کیونکر کافی لمبے عرصے تک برداشت کرتا۔

"ڈیڈ! بہت کھیل لی میں نے یہ پری ویڈنگ گیم۔ اب بہت ہوا اس چپکو کو نکالیں میری لائف سے۔ میں عاجز آ گیا ہوں ہر وقت کی اسکی دخل اندازی سے۔"

فاروق ہنسے تھے۔ "برخوردار بیوی کو کیسے پھر ساری عمر جھیلو گے۔ وہ تو اس سے بھی زیادہ دخل اندازی کرتی ہے۔" فاروق اس کی جھنجلاہٹ سے بہت محظوظ ہو رہے تھے۔ براق نے اپنے اعصاب ڈھیلے کیے۔

"ڈیڈ! آپ ہر وقت موم پر ان ڈائریکٹ طعنے مت کسا کریں۔ میں عنقریب انہیں بتانے والا ہوں۔"

فاروق کا اور جاندار قہقہہ ابھرا۔

"تم مجھے دھمکا رہے ہو؟"

"یس آف کورس۔ آپ جب تک میری معصوم بھولی ماں پر جھوٹے بہتان بازیاں کرتے رہیں گے میں انہیں ایک ایک خبر دیتا رہوں گا۔ مت بھولیں اگر آپ میرے پیچھے جاسوس لگوا سکتے ہیں تو میں بھی آپ کا بیٹا ہوں۔"

وہ ایک دم سیدھے ہو بیٹھے۔ "کس...... کس بارے میں بات کر رہے ہو تم؟" وہ چوکنا ہوئے۔

"برج العرب روم نمبر 36۔"

فاروق نے نم ماتھا ٹشو سے صاف کیا۔ واقعی اولاد کو کبھی سر نہیں چڑھانا چاہیے۔

"تو تمہیں لگتا ہے میں وہاں عیاشی کر رہا تھا۔" غصے میں ڈرانے کی غرض سے غرائے لیکن وہ یہ بھول گئے تھے آج کی جنریشن اونچی آواز سے نہیں ڈرتی اب کہ قہقہے کی باری براق کی تھی۔

"آپ وہاں ایک بزنس ڈیل سائن کر رہے تھے لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ میں یہ ثابت کر دوں گا کہ آپ وہاں عیاشی کر رہے تھے۔"

فاروق نے غصے سے دانت کچکچائے۔ وہ سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔

"اور ایسا تم کیوں کرو گے؟"

"میری ماں پر جھوٹے الزام لگانا بند کردیں پلس اس آسیب سے میری جان چھڑائیں۔" بڑے آرام سے کہا۔

"ہاں تو طلاق کے پیپرز تھماؤ اسے اور چلتا کرو مجھے کیوں ذہنی ٹینشن دے رہے ہو۔"

براق کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"اور اس کے بعد کوئی پری وری ویڈنگ نہیں ہوگی۔" اس نے ان کی حالت کو سوچتے ہوئے اپنے مطلب کی شرط رکھی۔

"نہیں میرے باپ۔"

"اور کبھی بھی، مطلب کبھی بھی میرے اکاؤنٹ فریز کروانے کی دھمکی نہیں دیں گے۔"

فاروق نے بڑی ہی مشکل سے اس کی بات کو ہضم کیا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"اپنے سستے جاسوس بھی ہٹوائیں گے۔" وقت اپنا چل رہا تھا تو وہ کیوں نا اس سے کھیلتا۔ اپنے باپ کی کمزور ڈوری بڑے ہی صحیح ٹائم اس کے ہاتھ لگی تھی۔

"سستے۔" فاروق کو صدمہ لگا۔ "تم جانتے بھی ہو کتنی فیس ہے انکی؟"

براق نے شانے اچکا دیئے۔ "مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔ براق کھل گیا۔ شرارت سوجھی۔

"ویسے ڈیڈ یار! کچھ زیادہ ہی زن مریدی کے ریکارڈ نہیں توڑ رہے۔"

فاروق کے تو سر پر لگی پیر پر بجھی۔

"گوڈو بیل۔ الو کا......"

اور لائن بے جان ہوگئی۔

✿......✿......✿

"آپ بہت اچھی ہو شکریہ میری زندگی میں آنے کا۔"

رات کی تاریکی اپنے عروج پر تھی۔ آسمان قطرہ قطرہ آنسو برسا رہا تھا۔ یہ برف باری نہیں تھی آج آسمان بوند

بوند پانی ٹپکا رہا تھا۔ برف باری تو کچھ دیر قبل تھمی تھی۔ ہر چیز پر سفیدی پھیر کر اب وہ اپنے پانی سے اسے دھونے کی سعی میں تھا۔ تڑ تڑ تڑ بارش کے قطرے مسلسل شیشے پر دستک دے رہے تھے۔ وہ گھبرا کر اٹھی۔ عجیب سی بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سر پر سکارف اوڑھے شب خوابی کا لباس پہنے ہی بالکونی میں آ گئی۔ دعا کے مدھم خراٹے پورے کمرے میں گونج رہے تھے۔ اس نے بھی سویلیم جیسا لباس پہن رکھا تھا۔ گھٹنوں سے قدرے اونچی ڈھیلی ڈھالی سفید ٹی شرٹ اور ٹراؤزر جس پر چھوٹے چھوٹے واٹر میلن ایک چوتھائی حصے میں کٹے ہوئے تھے۔ جامنی سکارف سر پر باندھے وہ بالکونی میں آئی جو برف سے ڈھکی ہوئی تھی اب اس پر گرتے پانی کے قطرے جمی ہوئی برف میں منتقل ہو رہے تھے۔

اس نے خود کو بھی ان بوندوں میں بھیگنے دیا۔ پتا نہیں کہاں سے ہوا میں نقش ہوئے الفاظ اسکی سماعت سے آ کر ٹکرائے۔ نسوانی آواز کہہ رہی تھی۔

''میں کیا کروں بہت روکتی ہوں خود کو پھر بھی مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے۔ ہر آنے والا اندھیرا مجھے اپنی سیاہی میں ڈبو کر بے نشاں کر دیتا ہے۔''

وہ لوسا تھی جو بول رہی تھی۔ سویلیم نے ناک کے ذریعے ٹھنڈا سانس اندر کو کھینچا اور خود کو اس سے زیادہ کچی ہونے سے روکا۔ وہ ضرور اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال لے گی۔ اسے خود پر پورا یقین تھا۔ اس سے پہلے وہ اندر جاتی ایک عجیب سے احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس نے غور کیا، توجہ دی۔ یہاں صرف بارش کے گرنے کی آوازیں نہیں تھیں بلکہ کوئی اور بھی آواز تھی۔ کسی کمسن لڑکی کے چیخنے کی، مدد مانگنے کی آواز۔ وہ فوراً اپنے بگو بنی والے سوفٹ شوز برف پر جماتی بالکونی کی دائیں جانب جھکی تھی۔

گلی کی بالکل نکڑ پر اسے چار ہیولے سے نظر آئے۔ تین مرد اور ایک چھوٹی بچی شاید۔ اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ گلی بالکل خالی و سنسان تھی۔ وہ برق رفتاری سے اندر کی سمت بڑھی۔ وارڈ روب سے اپنا عبایا اٹھایا۔ نقاب لگا کر اپنی سائیڈ ڈرار جس پر اسکے نام کا سٹکی نوٹ چسپاں تھا، اسے کھول کر اپنی لائسنس پسٹل نکالی۔ ہتھیلی جتنی سلور پسٹل ہاتھ میں پکڑے وہ کمرے سے باہر نکلی تھی۔ مین ڈوران لاک کر کے آرام سے باہر آئی اور لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔ یہ سب اس نے صرف تیس سیکنڈ میں کیا تھا۔ لفٹ سے نکلتے ہی اس نے پولیس کو اطلاع

دی تھی۔ بلڈنگ کا گیٹ عبور کر کے وہ اس نکڑ کی سمت بھاگی تھی۔ وہ تین شرابی اس ٹین ایجر کو گھسیٹتے ہوئے کہیں لے جانے کی سعی میں تھے۔اس کا بازو بھی پھٹا تھا اور وہاں سے خون بھی رس رہا تھا۔ چہرے پر تھپٹر کے نشان تھے۔سولیم ان کے سر پر پہنچی اور ایک ہاتھ ہوا میں بلند کر کے فائر کر دیا۔

''چھوڑ دو اسے ورنہ اس میں موجود ساری گولیاں میں تمہارے سینوں میں اتار دونگی'' پستول کی نال انکی طرف کر کے وہ اشتعال میں دھاڑی تھی۔ وہ پہلے ہی گولی کی آواز سن کر بدک کر پیچھے ہوئے تھے،اوپر سے اسکی دھاڑ۔ وہ بھاگنے لگے تھے۔ جب وہ پھر سے غرائی۔

''خبردار! جو تم نے بھاگنے کی کوشش بھی کی۔''

وہ ٹین ایجر جست لگا کر اس تک پہنچی اور اسکی پشت پر کمر پر ہاتھ باندھے اس سے چپک کر تھرتھرانے لگی۔

اتنے میں پولیس بھی وہاں آ گئی۔ سولیم نے روتی لڑکی کو خود سے ہٹایا اور عبایا پر پہنی شال اسکے گرد ڈال دی۔ پولیس ان دونوں کو بھی ساتھ لے گئی تھی۔ بیانات دے کر جب وہ دونوں باہر نکلیں تو سولیم نے کیب رکوا لی حالانکہ ان کا فلیٹ نزدیک ہی تھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' اس نے پوچھا جبکہ پولیس کے پوچھنے پر اسے پتا چل گیا تھا۔ بات کا آغاز کلام کی کوشش۔

''ایملی۔'' بچی نے گیلی آواز سے بتایا تھا۔

''ہمم۔ ایملی میں سولیم ہوں، ایک سائیکا ٹرسٹ دی مائنڈ میں ہوتی ہوں۔ میں پاکستان سے آئی ہوں۔ میری بہن کو یہاں کی ڈگری چاہیے تھی اسلئے۔'' وہ بالکل نارمل سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ بتانے کا مطلب تھا اب وہ اپنا تعارف دے۔ ایملی نے آنسو پونچھے۔

''میں کینیڈین ہوں۔ یہاں ممی کے ساتھ آئی ہوں وہ جو زیڈ بلاک ہے اسکے آخر میں جو گھر ہے ہمارا ہے۔''

سولیم نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تم کیا کرتی ہو، سٹوڈنٹ ہو یا جو بگز؟''

ایملی کے آنسو پھر سے شروع ہو گئے۔

"نہیں، میں نہیں پڑھتی ۔ میرے پاس سمسٹر بھرنے کے پیسے نہیں ہوتے ۔ ماں کہتی ہے کماؤ اور کھاؤ ۔ تم جانتی ہو جس دن میں پیسے گھر نہیں لاتی اس دن مجھے......" وہ رک گئی ۔ خفت سے شرمندگی سے سولیم نے اس کی شرمندگی مٹانے کی غرض سے بات کا رخ بدلا اور وہ کہا جو کب سے اس کے دل میں تھا ۔

"اگر میں تمہیں کچھ کہوں تو برا تو نہیں مانو گی؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا ۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ رات کے ڈھائی بجے گھر سے باہر رہنا لڑکیوں کے لئے خصوصاً اس معاشرے کے لئے اچھا نہیں ہے ۔"

ایملی نے روتی صورت سے اسے دیکھا ۔

"تم میری بات نہیں سمجھ رہی ۔ میری ماں چاہتی ہے میں سارے پھول بیچ کر ہی گھر آؤں ۔ چاہے اگلا دن ہی کیوں نہ چڑھ آئے ۔ میں اب بھی پھول بیچ کر ہی گھر آ رہی تھی جب ان لڑکوں نے مجھے گھیر لیا ۔ اچھی انسان! انہوں نے مجھ سے میرے سارے پیسے چھین لئے تھے ۔ ہاں پولیس نے واپس دے دیئے ہیں لیکن اس ہاتھا پائی میں کچھ ایسے پھٹے کہ وہ جڑنے کے قابل نہیں رہے ۔

وہ پہنچ گئے تھے ۔ سولیم کرایہ دے کر اس کے ساتھ نیچے اتری اور مڑ کر مسکراتے ہوئے اس ٹین ایجر کو دیکھنے لگی ۔

"ہر چیز جڑ جاتی ہے بچے بس اسے جوڑنے کا طریقہ آنا چاہیے ۔" اسے ایملی کی ماں کا ظالمانہ رویہ سن کر افسوس ہوا تھا ۔ وہ اس کے ساتھ اب ایک گلی میں مڑ رہی تھی ۔ ایملی نے نفی میں سر ہلایا ۔

"یہ نہیں جڑیں گے ۔" اس کے نین کٹورے منٹ منٹ بعد بھر رہے تھے ۔ ہتھیلی کھول کر اس نے نوٹ کے پرزے اس کے سامنے کئے جو کافی چر مر ہو چکے تھے ۔

"جب چیزیں ایسے ٹوٹ جاتی ہیں نا تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ نئی چیزیں بنا دیتا ہے ۔ ہو بہو ویسی بس تھوڑی سی رد و بدل کے ساتھ ۔ تم دعا کرو یہ نوٹ بھی جڑ جائیں گے ۔ تھوڑی سی رد و بدل ہو گی لیکن یہ جڑ جائیں گے ۔"

وہ دونوں ایک پسماندہ سے گھر کے سامنے رکی تھیں ۔ لڑکی اور وہ تقریباً بوندوں میں بھیگ چکے تھے ۔ سولیم کو

جلد بازی میں چھاتا نہ اٹھانے پر افسوس ہوا۔

"آپ بہت اچھی ہو۔شکریہ میری زندگی میں آنے کا۔"

سولیم نے مسکاتے ہوئے اپنے گال پر ہاتھ رکھا۔

"ہر پیرنٹس اتنے برے نہیں ہوتے جتنے ہم دوسروں کی نظروں میں انہیں بنا دیتے ہیں۔ان کے سخت عمل کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی سولڈ ریزن یا پھر نصیحت چھپی ہوتی ہے جسے ہمیں کھوجنا ہوتا ہے۔جس دن تم وہ کھوج لوگی تو یقیناً تمہیں اپنی ماں کی سختی سے محبت ہو جائے گی۔اب تم جاؤ اندر،خاصی دیر ہو چکی ہے ہم ضرور پھر ملیں گے۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر جانے لگی تھی کہ دفعتاً کچھ یاد آنے پر مڑی۔

"لیکن آپ گھر کیسے جائیں گی۔اس گلی کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ بھوت ہے۔اکثر لوگوں نے یہاں سفید کلر کی لمبے بالوں والی عورت کو پھرتے دیکھا ہے۔وہ جو بغل والے شنکر ام ہیں نا ان پر تو وہ چڑھ بھی گئی تھی۔بہت مشکل سے ان کے پنڈت نے اسے ہٹایا تھا۔" وہ ڈرتے ڈرتے سولیم کو بتا رہی تھی۔سولیم نے تھوک نگلا۔

"بہت اچھے۔"

۞......۞......۞

"یہ ناک کٹوانے کے برابر ہے۔"

صبح کی چمکتی کرنیں اس کے لئے آزادی کا پیغام لائی تھیں۔کل اس نے سنبل سے جان چھڑا لی تھی اور آج وہ اس کے فلیٹ سے اپنا سارا سامان ڈھیر سارے آنسوؤں میں سمیٹتی چلی گئی تھی۔وہ سونے کے ذرات میں بھیگتا جوش سے سکیٹنگ کر رہا تھا۔اس کے ساتھ اسکا لنگوٹیا یار اسد بھی تھا۔دونوں کے وہیل لندن کی زمین کو اپنے پیروں میں کچلتے آگے بڑھ رہے تھے۔ہنستے کھلکھلاتے یا ہو کے نعرے لگاتے۔کبھی وہ سپیڈ بریکر سے پہلے پاؤں کو ہوا میں اچھالتے اور گھوم کر اسکو کراس کر لیتے تو کبھی سڑک پر چلتے چلتے فٹ پاتھ پر چڑھ جاتے۔سیڑھیوں سے مہارت سے اترتے اسد نے اپنے ساتھ اترتے براق سے کہا۔

"آزادی مبارک ہو تمہیں۔"

اس نے ایک ادا سے سکیٹ کو سیڑھیوں سے منسلک ریڑھ پر ڈالا اور سپیڈ میں نیچے جاتا رہا۔

''اور تجھے بھی۔''

''یار ویسے وہ تھی بہت چیکو۔ بیوی تیری ڈورے مجھ پر۔'' اسد کا قہقہہ ساتھ چلتے لوگوں نے بھی سنا تھا۔

''بیوی نہیں ......'' اس نے نازیبا لفظ بولا۔'' ہم پیسے والے بھی ناشوگر کوٹڈ ورڈز میں اپنی ہر غلط چیز کو بیان کرتے ہیں۔ ایسا کہ وہ پھر کلاسی لگے۔ ڈیڈ نے یہ سب اس لئے کیا تا کہ میں وہ شو دیکھنے نہ جایا کروں۔ ٹھیک ہے وہ میرے ڈیڈ ہیں۔ انکا احترام واجب ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے وہاں کی ممبر شپ کینسل کروالونگا۔ یوں بھی اب مجھے اس میں چارم نہیں رہا۔''

وہ واقعی بہت جلد چیزوں سے اکتا جاتا تھا۔ اسد نے چونک کر اسے دیکھا۔

''شکر جو تو نے بھی عقل کے ناخن لئے میں بھی یہی چاہتا تھا لیکن تو ہے کہ میری کسی بات پر جو سر دھنے۔ اب فل فوکس اپنے باکسنگ کریئر پر کرتا کہ کل کو میں سر اٹھا کر کہہ سکوں کہ یہ میرا دوست ہے۔''

براق رک گیا۔ تنک کر اسے دیکھا۔

''ہاں اب تو جیسے میں تیری ناک ڈبوا رہا ہوں۔''

''دوبار'' اسد نے وکٹری کا سائن بنا کر کہا۔'' دوبار تجھے جیل سے اور نوبار اس گند خانے سے مدہوشی کے عالم سے اٹھا کر لایا ہوں اور یہ ناک کٹوانے کے برابر ہے۔''

براق اسے گھورتا رہا اسد نے اپنا سکیٹ ہاتھ میں پکڑا اور چلنے لگا۔ براق کے پہیے اس کے قدموں کے ساتھ تھے۔

''گھورنے کی بجائے اپنے کریئر پر فوکس کر ورنہ......'' براق کا پنچ اسکا جبڑا ہلا گیا۔

''آئندہ مجھے کچھ جتانا نہیں اور ہاں تو بھی اب مجھے نہ گھور۔ چلنے پر فوکس کر یہ میری پریکٹس کی شروعات ہے۔''

اسد نے ''سالا'' کہتے ہوئے اسکی گردن پکڑی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوست ہنستے کھلکھلاتے آپس میں گتھم گتھا تھے اور آٹھ سال میں براق شاہ وہ بن گیا تھا جو آج وہ ہے۔

''دی براق شاہ''

❁......❁......❁

''ایم سوری چاچو۔''

ہاں ٹوٹی ہوئی چیزیں جڑ جاتی ہیں اور بھوت جب آیت الکرسی اور چار قل کا دائرہ ہو تو سوفٹ دور بھاگتے ہیں۔ایملی کے جانے کے دس منٹ بعد کوئی اسکے کمرے کی کھڑکی سے اندر گھسا تھا اور اب وہ اسکے تکیے کی جانب بڑھ رہا تھا پھر اس نے احتیاط سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھا اور اپنے بگو بنی والے شوز دبا کر اس بوسیدہ رگز پر رکھنے لگا جو کمرے کے وسط میں بچھی تھی۔وہ انسان سنگل بیڈ کے قریب رکا، جھکا، پھٹے ہوئے لحاف والا تکیہ اٹھایا۔اس کے نیچے ہاتھ میں پکڑے کچھ پیسے رکھے اور واپس کھڑکی طرف چل دیا۔

وہ تیز تیز قدموں سے چلتی اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچی تھی۔مین ڈور کو آہستہ سے دھکیل کر کھولا اور اندر آ کر لاک کردیا۔طمانت بھرا سانس اسکے بندلبوں سے برآمد ہوا۔وہ مڑی اور سانس حلق میں آ گیا۔

''اور جو اس سے بچ نکلتا ہے وہ اسکے پیچھے اسکے گھر تک آ جاتی ہے۔''

ایملی کی آواز ابھری۔سامنے دو گولڈن شعلوں جیسی آنکھیں برق رفتاری سے اسکی طرف بڑھ رہی تھیں۔ منہ پر ہاتھ رکھ چیخ روکتے ہوئے اس نے دیوار پر نصب بورڈ پر انگلیاں ماریں۔پورا لاؤنج دودھیا روشنی میں نہا گیا۔وہ موٹی تازی گرے بالوں والی بلی اسکے پاؤں سے اپنا سر مسلتے ہوئے محبت کا اظہار کر رہی تھی۔سولیم نے طویل سانس بھرا اور اسے پاؤں سے ہٹانے لگی۔اسے بلیوں سے چڑ تھی اور یہ ساتھ والے ہمسائے کی پالتو تھی جو جب دیکھو ان کے گھر آ جاتی تھی۔اب بھی جب وہ باہر گئی ہوگی تبھی یہ اندر گھس گئی ہوگی۔اس بلی کو پرے دھکیلتے وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی جہاں دعا اپنی سابقہ پوزیشن میں بے ہوشوں کی طرح سوئی ہوئی تھی۔

''اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔'' عبایا اتار کر پسٹل واپس رکھ کر وہ اسکے برابر لیٹ گئی۔

سورج کی کمسن کرنیں دبے پاؤں ان پریوں کے کمرے میں داخل ہوئیں اور نرمی سے ان کے کان میں سرگوشی کرنے لگیں۔

''ہے تم نے اٹھنا نہیں، دیکھو آج آسمان پر ہمارا کچھ دیر کا رقص ہے پھر ہم نے واپس چلے جانا ہے۔''

سولیم نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔فجر پڑھنے کے بعد وہ لیٹی تو آنکھ لگ گئی۔دعا ہنوز خراٹے بھرتی سو رہی تھی۔نماز کے لئے بھی نہیں اٹھی تھی۔اس نے بالوں کو ربڑ بینڈ میں باندھتے ہوئے دعا کے اوپر سے کمبل کھینچ دیا۔

"سولیم یار! بدتمیزی نہ کرو۔" وہ نیند سے بوجھل آواز میں بولی تھی۔

"اٹھ جاؤ یونی سے دیر ہو جائے گی۔"

دعا غنودگی میں سر ہلانے لگی۔

جب سولیم نے ناشتہ بنا لیا تو دعا پورے اپارٹمنٹ کی صفائی کر کے تیار ہو کر نیچے آ رہی تھی۔ دونوں کاندھوں پر سٹیپ والا بیگ لٹکا تھا اور نیلی جینز پر گھٹنوں سے نیچے جاتا گلابی کوٹ تھا۔ نیچے جانے اس نے کیا پہن رکھا تھا۔ سولیم نے چاچو کے ساتھ والی کرسی سنبھالی۔ دعا بھی دھڑام سے بیٹھی۔ چاچو نے سخت نظر اس پر ڈالی اس کا منہ تک کڑوا ہو گیا۔

"ویسے سولیم یار! تم تیار ہونے سے پہلے ناشتہ کیوں کرتی ہو۔ تیار ہونے کے بعد کیا کرو۔" ڈیڈ کو نظر انداز کر کے وہ شروع ہو چکی تھی۔

"بچپن سے پوچھتی آ رہی ہو اور جانتی بھی ہو پھر بار بار پوچھنے کا مقصد؟"

"یار اب ہمارے قارئین جو بھی ہمیں پڑھ رہے ہیں انہیں بھی تو پتا چلنا چاہیے نا کہ اس ناول کی ہیروئن ایسا کیوں کرتی ہے ہے نا؟ آپ لوگوں سے پوچھا گیا ہے۔"

"ہاں کیونکہ مجھے ڈر ہے میرے عبایا پر داغ لگ جائے گا جو کہ مجھے بہت عزیز ہے۔" نارمل سے انداز میں شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"تو تم احتیاط کرو گی تو داغ نہیں لگے گا۔" بڑے ہی پرسوچ انداز میں کسی مفکر کی طرح وہ بولی۔ چاچو نے اخبار کا صفحہ پلٹا تھا۔

"بعض اوقات احتیاط کرنے کے باوجود داغ لگ جاتے ہیں۔"

"بالکل۔"

چاچو نے اخبار رکھا۔ دعا کے کھلتے لب بند ہوئے۔

"احتیاط کے باوجود داغ لگ جاتے ہیں پھر چاہے وہ اچھائی کے لئے ہی کیوں نا ہوں۔ کسی کو برے لڑکوں سے بچانا یا پھر کسی کے گھر کی کھڑکی پھلانگ کر اس کے تکیے کے نیچے پیسے رکھنا داغ لگ جاتے ہیں۔"

سولیم کا رنگ سفید پڑا۔ چاچو کہہ رہے تھے۔

"تھانے جانا کسی کو وہاں سے بچانا لیکن اس جگہ جانا احتیاط کے باوجود داغ لگ جاتے ہیں اور تم جانتی ہو۔" ان کی تخاطب دعا تھی جس کا سر نفی میں ہل رہا تھا۔

"بعض داغ نظر نہیں آتے لیکن وہ لگ جاتے ہیں۔"

"چاچو!" وہ پھنسی پھنسی آواز کے ساتھ بولی۔ "وہ اس چھوٹی لڑکی کو ہراس کر رہے تھے۔"

"اور اگر وہ تمہیں کرنے لگ جاتے تو......" انہوں نے زور سے ہاتھ ڈائننگ ٹیبل پر مارا۔ دعا اور وہ بری طرح ڈرے۔

"اگر وہ تمہیں ہراس کرتے تو تم پر غالب آجاتے۔ ان کے اور ساتھی کہیں چھپے ہوتے تو ایک گولی فضا میں چلانے کے بعد۔"

دعا نے جھٹکے سے اپنے برابر بیٹھی زردی سولیم کو دیکھا۔

"پولیس تمہیں تھانے میں ہی رکھتی تو۔ اس لڑکی کے گھر کھڑکی سے گھستے ہوئے کوئی تمہیں دیکھ لیتا تو یا پھر اس کریمنل گلی میں سے رات کے تقریباً تین بجے گزرنے پر کوئی تمہارے منہ پر رومال رکھ کر تمہیں ان سنسان مکان میں لے جاتا تو؟ تو کیا کرتی تم سولیم شفیق۔ بتانا پسند کریں گی۔"

اس کے نین کٹورے بھرنے لگے۔ اتنا خطرناک منظر اسکی آنکھیں چاچو کو دیکھ رہی تھیں جو بالکل ناخوش لگ رہے تھے۔ اس نے نظریں گھما کر حق دق سی دعا کو دیکھا جس کے ہاتھ دانتوں میں سینڈوچ پکڑے بیٹھے تھے۔

"ایم سوری چاچو۔" اس نے گیلی آواز کے ساتھ کہا۔ چاچو شدید خفا تھے وہ کبھی اسے تم کہہ کر نہیں پکارتے تھے تب کہتے تھے جب وہ بہت بہت ناراض ہوں۔ طاہر نے گہرا سانس لیتے ہوئے اپنا ماتھا مسلا۔

"آپ جانتی ہیں آپ مجھے کتنی عزیز ہیں۔ ٹھیک ہے اب وہ دور ہے جس میں بہادر لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں جنہیں کسی کی سپورٹ کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے مسائل خود حل کر سکتی ہیں لیکن بیٹا! ایک بات ہمیشہ دماغ میں رکھنا۔ عورت ہمیشہ عورت ہی ہے جتنی بہادر سہی طاقتور ہو لیکن رہے گی وہ عورت ہی۔ وہی نازک اور معصوم سی جس کی عزت بالکل اس جیسی ہی نازک ہوتی ہے۔ آپ کل تھانے تھیں وہاں کا ڈیوٹی افیسر میرا دوست ہے۔ آپ کو

جانتا ہے اس لئے جانے دیا ورنہ جو فائر آپ نے کی، وہ میں نے بھی سنی آپ آج شام تک رہا نہ ہوتی کیا یہ ایک داغ نہیں جس گلی سے آپ گزریں وہاں موجود چھپے چار اوباشوں نے آپ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اگر وہ آفیسر میرے کہنے پر آپکے تعاقب میں نہیں لگتا اور ان چار میں سے ایک بھی آپ پر حملہ کرتا تو کیا وہ داغ نہیں ہوتا۔ وہ بچی جسے آپ معصوم سمجھ رہی تھی اور غالباً یہ رقم۔" انہوں نے رات والے پیسے جیب سے نکال کر میز پر دھرے وہ دم سادھے چاچو کو دیکھے گئی۔

"اس کے تکیے کے نیچے رکھ آئیں وہ لڑکی جس کا کام ہی آپ جیسی لڑکیوں کو بے وقوف بنا کر اپنے گھر تک لانا ہوتا ہے، جھوٹی کہانیاں سنا کر اسے لوٹنا ہوتا ہے۔ اگر وہ آپ کو اس سپرے کی مدد سے جو اسکے کمرے میں ہوا تھا بے ہوش کر کے آپ کو خدانخواستہ اپنی پارٹنر کی مدد سے بکوا دیتی تو کیا وہ داغ نہیں ہوتا۔"

وہ مسلسل زلزلے کے جھٹکوں میں انہیں سن رہی تھی۔

"وہ بچی نہیں تھی وہ ایک کوئین تھی جو اپنے گینگ کے ساتھ اسی طرح کا کھیل رچا کر لوگوں کو اغوا کرتی ہے۔ اس طرح کہ کوئی اس پر شک بھی نہ کرے اور اس کا کام بھی ہو جائے۔ مجھے افسوس ہے میرا بیٹا سائکاٹرسٹ ہے اور وہ لوگوں کے چہرے پڑھنا نہیں جانتا۔ آئندہ سے خیال کرنا۔"

وہ اٹھ کر جانے لگے۔ پھر بولے۔ "اور ہاں وہ ٹین ایجر نہیں 29 سالہ عورت ہے اور عمر چور بھی۔"

"ڈیڈی۔" دعا ہوش میں آتے ہوئے فوراً بولی۔ طاہر رک گئے۔

"ایک سوال ہے۔"

اس نے بت بنی سولیم کی جانب اشارہ کیا۔ "اس سپرے سے کیسے بچی؟"

چاچو اس سارے عرصے میں پہلی بار مسکائے، پھر ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"نقاب۔"

❁......❁......❁

"تو پھر تم ریپ واک بھی کرواؤ گی۔"

وہ ڈریس اپ ہو کر فراری کی کیز اٹھاتا باہر کو بڑھا تھا۔ بلیک جینز پر گرے اوور کوٹ کے ساتھ اس نے

گرے ہی گلاسز لگائے تھے۔منہ میں کچھ چباتا وہ جونہی پورچ میں آیا اس کے گارڈز الرٹ ہو گئے۔ براق نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے منع کیا اور منہ گرے ماسک سے ڈھانپ لیا۔ مطلب آج وہ تنہا سفر کا ارادہ رکھتا تھا۔

دسمبر کے اوائل دنوں کا آغاز تھا۔ ہر سمت سفیدی چھائی ہوئی تھی۔ آج فضا الگ لگتی تھی۔ اس نے مسکرا کر آسمان کو دیکھا اور تیزی سے اپنی فراری لندن کے تاریخی ٹاور برج سے گزارنے لگا۔ کھلی چھت اس کے اوپر ٹھنڈی ہوا برسا رہی تھی۔ تھامس ریور سے اٹھتی ہوائیں آج کا دن بھی تاریکی ہونے کا عندیہ دینے لگیں۔ اس نے بونڈ سٹریٹ میں لفانی اینڈ کو کے پارکنگ ایریا میں گاڑی روکی اور اتر کر اندر کی اور قدم بڑھا دیئے۔ آج موم کی برتھ ڈے تھی اور اسے ان کے لئے گفٹ خریدنا تھا۔ وہ اس برانڈ کے اندر گیا۔ ہر سمت یونہی سرسری سی نظر ڈالی اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ مام کیلئے کیا لے۔ اس نے ریکس پر سجی بے تحاشہ چیزوں کو دیکھا۔ دفعتاً اس کی نظر ایک باکس پر پڑی جو سامنے سے کھلا تھا۔ اس کے اندر گول کرسٹل کے فیری میجک گلاس باؤل میں ایک نگ والی انگوٹھی رکھی جھلملا رہی تھی۔ فیروزی برانڈ کے کلر کے باکس میں سیاہ فوم رکھا تھا جس پر یہ میجک باؤل رکھا تھا۔ براق نے سیلز مین کو اسے پیک کرنے کو کہا۔ اس نے ایک پرفیوم بھی پیک کروایا اور وہاں سے باہر آ گیا۔ اب اس کی گاڑی آکسفورڈ سٹریٹ کا رخ کر رہی تھی۔

وہ شیشوں سے ڈھکی وی شیپ کی چھت کے نیچے چلتا گیا۔ چھت کے دونوں اطراف طویل جگہ پر بے تحاشہ برانڈ کی شاپس تھیں۔ آج اس کا مٹرگشت کا موڈ تھا اور لندن میں واک کیلئے اس سے بہتر جگہ ہو بھی کیا سکتی تھی۔ اسے تو کم از کم یہی سٹریٹ پسند تھی۔ وہ یونہی نظریں دوڑائے پھر رہا تھا۔ ڈھیر سارے لوگوں کے درمیان اجنبی بنا پھر رہا تھا۔

دوسرے کونے سے وہ ہلدی رنگ کے عبایا والی چلی آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک جذباتی پرجوش سی لڑکی بھی تھی جس نے صبح والی ڈریسنگ کی ہوئی تھی۔ اس لڑکی کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔ چھوٹا سا پلاسٹک کا بیگ جس میں ساتھ چلتی عبایا والی کا مہنگا چین تھا۔ ان دونوں نے اس مہنگی ترین گلی سے صرف چین ہی خریدا تھا۔ وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتی چل رہی تھیں۔ گرے ماسک منہ پر چڑھائے لڑکا بھی اسی طرح چل رہا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ تنہا تھا اور خاموش بھی۔ بڑھتے ہجوم میں وہ سکے کے دو رخ ایک سمت میں چلے آ رہے تھے۔ فاصلہ گھٹ

رہا تھا۔ داستان کی شروعات ہونے چلی تھی۔ شیشے کی چھت سے چپکی برف اپنی گیلی سانس اس پر چھوڑتی دم سادھے انہیں دیکھ رہی تھی۔ بس چند قدم مزید وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے آنے ہی والے ہیں۔ لو وہ آ ہی چلے کہ ساتھ چلتی لڑکی نے اس عبایا والی کو کھینچا اور بیگز کی دکان میں لے گئی۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو چند قدموں سے کراس کیا تھا۔ شیشے پر چپکے روئی کے گالوں نے کراہ کر آنکھیں میچیں۔

''موم کو ہیئر کیچرز بہت پسند ہیں۔'' اچانک اسے یاد آیا۔ وہ سوچتا ہوا کیچرز کی شاپ میں گھسا جو بالکل ایکوریم شاپ کے ساتھ تھی۔ رنگ رنگ کے خوبصورت و نفیس کیچرز اس کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ وہ عمیق نظروں سے ایک ایک ریک کو دیکھ رہا تھا۔ جب پاس سے گزرتی بزرگ رکی۔

''اگر تو اپنی گرل فرینڈ کے لئے دیکھ رہے ہو تو یہ لے لو۔'' انہوں نے ریڈ کلر کا روبیوں سے چمکتا ہوا کیچر اس کے سامنے کیا۔ براق کا منہ بنا۔

''اگر بہن کے لئے لے رہے ہو تو وہ بلیو دیکھو، نہیں تو موم پر تو یہ جچتا ہے۔'' سفید ہیروں سے جڑے کیچر کی طرف ان کا اشارہ تھا۔ وہ خوب بدمزہ ہوا عورت کو ''تم سے رائے مانگی'' والی نظروں سے گھورتا وہ آگے ریک کی جانب بڑھ گیا۔ لوگوں کو بھی پتا نہیں کیا شوق ہوتا ہے دوسروں کی زندگیوں میں دخل اندازی کرنے کا۔ ایک زمرد نگینوں سے جڑا کیچر لے کر کاؤنٹر کی طرف گیا۔ کریڈٹ کارڈ سکرول کر کے باہر آتا۔ وہ اپنے قدم بوتیک کے راستے پر ڈال رہا تھا کہ یکدم اس کی نظریں ایک بہتی ہوئی وال کی طرف اٹھیں۔ وہ ٹھہر گیا۔ اس کے قدم واپس مڑے، پلاٹینیم کی رنگ والی ابرو اچکی اور وہ متعجب سا اس بڑی ساری دیوار کی سمت بڑھنے لگا جو نیلے پانیوں کو گرا رہی تھی۔ یہ دراصل ایک بہت بڑا ایکوریم تھا جسے پانی سے بھرا جا رہا تھا۔ چار قدم پر فاصلہ سمٹا تھا۔ پانچویں قدم پر وہ اس دیوار کے سامنے تھا۔ اس نے گرے گلاسز اتارے اور اپنی آنکھوں میں زردی کو ڈھلنے دیا۔ لب دانت میں دبائے وہ اپنی آنکھیں اس مجسمے کے قریب لا رہا تھا جو بہتی دیوار کے اس پار کھڑا تھا یا شاید اس میں کھڑا تھا گرتے پانی کے سبب اس کا عکس دھندلا ہو گیا تھا اور ٹیڑھا میڑھا بھی۔ وہ کوئی پانی میں کھڑی آبی مخلوق لگ رہی تھی۔ اسے لگا وہ سمرین میں ہے اور باقی دنیا پانی میں۔

پانی کا رسیا اس تخلیق پر بڑا ہی حیران تھا۔ دھندلے وجود پر ہاتھ پڑا۔ اس نے آہستہ سے شیشے پر ہاتھ رکھا

تھا۔ معاً یہ ایک سوچ نہ ہو لیکن یہ حقیقت تھی۔ دل کی ایک بیٹ مس ہوئی۔ وہ مزید قریب آیا۔ ایسا کیا ہے اس کے پیچھے جس نے اس کی دھڑکنوں کو بڑھا دیا تھا۔ سحر بڑھتا گیا۔ وہ آس پاس سے بے نیاز اس مدھم عکس میں کھوتا گیا۔ چھت کھلی اور اس میں سے گالے پھسل پھسل کر نیچے آنے لگے۔ وہ جھوم رہے تھے۔ مسکرا رہے تھے۔

"کیا داستان شروع ہو چلی۔" ایک نے پوچھا۔ دوسرا کان میں پھسپھسایا۔

"رکو، میں دیکھ کر آتا ہوں۔" اور سپیڈ میں نیچے آنے لگا۔

"یار سولیم! حد کرتی ہو۔ کب سے سیل میں لگی ہو اب چلو بھی۔" دعا نے اسے کھینچا تھا۔ مجسمے میں حرکت ہوئی اور وہ اس سفید پانی کو بے رنگ کر گیا۔ براق جو بہت منہمک ہو کر اسے دیکھ رہا تھا اس کے ہلنے سے جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا۔ سب فسوں خاک سب اثر زائل۔ چھت ویسے ہی برابر ہوئی اور گرتے گالے غائب۔

اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ دیوار نہیں تھی خالی ایکوریم تھا جس میں پانی بھرا جا رہا تھا۔ اسے تو پانی میں کھڑے اس مجسمے میں دلچسپی تھی۔ وہ فوراً اس پار آیا۔ وہ زردی کہیں نہیں تھی۔

وہ دو قدم مزید چلا۔

"براق۔"

اس آواز پر اس کے قدم تھمے تھے۔ اس نے گہری سانس چھوڑی۔ وہ اسد تھا خون آشام نظروں سے اسے گھورتا ہوا۔

"ذرا جو شرم ہو تجھ میں۔ کہا تھا میں نے بھی آنٹی کے لئے گفٹ لینا ہے کہا تھا یا نہیں۔" اس نے غصے میں پوچھا۔

"میں نے کہا تیری ڈین کے ساتھ میٹنگ ہے اس لئے تنہا چلا آیا۔ یار، ایک تو مجھے بات بتا دے ہر وقت گھورنے سے میں تجھ سے ڈر جاؤں گا۔ پبلک میں ایسا پنچ ماروں گا نا کہ سات پشتیں یاد آ جائیں گی اگر ہوئیں تو۔"

اسد کی نظریں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔

"کس کے ساتھ آیا ہے؟" اس نے اس کے ہاتھ میں پکڑے بیگز کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شٹ اپ تنہا ہوں اور ایسے میں کسی کے ساتھ آتا ہوں۔"

وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے چلنے لگے۔ ان سے کچھ دور وہ دونوں بھی تھیں۔

"بڑی ہیروئن بن رہی تھیں نا۔ اب پتا چلا مجھے نہ بتانے کا انجام۔ ہاں۔" دعا گردن ہلا ہلا کر اسے مسلسل کل رات کے طعنے دیئے جا رہی تھی۔ وہ جل گئی۔

"تم جیسے گھوڑے گدھے بیچ کر سونے والوں سے تو میں مانگو پناہ۔ تم تو وہ چلتا پھرتا توپ ہو جسکا خود پر پھٹ جانے کا خدشہ ہر وقت رہے۔ مجال میری جو آئندہ بھی تمہیں کوئی بات بتاؤں۔"

کون کھاتی دعا سخت بدمزہ ہوئی۔

"یار سولیم! اب تم زیادتی کر رہی ہو۔ تم اس دو نمبر لڑکی پر یقین کر سکتی ہو لیکن اپنی اس جگری پر نہیں۔"

سولیم نے پوری ابرو اچکا کر اسے دیکھا اوپر سے نیچے تک۔

"تم میری جگری، خوش فہمی کے سمندر سے باہر نکلو مادام کیونکہ اپنی جگری میں خود ہوں۔" اس نے بھی اکڑ کر کہا۔ آئس کریم پارلر میں وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھیں۔ آج سنڈے تھا تو سولیم کی بھی چھٹی تھی۔ یاد رہے دعا نے واضح طور پر سولیم کی چھٹی رکھوائی تھی جبکہ جینی ہاف ڈے تک کلینک اوپن رکھتی تھی۔

"بہت اچھے بیٹا۔ ٹھیک ہے اب میں نے بھی پھر اپنی دوستیں بنانی ہیں اور تمہیں گھاس تک نہیں ڈالنی۔" وہ مصمم ارادے سے کہہ رہی تھی۔ سولیم نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"میں نہیں ڈالتی تم گدھی کو اچھا بس کول ڈاؤن پلیز پبلک میں مجھ پر آئس کریم مت پھینکنا میں معذرت کرتی ہوں تم سے پیس پیس۔" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر صلح جو والے انداز میں گویا ہوئی۔ اس سے کیا بعید تھا جو کھلے ہوئے سانڈ کی طرح بپھر گئی تھی۔ واقعی اس کا عبایا داغ دار کر دیتی۔

دعا نے اپنا اونچا ہاتھ نیچے پھینکا اور اس کو ہوا کی طرح اگنور کرنے لگی۔

"اچھا سنو۔" کچھ یاد آ جانے پر سولیم نے اسے مخاطب کیا جو اپنی بنائی گئی تھیوری پر عمل کر رہی تھی کہ ناپسندیدہ لوگوں کو ہوا کی طرح اگنور کرنا چاہیے جو محسوس تو ہوتی ہے اور جس کی آواز بھی سنائی دیتی ہے لیکن نظر نہیں آتی ہو۔ سمجھو نہیں اور اگنور کیئے جاؤ۔

"بڑے کام کی بات ہے۔ میں برانڈ انٹرڈیوس کرانے کا سوچ رہی ہوں۔" کون ختم کرنے کے بعد وہ آئس کریم سٹک کے ساتھ ٹوٹی فروٹی کھا رہی تھی کہ سٹک منہ میں رکھے آنکھیں پھاڑے اس "ہوا" کو دیکھنے لگی۔ پھٹی

آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ "کیا واقعی۔"

"ہاں بس کچھ دنوں میں ہی اس پر کام کرتے ہیں میں "دی عبایا" کو جلد ہی لانچ کرنا چاہتی ہوں۔"

دعا نے جھٹ سٹک منہ سے نکالی۔

"سچ میں؟" جوش، ولولہ، ایکسائٹمنٹ اس کا خون خوشی سے بڑھنے لگا۔

"بالکل۔"

"تو پھر تم ریمپ واک بھی کرواؤ گی۔" آگے کو ہو کر دبے دبے جوش سے پوچھا۔

"یقیناً۔"

"واؤ۔"

یہ واؤ فورڈ کورٹ میں بیٹھے ہر ایک کے کانوں میں پڑا تھا۔ سولیم اس کے جوش پر مطمئن ہوئی۔ سننے والوں نے بڑی ساری مسکراہٹ سے اس کو دیکھا۔

"دیکھنا اب تم میں ان ننگی پونگی انگریزنیوں کو عبایا پہنا کر ہی رہوں گی۔"

منہ کو ہلا ہلا کر وہ بولی تھی۔ سولیم اس کی پاگل پن پر ہنس دی۔

"پاگل نہ ہو تو۔"

✿.........✿.........✿

"اس کی اوقات نہیں ہے براق شاہ سے کلام کرنے کی۔"

وہ پوری طرح ڈرنک تھا۔ اتنا کہ اسکی گریفائٹ آنکھیں سرخ ڈوریوں میں چھپی نمی لئے ہوئے تھیں اور لندن سٹی میں اس وقت روئی کے گالوں کی بارش ہو رہی تھی۔ نرم و ملائم بارش کے قطروں کی مانند گرتی وہ برف ذرائع آمد و رفت اور انسانی چھل پہل کو روکنے میں ناکام رہی تھی۔ ہر نظام ویسے ہی جاری و ساری تھا جیسے برف پڑنے سے پہلے تھا۔ ویسے ہی بچے سکول آ جا رہے تھے۔ شاپنگ مالز میں رونقیں بھری پڑی تھیں۔ سڑکیں زندہ تھیں اور روزی کمانے والے ویسے ہی اپنی روزی کمانے میں مگن تھے۔ ایسے میں نم سفیدی مائل ٹھنڈے یخ بستہ ماحول سے پرے وہ پُر حدت ماحول میں آگ کی انگیٹھی کے بالکل پاس رکھی ریوالونگ چیئر پر جھول رہا تھا۔ اس

کے بالکل سامنے اسد کی کرسی رکھی تھی۔اول شیپ کی انگیٹھی میں سے آگ نیلے رنگ کی لپٹیں نکال رہی تھیں۔ اس کے دائیں طرف بنی شیلف میں سے بھی آگ نکل رہی تھی۔پورا کمرہ نرم گرم سا تاثر پیش کر رہا تھا۔براق کے ہاتھ میں اعلیٰ کوالٹی کی شراب جبکہ اسد کے ہاتھ میں انرجی ڈرنک تھی۔وہ ڈرنک نہیں کرتا تھا حیرت تھی لیکن سچ یہی تھا اسد ڈرنک نہیں کرتا تھا اب بھی وہ گھونٹ گھونٹ کین سے سرخ مائع حلق میں انڈیلتا ہوا نشے میں ڈوبے براق سے کہہ رہا تھا۔

''یار! تو ایلسا کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہا۔کتنا تڑپ رہی ہے وہ بیچاری تیری بے رخی پر۔''

اسد کو حقیقتاً دکھ ہوا تھا ایلسا کا خستہ حال چہرہ اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔

''کیسی بے رخی؟ میں نے تھوڑی کبھی اس سے وفا کے وعدے کیئے تھے۔بس ایک رات ہی ساتھ گزاری ہے۔یوں بھی میں نے تھوڑی کہا ہے اسے۔''

تڑپنے کو اور ویسے بھی کلیئر لفظوں میں اسے بتا دیا گیا تھا کہ یہ صرف ون نائٹ سٹینڈ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور وہ راضی ہوئی تھی وہ بھی اپنی مرضی سے تو پھر یہ واویلا کس بات کا؟

اسے تپ چڑھی تھی تبھی درشتی سے کہا۔دروازے پر ناک ہوئی اسد نے یس بولا۔ایک سرونٹ اندر آیا۔

''سر براق سر سے ڈینس سر ملنے آئے ہیں۔''

براق نے سخت تاثرات سے اس شخص کو گھورا۔ڈینس ڈبلیو بی او (ورلڈ باکسنگ آرگنائزیشن) کا ایک بورڈ ممبر تھا۔وہ اس کا آرگنائزر تھا۔لوگ اس کے آگے کتوں کی طرح دم ہلاتے پھرتے تھے اور وہ براق کے آگے کہ اس پر کروڑوں لگتے تھے۔بہت سے سٹے اس پر کھیلے جاتے تھے۔بڑے پیمانے پر یہاں کے وائٹ کالر براق شاہ پر اپنا وائٹ پیسا لگاتے اور اسے دگنا کر دیتے۔مطلب براق کا رنگ میں اترنا کروڑوں کی تعداد میں پاؤنڈز کمانا تھا لیکن فی الحال اس کا کوئی بھی میچ کرنے کا موڈ نہیں تھا۔بے شک ڈینس کھربوں کمانے کی غرض سے اربوں اس پر لگائے اسکی بلا سے جب اس کا موڈ نہیں تھا تو مطلب نہیں تھا۔

''اس کو باہر ہی بٹھاؤ کہو میں بزی ہوں۔فارغ ہو کر بات کروں گا۔''

گلاس ایک سانس میں خالی کر کے اس نے کرسٹل کی چھوٹی سی میز پر رکھا جوان دونوں کی کرسیوں کے

درمیان رکھی تھی۔

''سر وہ ایک لڑکی بھی باہر آئی ہے۔''

اس اطلاع پر براق نے خونخوار نظروں سے اس وردی میں ملبوس ہاتھ باندھے سرونٹ کو دیکھا۔

''اسے باہر نکالو یہاں سے۔آئندہ وہ یہاں نظر آئی تو میں تم پر فائر کر دونگا۔''وہ بھوکے شیر کی طرح دھاڑا تھا۔سرونٹ تھوک نگلتا لیس سر کہتا وہاں سے فوراً اچل دیا۔اسد نے بغور اس کے سرخ چہرے کو دیکھا۔اس کی کنپٹی کی رگ بلاوجہ ہی اتنی تیز پھڑک رہی تھی۔

''سن لیتا بات کیا ہو جاتا۔''اس نے ایک تیر سے دو شکار کیے تھے۔ایک جملے کے دو مطلب نکلتے تھے۔باقی آگے سننے والے کی مرضی جو بھی سمجھے۔براق نے اسے پھڑ پھڑاتی رگ کے ساتھ سرد نظروں سے دیکھا۔صرف اسد ہی تھا جو اس کے اس موڈ میں بھی اسکو کچھ بھی کہنے کا قائل تھا۔اسکے علاوہ کوئی اور ہوتا تو اس وقت تک اپنا جبڑا تڑوا چکا ہوتا۔

''اس کی اوقات نہیں ہے براق شاہ سے کلام کرنے کی۔پھینکی ہوئی چیزوں کو میں دیکھنا تک گوارہ نہیں کرتا۔''حقارت وتضحیک کی بلند ترین چوٹی ہوگی جس پر وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا۔اسد کو اس کا غرور نا گوار گزرا۔

''اس بے اوقاتی کے پہلو میں ہی تھا تو چند روز پہلے۔''

براق نے اس کے تنفر سے کہنے پر کرسٹل کا گلاس ایکوریم فلور پر زور سے پھینکا۔وہ کرچی کرچی ہو گیا۔اس کے پاؤں سے چپکی اسکی پالتو گولڈ فش جسے نجانے براق سے کیا محبت تھی کہ لاؤنج میں قدم رکھتے ہی وہ راکٹ کی سپیڈ سے تیرتی ہوئی آتی اور شیشے کے نیچے سے اس کے پاؤں پر اپنے لب رکھ کر دم ہلانے لگ جاتی پھر جہاں جہاں براق ہوتا وہاں یہ ہاتھ جتنی گولڈ فش ہوتی۔ابھی یہی مچھلی براق کا جارحانہ روپ دیکھ کر اس کے پاؤں سے ہٹ کر کرسی کے پیچھے چھپ گئی تھی اور ایک آنکھ نکال کر ڈرتے ڈرتے اپنے بی لوڈ کو تکنے لگی اس سے پرے براق کہہ رہا تھا۔

''درست کرو خود کو۔میں نہیں وہ میرے پہلو میں تھی کیونکہ میں نے اسے چانس دیا۔براق شاہ نے اسے خود کے قریب آنے دیا۔تتلی ہمیشہ خود پھول کے پاس آتی ہے۔پھول دعوت نہیں دیتا۔اسے ایسے ہی اس سے پوچھا

گیا کہ کیا تم براق شاہ کو پسند کرتی ہو؟ وہ ہاں میں سر ہلاتی گارڈ کے ساتھ چلی آئی۔سب پیسے کی لالچ ہے اور کچھ نہیں۔" زخمی ناگ کی طرح وہ پھنکارا تھا۔اسد سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"پیسے سے ہر مسئلہ حل نہیں ہوا کرتا براق! ہو سکتا ہے وہ واقعی تجھ سے محبت کرنے لگ گئی ہو۔" اسد کو نا جانے کیوں وہ بہت معصوم لگ رہی تھی۔براق کی باتوں سے ہٹ کر اب سچ کیا تھا وہ دونوں ہی جانتے تھے۔اسد کی بات پر پہلے وہ شاک ہوا۔آنکھیں پھیلیں پھر انکی چمک بڑھی۔اس کے بعد سخت برے موڈ کے باوجود اس کے بند لبوں سے قہقہوں کا سیلاب امڈا تھا۔گرم دیواریں اس سرد قہقہے سے بجنے لگیں۔

"محبت" قہقہے کے دوران وہ بولا اور پھر سے اپنی سابقہ پوزیشن میں آ گیا۔اسد کو اس کا یوں استہزایہ ہنسنا بھی پسند نہیں آیا۔وہ خاموش چہرے کے ساتھ اسے دیکھے گیا۔

"محبت مائی بڈی یہ کوئی فیری ٹیل ورلڈ نہیں ہے جہاں پیار و محبت احساس و جذبات انسیت و لگاؤ جیسے جذبے پنپتے ہوں۔ان کی قدردانی کی جاتی ہو۔ان سے لو لگائی جاتی ہو۔ان کے لئے جان دی جاتی ہو یہ دنیا ہے دنیا۔" اس نے دنیا کو ڈرامائی انداز میں ہاتھ پھیلا کر آنکھیں پھیلا کر کھینچا۔"دی ارتھ حقیقت کی تلخیوں سے بھرپور نفسا نفسی کا پرچار کرتی ہوئی خود غرضی کی انتہا پر براجمان سفاکیت سے بھرپور اور حسد سے لبریز یہاں پیار و محبت نہیں جچتے۔یہاں مطلب و خود غرضی چلتا ہے۔یہاں جان دی نہیں جاتی جان لی جاتی ہے اور یہ جو ایلسا ہے نا۔" ناگواری سے یہ نام لیا۔اس نے چلتے ہوئے دیوار گیر ونڈو کا پردہ ہلکا سا سرکایا۔باہر برف میں کھڑی ٹھٹھری ہوئی ایلسا اس کی نشیلی آنکھوں کے سامنے آئی۔

"اسے بھی مطلب ہے یہ بھی اپنی غرض سے یہاں کھڑی ہے کیونکہ یہ جانتی ہے براق شاہ ایک نام ہے۔ایک اعزاز جس نے اس کے ماتھے پر لگ کر اسکی لائف کو بنا دینا ہے۔" وہ واپس پردہ سیدھا کر کے لڑکھڑاتا ہوا ریوالونگ چیئر پر آ بیٹھا۔"تبھی یہ ڈرامے کر رہی ہے پیسے ٹھونسو اس کے منہ میں اور چلتا کرواسے۔"

اسد نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم اور تمہاری منطقیں۔یہ بتا ڈینس کا کیا کرنا ہے۔کافی گھنٹوں سے انتظار کر رہا ہے۔"

براق نیم دراز ہوا۔"کرنے دو اسے انتظار جب میرا موڈ نہیں تو نہیں۔"

سگریٹ سلگا کر اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔ اسد نے ڈم لائٹ جلائی اور موبائل پر کچھ سرچ کرنے لگا۔

باہر ہڈیاں جماتی برف میں ایلسا ٹھٹھری ہوئی کھڑی تھی۔

۞......۞......۞

"میں نے اگر اپنی دولت تم پر نہ لٹائی تو کیا فائدہ۔"

موٹے برف سے لدے گدلے بادلوں کے ہالے میں وہ بلڈنگ کھڑی تھی جس کے سیکنڈ فلور پر ان کا فلیٹ تھا اور اس فلیٹ میں سے چاچو کے غصہ کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"لون لینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے بینک اکاؤنٹس اس لئے بھرے ہیں اسلئے اتنا کمایا ہے کہ ہمارے گھر کی بچیاں لون لیتی پھریں۔"

اتوار کی شام پھر پھرا کر جب وہ دونوں گھر لوٹیں تو سولیم نے چاچو سے لون کی بات کی۔ یہ عجیب بات سن کر تو دعا بھی انگشت بدنداں رہ گئی۔ بھلا لون کی کیا ضرورت؟

"اور تمہاری عقل کہاں گھاس چرنے گئی ہے۔ بینک سے لون لوگی تم سولیم سود۔"

"چاچو نہیں بالکل بھی نہیں۔ میں تکافل سے قرضہ لونگی اور آپ۔" وہ نزدیک آئی۔ ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔ دعا صوفے پر فرنچ فرائز کھاتی جیسے کوئی موِوی والا حظ اٹھا رہی تھی۔

"چاہتے ہیں نا کہ میں مشکل وقت میں کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤں، اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں، چاہتے ہیں نا" اس نے بڑے مان سے پوچھا۔ طاہر کی آنکھوں میں نرمی اتری۔

"وہ تو تم کب کی کھڑی ہو چکی ہو۔ ایک مایا ناز ڈاکٹر کے طور پر پاکستان میں تو تمہارا نام ہے ہی۔" انہوں نے جتایا پھر مدھم لہجے میں گہرا سانس نکال کر کہنے لگے۔

"سولیم! جب تک میں زندہ ہوں نا تمہیں کسی مشکل میں نہیں پڑنے دونگا۔ تمہارا باپ نہ سہی بھلے تمہیں پیدا نہیں کیا لیکن تم میری بیٹی ہو۔ میری زندگی کی جمع پونجی۔ اس نالائق سے تو مجھے کوئی امید نہیں۔"

"لو جی ہر چیز میں مجھے گھسیٹنا ہوتا ہے۔"

"میں نے اگر اپنی دولت تم پر نہ لٹائی تو کیا فائدہ۔"

"میں آپکی محبت کی قدر کرتی ہوں پر چاچو میں اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ اپنی کمائی سے۔"

"تو تمہاری اور میری کمائی میں فرق ہے؟" وہ صدماتی آواز میں بولے تھے۔

"اوہو ڈیڈی۔ بس بھی کریں اب کیوں......" طاہر کی گھوری نے اس کی آواز غائب کر دی۔ وہ ہنہ میری بلا کے سے انداز میں اپنا بادل اٹھاتی وہاں سے نو دو گیارہ ہوئی۔

"پلیز چاچو۔" اس نے شدید قسم کا ملتجی لہجہ اپنایا۔ طاہر گہری سانس بھر کر رہ گئے۔ ایک یہ لڑکی ان کے فیصلوں میں دراڑ ڈال دیتی تھی۔ جان جو بستی تھی اس میں۔

"ٹھیک ہے لیکن اقساط میں بھروں گا آپ لیں جتنی رقم لینی ہے اور ہاں اب اگر شروع کرنا ہی ہے تو بڑے پیمانے پر کرنا۔"

وہ نیم رضامند ہوئے تھے۔ وہ ان کے پھولے چہرے کو دیکھ کر مسکائی تھی۔

"آئی لو یو چاچو۔"

⁂......⁂......⁂

"آئی نیڈ دس گرل۔"

"سر تھوڑا سا بائیں جانب ایکسپریشنز تھوڑے روڈ تھوڑے اور بس۔"

چکا چک روشنیوں سے منور سٹوڈیو میں وہ اس وقت ایک میگزین کے فرنٹ پیج کے شوٹ میں بزی تھا۔ اس ہفتے کے میگزین میں اس کا کور فوٹو چھپنا تھا۔ دوسرے ہی شاٹ میں وہ کھلے بٹنوں والی کف کالر نیوی بلیو شرٹ پہنے ایک گھٹنا زمین پر رکھے دوسرے کھڑے پر وائٹ شارٹ ٹاپ والی لڑکی کو اس پر ٹکائے بہت سخت چہرے کے ساتھ سامنے دیکھ رہا تھا۔ اس لڑکی کے تاثرات بھی کچھ کچھ ایسے ہی تھے۔ ڈائرکٹر کی مرضی کے مطابق تصویریں کھنچوا کر وہ ان ہی کپڑوں میں بٹن بند کرتا باہر نکلا۔ سپاٹ بوائے نے بھاگ کر اسی برانڈ کا کوٹ پہنایا۔ کوٹ کے سلیوز میں دونوں بازو ڈال کر اس نے گاڑی ریڈی کرنے کو کہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے گاڑی کے تیار ہونے کا عندیہ دیا گیا۔ گارڈز کی فوج کے ساتھ وہ چلتا ہوا باہر آیا۔ ہونٹوں کے پیچھے کچھ چبا بھی رہا تھا۔ فون بجا کال اٹھائی۔

"ہاں اسد میں بس ابھی پہنچ ہی رہا ہوں۔ ہاں نکل پڑا ہوں۔ نہیں تو اسے روک نہیں اس میں سے ڈیڈ کے اکاؤنٹ میں بھی ٹرانسفر کروانی ہے اور آفکورس موم کے بھی یار۔ جب میں نے کہا تھا کہ اس شوٹ کی ساری رقم چیرٹی کردو (یہاں دوسری برینڈ کے ایڈ کی بات ہو رہی ہے) نہیں میں ابھی آتا ہوں نا۔"

پھر اس نے فون بند کر دیا۔ سات کروڑ جو اسے ملے تھے۔ اس میں سے چھ اس نے فردوس کے اور چھ فاروق کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروانے تھے اور جو ایک کروڑ بچتا تھا وہ چیرٹی میں دینا تھا۔ ایک اور ایڈ کی تمام رقم بھی اس نے چیرٹی میں دی تھی۔ دوسرے ایڈ کی جو اماؤنٹ تھی وہ ظاہر ہے اس کے پاس ہی ہوتی تھی۔ اسی سلسلے میں وہ آج بینک جا رہا تھا۔ پانچ منٹ کی مسافت کے بعد وہ اس وسیع وعریض بینک کے احاطے میں چل رہا تھا۔ اس کے گارڈز اسکے ہمراہ تھے۔ وہ مینجر کے روم میں آیا جہاں اسد پہلے سے ہی بیٹھا تھا۔ تمام معاملات حل کروانے کے بعد مینجر جو کہ اسد کا خاصا اچھا دوست تھا کچھ دیر کے لئے اٹھ کر باہر گیا۔

"تمہیں پاکستان چلے جانا چاہیے کم ازکم ایک چکر تو ضرور لگا آؤ۔ آنٹی تمہیں کتنا یاد کرتی ہیں۔ تہواروں پر بھی وہ لوگ آتے ہیں۔ کیا ہو گیا ہے براق ہمیں ہمیشہ یہیں نہیں رہنا۔"

وہ چیئر کی کرسی پر آ کر بیٹھا اور اور لیپ ٹاپ کھولے کچھ دیکھنے لگا۔ اس کی ابھی کچھ دیر پہلے ہی فردوس سے بات ہوئی تھی۔ وہ اسد کے گفٹ کا شکریہ ادا بھی کر رہی تھیں اور براق کے رویے سے نالاں بھی تھیں۔ بھلا کسی بیٹے کے لئے اپنی ماں سے بھی بڑھ کر کچھ ہوتا ہے جو وہ اتنے اہم دن بھی نہ آئے اور غیروں کی طرح گفٹ بھجوا کر ایک ویڈیو چیٹ کر لے۔

"ہاں اس عید پر جاؤں گا اور مجھے ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔"

سیل پر مصروف سے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔ دروازے پر ناک ہوئی پھر وہ آہستہ سے کھلا۔ اسد نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ براق کی سانسوں نے کوئی بے بو خوشبو سونگھی تھی تبھی بس یوں ہی بے ارادہ اس نے نگاہیں اٹھائیں۔ کیا غضب ہو گیا تھا انہیں اٹھانا کہ پھر وہ جھک ہی نہ پائیں۔ وہی زردی رنگ عبایا وہی بڑا سا رسا اسٹولر جسکے ایک سائیڈ پر سیاہ کروشیے والی لیس لگی تھی۔ وہی نقاب ویسی ہی ذہانت سے بھرپور آنکھیں۔ ان آنکھوں نے آدھ سیکنڈ بھی اس پر نظر نہیں ڈالی اور ناک کی سیدھ میں اندر چلی آئی جبکہ اس کے ساتھ والی لڑکی کے پورے کے

پورے بتیس دانت نظر آرہے تھے۔ براق نے سیٹی کے سے انداز میں ہونٹوں کو گول کر کے ابرو اچکائے۔ اسکی پرسنگ بھی ابرو کے ساتھ ہی اچکی تھی۔ یہ کون تھی جس نے دوسری بار براق کو نظر انداز کیا۔ وہ بھی اتنا شدید نظر انداز۔ سیل فون سائیڈ پر رکھ کر وہ سینے پر بازو باندھے اسے دیکھے گیا۔

وہ بالکل سیدھی بیٹھی تھی۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائے اس کے کندھے بالکل سیدھے تھے۔ وہ جھکے نہیں تھے۔ گردن بھی اٹھی ہوئی تھی۔ کندھوں کے نیچے کہیں بھی خم کے آثار نہیں تھے۔ وہ اس کی کمر پر غور نہیں کر پایا۔ کرسی کی پشت آڑے آگئی۔ اس نے ایک سخت نگاہ اس لکڑی پر ڈالی جیسے وہ ان گریفائٹ آنکھوں میں چھپے انگاروں سے بھسم ہو جائے گی اور پھر اپنی بھرپور نگاہیں اسکی پشت پر جما کر بیٹھ گیا۔

سولیم نے فائل اسد کی اور بڑھائی اور کہنے لگی۔ ”ہمیں طاہر گوندل نے بھیجا ہے لون کے سلسلے میں۔“

وہ اسد کو جینن سمجھ رہی تھی۔ براق نے اسکی آواز اچھے سے سماعت میں جذب کی۔ بارعب آواز پلس نزاکت و معصومیت اچھا ہے۔ دعا کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ وہ براق کو مڑ مڑ کر دیکھنے کی خواہ تھی لیکن اسے اندر دیکھتے ہی سولیم نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں دبوچ لیا تھا کہ خبردار اگر جو تم نے ایک نگاہ بھی اٹھا کر اسے دیکھا تو میں ساری رپورٹ چاچو کو دے دوں گی۔ ہاتھ نے ہاتھ کے کان میں سرگوشی کی اور دعا کا یہ بڑا سا را بھدا سا منہ بن گیا۔ ”ہاں تم تو ہو ہی بچپن سے چغل خور۔“

”اوہ ریئلی تو پھر تو آپکو مایوسی ہوگی کیونکہ آپکو لون نہیں دیا جارہا۔“ وہ اس کی پشت سے مخاطب ہوا۔ اسد کے بولنے سے بھی پہلے۔ اسد نے اس زرد عبایا والی کے بالکل پیچھے بیٹھے اس سے اونچے اور چوڑے براق کو دیکھا۔

سولیم سرد نظروں سے اسد کو دیکھ رہی تھی۔ پیچھے والے کی جیسے اس نے سنی ہی نہ ہو۔

”کیا آپ بتا سکتے ہیں جتنی رقم ہمیں درکار ہے آپ دینے کے اہل ہیں اور کب تک مل جانی ہے؟“

براق نے نفی میں گردن ہلائی ایٹیٹیوڈ پلس کانفیڈنس پلس کلاس۔

”آئی نیڈ دس۔“ دل پھسپھسایا۔

”لون نہیں ملے گا مطلب نہیں ملے گا۔“ پیچھے سے پھر سے نرم شائستہ بھاری دبدبے والی مردانہ آواز ابھری تھی۔

⁂……⁂……⁂

"ماما" اینا کی آواز سے اسکی آنکھ جھٹکے سے کھلی تھی۔اجنبی نظروں سے وہ سرخ بالوں والی اینا کو دیکھنے لگی جسکے ہاتھ میں اسکا سٹف منکی تھا جسے وہ ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھی۔باقی اسکا سفید وجود نیچے لٹک رہا تھا۔ لوسا نے دھندلی آنکھیں اپنی بیٹی پر ڈالیں۔پس منظر میں اسے خفا سا کیون نظر آیا جو اسکا یوں بیٹھے ہوئے آنسو بہانا بالکل ناپسند کر رہا تھا۔واپس اس کے دیکھنے پر کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔شاید اینا کافی دیر سے اسے آوازیں دے رہی تھی۔تبھی اس کی آوازیں سن کر ہی وہ باہر نکلا تھا۔لوسا کو شرمندگی ہوئی الٹے ہاتھ کی ہتھیلی سے پیشانی مسلی اور پوچھنے لگی۔

"اینا آپ کو کچھ چاہیے تھا؟"

"یس ماما آئی نیڈ ملک۔" وہ بھی شاید اسکے رونے سے روہانسی ہوگئی تھی تبھی آواز میں نمی پائی جاتی تھی۔وہ اثبات میں سر ہلا کر کچن کی طرف بڑھی اور اینا کے الفاظوں پر تھم گئی۔

"ماما! کیا آپ کی اور ڈیڈی کی لڑائی ہوئی ہے؟"

وہ فوراً پیچھے مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"ایسا کیوں کہا؟" آواز میں شک سا تھا۔کہیں اس نے کیون اور اسکی باتیں سن تو نہیں لیں۔

"آپ رو رہی ہو نا اس لئے پوچھا۔مجھے لگا آپ کا اور ڈیڈی کا جھگڑا ہوا ہے۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہیں ماما کو برا نہ لگ جائے۔لوسا بنا جواب دیے فریج میں سے دودھ نکال کر اوون میں رکھنے لگی۔اینا اس کی خاموشی بھانپ کر اپنے اندر پنپتے خدشات سے اسے حیران کر رہی تھی۔

"میری دوست ہے نا وہ جو مسلم ہے وہ کہتی ہے تم لوگوں کے پیرنٹس جلد ہی الگ ہو جاتے ہیں۔وہ فیملیز بنانے کے قابل ہی نہیں ہوتے۔ذرا سی بات پر ڈائیورس لے لیتے ہیں۔ابھی شیلس کی ماما کی بھی ڈائیورس ہوئی ہے اور وہ اپنے سٹیپ پاپا کے ساتھ رہتی ہے۔ماما کیا آپ بھی ڈیڈی سے علیحدہ ہو جاؤ گی؟"

ان لفظوں میں کتنا ڈر تھا۔اکیلے پڑ جانے کا خوف۔فیملی ٹوٹ جانے کا خدشہ۔لوسا کو بہت برا لگا۔وہ جان گئی تھی۔صرف سولیم ہی تھی جو اسے سمجھتی تھی۔جو ان لوگوں کو جان گئی تھی کہ ان میں بھی جذبات ہوتے ہیں۔فیملی مکمل فیملی بنانے کی چاہ کہ وہ بھی انسان کی اولاد تھے۔ان کی بھی فطرت عام انسانوں کی طرح ہی ہوتی تھی۔

ڈھیر سارے بوائے فرینڈز بروکن فیملی یا موڈ ہونے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ لوگ شادی کو نہیں نباہ سکتے تھے۔اگر شادیاں کامیاب نہ ہوتیں تو انکی قوم اب تک تباہ ہو چکی ہوتی۔

”اینا! میں اور آپ کے ڈیڈی ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ہم کبھی الگ نہیں ہونگے پرامس۔آپ ہم دونوں کو ایک ساتھ بوڑھا ہوتا دیکھو گی اور اپنی اس دوست کی باتوں پر زیادہ دھیان نہ دیا کرو۔اگر وہ بار بار کہے تو اسے کہنا ہم بھی انسان ہیں اور ہم میں بھی جذبات ہیں۔“

اوون سے دودھ نکال کر اسے گلاس میں انڈیلا اور اسکے سامنے دوزانوں ہو کر کہنے لگی۔کیون کچن میں پانی کی غرض سے آیا تھا۔لوسا کی اس بات نے اسے سرشار کر دیا۔وہ آنکھوں میں ڈھیروں وعدے یقین لئے اسے دیکھتا مسکرا رہا تھا۔لوسا نے بھی اسے دیکھ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

پرفسوں ماضی کی کوئی بھی لکیر اب اس کی آنکھوں میں نہیں تھی۔وہ اینا کو گلے لگائے کیون کو پرامید نگاہوں سے دیکھے گئی۔

٭٭٭

”میں براق شاہ اپنے ہوش و حواس میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرتا ہوں۔میں تمہارے تمام حقوق اپنے پاس اور اپنے تمہارے پاس لکھواتا ہوں آج سے تم میری بیوی ہو۔“

”تمہیں خود پر پچھتاوا ہے۔اچھا ہے لیکن اس کو حاوی کر کے اپنی زندگی کو عذاب مت بناؤ اگر ایسا ہی چلتا رہا تو تم کبھی ریکور نہیں کر پاؤ گے۔“

آج آسمان برف نہیں برسا رہا تھا لیکن موٹی دبیز دھند کی چادر آسمان سے زمین تک گرتی تھی جیسے کوئی باڑ سی کھڑی کر دی ہو۔ان دو اہم اشیاء کے درمیان دھند کی چادر اتنی موٹی تھی کہ ہاتھ کے فاصلے سے بھی کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ذرائع مواصلات کچھ گھنٹوں کے لئے مکمل طور پر بند کر دیے گئے تھے۔سڑکوں پر بچھی بے تحاشہ برف کو اٹھانے کے لئے بڑے بڑے ٹرک کام کر رہے تھے اور اپنے بڑے پیمانے پر بنے ویکیوم سے اس سفیدی کو اپنے پیٹ میں بھر رہے تھے۔ایسے میں وہ دمہ کا مریض ماضی کی تلخ یادوں سے دوھرا ہوا جاتا تھا۔یہ وہ موسم تھا جب اسکی پورے سال کی تیاری خود کو ٹیمپر کیے ہوئے وعدے وعید سب اس برف کی آغوش میں سو جاتے تھے آج بھی

وہ دشمن جاں اسے شدید یاد آرہی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو شیشے کے سامنے کھڑا کیا۔وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا۔تسلیاں دے رہا تھا اور شیشے کے اس پار کھڑا اس کا عکس قہقہے لگاتا ہوا اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

''دنیا میں صرف ایک انسان نہیں ہوتا دنیا سینکڑوں انسانوں سے بھری ہے آپ کا دل ایک پر نہیں رک جاتا اسے کسی ایک پر رکنا بھی نہیں چاہیے۔اسے موو آن کرتے رہنا چاہیے۔ٹھیک ہے موو آن نہ کرو چوائس تمہاری ہے لیکن ماضی کے آسیبوں میں خود کو مت گھراؤ۔اس سے فقط تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔اٹھو اور دنیا کو بتاؤ تم وہی براق ہو جو اس کو جوتے کی نوک پر رکھتا تھا۔آل ان ون دی ون اینڈ اونلی براق شاہ۔''

موم کے الفاظ کھڑا وہ خود سے دھرا رہا تھا اور گریفائٹ آنکھیں بہے جا رہی تھیں۔

''میں آج بھی اس سے محبت کرتا ہوں دنیا میں صرف اور صرف وہی ہے اور کوئی نہیں۔سب جیسے غائب ہیں بچا ہے تو فقط وہ دل ایک ہی انسان پر رک جاتا ہے اور اسے رکنا بھی چاہیے۔اسے اسی شخص کے ساتھ موو آن کرنا چاہیے وہ نہیں تو کوئی نہیں میں اتنا اختیار نہیں رکھتا کہ اس کائنات کو جوتے کی نوک پر رکھوں میری اتنی اوقات ہی نہیں میں نہیں ہوں ون اینڈ اونلی مجھے بننا بھی نہیں۔''

اس کا عکس آہستہ آہستہ آئنے میں سے غائب ہوا۔شیشے نے جھک کر دیکھا تو وہ شخص ڈریسنگ کی ڈراز کے ساتھ اکڑوں بیٹھا تھا۔اسکا وجود بچوں کی مانند ہل رہا تھا۔

''اگر عاشق کی آنکھ سے دیکھو تو تمہیں آس پاس نادیدہ سا سرخ مائع بھی نظر آئے گا جو عین اسکے سینے کے سامنے سے نکلتا دکھے گا اور جو لاوے کی طرح پورے کمرے میں پھیلنے کی ٹھانے ہوئے تھا جلتا ہوا خون جو بہت سرخ تھا کچھ زیادہ ہی۔''

''میں براق شاہ اپنے ہوش وحواس میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرتا ہوں۔میں تمہارے تمام حق اپنے پاس اور اپنے تمہارے پاس لکھواتا ہوں آج سے تم میری بیوی ہو۔''

کمرے کی چھت پھٹی اور اس دبیز دھند کے ساتھ یہ الفاظ اس کے پاس وجود بن کر آ بیٹھے۔اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔اس کے سینے سے نکلتا خون اس ظالم دھند میں ڈوبنے لگا۔اس سرد چادر کے پیچھے

سے کچھ بہت تکلیف دہ نکل کر آ رہا تھا۔

''تم قاتل ہو تم نے ہمیں قتل کیا۔تم جہنمی ہو تم کرس ہو تبھی وہ آج تمہاری زندگی میں نہیں۔تم نے اسے بھی قتل کر دیا۔تم واقعی ظالم ہو۔''

روتے بلکتے براق نے سسکتے کے عالم میں سر اٹھایا۔اس دبیز سرد چادر کے پیچھے سے وہ خون آلود لڑکیاں نکلنے لگیں جن کے چہرے وقت کی دھول بھی گرد آلود نہ کر پائی تھی جو اس کی چاہ میں اس کے گھر کے آگے برف میں کھڑی اپنی جانیں ہار گئی تھیں۔وہ اپنے ماضی میں زندہ رہنے والوں میں سے تھا۔یہ اس کے حال کو محفوظ رکھتا تھا اس نے نفی میں گردن ہلائی۔وہ خون ٹپکاتے وجود اس کی اور سست رفتاری سے بڑھ رہے تھے۔۔اسے ان کے خود کے قریب آنے کا ڈر نہیں تھا اسے اس الزام کا تھا جو ابھی اس پر لگایا گیا تھا۔

''میں......میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔میں کبھی نہیں کر سکتا کبھی بھی نہیں۔وہ روہانسا ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔شدت گریہ کے سبب اسکی آواز بھاری ہو رہی تھی۔

''تم نے کیا ہے۔''وہ لڑکیاں حلق کے بل چلائیں بہت خوفناک آواز میں۔''تم نے اسے قتل کیا ہے تم اسکے مجرم ہو۔خدا تمہیں غارت کریگا۔''

''نہیں یہ بہتان ہے۔ایسا ظلم نہیں کرو۔''وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر دائیں بائیں گردن ہلاتا کپکپاتا کہہ رہا تھا۔

''ہاہاہاہا۔''قہقہے ہیجان بیدرد قہقہے نسوانی چیخ دار قہقہے۔

''دیکھو کون کہہ رہا ہے جو خود بہت بڑا ظالم ہے۔''پھر وہ رکیں اور ایک کورس میں توڑ کر بولیں۔

''تم......اس......کے قاتل ہو۔یقین نہیں تو خود اس سے پوچھ لو۔''

وہ ایک سائیڈ پر ہٹی تھیں۔چھت کے اور آسمان کے پیٹ سے گول گول دائروں کی صورت آتی موٹی سفید دھند جو اسکے کمرے میں ساکن ٹھہرے ہوئے سمندر کی مانند تھی۔اس میں سے گدلی دھند میں سے چمکتی ہوئی تیز روشنی ابھری،اتنی تیز کہ نیچے بیٹھے پچھتاووں میں گھرے شخص کو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پڑے اور جو دائرے کی مانند خون ٹپکاتی لڑکیاں تھیں۔وہ بھی اس روشنی میں چھپ کر رہ گئیں۔براق نے اپنے ہاتھی کی دو انگلیوں سے دیکھا۔وہ دبیز تہہ کراس کر کے آ گئی تھی۔روشنی غائب ہو گئی اس نے منہ سے ہاتھ ہٹایا۔دیکھا وہ سفید لباس والی

اسے سخت ناپسندیدہ نظروں سے دیکھ رہی ہے۔اسے دیکھ کر براق کا سانس اکھڑنے لگا۔آنکھوں میں سمندر آن ٹھہرا۔

''کیا تمھیں اب بھی لگتا ہے تم میرے قاتل نہیں ہو؟ وہ تم ہی ہو جس نے مجھے مارا ہے جس نے سولیم شفیق کو ختم کیا۔مان جاؤ براق شاہ وہ تم ہی ہو۔'' وہ شدید حقارت سے کہہ رہی تھی۔براق سینہ مسلنے لگا۔

''نہیں ایسا نہیں ہے۔'' وہ دھاڑا۔یہ دھاڑ بھی دفاع کے لئے تھی کہ اب وہ اپنی آوز بھی بھول چکا تھا۔ابھی ابھی گیلری سے گزرتے اسد کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو وہ الٹے پاؤں اسکے کمرے کی اور دوڑا تھا۔

''میں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔آپ پلیز اللہ کے واسطے ایسا مت کہیں۔''

اسد پریشانی کے عالم میں دوڑ رہا تھا۔وہ اس کے کمرے سے چند قدم ہی دور تھا۔

''میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔آپ جانتی ہیں میں آپ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔''

اس نے دروازہ دھاڑ سے کھولا۔ان لڑکیوں نے مڑ کر دروازے کی سمت دیکھا جو بس ابھی کھلنے ہی والا تھا وہ فوراً اس دھند میں غائب ہوئیں۔ایک ہاتھ اس دبیز چادر میں سے نکلا اور آرام سے اس سفید عبایا والی لڑکی کو اپنے ساتھ کھینچ گیا۔دروازہ کھلنے سے ایک سیکنڈ پہلے تیزی سے دھند کمرے سے آسمان کی طرف اڑی اور چاک ہوئی چھت برابر ہوگئی۔

اسد نے دراوزہ کھولا۔کمرے کا منظر اس کا دل ہلا گیا۔گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے وہ چیخ رہا تھا۔

''میں نے نہیں مارا آپ کو۔''

اسد تھکاوٹ سے اسکی طرف بڑھا اور ہاتھ سے اٹھا کر اسے کھڑا کرنے لگا۔

''اسد! میں نے نہیں مارا انہیں۔''

وہ اسکا شانہ تھپک کر اسے ڈاکٹر کے پاس لے آیا تھا۔اس ہفتے کا یہ دوسرا اٹیک تھا وہ اسے اس کے سائکاٹرسٹ کے پاس لے آیا تھا۔جو نیم دراز براق کو سمجھا رہے تھے وہ آنکھیں بند کیے انکی باتیں سن رہا تھا۔گھٹن اب بھی سینے میں باقی تھی جو سانس روکے دے رہی تھی۔

''میرے دل سے وہ نکل نہیں پاتا۔میں چاہ کر بھی وہ سب نکال نہیں پا رہا۔کوئی نا کوئی بات لفظ میرے دل

پروار کر کے مجھے ساڑھے سات سال پیچھے دھکیل دیتا ہے۔ پھر میں اپنے آپ کو وہیں کھڑا پاتا ہوں میرے دل سے وہ نہیں جاتی میں اسے نہیں مٹا سکتا۔" بہت ہی متوازن لہجے میں وہ آرام سے گویا تھا۔ چہرے پر بہت سکون تھا اتنا کہ ایسا لگتا کچھ ہوا ہی نہیں۔

"تمہیں اسے مٹانا پڑے گا۔ اسکے ریز ہوتے ہی تم اپنا پچھتاوا غائب کر سکو گے۔ نہیں تو تم نا صرف اپنے پیسے ضائع کر رہے ہو بلکہ اپنے وجود کو بھی دواؤں کو عادی بنا کرنا کارہ کر رہے ہو۔ تمہاری ڈوز ضرورت سے زیادہ ہیوی ہوتی جا رہی ہے۔ براق، مجھے افسوس ہے تم ایک جوان آدمی ہو اور جلد بوڑھے ہو رہے ہو۔ 35 کے ہو اور ابھی سے تمہارے بالوں میں چاندی پڑنے لگ گئی ہے۔"

ان کی نظر اسکے والنٹ کلر بالوں میں تیرتی چاندی اور سفید قلموں پر پڑی آنکھوں کے کنارے جھریوں کے سبب اکٹھے ہو چلے تھے۔ ہونٹوں کے کوک بھی لائن زدہ ہو گئے تھے البتہ سکن جوان تھی۔

"اپنا دھیان رکھا کرو بیٹا۔"

باہر اسد ہاتھوں کی مٹھی بنائے پر سوچ نظروں سے سفید ماربل میں پڑی دراڑ کو دیکھ رہا تھا۔ فرش پر پڑی دراڑ جو بہت صفائی کے باوجود بھی گرد آلود تھی۔ کیا براق کے اندر بھی یہ دراڑ پڑ گئی ہے جو آہستہ آہستہ اسکی دونوں سائیڈ کو گلا رہی ہے۔ کیا اس ماربل کی طرح وہ بھی صفائی کے باوجود ہمیشہ ٹوٹا ہی رہے گا؟

✿.........✿.........✿

"آپ آجائیں نہیں تو وہ خود کو ختم کر لے گا۔"

دھند کی دبیز تہہ آج بھی ہر چیز پر لپٹی تھی۔ گیلی سی نمی نے پورے ماحول کو پر سوز کر دیا تھا۔ اس پر سوز ماحول میں براق کی دل چیر حالت دیکھ کر اس نے فاروق کو کال ملائی تھی کیونکہ اب بہت ہو گیا تھا۔ کچھ زیادہ ہی وہ اسی طرح کسی دن دماغ کی رگ پھٹ جانے سے مر سکتا تھا اور وہ اپنے دوست کی جوان موت کبھی بھی برداشت نہیں کر پائے گا۔ اب یا تو فاروق اسے اس خون چوس موسم سے نکالیں یا پھر خود بھی اس میں آن سمائیں۔ سب ان کے ہاتھ میں تھا اس کا فرض تھا انہیں حالات کی سنگینی سے آگاہ کرنا سو وہ کر رہا تھا۔

"اس کا دماغی مرض دن بدن بڑھتا جا رہا ہے انکل! اگر آپ کو اپنے بیٹے کی جان کی فکر ہے تو کچھ کریں یا

یہاں آجائیں یا پھر اسے وہاں بلالیں۔"

فاروق نے پریشانی سے ماتھا مسلا۔

"تم کیا کہتے ہو؟" آواز میں زمانے بھر کی تھکن تھی۔

"اسے وہاں بلالیں۔ وہ یہاں رہے گا تو معذرت لیکن وہ مرجائے گا ڈاکٹر نے مجھے کہا ہے اگر اسی طرح چلتا رہا تو جلد یا بدیر اسے مینٹل ہاسپٹل شفٹ کرنا پڑے گا اور موت تو اس کی کسی بھی پل متوقع ہے۔ انکل وہ ایک سینس ایبل پیشنٹ ہے وہ جان بوجھ کر خود کو موت کے منہ میں دھکیل رہا ہے۔"

فاروق نے فون بند کردیا۔ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائی سماعت میں اس دھوکے باز کی آوز گونجنے لگی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں ڈیڈ! بزنس چلا رہا ہوں۔ پی ایچ ڈی کا سوچ رہا ہوں اگر میں بیمار ہوتا تو یہ سب تو نہ کر پاتا نا۔"

وہ اس کے سکون پر غرائے تھے۔

"بکواس پر بکواس کیے جاتے ہو تم۔ کل ہی مجھے تمہارے ڈاکٹر کی میل موصول ہوئی۔ جتنی ٹھیک ہے نا تمہارے دماغ کی حالت صاف پتا چلی ہے۔ براق کیوں اس بڑھاپے میں ہمیں اولاد کا دکھ دکھا رہے ہو۔ رحم کرو ہم پر۔"

اس نے اپنے ہونٹ کچلے تھے پر گلا صاف کرتا موبائل کے اندر سے آواز میلوں دور پہنچائی۔

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"تمہاری واپسی۔ میں چاہتا ہوں تم اپنے ملک واپس لوٹو وہ بھی ہمیشہ۔ ہمیشہ کے لئے۔" حتمی انداز میں کہہ کر وہ اسکا جواب سننے لگے۔

"اگر آپ چاہتے ہیں میں مرجاؤں تو ٹھیک ہے میں آجاتا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہیں؟" فردوس کی آواز پر انہوں نے سرخ آنکھیں کھولیں۔

"وہ مر رہا ہے۔"

فردوس نے نم آنکھوں سے دل پر ہاتھ رکھا۔

"اسد کہتا ہے ڈاکٹرز نے کہا ہے وہ کسی بھی پل مر سکتا ہے۔ فردوس میں اسکی لاش نہیں دیکھ پاؤں گا۔"

فردوس نے ان کے ہاتھ تھامے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کران پر گرنے لگے البتہ چہرہ بالکل شانت تھا۔

"ہم نہیں دیکھیں گے سب ٹھیک ہوجائے گا ہم وہاں جائیں گے۔ پیرنٹس کارڈ کھلیں گے اسے یہاں لائیں گے۔ اسکی شادی کروائیں گے پھر وہ ٹھیک ہوجائے گا۔" وہ اثبات میں سر ہلاتی انہیں یقین دہانی کروار ہی تھیں۔ کتنا آسان تھانا دو بول تسلی کے بول دینا اور کتنا ہی مشکل تھا اپنے کٹتے دل کو نظر انداز کرنا۔

فاروق ممنونیت سے انہیں دیکھے گئے۔ اپا کے فیصلے پر ہر گزرتے دن انہیں یونہی ناز ہوا کرتا تھا جیسے اب ہو رہا تھا۔ ان کے ہاتھ پر واپس اپنا ہاتھ رکھ کر گویا دل نے صدا لگائی تھی۔

"ہاں فاروق سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

❂......❂......❂

"مجھے کہنا پڑے گا جونیو باکسرز آرہے ہیں دے آرروکس۔"

دھند کے دائروں میں لپٹی اس عمارت سے وہ دونوں ایک ساتھ نکلے تھے۔ اسد پریشان تھا لیکن بظاہر نارمل نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ اس کے ساتھ چلتا براق اندر باہر سے بالکل پرسکون تھا جیسے طوفان آنے کے بعد سمندر میں سکوت ٹھہر جاتا ہے۔ پراسرار سا سکوت۔

وہ دونوں نمی کے سبب باہر سے گیلی ہوئی گاڑی میں بیٹھے۔ اسد نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی۔ براق اسکے برابر بیٹھا تھا۔ اسد ماحول کی گھٹن گھٹانے کی غرض سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے کہنا پڑے گا جونیو باکسرز آرہے ہیں دے آرروکس۔ مینڈی نے کچھ سالوں بعد تمہارا نام گرد آلود کردینا ہے (ذہن کے دریچے پر تریڑ ذدہ میلی ماربل کا ٹکڑا ابھرا) سوچ لو ابھی بھی وقت ہے میں آج بھی تمہیں لانچ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

اسد کی پیشکش پر وہ ہنسا تھا۔ ہنسنے کی سبب اس کی آنکھوں کے کنارے سکڑ گئے تھے۔ اسد کی نظران جھریوں پر پڑی اسے دکھ ہوا۔

"بھائی نام کیا ذات گرد آلود ہوجاتی ہے یہ دنیا ہے یہاں یہ سب چلتا رہتا ہے۔ مجھے اس سب سے کوئی سروکار نہیں کہ میں آج سے کتنے سال بعد یاد رہتا ہوں یا میرا فیم برقرار رہتا ہے کیونکہ ایٹ دی اینڈ میں جانتا ہوں

یہ سب ختم ہو جانا ہے۔" وہ کاندھے اچکا کر کہہ رہا تھا۔" کل میں تھا آج کوئی اور پھر اس کے بعد کوئی اور پھر کوئی اور۔ اور اس سلسلے نے چلتے رہنا ہے، رکنا تھوڑی ہے۔ وقت کی دھول بڑے بڑے سورماؤں کو ڈھانپ دیتی ہے پھر یہ براق شاہ کون ہے۔"

اسد نے نہ ماننے والے انداز میں بھنویں اچکائیں اور سگنل کی سرخ بتی پر رک گیا۔ اسکے نزدیک انسان جب تک اپنا سکہ برقرار رکھ سکتا ہے اسے رکھنا چاہیے لیکن اسکا یہ دوست یہ بات نہیں مان رہا تھا یا پھر ماننا نہیں چاہ رہا تھا۔

"براق۔" سگنل کھلنے پر اس نے سردی سے جمے ٹائروں کو حرکت دی تو وہ اپنے اندر زندگی محسوس کر کے آگے بڑھنے لگے۔

"ہمم۔" چونکا دینے والی نمی کے ساتھ گریفائٹ آنکھیں سڑک کی جانب مرکوز تھیں۔ چہرے پر وہی نرم تاثر تھا جبکہ چہرے کے پیچھے غضب کا تہلکہ مچا ہوا تھا۔

"تو نا۔" اسکی طرف دیکھا پھر برف کے ڈھیروں والی سڑک پر نظر ڈالی۔" خودکشی کر لے یقین جان روز روز مرنے سے بہتر ہے۔" بڑے ہی پر سوچ انداز میں وہ گویا ملامتی لہجے میں کہہ رہا تھا۔ براق نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ضرور کرتا لیکن انہوں نے مجھے حرام چیز اپنانے سے منع کیا ہے۔"

اسد کا کھوکھلا قہقہہ برجستہ تھا وہ "انہوں" سے واقف تھا تبھی مسکراتے ہوئے افسوس سے سر ہلایا۔

"کیا تمہاری انہوں نے یہ نہیں سمجھایا کہ روز روز اکلوتے دوست کو خوار کرنا اسکا سانس بند کر دینا اسے مسلسل اذیت میں مبتلا رکھنا ٹینشن کی تلوار ہر وقت اسکے سر پر لٹکائے رکھنا بھی حرام ہے۔"

براق پر بھرپور نظر ڈال کر اس نے گاڑی بڑے سے گیٹ کے اندر ڈالی اور گاڑی سے اتر آیا۔ وہ ایک پینٹ ہاؤس تھا جو بہت ہی سادہ تھا۔ براق اسد کو لاؤنج میں بٹھا کر خود کچن میں آیا تھا۔ سامنے ہی وہ کھڑی تھی چہرے پر خفگی طاری کیے کچھ غصہ سی۔

"کیا ہوا؟" وہ ان کا پھولا چہرہ دیکھ کر چونکا تھا۔

"یہی تو براق شاہ کیا ہوا؟" آواز میں بھی وہی خفگی تھی۔ وہ بالکل ٹھہر گیا۔ ان کے روٹھے لہجے نے دل پر

پاؤں رکھا تھا۔

''آپ مجھ سے خفا ہیں؟'' خدشے کو زبان دی۔ اسد اسکے انتظار میں ہے وہ بھول ہی گیا۔

''اور میں کیوں ہونے لگی تم سے خفا۔'' اس نے ہاٹ بلیک ٹی کپوں میں انڈیلی۔ وائٹ ہنی خوبصورت سی کرسٹل پیالی میں نکالی۔ کوکیز ویسی ہی کرسٹل کی چھوٹی سی بڈز والی پلیٹ میں رکھی اور ان سب کو ایک ٹرے میں رکھ دیا۔ وہ براق کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر رخ سامنے کیا۔

''مجھے کیوں نہیں دیکھ رہیں۔ نظر انداز کیوں کر رہی ہیں۔'' لفظوں میں زمانے بھر کا خوف آن سمایا۔

''تم کون ہو؟'' سرد سا سوال اور براق کی جان گویا لبوں پر آ گئی۔ دھڑکتے دل کے ساتھ لبوں کو بامشکل کھینچا۔

''آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتیں۔ آپ جانتی ہیں میری سانسیں چل رہی ہیں تو فقط آپکی بدولت مجھے پہچاننے سے انکار مت کریں۔''

''اور تم جو ہمارے ساتھ کر رہے ہو۔'' براق نے سلیب کا سہارا۔ ''لیا بات کیوں نہیں مانتے۔ کر رہے ہو نا ظلم خود کے ساتھ۔ ظالم کسی بھی صورت معاف نہیں ہوتا پھر وہ چاہے دوسروں پر ظلم کرے یا خود پر۔''

ٹرے اسکی اور کھسکائی۔

''آپ جانتی ہیں اس معاملے میں، میں بالکل بے بس ہوں۔''

اسکے روٹھنے کا ڈر اس پر مکمل طور پر غالب تھا اسکی خفا آواز برداشت سے باہر تھی۔

وہ لب کچلتی سنک کی جانب بڑھی وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

''تو پھر ٹھیک ہے۔ میں بھی اس بات پر بے بس ہوں۔ ایم سوری تم بزدل ہو اور مجھے بزدل لوگ بالکل پسند نہیں۔''

برتن نل کے نیچے رکھے وہ دھونے لگی۔ براق کو لفظ ''بزدل'' نے ٹھیس نہیں پہنچائی تھی اسکے بے رخی سے پلٹ جانے نے پہنچائی تھی۔

''آپ کو ایک بات بتاؤں۔'' وہ یونہی سنک سے گرتے گرم پانی سے کھلے گئے ہاتھوں پر سکربنگ گلوز تھے ان پر ڈش واشنگ لیکویڈ سے بنا جھاگ تھا جو برتنوں پر سے چکنائی اتار کر اسے صاف کر رہا تھا ایک ایک برتن دھل

کر سلیب پر رکھا جاتا جنہیں بعد میں خشک کر کے ریک میں لگایا جاتا تھا۔

"مجھے کسی (لوسا) نے کہا تھا۔ میں نے سنا تھا نعم البدل نہیں ہوتا لیکن بعد میں پتا چلا سب نعم البدل ہی تو ہوتا ہے۔"

"یہ اس کسی کے الفاظ تھے جانتی ہیں اسکا کیا مطلب تھا۔"

"مجھے دلچسپی نہیں۔" خشک لہجے میں کہہ کر گویا اسے چپ ہو جانے کو کہا۔

"اس کا مطلب تھا ہم سمجھتے ہیں دنیا میں یہ چیز ہماری دسترس میں ہے اہم ہے ایک ہے تو اس کا کوئی نعم البدل نہیں کیونکہ وہ ہمیں بہت عزیز ہے اس کے علاوہ ہمیں کوئی چاہیے ہی نہیں کیونکہ وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔"

"غلط بالکل غلط۔"

"ایسا نہیں ہوتا ہر چیز کا کوئی نا کوئی نعم البدل ضرور ہوتا ہے چاہے وہ "چیز" ہو یا "انسان" نعم البدل ہوتا ہے اگر ایسا نا ہو تو یہ دنیا ابھی ختم ہو جائے۔"

وہ اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگی جیسے کچھ سمجھ نہ آیا ہو۔ وہ کہنے لگا۔

"جیسے ہم سمجھتے ہیں والدین کا نعم البدل کوئی نہیں پھر ہمیں ساس سسر مل جاتے ہیں۔ بھائی کی جگہ بہنوئی ہو جاتا ہے۔ بہن کا نعم البدل نند میں ڈھل جاتا ہے۔ ایک دوست گیا تو دوسرا آیا۔ پھر بیٹے کی جگہ بیٹی کا شوہر بیٹی کی جگہ بیٹے کی بیوی ایک سوٹ کی جگہ دوسرا۔ ایک موسم کی بجائے دوسرا موسم۔ ایک محبت ختم تو دوسری محبت جیسے سولیم کی جگہ۔ آپ ہر ایک کا نعم البدل ہوتا ہے بس وہ ہو بہو نہیں ہوتا۔"

اس نے خفا نظریں پلٹا لیں جیسے کہہ رہی ہو۔ "مجھے کیوں بتا رہے ہو۔" وہ کچھ کہنے کو لب کھولنے لگی تھی جب اسد کچن کے فریم میں ابھرا۔

"بھائی میرے کافی بنانے گیا تھا یا پائے۔"

اس کی نظر سرد چولہے پر پڑی۔ "حد ہے بھئی تیری سستی کی۔"

سنک کے میلے برتنوں میں سے اس نے الیکٹرک کیتلی نکال کر مانجھنی شروع کی تھی وہ ایک نظر اس پر ڈال کر کچن سے باہر جا رہی تھی۔

دوسری طرف پاکستان کی زمین چھوڑتا ہوا ایک جہاز فضا میں بلند ہوا تھا۔

۞......۞......۞

''اللہ تمہیں برباد کرے براق شاہ۔''

کچھ دیر بعد جب دھند کی دیوی نے اپنا قہر لندن کی زمین پر ترس کھا کر تھوڑا ٹالا تو وہیں ایک ریسٹورنٹ کے اندر بالکل کونے والی میز پر جہاں سے ٹاور برج نظر آتا تھا وہاں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ یہ ڈنر کا ٹائم تھا اور اسد کی جیب ہلکی ہوئی چاہتی تھی۔ کھانے کے لوازمات سفید پوشاک سے ڈھکی میز پر رکھے جا چکے تھے۔ اسد نے ڈش پر سے ڈھکن اٹھایا تو فرائیڈ فش کی اشتہا انگیز خوشبو چہار سو پھیل گئی۔ کانٹے سے سالم مچھلی اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے وہ گہری نظروں سے سامنے بیٹھے بندے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔ اتنا مضمحل اتنا اضطراب اس نے کانٹے سے ایک بائٹ منہ میں لیا اور جھک کر دوسری فش براق کی پلیٹ میں ڈالی۔ اسکا چہرہ زمانے بھر کی پریشانی سموئے ہوئے تھا۔

''قباحت ہی کیا ہے صرف ایک انٹرویو ہی تو ہے۔''

براق نے ایسی نظروں سے اسے دیکھا کہ وہ شانے اچکا کر رہ گیا۔

''تم جانتے بھی ہو۔ میں نے کتنی مشکل سے کتنے پیسے خرچ کر کے اپنا تمام ریکارڈ نیٹ سے کلیئر کروایا ہر وہ کتاب ضائع کروائی جو کبھی براق شاہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھی۔ ہر اس پتے کو مٹوایا جس میں کبھی وہ شخص بستا تھا اور اب پھر تم چاہتے ہو بھولے ہوئے فراموش کیے ہوئے براق شاہ سے دنیا پھر سے واقف ہو جائے۔ یہ سب میرے لئے کتنا تکلیف آمیز ہے تم جانتے ہو۔''

ایک بڑے میگزین سے اسد کو میل آئی تھی کہ وہ براق شاہ کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں اسی سلسلے میں اسد اس سے بات کر رہا تھا جو یہ سن کر حد سے زیادہ ٹینس ہو گیا۔

''مطلب میں پھر سے دنیا والوں کو دکھنے لگا ہوں۔'' اسد نے یونہی سرسری سی اسکی بات سنی کہ پچھلے پچیس منٹ سے وقفے وقفے سے اسکی یہی گردان تھی۔

''ایسا ہے بھائی۔'' اسد نے مچھلی کو حلق میں انڈیلا۔ لیمنیڈ لبوں سے لگایا اور پھر کانٹے میں نیا ٹکڑا پھنسا کر

کہنے لگا۔

’’جس حساب سے تو اینٹی سوشل ہو رہا ہے نا اور جو تیرا یہ دماغ چوبیس گھنٹے فضولیات سوچتا رہتا ہے اس سے نکلنے کا اس سے بہتر کوئی اور راستہ نہیں۔ وہ تیرا ایک معمولی سے بزنس مین کا انٹرویو لیں گے پھر ان کی دیکھا دیکھی کوئی اور ایسی خواہش کریگا پھر یہ سلسلہ چلتا جائے گا۔ تجھے شوز پر بلایا جائے گا۔ پارٹیز میں ایز اے چیف گیسٹ مدعو کیا جائے گا پھر تو بھرپور سوشل ہو جائے گا لوگ تجھے پھر سے جاننے لگیں گے اور تیری لائف پھر سے ’’چل‘‘ ہونی شروع ہو جائے گی۔‘‘

براق نے شدید ناگواری گھٹن سے لیمنیڈ کا گلاس لبوں سے لگایا۔ اسکی مچھلی پلیٹ میں ویسی ہی دھری ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ پس منظر میں تھامس ریور سے اٹھتی ٹھنڈی ہوائیں ان کے شیشے سے آ کر ٹکرا رہی تھیں۔ براق نے دور سے نظر آتے اندھیرے اور مصنوعی روشنیوں میں ڈوبے اس ریور کو دیکھا۔

’’میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا اور تو بھی نہیں۔‘‘ اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔ اسد نے کانٹے میں پھنسا نوالہ جھک کر اس کے منہ کی سمت بڑھایا۔ براق نے کڑوا سا منہ بنا کر اسے دانتوں میں پکڑا۔

’’ایسا ہے کہ میرے بھائی میں انہیں یس بول چکا ہوں۔ کل صبح ٹھیک دس بجے وہ تمہارا انٹرویو لیں گے اور تم دو گے اور ہاں تمہارے ایسے گھورنے سے نہ تو میں ڈرنے والا ہوں اور نہ ہی انکار کرنے والا اور نہ ہی تمہاری یہ ایکسٹرا اداکاری میرا دل پگھلا سکتی ہے۔ اگر تو انسان بن کر نارمل روٹین پر آ جاؤ تو......تو میں کچھ سوچوں بھی۔‘‘

اس نے اسد کی بات کاٹی۔

’’میں نارمل ہی ہوں۔‘‘ چبا چبا کر غصے کی حدت سے کہا۔ دور ٹاور برج پر سے کوئی کار گزری تھی جس میں کوئی بیٹھا تھا اور ایسے ہی اس نے نظریں بھی اٹھائی تھیں۔ سامنے شان سے کھڑی ریسٹورنٹ کی بلڈنگ کی سیکنڈ فلور پر اسے دو دوانے سے بیٹھے نظر آئے تھے نظریں گھومیں اور سیل میں مصروف ہو گئیں۔

’’اچھا‘‘ اچھا کو کافی لمبا کھینچ کر بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

براق نے تھاہ کی آواز سے ہاتھ جوڑے۔ ’’شادی کر اور میری زندگی سے فارغ ہو۔ میں عاجز آ چکا ہوں تیری بیویوں والی خصلت سے۔ بس بہت نباہ لی دوستی اب میری برداشت جواب دے چکی ہے۔‘‘

اسد نے ایک ابرو اچکا کر زچ زدہ چہرے کو دیکھا اور پھر اسکے لبوں پر ایک مسکان رینگی تھی۔

''ٹھیک ہے پھر دونوں ایک ساتھ کر لیتے ہیں۔''

''لاحول ولا قوۃ۔'' براق نے انتہائی حقارت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تیرا تو دماغ ہی خراب ہے۔ میں تو الگ الگ......'' بولتے بولتے اس کی نگاہ براق کے پیچھے پڑی۔ اسد کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ پھر اس نے بامشکل کافی کیک پلیٹ میں ڈالتے براق کو دیکھا جو اسے چمچ کے ذریعے منہ میں لے جا رہا تھا۔

''میرا دل کرتا ہے میری سانس چلی جائے یا پھر کوئی ایسی سبیل بن جائے کہ وہ یا پھر اس تک پہنچنے کا راستہ مجھ تک پہنچ جائے میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ میں سولیم کو پا لوں۔ وہ سولیم ہر روز مجھ سے آکر گلہ کرتی ہے کہ میں اسے بھولتا جا رہا ہوں لیکن اسد کیا کوئی خود کو بھول سکتا ہے۔''

کبھی کے کہے گئے براق کے الفاظ اس کے اندر جلن سی پیدا کرنے لگے تھے۔ براق نے اس کے رک جانے پر گردن اٹھائی۔ اسکی آنکھوں میں بے چینی تھی۔ الجھن اور ڈر بھی۔ ڈر شاید خود کے جھوٹ پکڑے جانے کا تھا۔ براق نے اچھے سے اسکے کمپوزڈ چہرے کو کھوجا۔ نظروں کا اندازہ لگایا اور پھر اسکے اندر کچھ زوردار چھنا کے سے ٹوٹا تھا۔ اسد بے فضول ہنستا کہہ رہا تھا۔

''میں تو الگ، الگ لڑکیوں سے شادی کی بات کر رہا تھا۔ تیرا دماغ جانے کیا کھچڑی پکاتا رہتا ہے۔ دیکھ بھائی! میں مسلمان ہوں۔ ہاں۔''

وہ خاموشی سے اسے سنتا رہا۔ سرد نظریں اسے گاڑے دیکھتا رہا پھر اسکے الفاظ نے اسد کا دماغ بھک سے اڑا دیا۔

''مجھے ایک عورت سے محبت ہوئی تھی۔ پھر وہ عورت میری کوتاہیوں کی وجہ سے میری زندگی سے چلی گئی۔ مجھے لگتا ہے وہ مر گئی ہے میرا دوست بھی یہی کہتا ہے مجھے اس پر ایمان ہے کیونکہ میں جانتا ہوں میرا بھائیوں جیسا دوست مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گا لیکن اگر اس نے بولا ہے تو میں نے اسے معاف کیا۔''

اسد نے فوراً اس کا ہاتھ تھاما۔

''یہ سچ ہے۔''

براق کی آنکھوں کی نمی بڑھنے لگی۔ گریفائٹ آنکھوں میں سونامی آنے ہی والی تھی۔

''پیچھے کون ہے؟''

اسد کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ خاموش رہا آج ہی صبح کی تو بات تھی جب اسے اٹیک ہوا تھا کیا آج رات پھر اس پر عذاب ٹوٹنے والا تھا۔

''اسد! پیچھے......کون ہے۔'' توڑ توڑ کر چبا چبا کر ضبط سے پوچھا۔

''دعا'' اور سونامی آ گئی۔ اس کے پاؤں سے جان نکلی تھی۔ اسد نے گھبرا کر اسے دیکھا وہ سب سے الگ تھلگ ایسے بیٹھے تھے کہ کوئی بھی ان کو ہنا دیکھ سکتا تھا خصوصا براق کو۔

''اگر میں اٹھوں تو وہ مجھے دیکھ سکے گی۔'' آنکھیں رگڑ کر گیلی آواز سے پوچھا۔ اسکی گردن ہاں میں ہلی تھی۔

براق نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سر گرا دیا پھر وہ موبائل اور والٹ سمیٹتا ایک جھٹکے سے اٹھا اور بغیر کہیں دیکھے میزوں کو چیرتا لفٹ چھوڑ سیڑھیوں کی سمت بڑھا تھا۔ اسد نے بوکھلا کر ڈھیر سارے نوٹ ٹیبل پر پھینکے اور اس سے پہلے سیل فون پر لگی دعا اسے دیکھتی وہ نظر بچا کر وہاں سے گیا تھا۔ سیاہ سکرین پر سفید موتی گرا تھا۔

''اللہ تمہیں برباد کرے براق شاہ۔'' اس کے دل نے حقارت سے بددعا دی۔

اس سیاہ سکرین پر گرا چھوٹا سا سمندر ابھی ماضی کی سیاہ فلم اپنی ساکت لہروں پر چلانے لگا تھا۔ کیا اتنی جلدی ماضی دوہرانا ٹھیک تھا۔ نہیں اس کے لئے ابھی ویٹ کرو ابھی پہلے اس شخص کی حالت تو دیکھ لو جو اس کہانی کا ہیرو اور ولن بیک وقت تھا۔

اسد دوڑتا ہوا اس تک پہنچا تھا مگر اس سے پہلے ہی وہ گاڑی بھگا لے گیا۔

''ڈیم۔'' زمین کی طرف اشارہ کر کے اس نے مکا مارا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے وہ کیب رکوانے بھاگا۔

دو جگہ سگنل توڑ کر ایک ہاتھ سے سٹیئرنگ وہیل ہینڈل کر کے دوسرا لبوں پر دھرے وہ سیلاب زدہ آنکھوں کے ساتھ اپنے پینٹ ہاؤس پہنچا تھا۔ ٹائروں کے ساکت ہونے سے پہلے ہی وہ گاڑی کا دروازہ کھلا چھوڑتا پورچ عبور کر کے آگے کی سمت بڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنا کوٹ اتار کر وہیں زمین پر گرایا۔ لاؤنج میں داخل ہوا ٹائی اتار کر پھینکی۔ سیڑھیاں پھلانگیں، سبز دھاری دار ٹائی سیاہ ماربل پر پھسل گئی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اسے لاک کیا

اور باتھ ٹب میں جمع پانی میں اوندھے منہ گر گیا۔ یخ بستہ پانی آہستہ آہستہ اس کے کپڑوں میں جذب ہوتا بدن کو چھونے لگا۔ اسکے چھوتے ہی ٹھنڈ سے جسم اکڑا سن سا ہو گیا۔ کھلی ضبط سے سرخ آنکھیں سیاہ جکوزی میں بے حس و بے جان معلوم ہوتی تھیں۔

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔ تم نے کہا تھا۔ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔"

روئی گیلی درد سے کٹتی آواز اسکی سماعت کو مفلوج کرنے لگی۔

"محبت کرتا ہوں تبھی تو یہ کر رہا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو تم میری نہیں ہو سکو گی۔"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر جما لئے۔ سانس اکھڑنے لگا تو خود بخود آنکھوں سے گرتا پانی اس یخ سمندر سے ملنے لگا۔ یخ پانی میں وہ دو چار گرم بوندیں کچھ خاص فرق تو نہ لا پائی تھیں لیکن ان بوندوں میں بھرا درد اس پانی کو اور بے رحم بنا گیا۔

"تم اس وقت نشے میں نہیں ہو۔ تم حواسوں میں ہو اور حواس میں رہ کر تم بے مدہوشوں والا کام نہیں کرو گے۔ تم مجھے نہیں مارو گے۔ ہے نا۔"

"میں کرونگا۔"

براق کا گریبان کسی نے کھینچا تھا۔ وہ جھٹکے سے سیدھا ہوا۔ وہ پانی کے اوپر سے اس ہستی کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں پتا نہیں گیلی تھیں یا پانی میں رہنے کے سبب اسے لگ رہی تھیں۔

"تم ایک انتہا سے زیادہ بزدل انسان ہو۔ میں نے تم جیسا قابل رحم انسان اپنی زندگی میں نہیں دیکھا مجھے آج تم سے نفرت ہو رہی ہے۔" وہ غصے سے پھنکاری تھی۔ ساتھ میں اس کا گریبان چھوڑ کر مڑنے لگی۔ پانی سے چھپاک کی آواز برآمد ہوئی۔ وہ بیٹھا اور اس سے پہلے وہ جانے کیلئے مڑتی اس کے ٹھنڈے گیلے ہاتھ نے اسکا گرم خشک ہاتھ پکڑ لیا۔ ٹھنڈے اور گرم کا ملاپ۔ اس نے مڑ کر اسے دیکھا اور چہرے پر نفرت لانے لگی۔

"میں نے اس کے التجا کرنے پر بھی اسے مار دیا۔"

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی، پانی کا پتلا بولا تھا۔ ستواں کھڑی مغرور ناک گہری والنٹ رنگ کی پلکیں اور بھورے و گلابی لبوں سے پانی کے قطرے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

یونو واٹ ہاتھ کھینچا گیا لیکن یہ لاسٹ گرفت تھی آخری سہارا تبھی چھوڑا نہیں گیا

''تم ایک مریض ہو۔اس کے مریض۔''

پانی کا پتلا ہلا۔اثبات میں گردن نے جنبش کی۔

''ہاں میں آج بھی اس کا مریض ہوں۔'' درد سے پھٹی گیلی آواز۔ ''مجھے آج بھی اس سے محبت ہے۔'' وہ گیلی پلکیں اٹھیں۔پانی کی رہی سہی بوندیں بھی پلکوں کو چھوڑ کر سمندر سے جا ملیں لیکن بالوں سے ہوتی مسلسل بارش ان کا بوجھ بڑھا رہی تھی۔

''مجھے آج بھی اس کی چاہ ہے۔'' پتا نہیں وہ پلکوں سے گرتا پانی تھا یا گریفائٹ آنکھیں اس کی آڑ میں اپنا درد چھپا رہی تھیں۔

''اسد کہتا ہے وہ مر گئی۔'' اس کی آواز بلند ہوئی۔''میری سولیم مر گئی۔'' ماربل سے ڈھکی دیواروں سے ٹکراتی آواز کمرے تک آنے لگی تھی جس کے باہر کھڑا اسد چیخ چیخ کر اسے دروازہ کھولنے کا کہہ رہا تھا۔

''میں......میں نے ان ہاتھوں سے۔'' وہ سامنے بت بنی کھڑی لڑکی سے مخاطب تھا۔کمرے کا دروازہ ہنوز لاکڈ تھا اور اس کے باہر کھڑا اسد مسلسل اپنا حلق پھاڑ رہا تھا۔

''کھول دروزہ تو ذلیل انسان۔''

مکے لاتیں تاب کو جھنجھوڑ کر وہ اپنے کمرے کی سمت دوڑا۔وہاں اس کے کمرے کی سپیئر چابی تھی۔

''ان ہاتھوں سے اسے مار دیا میں نے اپنی سولیم کو۔مار دیا!!!......'' وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ چابی اٹھاتے اسد کے ہاتھ کپکپا اٹھے۔من من بھر کے قدموں کے ساتھ وہ اس کے کمرے کی سمت بڑھنے لگا۔روم سامنے تھا مسافت صدیوں کی۔سفر میلوں دور۔

''تو پھر ٹھیک ہے تم بھی اس کے پاس جاؤ۔''

ایکدم ہاتھ چھڑوایا گیا۔وہ جو اس کے سہارے پر ٹکا تھا جھٹکے سے پانی میں گرا۔اسد کی مسافت طویل تھی۔ جامد آنکھوں سے وہ اس سفر پر روانہ تھا جو بہت پہلے لکھا جا چکا تھا۔

جھپاک سے ڈھیر سارا پانی اس کے وجود کے وزن سے آس پاس اچھلا۔کنارے بھیگے،فرش کی سطح آدھا انچ

کے سمندر میں ڈوبی وہ گیلی سی اسکے چہرے کو پانی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے دیکھنے لگی۔ کبھی صدیوں کے اوراق پلٹو تو ایک وسیع و عریض جہاز سمندر کی تہہ میں ڈوبا تھا۔ بے تحاشہ جانیں ضائع ہوئیں ڈھیر سارا خون بہا۔ چیخ و پکار مدھر سا سوگ نما سنگیت گونجا اور کچھ اس یخ بستہ بے رحم پانی کے توسل سے لقمہ اجل بنے اور کچھ بھیانک داستان سینوں میں دبائے بجھے چہرے کے ساتھ زندہ و نامراد تھے بچ جانے سے زیادہ خوفناک تجربہ حاصل کرنے کا ڈر تھا۔

آج اگر دیکھو تو وہ کوئی ٹائی ٹینک نہیں ڈوبا تھا۔ آج بھی محبت ڈوبی تھی۔ سمندر کا شور بھی ویسا ہی تھا بس چیخ و پکار نہیں تھی۔ موت سامنے کھڑی آنسو ضرور بہا رہی تھی۔ یہ وقت نہیں تھا مرنے کا۔ ابھی نہیں روح کھینچی جاتی تھی لیکن سبیل پیدا کر لی گئی۔ موت کو بلا لیا گیا۔ آج بھی خون بہہ رہا تھا۔ وہ ناک سمیت پانی میں ڈوب گیا۔ آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئیں اور چہرے پر مردوں سی سفیدی پھیلنے لگی۔ وہ ناک جو کبھی اسکا غرور تھی اسکے بالکل نیچے سے سرخ مائع نکل کر بے رنگ پانی کو آتشی رنگ میں بدلنے لگا۔ وہ خون برق رفتاری سے پانی میں مل رہا تھا۔ ساکت وجود کو ایک جھٹکا لگا پھر دوسرا اور پھر تیسرا موت کے آنے سے پہلے کے جھٹکے۔

دیکھا سامنے وہی عبایا والی کھڑی تھی۔ طنز و حقارت سے گھورتی ہوئی موت کی دنیا میں ویلکم کرتی ہوئی، درد کی نہ ختم ہونے والی منزل کی طرف اشارہ کرتی ہوئی لیکن آج اس کا عبایا سفید نہیں تھا۔ آج وہ زرد تھا بالکل انڈے کی زردی جیسا زرد۔ آنکھوں کے اوپر جھلملاتی آتشی ہوتے پانی میں وقت کے بے رحم پنے کھلنے لگے تھے۔ موت سے ذرا پہلے تلخ یادیں اسکی آنکھوں کے سامنے تھیں۔ سیاہ رنگ کے لمبے پوشاک میں ڈھکے وہ بے تحاشہ لوگ اسکی طرف بڑھتے رک گئے کہ ابھی وقت ہونے میں چند سیکنڈز باقی ہیں تو چلو پھر ان باقی کے سیکنڈز میں وقت کا سفر کر کے آتے ہیں جو واقعی رکتا نہیں لیکن محفوظ ہو کر رہ جاتا ہے۔

۞......۞......۞

”لون نہیں ملے گا مطلب نہیں ملے گا۔“

پیچھے سے پھر سے بھاری مردانہ شائستہ نرم آواز ابھری تھی۔ اسد نے خشمگیں نظروں سے اس ہٹیلے انسان کو دیکھا نظروں کا پیغام تھا چپ کر سالے۔

''مسٹر جین یہ بینک آپ کا ہے؟'' ٹھنڈی سخت آواز سے جب اس نے پوچھا تو اسد نے نظریں گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا اسی پل دروازہ کھلا تھا اور دبلا پتلا پکا انگریز اندر داخل ہوا تناؤ زدہ ماحول سے دروازے کی ناب پکڑے پکڑے سب پر نظر ڈالی۔

''ایوری تھنگ از او کے۔''

اسد نے نشست چھوڑی اور اس بار عب والی عبایا میں ملبوس لڑکی کو اشارہ کر کے کہا۔

''مسٹر جین۔''

سولیم پوری گھومی۔اس کے گھومنے سے دعا کے ہاتھ میں بھی حرکت آئی تھی سولیم کی مٹھی میں جو تھا۔

''اوہ تو گویا آپ ہیں مسٹر جین۔کیا میں پوچھ سکتی ہوں یہ بینک آپ کا ہے؟''

جین رکا، دروازے کی ناب چھوڑی پھر اس کے ساتھ بیٹھے براق کو دیکھا۔ساتھ کھڑے اسد پر بھی نظریں پڑیں جس نے ابھی ابھی اسکی کرسی چھوڑی تھی جواب تک اس کے اٹھنے کی سبب لرزش میں تھی پھر ان سب نے دیکھا اس کا سر نفی میں ہلا پھر یکدم اثبات میں ہل گیا۔

''گڈ۔مجھے طاہر گوندل نے بھیجا ہے لون کے سلسلے میں۔''

گلابی پن جھلکاتے لب گہری مسکراہٹ میں ڈھلے اور پرسنگ سے سجی ابرو اوپر کو اچکی۔

''دس از دی لیڈی۔'' دل پھر پکارا۔ادم وہم اس نے نشش کہہ کر اسے لتاڑا۔

''ففٹی پرسنٹ شیئرز میرے بھی ہیں۔'' پیچھے سے پھر سے آواز ابھری۔دعا نے جلدی سولیم کی طرف دیکھا اب یہ کیا کرے گی۔

''اوہ میرا وقت برباد گیا۔'' اونچی بڑبڑاہٹ کے ساتھ اس نے اپنی فائلز سمیٹی۔زمین پر رکھا بیگ کاندھے پر ڈالا اور دعا کو پکڑتی ہوا کی طرح وہاں سے نکل گئی۔براق نے گہرا سانس لے کر اس کی بے بوخشبو کو سانسوں میں اتارا تھا۔

''یہ سب کیا تھا؟'' اسد نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا۔جین جھرجھری لے کر سیٹ پر آ بیٹھا۔

''نئے شکار کی تیاری۔مجھے یہ چاہیے۔''

اسد نے اتنی زور سے دانت کچکچائے کہ جبین تک اسکی آواز گئی۔ براق نے پلاٹینیم رنگ والی ابرو اچکائی۔

''وہ کوئی راہ چلتی نہیں ہے۔ طارق گوندل کی بیٹی ہے تیری پہنچ سے بہت دور ہے وہ۔ بھول جا اسکو۔''

براق نے تپش لئے آنکھوں سے اسے گھورا تھا۔

''دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز پیدا نہیں ہوئی جو براق شاہ کی پہنچ سے دور ہو۔ کل تک مجھے اسکی ساری ڈیٹیلز میری ٹیبل پر چاہیے۔ انڈرسٹینڈ۔''

اسد کا دل کیا اس حکم نامے پر اسکے دانت توڑ دے۔

''نوکر نہیں ہوں تمہارا۔''

''دوست پلس منیجر ہو۔ اس لئے کہا۔''

''ایسی دوستی گئی تیل لینے۔'' لیپ ٹاپ میں بظاہر بزی جبین نے اسکی سکرین پر جھکتے ہوئے مسکراہٹ چھپائی تھی۔

✿......✿......✿

جب کوئی آپ سے بے وجہ کا بیر باندھ لے تو دل ابل ابل جاتا ہے۔ دل کرتا ہے وہ شخص سامنے آئے اور اسکا منہ نوچ لیں۔

آسمان آج کچھ کم ملگجا تھا۔ ہلکے سفید بادل دھوؤں کے مرغولوں کی طرح ادھر ادھر منڈلاتے ہوا کے دوش پر انکھیلیاں بھرتے دکھائی دیتے تھے۔ ایسے اس پر فسوں ٹھنڈی ہوا والے موسم میں وہ شعلوں کی لپیٹ میں گھری ادھر سے ادھر چکر کاٹتی اپنے اور دعا کے مشترکہ کمرے میں پچھی رگز گھسا رہی تھی۔ عبایا اتر کر ہینگر میں لٹک چکا تھا۔ ٹیل پونی میں بندھے بال چلنے کے سبب ہلے جا رہی تھی اور سیاہ سوٹ پر مرون جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ شدید سیخ پا ہو رہی کہے جا رہی تھی۔

''اس کی ہمت کیسے ہوئی مجھ سے پنگا لینے کی۔ میری راہ میں حائل ہونے کی۔ اللہ اسے ہدایت دے۔ میرا دل چاہ رہا ہے میں اسکا خون پی جاؤں۔ الو کا......'' وہ گالی دیتے دیتے رہ گئی۔ دعا کرسی پر ہاتھ میں چپس کا پیکٹ لئے اس چلتے پھرتے شو کو دیکھ رہی تھی تو اس لڑکی کے غصے کو بھی۔

''جرأت دیکھو اس کی۔ مجھے کہہ رہا ہے کہ لون نہیں ملے گا جیسے میں تو مرے جا رہی ہوں پیسوں کے لئے۔''

(ہاں تم تو جیسے منسٹر کی اولاد ہونا جو وہ تمہیں کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا) دعا کا دل جلا تھا ایک بار جو اس نے مڑ کر اسے دیکھنے دیا ہو جلاد کہیں کی۔ وہ ہنوز غصے کی کڑاہی میں پکی کہہ رہی تھی۔

”چیپ، تھرڈ کلاس۔ حلیہ دیکھا تھا تم نے اسکا۔ کانوں میں جھولتی بالی ابرو پر چپکا موتی اور غلیظ آنکھیں اف......“

دعا نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ چپس اور منہ کے درمیان ہاتھ ساکت رہ گیا۔ (ایک نظر میں اتنا کچھ دیکھ لیا یوں تو کہتی ہے مجھے کسی کو دیکھنے کا شوق نہیں گھنی میسنی، ہائے میں تو اس کی مشہور زمانہ آبرو بھی نہیں دیکھ سکی تھی) پھر سوچ میں ہی ٹھنڈی سانس فضا میں چھوڑ دی منہ میں چپس ڈالی اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے کھڑی ہوئی اور بیڈ پر دراز ہوگئی۔

”یار میں تو یہ سوچ رہی ہوں بندہ خوبصورت ہونے کے ساتھ مشہور بھی ہے اور شدید امیر بھی، مطلب ون پیس۔“

سولیم نے کرسی سے کشن اٹھا کر زور سے اسکی طرف پھینکا جسے وہ ڈاج کر گئی۔

”حد ہے تمہارے فلپ دل کی وہ میری مشکلیں بڑھا گیا ہے اور تم ہو کہ اس کے حسن میں قصیدے پڑھے جا رہی ہو۔“ تاؤ سے بولتی وہ پھنکاری تھی۔ دعا نے نفی میں سر ہلایا۔

”یہاں پر تم غلط ہو اور حد تمہاری ہے جب ڈیڈ بلینک چیک سائن کر چکے ہیں تو اس اپرچونٹی سے فائدہ اٹھاؤ لیکن ایک بات مجھے بھی ڈسٹرب کر رہی ہے۔ وہ اتنی بزجنگی سے ہمارے لون لینے کی درخواست کیوں رد کر رہا تھا جبکہ ہم دی طاہر گوندل کے نام پر وہاں گئے تھے۔“ ہم تھوڑی پر ہاتھ رکھے ہوئے کسی مفکر کی طرح گردن ہلائی۔

”اب آئی سمجھ۔“ ٹہلتی سولیم تھمی۔ اسے دیکھا۔

”لگتا ہے اسے لو ایٹ فرسٹ سائٹ ہو گیا ہے۔ اس نے مجھے دیکھا اور اسے مجھ سے محبت ہوگئی۔ رشتہ لانا چاہ رہا تھا تبھی لون اپروو نہیں کیا اب بھلا اپنے سسرالیوں کو۔“

اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے زوردار کشن اپنا تھپڑ اسکے منہ پر رسید کر چکا تھا۔ اس سے پہلے سولیم اس پر جھپٹتی وہ ”پیس پیس پیس“ کی گردان کرتے ہوئے وائٹ پلو امن کے سائن کے طور پر فضا میں لہرانے لگی۔ وہ

غصہ پیتی وہیں کرسی پر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔
دعا نے احتیاط سے اپنا بھورا پاؤں پرپل رگز پر رکھا اور قدم قدم چلتی اس تک آئی کندھے پر ہاتھ رکھا تو سولیم نے اسے جھٹک دیا۔
"یار! تم نا کچھ زیادہ ہی اوور ایکٹر ہو۔ اگر میں نہ ہوں تو تمہاری زندگی بالکل تمہارے پسندیدہ موسم کی طرح ہو جائے۔ زرد بے رونق سی اچھا اب گھورو تو مت۔ ہر وقت کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو بندے کو۔ شائستہ اچھا اچھا بھی کچھ نہیں کہتی۔ یہ بتاؤ آگے کیا کرو گی اب۔"
سولیم نے خود کو کمپوز کیا اور اس براق شاہ پر لعنت بھیجتے ہوئے کہنے لگی۔
"آف کورس۔ اپنا پلاٹ بیچوں گی۔ بینک میں جتنے پیسے پڑے ہیں انہیں دیکھوں گی اور......"
دعا نے اس کی بات کاٹ دی۔
"ہاں ہاں معلوم ہے۔ تم بہت امیر ہو۔ کروڑوں کی جائیداد کی مالک تمہارے باپ نے تمہارے لئے بہت سی دولت چھوڑی ہے لیکن فی الحال تم میرے ساتھ پارٹنر شپ کر لو۔ مجھ سے پیسے لو اور اپنا کاروبار شروع کرو۔"
سولیم کی پوری آنکھیں کھلی تھیں۔ حیرت سے اس غریب کو دیکھا جو ابھی کچھ دیر قبل چاچو کے بلینک چیک پر اسے مطلوبہ رقم سے زیادہ پیسے لکھنے کا کہہ رہی تھی تا کہ اس بے چاری کی اس مہینے کی پاکٹ منی بن سکے۔
"اور تم کہاں سے دو گی پیسے۔" مشکوک نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔ (شکی عورت)
"الحمدللہ۔ میں بھی امیر باپ کی بیٹی ہوں۔" ناک چڑھا کر کہا۔ "اور میرے اکاؤنٹ میں بھی پیسے ہوتے ہیں۔ تم اپنا اکاؤنٹ خالی کرو میں اپنا دونوں کے پیسے مل کر دی عبایا بنا لیتے ہیں۔"
باہر تیز چلتی ہوا نے کھڑکی سے اپنا منہ لگایا اور ٹھنڈی سانس لی۔ شیشے پر گیلی نمی پھیلنے لگی۔
"ہرگز نہیں میرے اصولوں کے مطابق کبھی بھی اپنے رشتے داروں کے ساتھ پارٹنر شپ نہیں کرنی چاہیے۔" بے نیازی سے شانے اچکا کر وہ ہاتھ جھاڑتی کھڑی ہوئی تھی۔ دعا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔
"پارٹنر شپ مبارک ہو۔"
"اور ہاں۔" وہ قدم قدم چلتی پیچھے ہٹی۔ "میرے سسرالیوں کی ذرا خاطر مدارت......"

''دعا۔'' سولیم کشن اٹھاتی اسکے پیچھے بھاگی تھی۔ آج پھر ان در و دیوار میں ان کی ہنسیاں گونج رہی تھیں۔

✿......✿......✿

''دھمکا رہے ہو؟''

فضا میں عجیب سی سوندھی سی خوشبو پھیلی تھی۔ شاید اس میں سوکھے پتوں کی اور خزاں رسیدہ درختوں کی بھی مہک رچی بسی تھی۔ اس کے ایکوریم فلور والے گھر میں چہار سو ہلدی پھیلی ہوئی تھی۔ لان بالکل زردی میں ڈوبا ہوا تھا۔ سارے پھول مرجھا کر نیچے کو منہ لٹکائے بس بکھرنے کے منتظر دکھائی دیے۔ جاتی خزاں نے اپنا رنگ خوب چھوڑا تھا کہ اس کے آثار اب تک دکھائی دیتے تھے۔ اس گھر کی وی شیپ چھت بڑے بڑے درختوں کے زرد پتوں سے ڈھکی تھی یہاں تک کہ پورچ بھی ان کڑکڑاتے پتوں سے بکھرا پڑا تھا۔ وہاں ایک گاڑی کے ٹائر آ کر تھمے۔ پتے ان کے نیچے چرمرہوئے۔ لان کے بالکل وسط میں مرمیڈ کے فوارے کے ساتھ وکٹورین طرز کا ٹخنوں تک لباس پہنے سفید فراک پر سیاہ ایپرن پہنے بالوں پر ماتھے کے اوپر سیاہ رومال لپیٹ کر بڑی سی جھاڑو سے زرد پتے ایک طرف لگاتی میڈ نے سر اٹھایا۔ سیاہ کار کھلی اور اس میں سے سیاہ گھٹنوں تک اوور کوٹ پہنے سیاہ چشمہ لگائے براق باہر نکلا۔ اسکے پیچھے اسکے گارڈز بھی تھے۔ ایکوریم فلور والے گھر کے پورچ میں سوکھے پتوں کے مرنے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ براق شاہ نے اپنا اوور کوٹ اتارا۔ نیچے سے بھی سیاہ شرٹ ہی نکلی تھی جسکے بازو کہنیوں سے ذرا نیچے جمع ہوئے تھے۔ وہ اندر جانے کی بجائے لان میں آنے لگا۔ میڈ نے اسے گڈنون کہا تھا۔ سر کو خفیف سی جنبش دے کر وہ ان لکڑی کے سے سٹائل میں بنی چھتری کے نیچے آ کر بیٹھا جس کے درمیان میں گول ویسی ہی میز رکھی تھی اور آس پاس ویسی ہی لکڑی کی طرح کی کرسیاں۔

اسے کافی سرو کی گئی۔ موبائل پر لگا وہ گھونٹ بھرنے لگا دفعتاً جالی دار گیٹ کھلا اور ایک کار اندر داخل ہوئی۔ اس نے نگاہ نہیں اٹھائی یونہی بیٹھا رہا۔ دبلے قد کا ایک انگریز اس میں سے نکلا اور ہاتھ میں فائلز کا پلندہ اٹھا کر اسکی سمت بڑھنے لگا۔ رنگ ٹیون بجنے لگی اس نے کال کاٹی اور اس شخص کو دیکھنے لگا جو اس کے سر پر کھڑا کہہ رہا تھا۔

''سر! یہ اسد سر نے بھجوائی ہیں۔''

براق نے گلاسز اتارے، سیل فون نیچے رکھا۔ وکٹورین طرز کے لباس میں کھڑی میڈ اب وہاں سے جا رہی تھی جبکہ اس کے گارڈز دور کھڑے دکھائی دیتے تھے البتہ ایک گارڈ اب بھی اسکے سر پر کھڑا تھا۔ یہ وہ تھا جو اس دبکے قد والے انگریز کی چیکنگ کر کے اسے ساتھ لایا تھا حالانکہ وہ انگریز شناسا تھا لیکن احتیاط اپنی جگہ۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک فائل تھامی کھولی اور سیدھا ہو بیٹھا ہاتھ سے گارڈ کو چلے جانے کا اشارہ کیا اور اس دبکے قد والے کو بیٹھنے کو کہا۔

وہ فائلز پڑھ رہا تھا ساتھ ساتھ وہ انگریز بریفنگ بھی دیے جا رہا تھا۔

"سر! ان کا نام سولیم ہے۔ ڈاکٹر سولیم شفیق وہ ایک سائیکٹرسٹ ہیں اور "دی مائنڈ" میں حال ہی میں اپائنٹ ہوئی ہیں۔" وہ بولے جا رہا تھا۔ براق صفحے پلٹائے جا رہا تھا اسکی آواز کہیں دب گئی تھی فائل کے صفحوں میں درج انفارمیشن اسکی گریفائیٹ آنکھوں کو خیرہ کرنے لگیں۔ لفظ بولنے لگے۔

"وہ ایک سخت مزاج لڑکی ہے ایک سنگین ڈاکٹر بھی لیکن دوست فطرت کی مالک ہے چہرے پر غصہ بھرا ہوتا ہے لیکن پس پردہ بہت نرم خو سی ہے۔ آواز دبنگ ہے لیکن مٹھاس سے پر رہتی ہے دوستوں کی دوست ہے دشمنوں کے لئے جلاد۔ حاکمیت کوٹ کوٹ کر اس میں بھری ہے اور چچتی بھی ہے قد میں وہ پانچ فٹ سات انچ نمبر لے گئی ہے۔ دیکھنے والوں کے لئے خوبصورت ہے نہ دیکھنے والوں کیلئے خرانٹ۔ تعلیم ماشاءاللہ بہت زیادہ ہے تبھی تو ڈاکٹر کی مسند پر قائم ہے۔ گولڈ میڈلسٹ ہے اور پاکستان کی سائکاٹرسٹ میں نمبر دوم پر اپنا نام لکھواتی ہے۔ بہن بھائیوں میں تیسرے اور آخری نمبر پر ہے۔ بھائی شادی شدہ ہے اور سعودی عرب میں ہوتا ہے جبکہ بہن مسقط میں اپنے شوہر کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔ والد صاحب نہیں ہیں اور والدہ چاچو کی فیملی کے ساتھ رہتی ہیں۔ چاچو کی لاڈلی ہے اور خاندان کی بااثر لڑکی۔ اہم بات وہ سنگل ہے۔

"گڈ ویری گڈ۔"

اسد کی انفارمیشن بھلے ستائشی نہیں تھی پھر بھی اس نے سراہا۔ آنکھ کے اشارے سے اس شخص کو جانے کا کہا اور کمینی مسکراہٹ کے ساتھ نمبر ڈائل کرنے لگا۔ گو کہ وہ ٹین ایجر نہیں تھا لیکن پھر بھی کلام کے لئے تو اس برقی آلے کا سہارا ہی لینا پڑتا ہے نا اس نے لیا تو بھلا کونسی قباحت ہے۔

بیل جارہی تھی۔ابھی ابھی کلینک سے لوٹی سولیم نے خالی گھر کو دیکھا یعنی ابھی دعا اور چاچو نہیں لوٹے تھے۔

کمرے میں جا کر وہ فریش ہوئی، نماز پڑھی۔اس کے بعد ڈھیر ساری نیوز دیکھی۔ساتھ ساتھ نوڈلز سے بھی

انصاف کیا بے وقت بھوک یو نو۔

پھر سیل اٹھا کر اس پر لگ گئی بے تحاشہ اپنے پیشے سے متعلق ویب سائیٹس چیک کیں۔کچھ امراض کی

ریڈنگ کی۔کچھ پر بیٹھے بیٹھے تبصرے بھی کیے۔مغرب ہونے میں ابھی بیس منٹ پڑے تھے وہ ایک ویب

سائیٹ کا پیج سکرول کر رہی تھی جب سیل فون بلاکڈ نمبر کی کال سے گونج اٹھا اس نے احتیاط سے کال اٹھائی اور

ہیلو کہا۔

براق کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔وہ نیم دراز سا ٹیبل پر پاؤں رکھ کر بیٹھا اور فرصت سے ہائے کہا۔

سولیم نے ٹی وی کی آواز میوٹ کی۔

''جی فرمائیں کون؟'' آج گریفائٹ آنکھوں کے اوپر ٹھہری بھوری آبرو پر اوپر نیچے دو ننھے ننھے پلاٹینم

کے موتی چھدے تھے جو مغروریت سے بھنور اٹھانے پر اسکے ساتھ ہی اوپر اٹھتے چلے جاتے تھے لیکن اس وقت

اسکی بھنور پر تناؤ نہیں تھا متوازن تھیں۔

''میں......'' طویل وقفہ دیا تیز ہوا کا جھونکا آیا۔''آپ کا بیمار۔'' شانے اچکائے۔درخت کی ٹہنیاں ہوا کے

جھونکے کے ساتھ ڈھیر سے زرد پتے اس پر گرانے لگیں جسے لکڑی کے طرز کی بنی چھتری نے روک لیا تھا۔وہ پتے

وہاں سے پھسل کر لان کی پھیلی ہوتی گھاس پر گرے اور کچھ مرمیڈ فاؤنٹین کے سفید پانی میں۔

''ایکسکیوزمی۔'' آواز میں سختی در آئی کیا۔یہ ذومعنیت تھی یا حقیقی بیماری کا ذکر تھا۔''میں نے آپ کو پہچانا

نہیں آپ اپنا نام بتائیں۔''

براق نے چھتری کے چاروں اور سے گرتے زرد پتوں کو دیکھا جو بارش کی طرح اس کی سطح سے پھسل پھسل

جا رہے تھے۔

''بندہ بشر کو براق شاہ کہتے ہیں۔''

وہ یکدم سیدھی ہوئی۔ماتھے پر تیوری پڑی۔کیا یہ باکسر براق شاہ تھا اس نے دماغ میں جوڑ توڑ کی۔کہیں بھی

کوئی بھی اس کا پیشنٹ براق شاہ نام کا نہیں تھا البتہ آج سے تین سال قبل جب وہ نئی نئی ڈاکٹر بنی تھی تب ایک براق کا اس نے علاج کیا تھا لیکن وہ براق اصغر تھا اور اسکی کاسٹ بھی اعوان تھی مطلب کہ یہ وہی ہے۔

''سوری، میں کسی براق شاہ کو نہیں جانتی۔'' وہ کال کاٹنے ہی لگی تھا جب وہ جھٹ سے بولا۔

''کال نہیں کاٹ سکتیں آپ جب تک میں نہیں چاہتا۔ سو پلیز چپ چاپ جو میں کہہ رہا ہوں سن لیں۔''

عجیب سا حاکمانہ لہجہ تھا۔ سویلم نے فوراً ریڈ بٹن پر کلک کیا۔ ندارد کال چلتی رہی۔

''اوہ تو اب وہ اسکا سیل فون ہینڈل کر رہا ہے کیوں؟'' وہ الجھ گئی۔

''تمہیں نہیں لگتا اس عمر میں یہ ٹین ایجر والی حرکتیں بہت ہی بچگانہ لگتی ہیں۔ دو منٹ ہیں جو کہنا ہے فٹافٹ کہو۔'' سخت لہجہ اکھڑا انداز۔

براق سیدھا ہوا وہاں سے چل کر فاؤنٹین کے ماربل پر ٹک گیا۔ اندر پانی میں زرد پتے محو رقص تھے وہ کہہ رہے تھے۔

''باوقار پلس روڈ پلس میچور۔''

''آئی لائک اٹ۔ چند روز پہلے میں نے ایک بڑے سے ایکوریم میں ایک انسانی مجسمہ دیکھا۔ زرد مجسمہ جیسے ابھی خزاں کے زور سے پتے ہوئے پڑے ہیں تم نے دیکھے ہیں؟ دیکھنا اندازہ ہو جائے گا اس مجسمے کا رنگ بھی بالکل ویسا ہی تھا لیکن وہ پانی میں تیرتا ہوا معلوم ہوتا تھا یا پھر پانی اس میں تیر رہا تھا۔'' وہ کھویا اپنے وی شیپ میں کھڑے گھر کے دائیں بائیں لگے بڑے سارے درختوں کو دیکھا۔ اس کی گریفائٹ آنکھوں میں زردی گھل گئی۔ ایسا لگا اس فاؤنٹین کے سفید ماربل کے کنارے بیٹھے شخص کی آنکھیں زرد روشن نگینوں سے جگمگا اٹھی ہیں۔

''میرے دل کو اس مجسمے نے کھینچ لیا۔''

سویلم کے پلے لکھ اس کی بات نہیں پڑ رہی تھی لیکن اگلے الفاظ نے دھماکے کر دیے۔ وہ فوراً کھڑی ہوئی دماغ کی الجھن اس کے جوڑ توڑ بالآخر سلجھ ہی گئے۔ وہ کہہ رہا تھا

''میں وہاں سے چلا تو گیا تھا لیکن سوچ لیا تھا اس مجسمے کو اپنا ضرور بنا کر رہوں گا۔ وہ کیا ہے نا کہ ایک بار جو اس اڑیل دماغ میں بیٹھ جاتا ہے اسے نکالنا پھر ناممکن ہو جاتا ہے۔ میں بہت ضدی آدمی ہوں ضد میں جان بھی

لے لوں تو برا نہیں مانتا۔ خیر پھر وہ مجسمہ مجھے بینک میں نظر آیا۔ وہی رنگ وہی سراپا وہی انداز۔ ہوسکتا ہے اگر رنگ چینج ہوتا تو میں اٹریکٹ نہ ہوتا لیکن مجھے نہ اورنج مائل زرد رنگ بہت بھاتا ہے اب مجھے وہ مجسمہ چاہیے اور......"

وہ تھما۔ سولیم کا دل بھی تھم گیا۔ "ہر صورت چاہیے تو کیا کہتی ہیں اب ہم کب مل رہے ہیں؟"

سولیم پہلے تو خوف زدہ سی سنتی رہی پھر شاک اترا اور ناگواری عود کر آئی۔ بولی تو لہجے میں ویسی ہی تختی و سرد مہری تھی۔

"وہ کیا ہے نا کہ مسٹر شاہ۔" وہ اس کے طرز تخاطب پر مسکرایا۔ پلس الگ۔ "مجھے چیپ لوگوں سے انتہا سے زیادہ الرجی ہے ان سے ملنا تو دور، بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی۔ بہتر ہوگا تھوڑا میچورٹی کا ثبوت دیں اور آئندہ مجھے کال نہ کریں۔"

"آف کورس میں میچورٹی کا ثبوت دونگا۔ کال نہیں کرونگا ہم ملا کریں گے۔"

سولیم نے ضبط سے آنکھیں میچیں۔

"اللہ حافظ۔"

"میں نے کہا نا کال تب تک چلے گی جب تک میں چاہوں گا۔ اگر کال کاٹی جو کہ کٹے گی نہیں یا پھر فون بند کر کے رکھا تو باخدا دس منٹ میں، میں تمہارے مقابل ہونگا۔" جنونیت سے بھری آواز پر سولیم نے مقفل دروازوں کو دیکھا۔

"دھمکا رہے ہو؟۔"

"امم، ہم ڈرا رہا ہوں۔"

سولیم مسکائی پھیکی۔ مسکراہٹ چلو جی نئی مصیبت لگ گئی گلے۔

"تو ٹھیک ہے میں ڈر گئی اللہ سے۔"

اس نے جھٹ سے سیل کی بیک سائیڈ کھولی اور بیٹری نکال کر اسے صوفے پر اچھال دیا۔

"بلڈی ہیل۔"

وہ ابھی پر سکون ہی ہوئی تھی کہ چنگھاڑتی گھنٹی سے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا محتاط سی اٹھی، مین ڈور

تک آئی۔ کی ہول سے جھانکا تو چاچو اور دعا کھڑے تھے اسکی جان میں جان آئی جھٹ سے دروازہ کھولا۔

''السلام علیکم آج خاصی دیر کردی آپ لوگوں نے۔'' وہ سائیڈ پر ہوئی۔ دونوں اندر آئے چاچو کے چہرے پر ناگواریت چھائی ہوئی تھی جبکہ دعا کا چہرہ لٹک رہا تھا۔

''اپنی اس چہیتی سے پوچھیں۔'' وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے اندر کی طرف بڑھے۔

''کیا کیا ہے دعا تم نے؟'' دعا کے پیچھے پیچھے آتے اس نے پوچھا تھا۔ پھر وہ کچن کی سمت بڑھ گئی پانی کی بوتل اور دو گلاس اٹھا لائی۔ چاچو کو دیا۔ دعا کو دینے لگی انہوں نے ٹوک دیا۔ دعا نے اسکے ہاتھ سے بوتل جھپٹی اور لبوں سے لگالی چاچو کو اور غصہ آیا۔

''نا جانے کب یہ تمیز سیکھے گی۔'' یہ ان کی آنکھوں کا پیغام تھا۔

''میں نے کچھ نہیں کیا۔ گاڑی ٹھک گئی تھی ڈیڈ سے لفٹ مانگی اس پر منہ بنائے بیٹھے ہیں کسی کلاس فیلو کے ساتھ آتی تب پتا چلتا۔'' آخری جملہ منہ میں بڑبڑایا۔

''یہ بھی تو پوچھیں اس نے گاڑی ٹھوکی کیسے۔'' (ہونہہ یہ میڈم آپ جناب پوچھیں شوچھیں اور میں تو تڑاک اس اس)

''کیسے ٹھکی تمہاری گاڑی؟''

وہ اس کے اندر کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر پوچھ رہی تھی۔

''کیوں بتاؤں تم کونسا میرے شوہ...... '' لفظ آدھا منہ میں رہ گیا۔ ڈیڈ کی سخت نگاہ اور سویلم کا قہر۔ اس نے جھرجھری بھری۔ جانے کن جلادوں میں پھنس گئی تھی وہ۔

''اچھا بتاتی ہوں۔'' ڈیڈ کی سختی سے خائف ہو کر کہنے لگی۔

''میں اپنی کلاس اچھا بھئی اپنے کلاس فیلو...... '' ایک اور گھوری نے تصحیح کروائی۔ '' کے ساتھ ریس لگا رہی تھی ہاں ہاں مین روڈ پر تھی یہ ریس۔'' (اف توبہ ہے بھئی جیسے یہ تھوڑی تلے ہاتھ رکھے بیٹھی محترمہ جج ہیں جن سے جھوٹ بھی نہیں بولتا) ''پھر کیا تھا میں ریس جیت گئی پورے ٹین پونڈز لیکن۔''

اب وہ پیخ پا کہہ رہی تھی۔ ''ان انکل نے میری جیتی رقم اس جیک کو واپس کردی میں نے کتنی محنت سے جیتی

تھی وہ رقم کتنا پٹرول جلایا اپنا اسے جیتنے میں۔"

طاہر نے آواز کے ساتھ گلاس ٹیبل پر رکھا۔سولیم سیدھی ہو بیٹھی البتہ چہرے پر بالکل چاچو جیسی ناگواریت در آئی تھی۔

"اس نے......" وہ انگلی سے دعا کی طرف اشارہ کرتے بولے جبکہ نگاہوں کا رخ سنجیدہ سولیم پر تھا۔

"اس جیکب کی گاڑی ٹھوکی، ایک چالان کیا اور اس بے چارے کا ماتھا پھوڑا اور پھر بھی یہ کہتی ہے کہ میں نے اس کی رقم واپس کیوں کی کیا میں نے غلط کیا؟"

"بالکل بھی نہیں چاچو۔" سولیم نے فوراً تائید کی۔دعا نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا۔کاش اسے اس سے محبت نہ ہوتی۔تصور کی آنکھ سے اس نے سامنے بیٹھی اس چاچو کی چمچی کا منہ نوچ ڈالا تھا۔دل کو ٹھنڈک ملی۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کیا یہ کوئی تمیز نہیں ہوتی ریس لگا رہی ہو وہ بھی پیسے سے۔دعا اب تم حرام کھاؤ گی۔"

وہ پوری اسکی طرف مڑتی دکھ اور صدمے سے کہہ رہی تھی۔

دعا تو پہلے ہی جلے بیٹھی تھی بھنا اٹھی۔

"محنت سے کمائی گئی چیز حرام نہیں ہوتی اس میں میرا پسینہ بہا تھا۔" بودی تاویل سولیم اس افسوس سے دیکھے گئی۔وہیں مقابل صوفے پر بیٹھے طاہر نے بھی اپنا سر پکڑا تھا جانے اس لڑکی کا کیا بنے گا۔

"پسینہ تو شراب بنانے میں بھی بہتا ہے تو کیا اس سے حاصل کیے گئے پیسے بھی حلال ہو گئے؟"

"اچھا اچھا، بس سمجھ گئی ہوں میں۔کوڑے سے اٹھا کر لائے تھے نا مجھے تبھی اتنی سختی کرتے ہیں یاد رکھنا جس دن مجھے میرے اصل والدین مل گئے نا پلٹنا بھی نہیں ہے میں نے۔"

اور یہ کہہ کر وہ جھپاک سے اپنا دوسٹرپیں والا سٹرابیری بیگ اٹھا کر سیڑھیوں کی اور بھاگی تھی۔سولیم نے پھیکی سی مسکان سے چاچو کو دیکھا جو تھکی تھکی سی سانس خارج کر رہے تھے۔

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کاش اس کو واقعی کو اسکے اصل والے والدین مل جائیں۔"

سولیم نے مسکراہٹ دبائی۔

"اسے آل ریڈی ملے ہوئے ہیں۔" سولیم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا چیز ہے یہ۔" سیڑھیوں کی جانب دیکھتے وہ اس سے مخاطب تھے۔ وہ گہرا مسکرا کرشا نے اچکا گئی اور یہ مسکراہٹ اس کی چند منٹ قبل ہونے والی تلخ پریشان کن گفتگو کو بھولنے کی گواہ تھی۔

❁......❁......❁

"ٹرکر......ٹرکرسان؟"

ٹوں کی آواز نے بتایا کہ سیل کو بے جان کر دیا گیا ہے۔ شرارتی مسکراہٹ لبوں پر لا کر نفی میں سر ہلاتا وہ لاؤنج کے مین ڈور پر پہنچا۔ ابھی اسکے قدم شیشے کے نیچے ٹھہرے پانیوں والے فرش پر پڑے بھی نہیں تھے جب اسکی لاڈلی چہیتی اس کی جان گولڈی (گولڈفش) پتا نہیں کہاں سے نکل کر دم ہلاتی ہوئی گولی کی سپیڈ سے اسکے قدموں میں پہنچی اور اس کے پاؤں چومنے لگی۔

"ہائے گولڈی کیسی ہو؟" ٹھک ٹھک پاؤں اس نے فرش پر مارا۔ وہ فرط مسرت سے اسکے پاؤں کے گرد چکر کاٹنے لگی۔

"ہبی شیین جانوروں کو خوراک ڈالو۔" اس نے ایک میڈ کو آواز دی۔ دن میں دو بار ا یکوریم میں دانہ ڈالا جاتا تھا۔ اب شام تھی اور کھانے کا وقت ہو چلا تھا۔

"یس سر۔" مؤدب سی آواز آئی۔ وہ اپنے روم کی طرف جانے لگا۔ گولڈی اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ بالکل اس کے پاؤں سے چپکی ہوئی۔ وہ اپنے روم میں آیا۔ شرٹ اتار کر صوفے پر پھینکی اور کمر کے بل بیڈ پر گر گیا۔ خوشگوار چہرے پر سختی در آئی۔ ماتھے پر بل پڑے آنکھوں کی پتلیاں چھت پر لگے فانوس کو دیکھنے لگیں۔ اس کی روشنی بہت چندھیا دینے والی تھی۔ آنکھوں نے شٹر گرایا اور سیاہ پردے پر صبح کی مصروفیت روشن ہونے لگی۔

وہ ایک ریمپ واک کے لئے انوائٹڈ تھا۔ کیژول ویئر کو متعارف کرواتی ریمپ تھی یہ۔ جو ابھی وہ سوٹ پہن کر آیا تھا کٹس لگی جینز بالکل سادی شرٹ اور گھٹنوں کو چھوتا ڈبل بٹن سٹائل اوور کوٹ اور بلیو گاگلز یہ اسی برینڈ کے تھے جن کے لئے وہ واک کرنے گیا تھا۔ تبھی اس کی آبجر کی بالی کی جگہ یہ دو موتی آئے تھے۔ بالوں کے سپائکس اور ہاتھ میں ڈھیر سارے ربڑ بینڈز۔ کان کی بالی وہ ہی تھی۔ اوور کوٹ کے بٹن بند کر کے وہ ڈیزائنر لیسا کے ساتھ ریمپ پر آیا۔ وہ شوسٹاپر تھا دائیں بائیں ڈھیر سارے ماڈلز کھڑے تھے۔ وہ ان کے بیچ لیسا کی برہنہ

پشت پر ہاتھ رکھ کر اینڈ تک آیا۔ فلیش لائٹس کلک کلک کی آوازیں۔ لیسا نے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ مسکایا۔ اس کے تھوڑا اور قریب کھسکا۔ اتنا کہ وہ بالکل اسکی بغل میں گھس گئی۔ چند اور تصاویر اتاری گئیں۔

دفعتاً لیسا اسکے مقابل آئی اور نازیبا حرکت کر گئی۔ تصاویر اتریں وہ اس کے ساتھ مڑ گیا۔ شو ختم لیکن گیدرنگ جاری تھی۔ وہ ایک ٹیبل سے پرے ہاتھ میں ہائی کوالٹی کی پر اثر شراب کا گلاس لئے کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا۔ جب کھنکھارنے پر مڑا۔

اور پھر اسے حیرت بھرا اچھنبا ہوا۔

''ٹرکرٹر کرسان؟'' مسکرا کر اسے مخاطب کیا۔

اس نوجوان نے شانے اچکا کر بھنویں بھی اچکائیں۔ وہ اٹھارہ سال کا بھی نہیں تھا لیکن اپنی عمر سے بڑا دکھتا تھا۔

''اوہ تو براق شاہ مجھے بھی جانتے ہیں۔'' وہ باکسنگ میں نیا تھا اور اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے جونیئرز میں خاصہ نام کما رہا تھا۔

''لوزرز ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔'' وہ کہنے والا تھا۔ ''تمہیں کون نہیں جانتا بچے لیکن شرارت کو من کیا تو چھیڑ دیا براقس ککس یو نو۔''

اس نوجوان نے دانت کچکچائے۔

''کیا آپ کو کبھی کسی نے بتایا ہے کہ آپ جلد ہی بوڑھے ہونے والے ہیں اور تب میں آپ کے مدمقابل آنے والا ہوں اور آپ کو اس سے زیادہ پیٹنے والا ہوں۔ اس سے زیادہ ذلیل کرنے والا ہوں اور اس سے زیادہ ہی چیٹنگ کرنے والا ہوں جتنی آپ نے کی تھی۔''

براق کا قہقہہ، بہت سی ستائشی نظریں اس طرف اٹھی کچھ میں پیغام بھی تھا۔ وہ گلاس خالی کر کے میز پر رکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ اسکی ٹی شرٹ کا کالر درست کیا اور اس کے کان میں بولا۔

''نہیں لیکن بتانے کا شکریہ میں انتظار کروں گا۔''

پھر وہ سیدھا ہوا، ویٹر کو دو انگلیوں سے آنے کا اشارہ کیا۔ دو گلاس اٹھائے اور اس کی طرف مڑا۔ سرخ مشروب سے آدھا بھرا وائن گلاس اسکی اور بڑھایا۔

"مجھے بچہ نہ سمجھیں جب سے میں نے وہ میچ اور اسکے بعد ہونے والی گفتگو سنی ہے نا مجھے تم سے نفرت ہونے لگی ہے۔" طرز تخاطب بدلا لیکن چونکہ وہ انگریزی میں بولتے تھے سو خاص فرق نہ پڑا۔

"میں تمہیں برباد کر کے رکھ دونگا۔" براق نے گلاس خالی کیا۔ خمار اس پر چڑھنے لگا تھا۔

"ول سی لیکن یاد رکھنا براق شاہ صرف ایک ہے۔ نہ ہی وہ آج تک ہارا ہے اور نہ ہی ہارے گا۔ اولمپک گولڈ میڈلسٹ ہوں میں پیٹرسان جیسے ہزاروں پچھاڑ دوں۔"

اس کی ناک تک آتے ٹرکر نے خود کو بالکل اسکی ناک کے پاس روکا اور کہا۔

"میں وہ گولڈ میڈل تم سے چھیننے والا ہوں تب تک تم اس کا دھیان رکھنا۔" وہ پیچھے ہٹا اور ہٹا پھر رکا اور اونچی آواز کے ساتھ بولا اتنی اونچی کہ آس پاس کے لوگوں نے بھی سنا۔

"ایلسا تمہاری گرل فرینڈ تھی نا۔ سنا تھا وہ تمہاری اولاد کو اس دنیا میں لانے والی تھی کیا وہ لے آئی۔"

براق پورے دانتوں سے مسکرایا۔ زہر خند انداز میں جو بات اس نے اپنے باپ سے بھی چھپائی تھی وہ اسے کیسے معلوم ہوئی ڈاکٹر ڈیل تم تو گئی کام سے۔

"نہیں لیکن یقین کرو جب میں باپ بنوں گا تو تمہیں ضرور بتاؤں گا۔ ہوپ سو تب تک تم ڈائپر سے نکل چکے ہو چیئرز۔" دوسرا گلاس اوپر کر کے اس نے لبوں سے لگایا۔ آس پاس کے لوگ جو بالکل ٹھہر گئے تھے اس کے لفظوں پر کھی کرنے لگے۔ ٹرکر نے سرد نظروں اسے دیکھ کر دبی آواز سے آئی ول فنش یو کہا۔ وہ ایک اور گلاس کا ہاتھ بلند کر کے اسے چڑانے لگا۔

گھنٹی بجی اس نے چونک کر سیل فون اٹھایا۔ ڈیل کالنگ۔

"تم ختم ہو۔" فقط تین لفظ اور رابطہ منقطع۔ وہ بار بار پریشانی سے اسے کال ملاتی رہی لیکن وہ براق شاہ تھا ایک بار قطع تعلق کیا مطلب کیا۔

۞......۞......۞

"سولیم! کیا آپ کو کبھی کسی نے بتایا ہے آپ غصے میں کس قدر کیوٹ لگتی ہیں۔"

"دی عبایا" کی اوپننگ بڑے پیمانے پر تو نہیں ہوئی تھی لیکن ان کے تمام رشتے دار عزیز و اقارب اور کچھ

فیلوز اس تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ چونکہ سولیم کی کوئی دوست نہیں تھی۔ عجیب بات ہے لیکن واقعی اس کی کوئی دوست نہیں تھی تو دوستوں کی جگہ اس کے پیشنٹس نے اس تقریب کو رونق بخش دی تھی۔ چھوٹا سا ''دی عبایا'' ڈھیر سارے پھولوں اور سولیم کے ڈیزائن کردہ عبایا سے سجا ہوا تھا۔ اندر باہر ڈمی نقاب اور بغیر نقاب کے کھڑے تھے ریکس میں بھی عبایا لٹک رہے تھے۔ چند ایک ٹی وی چینلز کی کوریج اور چند مشہور ڈیزائنرز بھی یہاں موجود تھے اور کچھ مقامی لوگ بھی وہاں آئے ہوئے تھے اور ادھر ادھر ٹہل کر مناسب قیمت پر دستیاب عبایا دیکھ رہے تھے لیکن چونکہ وہ یہ اسلامی پوشاک نہیں پہنتے تھے اس لئے وہ خرید بھی نہیں رہے تھے۔

کونے میں کھڑی گلابی عبایا پہنے سولیم چھپی مسکراہٹ کے ساتھ یہ سب دیکھ رہی تھی۔ بچپن سے ہی اسے عبایا کا شوق تھا۔ دادی جب اپنا یہ لمبا کھلا مہارانیوں جیسا عبایا پہن کر اسے سکول ڈراپ کرنے یا کبھی کبھار لینے آتی تھیں تو اس کا بھی دل کرتا تھا۔ وہ بھی ان کی طرح یہ شہنشاہی لباس پہنے اور قدیم شہزادیوں کی طرح اکڑ کر چلے لیکن چونکہ دادی کی چال میں ایک وقار ہوتا تھا، ایک عاجزی تو پھر وہ خود سے کہتی تھی۔ نہیں سولیم انسان کی چال میں اکڑ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر تم اکڑ گئی نا تو ٹوٹ جاؤ گی۔'' وہ ماما کی بات خود سے دوہراتی تھی۔

پھر ایک دن یونہی اس نے دادی سے کہا اس نے بھی عبایا پہننا ہے۔ وہ چونکی اپنا نازک گولڈن فریم والا چشمہ اتار کر سائیڈ پر رکھا اور تفصیل سے اسے دیکھا۔

''ٹھیک ہے لیکن کیا یہ فن کے لئے ہے؟'' انہوں نے جنرل سا پوچھا۔ سیونتھ کلاس کی سٹوڈنٹ نے شرمندگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہم۔ کتنے دن تک کیری کرنا چاہتی ہو؟''

''ہمیشہ کے لئے۔'' دبے دبے سے لہجے میں کہہ کر وہ ان کی رنگ برنگی اون کی سلائیوں کو دیکھنے لگی۔

''نقاب بھی کرو گی اس کے ساتھ۔''

اب کہ اس نے خوف سے سر اٹھایا۔ دادی کی بالکل پیچھے شیشے کی دیوار کے اس پار اسے اپنے ڈھیر سارے کزنز نظر آئے جن کے ساتھ وہ روز کبھی سنوکر کبھی کرکٹ تو کبھی والی بال کھیلتی تھی۔ ڈبڈبائی آنکھوں والی سیونتھ کلاس کی لڑکی کا سر اثبات میں ہلا حالانکہ اس نقاب کا مطلب وہ جانتی تھی۔

”تو پھر تم نے اس کو فن کیوں کہا؟“ دادی نے دلچسپی سے اس سے پوچھا۔

”کیونکہ مجھے لگتا ہے یہ شہزادیوں کا ڈریس ہے۔ لائک فیری ٹیل ورلڈ پوشاک ان میں جو لمبے لمبے گاؤن ہوتے ہیں وہ بھی تو ایسے ہی ہوتے ہیں نا۔“

اب دادی سنجیدہ ہوئیں۔

”سولیم! یہ پریوں کا لباس ہی ہے تمہیں ایسا لگتا کیوں ہے تمہیں اس پر یقین ہونا چاہیے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے ہماری جتنی بھی مسلم خواتین تھیں یہ ان کا لباس ہوتا تھا وہ اسے پہنتی تھیں اور اچھے سے کیری کرتی تھیں کیونکہ وہ پریاں تھیں۔“

اسکی آنکھوں میں چمک اٹھی۔ ”اگر میں یہ پہنوں گی تو کیا ان کی طرح دکھنے لگوں گی۔“

”اگر تم اسے پہنو گی، اس کی عزت کرو گی، اسکی حفاظت کرو گی اور اس میں خیانت نہیں کرو گی تو واقعی تم ان کا نام روشن کرو گی اللہ تم سے خوش ہوگا۔“

”ہاں۔“ فرط جوش پھر بجھتی جوت۔

”کیا یہ مجھے ایسے قبول کریں گے؟“ سیونتھ سٹینڈرڈ کی بڑی بڑی دکھتی بچی دراز قد گھیر دار شلوار کے ساتھ چھوٹی انگ رکھا ملٹی پرنٹڈ فراک سامنے سے بہت اونچے اٹھے بال اور پیچھے لمبی ٹیل پونی گلے میں ایک سائیڈ پر پڑا دوپٹہ۔

”کیا اللہ تمہیں ایسے قبول کرے گا؟“ سوال تھا اور بہت گہرا تھا۔ بچپن سے دادی کے ساتھ رہنے والی سولیم بالکل ان کے رنگ ڈھنگ میں بدل چکی تھی۔ اسی سبب اکثر اس کے کزنز اسے دادی اماں بلاتے تھے۔ وہ لوگ کوئی خاص مذہبی نہیں تھے لیکن ہاں صوم صلوٰۃ کے پابند اور بہترین تربیت کے حامل تھے۔ ہر کسی کو حق حاصل تھا کہ وہ ایک بار سمجھا دینے کے بعد اپنی طرز سے اسے زندگی جینے دے لیکن اس بات کو مدنظر رکھ کر کہ فیصلے کے دن انہیں اللہ کو خالی اپنا جواب نہیں دینا بلکہ اپنے سے جڑے اور رشتوں کے بارے میں بھی جواب دہ ہونا ہوگا۔

چار دن بعد دادو اس کے لئے خوبصورت سلک کا سیاہ عبایا لے آئی تھیں جس کی سلویز پر باریک سا گولڈن کام تھا۔ باقی پورا عبایا سادہ تھا۔ اسکا سکارف بھی سیاہ ہی تھا جب وہ کنفیوز اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے

اسے پہن کر سکول جانے کے لئے باہر آئی تو وہ جو سوچے بیٹھی تھی اس کے کزنز اسکا مذاق بنائیں گے اسے دادی دادی کہہ کر چھیڑیں گے اور اس پر غصہ کریں گے کہ یہ کیا کیا پھر وہ ان کی وجہ سے روئے گی ڈپریشن میں چلی جائے گی اور پھر وہ عبایا اتارنے پر مجبور ہو جائے گی لیکن وہ ایسا نہیں کرے گی وہ خود پر کنٹرول رکھے گی۔ وہ جو پاپا نے اس کے لئے گھر لیا تھا اس میں شفٹ ہو جائے گی تو ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ وہ تو سب کے منہ سے یہ سن کر انگشت بدنداں رہ گئی۔ اس کے کزنز کہہ رہے تھے۔

"تم تو آج بالکل پرنسز لگ رہی ہو۔ یار! یہ عبایا تم پر بہت سوٹ کر رہا ہے۔ میں تو اس موٹی سمعیہ کو بھی کہتا ہوں عبایا لے کر باہر جایا کرے۔ تھل تھل اس کا گوشت ہلتا محسوس ہوتا ہے لیکن میری سنے کون۔"

وہ تینوں اپنی اپنی کہہ رہی تھیں۔ ان کے کہنے کے دوران ہی سیونتھ کلاس کی بچی کی امید بندھی۔ پشت پر ہاتھ میں دبایا نقاب آگے کو کیا اور منہ پر نقاب لگا لیا۔ سب کزنز کھڑے تھے لڑکیاں بھی تھیں۔ سب پر ایک بھرپور نگاہ ڈال کر نقاب لگانے کا مطلب تھا آج کے بعد تم مجھے ایسے ہی دیکھو گے۔

"اور یوں تو اس کی سکن بھی ٹھیک رہے گی جلے گی بھی نہیں۔" ایک اور کزن کہہ رہا تھا۔ تمام لڑکیاں بھی وہیں نارمل انداز میں کھڑی تھیں۔ وہ بھی کہہ رہی تھیں۔

"ہاں یہ اس پر سوٹ کر رہا ہے۔ میں بھی لوں گی لیکن نقاب نہیں اوڑھوں گی۔ دادی کی چوائس اچھی ہے۔ ہے یہ تو بہت اچھا ہے۔ ہا موٹے ہو گے تم خود میں تو الحمدللہ ہیلدی ہوں اور خبردار جو تم نے اب مجھے موٹی کہا تو دیکھنا کیسے ڈیڈی سے تمہاری ٹانگیں تڑواتی ہوں۔"

وہ یونہی ہنسی مذاق لڑتے جھگڑتے سکول و کالجز روانہ ہوئے تھے۔ پھر وہ ہر جگہ ایسے ہی جانے لگی۔ چاہے پھر آؤٹنگ ہو ڈنر کا پلان ہو یا کھیل کود۔ کوئی اسے کچھ نہیں کہتا تھا کسی کو تو جیسے فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ ان کے لئے تو سولیم کل بھی وہی تھی اور آج بھی وہی ہے۔ واقعی جن کو ہم سے محبت ہوتی ہے ہماری پرواہ کرتے ہیں ان کے لئے اپیرنس بدل جانا کوئی معنی نہیں رکھتا انہیں صرف ہم سے غرض ہوتی ہے نا کہ ہمارے کپڑوں یا ہماری پرسنالٹی سے۔ اس کے کزنز آج بھی اسے اسی طرح ہر جگہ اپنے ساتھ لے کر جاتے تھے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے، بغیر کسی روک ٹوک کے۔ ان کے لئے سولیم اہم تھی اور وہ اب جب بھی باہر جاتے یا برتھ ڈیز کرتے عید تہوار تو اب وہ اس

کے لئے پیارے پیارے عبایا لے کر آتے تھے اور بروچ بھی۔

''آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟'' شاکر کے پکارنے پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ مڑ کر اسے دیکھا جو اسکے بائیں سائیڈ پر کھڑا تھا۔ پھر مسکائی آنکھوں کے کنارے اکٹھی ہوتی جلد نے اس کی مسکراہٹ کا پیغام دیا تھا۔

''بس ایسے ہی۔'' پھر نظر مرکزی ہال کی سمت ڈالی جہاں زیادہ تر اسکے خاندان والے تھے۔ عبایا برانڈ کھولنے کی بے ضرر سی خواہش گویا رنگ لے آئی تھی۔

''خوش ہیں؟''

سولیم نے اسے دیکھا۔ وہ سوفٹ ڈرنک سے بھرا گلاس لبوں سے لگا رہا تھا۔ وہ اس کا تایا زاد تھا۔

''بہت زیادہ۔''

''یو شولڈ بی۔'' ایک نظر اسے دیکھ کر وہ پھر سے مہمانوں کو دیکھنے لگی تھی۔ شاکر نے دونوں لبوں کو دانتوں تلے لے کر سر جھکایا پھر اسے دیکھ کر ہچکچاتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ نے یہاں برانڈ کھول لی کیا۔ یہیں رہنے کا ارادہ ہے؟''

سولیم نے جھٹ نفی میں گردن ہلائی۔ ''ہرگز نہیں آپ جانتے ہیں میں اس معاشرے اور ان لوگوں کے لئے نہیں بنی۔''

''ہاں مجھے پتا آپ پاکستان کے لئے بنی ہیں۔'' مبہم سا ہنسا۔ ''اور شاید پاکستان کے لوگوں کے لئے بھی۔'' اپنی جانب ہاتھ سے اشارہ کر کے وہ کہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں بے پناہ جذبے تھے اور چہرے پر امید۔

جب اس نے عبایا لینا شروع کیا تھا شاکر فرسٹ ائیر میں تھا۔ وہی تھا جو سب سے زیادہ سولیم کو سپورٹ کرتا تھا حالانکہ وہ اور اس کی فیملی خود بہت ماڈرن تھے لیکن اتنے بھی نہیں کہ ماڈرزم میں آ کر اپنی اخلاقیات بھول جائیں۔ وہ جو جیسا ہے اسکو ویسا قبول لنے والے لوگ تھے اور شاکر تو یوں بھی اسے شروع سے ہی پسند کرتا تھا۔ واثق امید تھی کہ وہ دونوں جلد ہی نئے بندھن میں بندھ جائیں کیونکہ تمام گھر والوں کی بھی وہی سوچ تھی جو شاکر کی تھی۔ رہی سولیم تو وہ اپنے فیصلے بڑوں پر چھوڑنے والوں میں سے تھی وہ جو فیصلہ کریں وہی اس کے لئے بہتر۔

''آپ کیسی ہیں سولیم۔'' اس کے گلنار چہرے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ''ویسے تو میں بڑا ہوں لیکن چلو

کوئی نہیں عزت تو ہر ایک کی کرنی چاہیے نا۔"

"آپ کو نہیں لگتا ہمیں یہ نامناسب گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔" سخت آواز میں بولی۔ عبایا کی عزت۔ وہ اس کے یکدم سامنے آیا۔ نظر آتا ہال اس کے وجود کی آڑ میں چھپ گیا۔ سولیم نے نگاہیں اٹھائیں۔ ان میں تنبیہ تھی۔

"سولیم! کیا کبھی آپ کو کسی نے بتایا ہے آپ غصے میں کس قدر کیوٹ لگتی ہیں۔" اس نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ جو سمجھی تھی کہ یہ کچھ اور بولے گا جس طرح سامنے آیا تھا۔ اس کے برعکس بات سن کر اسے خوامخواہ ہنسنا آ گیا۔

"شاکر! میں چاچو سے آپ کی شکایت کروں گی۔" بامشکل ہنسی روک کر بولی۔ "آپ ہرگز ہمارے فلیٹ میں نہیں ٹھہر رہے ہیں۔"

"محترمہ! بندہ بشر کی آج کی فلائٹ ہے ایک اہم سرجری کرنی ہے۔" وہ انکلوجسٹ (ماہر سرطان) تھا۔ "سو بے فکر رہیں۔"

وہ لب کھولنے لگی تھی تبھی ہال میں شور بلند ہوا۔ غیر معمولی چھل پہل بھی۔ شاکر مڑا۔ اس نے شاکر کے کندھے کے پیچھے سے دیکھا۔ نک سک سا تیار براق شاہ اپنے گارڈز اور میڈیا کے ہجوم میں چلا آ رہا تھا اس کے ساتھ ہی طرح طرح کے لوگ "دی عبایا" میں آ رہے تھے۔ گویا رنگ و بو کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ سولیم کے ماتھے پر بل پڑے۔ شاکر واپس اس کی سمت مڑا۔ اس کے مڑنے سے پہلے سولیم نے دیکھا کہ مسکراہٹ زدہ چہرے والے براق شاہ کی آنکھیں شعلوں کی لپٹیں نکال رہی تھیں۔ کیوں ابھی کچھ دیر میں پتا چل جائے گا۔

شاکر مڑا۔ "یہ وہی ہے نا۔ آں کیا نام ہے اسکا۔" وہ ٹھوڑی پر انگلی رکھ کر سوچنے لگا۔ پھر آنکھیں چمکیں، شناسائی کی رمق ابھری۔ "ہاں براق شاہ! کیا کمال کا باکسر ہے۔ یہ بہت ہی زبردست ہے۔ پاکستان سمیت دنیا کے کئی ممالک میں اسکی دھوم مچی ہوئی ہے بلکہ ہم مسلمان تو اس پر فخر کرتے ہیں۔ اولمپک میں گولڈ میڈل جو ہے تم جانتی ہو۔ پاکستان کے علاوہ میں نے نیوزی لینڈ، دبئ اور قاہرہ میں بھی اس کے نام کے باکسنگ کلب دیکھے ہیں۔ سنا ہے یہ ہی ڈونیٹ کرتا ہے انہیں ویسے چیرٹی تو بہت کرتا ہے۔ یہ بندہ اسے دیکھ کر حضرت عثمان یاد آ جاتے ہیں جتنا اللہ پر اسکے بندوں پر خرچ کرو گے وہ تمہیں اتنا ہی نوازے گا۔"

وہ فلو میں بولتا چلا گیا تھا تعریفوں کے درمیان اسکے لب "دور کے ڈھول سہانے لگتے ہیں" جبکہ حضرت عثمان کے حوالے پر استغفر اللہ بڑبڑائے تھے۔

"یوتھ کے لئے انسپریشن ہے یہ۔"

"شاکر! اسے یہاں انوائٹ کس نے کیا؟"

سولیم نے اسکی بات کاٹی تھی کیونکہ وہ علانیہ کہہ رہا تھا کہ وہ یہاں چیف گیسٹ کے طور پر مدعو کیا گیا ہے۔

شاکر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم نے نہیں بلایا؟"

"امم ہمم۔" نفی میں سر ہلایا۔

"ہو سکتا ہے ماموں نے بلایا ہو۔"

وہ بھی اب اسکی طرف بڑھنے لگا تھا۔ اسکے باقی کزنز بھی اس کے ساتھ سیلفیز بنا رہے تھے۔ ایک دم سولیم کے دماغ میں جھماکا ہوا وہ تیز تیز قدم اٹھاتی مرکزی ہال سے پرے ایک کمرے میں گئی جہاں دعا اپنی مسلم فرینڈز کو اسکے عبایا دکھا رہی تھی۔ یہ ڈریسنگ روم تھا جسکی فرنٹ وال دیوار گیر شیشے سے سجی تھی۔ سولیم نزدیک آئی۔ اس کی ایک دوست کو مسکرا کر دیکھا اور "ایکسکیوز" کرتی دعا کو کہنی سے تھام کر باہر لائی۔

"کس کی اجازت سے تم نے اس نمونے کو یہاں بلایا ہے۔" وہ دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔

"بختاور! لگتا ہے تمہارا دماغ چل گیا ہے، خود ہی تو کہا تھا تم نے انوائٹ کرنے کو۔" وہ کہہ کر اندر جانے لگی تھی جب سولیم نے دوبارہ اسے کہنی سے کھینچا۔

"آؤچ، توبہ ہے لوہے کے ہاتھ ہیں تمہار......" اس کے باقی کے الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے۔ آنکھیں چودہ مرلے میں پھیلیں اور منہ پورا کھل گیا۔ سولیم نے اس جوکر کی عجیب و غریب حالت پر اسکی نظروں کا تعاقب کیا اور ساری بات سمجھ گئی۔ زور سے اس کہنی پر ہاتھ مارا۔

"براق شاہ وہ بھی یہاں۔" دونوں ہاتھ اور پاؤں ہلاتی وہ اچھلتی بولی تھی۔ خوشی سے اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور دل زور زور دھڑکنے لگا۔

''براق شاہ یہاں۔'' اب کے کہتے ساتھ اس نے سولیم کو دیکھا جو سرد تپتی نظریں اس پر گاڑے ہوئے تھی۔ بازو سینے پر بندھے تھے۔

''اوہ، تو یہ اپنی فرینڈز کی بات کر رہی تھی۔'' وہ سمجھی۔ ''یہ براق کے بارے میں کہہ رہی ہے۔'' وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

''ہاں ہاں ٹھیک ہے زیادہ گھوریاں مت لگاؤ مجھے صرف ایک آٹو گراف لوں گی اور ایک سیلفی بناؤں گی بس۔'' اس نے تپ کر کہا۔

''اور بھی کچھ بچا ہے دعا خانم تو وہ بھی بتا دو لیکن ایک بات یاد رکھنا۔'' اس نے انگلی اٹھائی تھی۔ دعا نے گردن پیچھے کی۔

''آدھا خاندان یہاں موجود ہے کوئی اوچھی حرکت مت کرنا۔''

''چچ چچ چچ۔ کتنی غلط سوچ ہے تمہاری اور آدھا خاندان جائے چولہے میں۔ اتنا اچھا موقع گنوا دوں۔ ہائے براق شاہ ہماری سرمنی میں مزا آ گیا۔'' وہ خیالوں کی دنیا میں کھوئی با آواز بلند بڑبڑا رہی تھی۔ ایک اور تھپڑ، وہ کراہ کر رہ گئی۔

''خبردار جو تم۔'' وہ ابھی کہہ ہی رہی تھی جب دعا راکٹ کی سپیڈ سے اسکی طرف بڑھی۔ سولیم نے سر تھام لیا۔

''اُفف اس لڑکی کا کیا بنے گا۔''

''کچھ بھی نہیں۔ اسے ناسا والوں کو سونپنا ہوگا تا کہ اگلے مارس کے پراجیکٹ کیلئے وہ اسے منتخب کر لیں۔'' چاچو نے پیچھے سے کہا تھا۔ وہ مڑ کر انہیں دیکھنے لگی۔ لبوں پر مسکان آئی تھی پر کچھ زیادہ نہیں۔

''پریشان نہ ہوں یہ ان سلیبرٹی کی ٹرک ہوتی ہے منظر عام پر رہنے کی۔ آج کی کوئی بھی سٹریمنگ نہیں ہوئی ہوگی اس کی تبھی میڈیا کو لے کر یہاں آن پہنچا۔ اب مختلف چینلز پر یہ لائیو جا رہا ہے۔ ایسے مت دیکھو بیٹا یہ جو سڑک کراس کر کے بڑا سارا بنگلہ ہے نا یہ اسی کا ہے۔ اچھا اتنی زیادہ حیران کیوں ہو رہی ہیں۔ کہیں بھی زمین نہیں مل رہی تھی کوئی شاپ بھی دستیاب نہیں تھی یہ ملی تو لے لی فرنٹ پر ہے اور آس پاس کافی سلیبرٹی کے گھر بھی ہیں دوسرا یہ جگہ سیو بھی ہے۔''

چاچو اسکا شانہ تھپک کر آگے بڑھ گئے۔ وہ پرسوچ پریشان نگاہوں سے دعا کو دیکھنے لگی جو منہ کا پاؤٹ بنا کر اس کے ساتھ سیلفی لے رہی تھی۔ پھر لوگ بکھر گئے۔ ریفریشمنٹ لینے لگے۔ باتوں میں مشغول ہو گئے۔ براق نے اپنے ساتھ کھڑے ایک آدمی کے کان میں کچھ کہا اور ٹراؤزر کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالتا اس تک آنے لگا۔ اس نے وائٹ ٹراؤزر کے اوپر وائٹ ہی ٹی شرٹ پہنی تھی جبکہ مسٹرڈ کلر کی جیکٹ سامنے سے کھلی تھی۔

وہ اسکے پاس آ کر رکا، پرتپش مسکراہٹ اور سنجیدہ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے بال مسٹرڈ کلر کی کنوٹی کی وول کیپ سے ڈھکے تھے جس کے سبب اسکی کان کی بالی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"ہیلو سو......لیم۔" آواز بھی بالکل آنکھوں کی ترجمانی کرنے لگی۔ آگ سے بھری ہوئی۔ وہ سمجھ نہیں پائی اتنی ٹھنڈ میں اسے کس بات کی آگ لگی ہوئی ہے سینے پر بازو باندھے آواز کو تھوڑا سخت بنا کر بولی۔

"لیں فرمائیں۔"

"اوہ تو گویا نرم آواز کسی کسی کے لئے ہی ہے۔ ہمم۔" کہتے ساتھ اس نے دور کھڑے شاکر پر نظر ڈالی اور واپس اسے دیکھنے لگا۔

"ایکسکیوز می! آپ کو نہیں لگتا آپ کو وہ بات کرنی چاہیے جس کے لئے یہاں آئے ہیں اور بائی داوے آپ کو انوائٹ کس نے کیا۔ کس کی اجازت سے میرے ایونٹ میں آئے ہیں؟"

وہ تمسخر سے مسکایا۔ "تمہیں نہیں لگتا تمہیں ادھر ادھر کی باتیں کرنے کی بجائے میری باتیں کرنی چاہئیں اور بائی داوے جو چیز مجھے اچھی لگتی ہے اس سے منسلک تمام چیزیں میری ہوتی ہیں۔"

"اپنی حد میں رہو مسٹر براق شاہ۔" وہ شدید تاؤ میں آ کر بولی۔

"میری حد تو تم ہی ہو۔ تم میں ہی رہنے کی چاہ ہے۔" موتیوں والی ابرو اچکا کر کہا۔ سولیم کے کان سرخ ہو گئے لیکن کنٹرول ہو کر ٹھنڈی آواز میں بولی۔

"میرے اتنے سارے بھائی اس ایونٹ میں موجود ہیں کہ اگر میں نے ایک آواز دی نا تو انہوں نے تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دینی ہیں۔" سخت آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے اس نے مرکزی ہال کی جانب اشارہ کیا جہاں اسکے ڈھیر سارے کزنز لڑکے لڑکیاں ہاتھوں میں سافٹ ڈرنک پکڑے یہاں وہاں ٹہل رہے تھے۔ براق

کا قہقہہ بس اتنا ہی اونچا تھا کہ وہ سن پاتی پھر اس نے بھی سینے پر بازو باندھے جس سے اس کے مسلز عیاں ہونے لگے تھے۔

''میرے بھی اتنے سارے گارڈز موجود ہیں۔'' اس نے ڈھیر سارے سیاہ لباس میں موجود اپنے گارڈز کی جانب اشارہ کیا۔ ''لیکن مجھے ان کی ضرورت نہیں یہ بات تم بھی جانتی ہو اور میں بھی۔ کون کس کی ہڈیاں توڑتا ہے لیکن تم یہ بات نہیں جانتی میں بہت ظالم ہوں جب تک جو چیز مجھے پسند ہوتی ہے میں چاہتا ہوں صرف میری ہی رہے۔'' وہ رکا، آواز میں ایسی سرد اہٹ گھولی کہ سولیم کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی۔

''دوسری صورت میں میں دونوں کو ختم کر دیتا ہوں آئندہ۔'' اس کی آواز غصے سے پھٹنے لگی۔ ''تم مجھے کسی کے بھی ساتھ ہنستی کھلکھلاتی نظر آئی تو تم گئی۔''

کہتے ساتھ ہی وہ وہاں سے پلٹا تھا۔ سولیم سانس روکے اسے جاتا دیکھنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میڈیا کے لوگ بھی اس کے پیچھے بھاگے تھے۔

✿......✿......✿

''سولیم شفیق! اب تم بہت ضروری ہو گئی ہو۔''

سرد رات میں اپنے بیڈروم میں آ کر اس نے جیکٹ کو زور سے نیچے پھینکا تھا۔ اسد نے بغور اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھا۔

''سب خیریت ہے؟''

براق فوراً بیڈ سے اٹھا۔ بار کی جانب بڑھا۔ ایک پیگ بنا کر لایا اور پہلی باری میں ہی ختم کر دیا۔

''میں نے اسے کہا جب تک میں چاہوں گا کال چلتی رہے گی پھر بھی اس نے کال کاٹی۔ آج وہی لڑکی ہنس ہنس کر اس وٹ ایور سے باتیں کر رہی تھی۔ تم جانتے ہو۔'' وہ اسد کی طرف گھوما جو اسکے پوچھنے پر نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔

''وہ چیخ کر رہی ہے یہاں پر مجھے۔'' اس نے کنپٹی پر ہاتھ مارا۔ ''جب تک حاصل نہیں کر لونگا چین نہیں آئے گا۔''

''براق وہ اس طرح کی لڑکی نہیں ہے۔'' اسد نے اسکی بات کاٹی۔

"ہاں تو میں کب کہہ رہا ہوں وہ دو نمبر لڑکی ہے۔ ہر لڑکی بوائے فرینڈ کے نہ ہونے پر سادہ ہوتی ہے لیکن جونہی بوائے فرینڈ بنا سب ختم۔"

اسد نے اپنا سر پکڑا۔

"براق! وہ ایک شریف لڑکی ہے۔ وہ طاہر گوندل کی بیٹی ہے جس کے ایمان کی قسمیں پورا لندن کھاتا ہے۔"

وہ ہنسا۔"جس کے ایمان کی قسمیں کھائی جاتی ہیں نا وہ ہی سب سے بڑا بے ایمان ہوتا ہے اور رہی بات شرافت کی تو جو یہ لباس پہنتی ہے نا وہی بتا رہا ہے وہ کیسی ہے۔ تم تانیہ کو بھول گئے ڈٹو اس جسی تھی۔ دو ملاقاتوں میں میری گرل فرینڈ بن گئی۔"

"براق! تم ہر کسی کو ایک پیمانے پر نہیں تول سکتے۔ اس کے لباس کی وجہ سے اسے جج کرنا بند کر دو میری مانو تو اسکا پیچھا چھوڑ دو۔"

براق نے ایک آبرو اچکائی۔ طنز سے بھری آبرو۔

"جو ایک بار میرے دماغ میں بیٹھ جاتا ہے نا تم جانتے ہو پھر وہ کیسے اترتا ہے۔ مجھے صرف اسکے چند دن درکار ہیں پھر وہ اپنے راستے میں اپنے راستے۔ اب تم یہاں سے جا سکتے ہو گارڈ کو بولنا جیری کو ویٹ کروا کر میرے روم میں بھیجے۔"

اسد ایک ملامتی نظر اس پر ڈال کر باہر آ گیا۔ براق نے ٹی شرٹ اتاری اور کھولتے دماغ کے ساتھ پاؤں لٹکائے بیڈ پر لیٹ گیا۔

وہ ابھی ابھی کلب سے لوٹا تھا۔ وائٹ ٹراؤزر اور ٹی شرٹ پسینے سے بھیگ چکی تھی۔ بلیک کافی کا سیاہ مگ لے کر وہ بالکونی میں آیا۔ دوربین پر نظر ٹکائی اور سامنے ہی وہ کھڑی نظر آئی۔ اپنے سے اونچے تھوڑے سانولے لیکن پرکشش دکھنے والے مرد سے باتیں کرتی ہوئی۔ انہیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔

اس کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ رینگ گئی۔"کیوں نا گیم کھیلی جائے۔"

نمبرز ڈائل کیئے۔ خود کافی ختم کر کے جیکٹ پہنتا بالوں کو وول کیپ میں چھپائے وہ اکڑ کر اسکی فضول سی پوشاک والی دکان کی جانب اپنے ہمراہ گارڈز لیے پہنچا۔ یہ شاپ اسے یہاں کیسے ملی یہ بھی براق شاہ جانتا تھا۔

ہر اس جگہ جہاں طاہر بوتیک کیلئے جگہ لینا چاہتا تھا اس نے وہاں اپنے سورسز استعمال کر کے اسے طاہر کیلئے ناقابل رسائی بنا دیا اور یوں پھرتے پھرتے وہ اس عظیم جگہ پر آن پہنچے تھے جہاں براق شاہ رہتا تھا اور یہی تو وہ چاہتا تھا سو اس کی گیم آن تھی اور وہ اس سے خاصا حظ اٹھا رہا تھا۔ اسے بالکل فرق نہیں پڑتا تھا یہ مغرور سی لڑکی جس مرضی سے بات کرے یا جو بھی کرے اسے تو بس یہ کچھ دنوں کے لئے خود کیلئے چاہیے تھی لیکن اسکی تلخ کلامی اور اگنور کرنا اسے کھلنے لگا غصہ بھی آیا آنا بنتا بھی تھا۔ جس کے ایک اشارے پر لڑکیاں جان دیتی ہوں وہ خود اس عام سی لڑکی سے مخاطب تھا اور وہ اسے اگنور کر رہی تھی مائے فٹ۔

''سولیم شفیق اب تم بہت ضروری ہوگئی ہو۔''

جیزی دروازہ کھٹکھٹاتی اندر آ رہی تھی۔ اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور مسکایا۔

✿......✿......✿

براق شاہ کی ایک اور فین ان کے گھر کے باہر برف میں دھنس کر مرگئی۔

آسمان کا رنگ کیسا تھا بالکل نظر نہیں آتا تھا کیونکہ برف کے بوجھ سے لدے بادلوں نے ظالم قبیلے کی طرح پورے آسمان پر اپنا قبضہ جما لیا۔ سورج تو نجانے کب سے اسکا قیدی تھا۔ یہ ظالم قبائل والے اپنے پورے قہر کے ساتھ سینہ تانے کھڑے زمین والوں کو للکار رہے تھے کہ ہے کسی میں ہمت تو آسمان کی چھب بھی دیکھ کر دکھائے۔ پھر وہ ڈرانے کے لئے اپنا پیٹ چاک کر کے اس میں سے پتھر برسانے لگتے اور اولاد آدم اس سے عاجز آ کر گھروں میں چھپ بیٹھتی۔

ایسے میں جب اس آسمان پر قابض قبائل والے برف کے چھوٹے چھوٹے تودے نیچے گرا رہے تھے تو اس اندھیری رات میں ایلسا دونوں بازوؤں کو باندھے ''دی عبایا'' سے چند گز دور اس کے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ چونکہ سردی اپنے عروج پر تھی اس لئے سڑکوں پر بھی الو بول رہے تھے اور ان خاموش گلیوں میں وہ اس کی محبت کا سوال لئے صبح ہونے تک سانس گوا بیٹھی تھی۔

''ذرائع کے مطابق ہمیں معلوم ہوا ہے باقی سینکڑوں فینز کی طرح ایلسا کینٹ بھی براق شاہ کی فین تھی اور ان سے شادی کرنے کی خواہشمند تھی۔ ایلسا کینٹ کا تعلق لندن سے ہی تھا اور وہ ایک سٹوڈنٹ تھی۔ براق شاہ

سے محبت کوئی شاید عام محبت نہیں تھی اس لئے انہوں نے اس کے گھر کے آگے برف میں دھنس کر موت کو منہ سے لگا لیا افسوس کے ساتھ براق شاہ نے اس کی خبر گیری بھی نہیں کی۔ان کا کہنا ہے کہ وہ اس لڑکی کی آمد سے بے خبر تھے اور اس واقعہ کی وہ شدید مذمت بھی کرتے ہیں۔لیکن کیا معاملہ صرف ایک فین تک تھا یا پھر اس سے بھی آگے۔کیا اس خودکشی کے پیچھے ایک بڑا ریزن ہے یا پھر یہ ایک جذباتی موت ہے براق شاہ کے ساتھ اس لڑکی کے کیسے تعلقات تھے جاننے کیلئے دیکھتے رہیں این بی نیوز۔"

دعا منہ کھولے یہ خبر دیکھ رہی تھی۔اوپن کچن میں پاستہ بناتی سولیم کے کان بھی بخوبی ان لفظوں کو سن رہے تھے مگر اس پر اتنا اثر نہیں ہوا تھا جتنا کہ دعا نے لیا تھا۔

"ایک ماہ میں یہ دوسری لڑکی کی موت وہ بھی براق شاہ کے گھر کے سامنے۔" وہ کھوئی کھوئی سی بڑبڑا رہی تھی۔"کیا یہ پاگل تھی۔حد ہے۔" ریموٹ پھینکتے ہوئے اس نے تعجب سے کہا۔

"مجھے تو یہ تمہاری بہنیں لگی ہیں جس طرح کی تم اس کی فین ہو،اسے فالو کرتی ہو مجھے بھی تمہارا فیوچر ایسا ہی نظر آ رہا ہے۔" (لاحول ولاقوۃ) چھیڑنے کے سے انداز میں وہ پین میں سبزیاں ڈالتے ہوئے بولی تھی حالانکہ اس کا دل اندر سے ہچکولے کھانے لگا تھا۔کسی غیر مرد کے لئے خودکشی اسے شدید قسم کی جھرجھری پڑی۔

"توبہ کرو،کانوں کو ہاتھ لگاؤ کسی کے لئے مرنے کی بجائے کوئی میرے لئے مرے گا۔دیکھنا تم۔"

اس کی اس قدر خوش فہمی پر سولیم کی ہنسی چھوٹی تھی۔دعا نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"لڑکی!تمہارے لئے چوہا ہی مرنے والا ہے اس لئے زیادہ خوش فہمی کے سمندر میں مت تیرو۔غرق ہو جاؤ گی۔"

"غرق ہوں تمہارے اگلے تمہارے پچھلے۔مجھے کیوں بددعائیں دے رہی ہو۔" تڑخ کر بولی تھی۔سولیم نے سوتے ہوتی سبزیوں میں تھوڑا سا پانی کا چھینٹا مارا۔

"ہاں میرے آگے تو تم ہی ہے۔"

دعا نے ابرو اچکائے منہ بناتے اسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو تمہاری بکواس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔کہے جاؤ جو کہنا ہے۔

”پاگل فین تھی میری۔کوئی سائیکولوجیکل پرابلم تھی اس کو۔پتا نہیں کہاں سے میرا نمبر اسے مل گیا تھا دن رات پریشان کرتی تھی۔“

سولیم نے بڑے ہی ضبط سے اس بات کو سنا تھا۔دوسروں کو پریشان کرنے والا خود پریشان ہو ہی نہ جائے۔

”ہراساں کرنے کی کوشش الگ۔وہ مجھے مختلف قسم کی دھمکیاں بھی دیتی تھی۔ایک دو تو جھوٹی رپورٹس بھی بنوالائی۔آپ تو جانتے ہیں آج کل دو نمبر رپورٹس کیسے کوڑیوں کے بھاؤ بنتی ہیں۔میرے گارڈز پر بھی اس نے حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔آپ چاہیں تو آس پاس گھروں سے بھی پوچھ سکتے ہیں مجھے بہت افسوس ہے اسکی موت کا۔میں یقیناً اسکی فیملی کو سپورٹ کرونگا۔ان کی جتنی مالی مدد ہو سکے ضرور کرونگا لیکن میری گورنمنٹ سے گزارش ہے کہ وہ مجھے سخت سکیورٹی دیں۔“

”لو کہہ کن سے رہا ہے جنکے پی ایم خود بغیر سکیورٹی کے گھومتے ہیں۔“ دعا نے اپنا لقمہ دینا مناسب سمجھا۔

”ایسے لوگوں سے بچنے میں میری مدد کریں اور اس تمام معاملے کی چھان بین کروائیں۔میں نہیں چاہتا کل کو کوئی اور ایسے میرے گھر کے سامنے جان دے۔یہ بہت تکلیف دہ ہے اور ایسا ہونے سے میرا نام خراب ہو رہا ہے۔پلیز میرے ساتھ تعاون کیا جائے اور مجھے مزید اس طرح کے حادثات سے بچانے کے لئے کوئی اقدام کیا جائے۔شکریہ۔“ شستہ انگلش لہجے میں بولتا وہ میڈیا کے دائرے کو توڑ کر اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔

سولیم کو نجانے کیوں وہ جھوٹا لگا۔ابھی چند روز پہلے جو اس نے خود کا تاثر دیا تھا اس سے تو وہ کم از کم دھوکے باز ہی لگ رہا تھا۔یوں بھی اس کے کرتوت وقتاً فوقتاً اخباروں کی سرخیاں بنتے رہتے تھے۔کیا وہ سب بھی جھوٹ تھے۔کوئی پوچھے اس کے ہی اتنے سکینڈلز کیوں بنتے ہیں۔چنگاری ہوتی ہے تو آگ لگتی ہے نا۔وہ چینل کو ہلائے سوچے جا رہی تھی جو بھی تھا اس کی بلا سے۔

”ویسے یار سولیم کیا کوئی واقعی کسی کے لئے مر سکتا ہے؟“ دعا کا کھویا کھویا سا سوال اسے چونکا گیا۔

”جب انسان پر شیطان حاوی ہو جاتا ہے تو وہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔اچھے برے کی تمیز اس میں عنقا ہو جاتی ہے پھر کیا صحیح ہے کیا غلط کچھ دکھائی نہیں دیتا۔گمراہی کی سیاہ پٹی جب آنکھوں پر بندھ جاتی ہے نا تو وہ انسان کو تاریکی میں دھکیل کر بھٹکا دیتی ہے اور بھٹکا ہوا انسان کچھ بھی کر گزرتا

ہے پھر چاہے وہ خودکشی ہی کیوں نہ ہو۔" دھواں اڑاتی سبزیوں میں اس نے سوتے ہوا چکن ڈالا اور پاستہ ڈال کر فرائی پین کو فلیم پر آگے پیچھے ہلانے لگی۔

"ہنہ۔ یہ کمینہ شیطان بھی نا ایک بار میرے سامنے آجائے میں گلا دبوچ لوں گی اسکا۔ سارا فساد ہی یہ برپا کرتا ہے۔" اس نے چپس کا پیکٹ ایسے تروڑا مروڑا جیسے واقعی وہ شیطان کا گلا دبوچ رہی ہو۔

"کچھ اس کی غلطی ہے کچھ ہماری۔"

"مجھے پتا ہے ساری کارستانی اس گھنے میسنے کی ہے اللہ کو نا اس کو بالکل چھوٹ نہیں دینی چاہیے تھی۔"

"پھر ہم جیسے انسانوں کی محبت کا کیسے پتا چلتا۔" فرائی پین پر شیشے کا ڈھکن ڈھک کر اب وہ پھیلاوا سمیٹنے لگی تھی۔ گو کہ اسے عادت تھی ساتھ ساتھ چیزیں سمیٹنے کی لیکن کچھ پھر بھی بچ گئی تھیں۔

"کیسے پتا چلتا کون کتنے پانی میں ہے۔ اللہ کی محبت کس کے دل میں کتنی ہے؟ محبت کے تقاضے یہی ہیں کہ آپ اپنے محبوب کی دلجوئی کی خاطر اسکی تمام ناپسندیدہ چیزوں کو اپنی زندگی سے مائنس کر کے تمام پازیٹو چیزوں کو خود میں ایڈ کر لو۔ محبت میں یہی تو ہوتا ہے اور یہی ہوتا بھی آئے گا۔"

"اللہ بھی یہی چاہتا ہے کہ ہم اپنی لائف میں سے تمام نیگیٹوٹی کو ہٹا کر پازیٹوٹی کو ایڈ کر لیں اور پھر یہیں سے تو اصل امتحان شروع ہوتا ہے کیونکہ نیگیٹوٹی میں بڑا چارم ہوتا ہے۔ یہ مقناطیس کی طرح کھینچ کر خود سے چپکا لیتی ہے۔ اب خود کو ہی دیکھ لو نیگیٹوٹی کی طرف کھینچ کر خود کی سماعت کو تو آلودہ کر رہی ہو اور مجھے بھی پریشان کر رہی ہو۔ اب مروڑو اس شیطان کا گلا جو بالکل تمہارے ساتھ بیٹھا ہے۔" سولیم نے اسکے نیوز ہٹا کر "چیپ تھرل" سونگ لگانے پر چوٹ کی تھی اس چوٹ پر وہ اچھل ہی تو پڑی۔

"کہاں ہے یہ کمینہ میں ابھی اسے بتاتی ہوں۔ اسے ابھی نہیں پتا یہ کس سے پنگا لے رہا ہے۔" اس نے "گیو تھینکس ٹو اللہ" لگا کر والیوم فل کر لیا۔

"اب تڑپ تڑپ کر بھاگے گا نا تب پتا چلے گا۔"

سولیم اسکی اوور ایکٹنگ پر مسکرا دی۔ "پاگل۔"

٭......٭......٭

''پلیز مجھے تنگ مت کرو میں تمہارے ٹائپ کی نہیں ہوں۔''

آج تو بارش برس رہی تھی اور کیا خوب برس رہی تھی۔ آسمان زور و شور سے رو رہا تھا۔ اسے ان ظالم قبیلے والوں سے رہائی چاہیے تھی۔ کڑکتی بجلیاں سنسناتی ہوا۔ ماحول میں ایک عجیب سی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ بادلوں کی گرج میں ہی اس نے فاروق کی کال اٹینڈ کی تھی جو اس طوفانی بارش سے زیادہ دھاڑتے ہوئے بولے تھے۔

''یہ کیا بکواس دیکھ رہا ہوں میں براق ایک اور لڑکی تمہارے گھر کے آگے مر گئی۔ یہ سب کیا ہے۔'' نہ سلام نہ دعا، کال اٹھاتے ہی وہ چیخے تھے۔

''ڈیڈ یہ صرف پروپیگنڈہ ہے۔ میرے خلاف سوچی سمجھی سازش ہے۔ یہ وہ پیٹر سان کا بیٹا کیا نام ہے اسکا'' اس نے ٹہلتے ہوئے ماتھے پر مکا مار کر یاد کیا۔ ''ہاں ٹرکر یہ سب اس کا کیا دھرا ہے۔ ابھی کچھ روز قبل ہی وہ مجھے فیشن ویک میں دھمکی دے کر گیا ہے۔ آپ چاہیں تو سی سی ٹی فوٹیج دیکھ لیں۔ اس نے باآواز بلند مجھے دھمکی دی ہے۔''

''براق وہ لڑکی سچ کہہ رہی تھی میرے بندوں نے بتائی ہے مجھے یہ بات اور ڈیل نے بھی۔'' انہوں نے اس ڈاکٹر کا نام لیا جو اس راز سے واقف تھی۔ براق نے لب کچلتے ہوئے آستین سے ماتھے کا پسینہ پونچھا تھا۔ انکے دبی آواز میں غرانے پر براق دانت کچکچا تا رہ گیا۔ اب بے کار تھا جھوٹ بولنا۔

''ایم سوری ڈیڈ۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ بامشکل بولا۔

''سوری آر یو سیریس براق۔ تم اتنا بڑا میس کری ایٹ کر کے مجھ سے سوری کر رہے ہو۔ تمہیں شرم آ رہی ہے؟ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تم اتنے غیر ذمہ دار ثابت ہو گے۔'' وہ بالکونی میں آ کھڑا ہوا۔ شیشے کی سلائیڈ ونڈو پر پانی کی بوندیں آواز کے ساتھ گرنے لگیں۔ وہ اس چمکتے گیلے شیشے میں متغیر ہوتا وی عبا یاد دیکھ رہا تھا جو ڈر کر سے بھرا ہوا تھا۔ ابھی وہ نہیں آئی تھی اس کے آنے میں وقت بچتا تھا۔

''اب کیا کروں۔ شرمندہ ہونے سے کونسا سب پہلے جیسا ہو جانا ہے یا ایلسا نے واپس جنم لے لینا ہے۔'' رکھائی سے کہہ کر وہ شیشے کی نمی پر انگلی پھیرنے لگا۔ بی ایس براق شاہ یا براق سولیم اونہہ ہنہ براق شاہ۔

''تم انتہا سے زیادہ ڈھیٹ اور خودسر ہو گئے ہو براق! کسی کی موت کا سبب بننا بھی تمہیں گلٹی نہیں کرتا۔ تم

سب تھے۔آوارہ بے ہودہ بری لت والے انسان لیکن تم بے حس نہیں تھے اور نہ ہی قاتل۔ان ڈائریکٹ یہ قتل ہی ہے سوچو اگر تمہاری موم کو میں نے یہ سب بتا دیا تو ان پر کیا گزرے گی۔میری نہیں اپنی ماں کی ہی فکر کرلو۔اگر اس سے محبت کرتے ہو تو تم نہیں جانتے کتنی مشکل سے میں ان سے یہ سب چھپا پاتا ہوں۔آج تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔“

ٹھنڈی آواز پر اسکا دل جما۔

”شکریہ تعریف کرنے پر۔“

”کاش میں تمہیں کہہ سکتا آج سے میرا اور تمہارا تعلق ختم لیکن آہ یہ اولاد کی محبت۔“

تعلق تو ختم نہیں کر سکتے تھے لیکن کال کا سلسلہ ختم کر دیا تھا۔براق نے سیل ساتھ پڑے کاؤچ پر گرایا اور سنجیدہ نظروں سے دی عبایا کو دیکھنے لگا۔وہ آئی کیوں نہیں اب تک کیا بارش کی وجہ سے؟“

”تم اپنی آؤٹ لٹ پر نہیں جا رہی۔“ دعا نے اسکے فرصت سے ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھنے پر پوچھا۔

”نہیں آج پیشنٹس کچھ ضرورت سے ہی زیادہ تھے اور ڈاکٹر راوانڈ بھی ایب سنٹ تھے۔ان کے مریض بھی مجھے دیکھنے پڑے آج بڑا ہی بزی ڈے تھا۔“

”ہاں۔اندازہ ہو رہا ہے تمہاری اتری ہوئی شکل دیکھ کر۔اچھا سنو۔“ اسے جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

”ڈیڈی کی کال آئی تھی۔تمہیں کی ہوگی لیکن سیل بند تھا تو مجھے کال کرلی۔وہ آج گھر نہیں آئیں گے۔نائٹ شفٹ ہے ان کی۔یار سولیم یہ ذرا ڈیڈی پر تو نظر رکھو۔مجھے پورا یقین ہے انہوں نے دوسری شادی کی ہوئی ہے یا گرل فرینڈ بنائی ہوئی ہے۔یاد ہے پہلے روز جان بوجھ کر رات کو ویڈیو چیٹ کیا کرتے تھے تاکہ ہمیں یقین ہو جائے۔بچہ معصوم ہے لیکن اب دیکھو می کو روز صبح فون کھڑکا رہے ہوتے ہیں۔کوئی پوچھے اب کہاں گئیں وہ رات والی کالز جب بندہ ضرورت سے زیادہ کور کر رہا ہوتا تو سمجھ لو کچھ نہ کچھ شدید والی گڑبڑ ہے اور ڈیڈی آجکل میری نظروں میں مشکوک ہیں۔میں نے تو مائیکل کو کہہ دیا ہے ذرا ان کا فون تو بگ کر کے دے مجھے۔“ دانتوں سے چپس کترتے ہوئے وہ مسلسل بولے جا رہی تھی۔تھکی ہاری سولیم فقط آنکھیں پھاڑے اسے تک رہی تھی۔

”تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے میرے چاچو پر شک کر رہی ہو۔اوپر سے ان کا سیل۔مائی گاڈ دعا آر یو

سیریس۔"

"لو جی اس میں اتنی حیرانی والی کیا بات ہے۔ مجھے اپنی ممی سب سے زیادہ عزیز ہیں اور میں لندن میں انکی جاسوس ہوں۔" اس نے نادیدہ کالر کھڑے کرتے ہوئے کہا۔ اب کہ سولیم کا منہ بھی کھل گیا۔

"چاچی، تم چاچی کی جاسوس ہو؟" بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

"اور نہیں تو کیا پورے چالیس ہزار ماہانہ پر انہوں نے مجھے ہائر کیا ہے اور خبردار۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔ "خبردار چچی جو اگر تم نے ڈیڈی کو کچھ بھی بتایا ورنہ میں نے بگ بی عرف عام میں چاچی کو تمہاری شکایت لگا دینی ہے پھر آگے دیکھو تم پر کیا دفعہ لگتی ہے نانی یاد آ جائے گی۔"

وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے وہاں سے اٹھی۔ اس کی چپس ختم ہو گئی تھی اب اسے خود کے لئے فرنچ فرائز آرڈر کرنے تھے۔ وہ فوراً سنبھل کر چاچو کو کوڈ ورڈز میں اطلاع دینے ہی والی تھی کہ اسکا سیل چنگھاڑ اٹھا۔

"اوفو یار، تم یہ اپنی گھٹیا رنگ ٹیون بدلو۔" کچن سے دعا نے ہانک لگائی تھی۔

"کم از کم یہ تمہاری پی کا چو سے تو بہتر ہے۔" اس نے بھی با آواز بلند کہا اور کال اٹھالی۔

"ہیلو۔"

"زہے نصیب۔" شیشے کے سامنے کھڑے براق نے کہتے ہوئے اپنی بالی کو چھیڑا تھا۔ آج بھنور پر گولڈن کلر کا موتی تھا جو بالی میں پرویا ہوا تھا۔ "کیسی ہو؟"

سولیم نے اسکی آواز پہچانتے ہوئے سرد سانس خارج کیا پھر پیچھے مڑ کر دیکھا، دعا کچن میں بزی تھی۔

"اللہ حافظ۔"

"کال مت کاٹنا۔" وہ سخت لہجے میں دھاڑا پھر دھیما ہوا۔ "مجھے تم سے بات کرنی ہے پلیز۔"

مصلحت کا دامن تھامنا اس نے مناسب جانا تبھی آخر میں نارمل ہوا۔

"تمہیں لگتا ہے اونچی آواز سے میں ڈر جاؤں گی۔ میں آج ہی تمہاری سائبر کرائم والوں کو رپورٹ کرنے لگی ہوں۔ ہراسمنٹ کا کیس الگ۔"

وہ مسکایا۔

ڈرپلس مضبوط پلس بے خوف۔

"اوہ کم آن۔اس سے تم جانتی ہو سفر کون کرے گا تم صرف مجھ سے دوستی کرلو چند دن کے لئے ہی صحیح لیکن کر لو۔سیر یسلی جنت کی سیر نہ کروادی تو میرا نام بھی براق شاہ نہیں۔"

اس کی طنزیہ مسکراہٹ سیل میں سے ابھری۔

"ہاں بالکل ویسی جیسی ایلسا نے کی۔میں خونی لوگوں سے نفرت کرتی ہوں اور تم فی الحال وہی ہو۔"

اس نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔"وہ سب بکواس تھا۔فیک چھوڑو اسے اس پل صرف تمہاری اور میری بات ہو رہی ہے وہ کرو۔"

سولیم نے آنکھیں بند کر کے خود پر کنٹرول کیا۔

"پلیز مجھے تنگ مت کرو میں تمہارے ٹائپ کی نہیں ہوں۔"

"ہاں بالکل ایسا ہی ہے تم واقعی میری ٹائپ کی نہیں ہو لیکن کوئی نہیں۔تھوڑی سی پالش سے تم میرے معیار پر اتر جاؤ گی اور اگر نہ بھی اتری تو میں ایڈجسٹ کرلونگا۔کونسا میں نے تمہارے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہے۔"

سولیم کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا۔وہ خاموش رہی۔بار بار ریڈ بٹن کو پش کرتی پھر بھی کال چلتی رہتی۔اس کے نمبر پر الارم لگانا پڑے گا تا کہ یہ مجھے کال کرے تو پتا چل جائے۔

"خاموش کیوں ہوگئی کچھ تو بولو۔"

"گو......ٹو......ہیل۔"اور پھر اس نے سیل کو بے جان کردیا۔براق نے زور سے موبائل زمین پر مارا۔

"یو......بی۔"

✿......✿......✿

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک مرد جب دوسری عورت پر پوری طرح حاوی ہو تو اسے نہیں للکارتے ورنہ بہت برا ہوتا ہے۔"

بارش ہنوز جاری وساری تھی۔تیز بوچھاڑیں سڑکوں کو ڈبو گئی تھیں۔بجلی کی چمک الگ اور بادلوں کی گھن گرج کا شور الگ۔ایسے میں وہ سٹڈی میں ایک کیس پر کام کر رہی تھی اور دعا کمرے میں تمام گھوڑے گدھے اور باقی

جتنے بھی جانور تھے ان تمام کو بیچ کر سوئی پڑی تھی۔ وہ سوتی کم بے ہوش زیادہ ہوتی تھی۔ ڈھول بھی اسکے کانوں کے قریب بجالو مجال ہے جو اس کی نیند ٹوٹے۔

بیوٹی سلیپ آٹھ گھنٹے وہ لازمی سوتی تھی اور اس دوران تم چاہے تھپڑ لگا لو اس نے نہیں جاگنا تھا۔

اوپر کمرے میں جہاں دعا الٹی لیٹی خواب وخرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی وہیں وہ سٹڈی میں بلیو فائل میں غرق تھی۔ ساتھ میں لیپ ٹاپ بھی کھلا پڑا تھا۔ وہ انہماک سے کرسر پر انگلی پھیرتی دماغی تصاویر کو دیکھ رہی تھی جو کہ اسکے پیشنٹ کی تھیں تبھی باہر کھٹکا ہوا تھا۔ اس نے سکرین سے نظریں اٹھائیں۔ سٹڈی کے دروازے کو دیکھا اور اسی پل جب اس نے واپس نظریں لیپ ٹاپ پر مرکوز کیں، لائٹ بجلی کی کڑک کے ساتھ گل ہوگئی۔

''اف! یہ انگلینڈ والے کب سے ہم سے متاثر ہوگئے۔''

گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے لیپ ٹاپ کی روشنی میں ٹیبل کی سائیڈ دراز کھول دی۔ چین اوپر رکھے اور بیٹری لیمپ آن کرلیا پھر باہر کھٹکا ہوا تھا۔

''کون؟'' اونچی آواز کے ساتھ کہا۔ ''دعا یہ تم ہو؟''

ایک اور کھٹکا۔ اس نے کرسی کی بیک سے کھینچ کر سٹول سر پر باندھا۔ احتیاط کے طور پر اسی کے سائیڈ کے پلو سے نقاب کیا اور سیل کی ٹارچ میں باہر آگئی۔ تیز بجلی کی کڑکیاں بادلوں کی گھن گرج۔ اس نے آہستہ سے سٹڈی کا دروازہ بند کیا اور کچن کی سمت بڑھی۔

مدھم اندھیرے میں جذب ہوتی لائٹ کو آس پاس مارتی وہ کچن میں آئی۔

''میاؤں۔'' ساتھ والی کی بلی نے اس پر جمپ ماری تھی۔

''اوہ سویٹی! یہ تم ہو۔ کیا تمھیں کسی نے نہیں بتایا شریف لوگ رات کو دوسروں کے گھروں میں داخل نہیں ہوتے۔'' وہ اسکے قلفی بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اندھیرے میں اس کی آواز سرگوشی نما لگ رہی تھی۔

''اور کیا تمھیں کسی نے نہیں بتایا جب کوئی آپ سے بات کررہا ہو تو سنے بغیر فون بند نہیں کرتے۔''

بلی اور موبائل اس کے ہاتھ میں کانپا تھا۔ دل کی دھڑکن تیز ہوئی اور روح اچھل کر حلق میں آگئی۔ اپنے

بالکل پیچھے بیحد قریب سے اسے وہ بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔ اگر وہ مڑی تو وہ اس سے ٹکرا جائے گی اسے پورا یقین تھا۔

"اور کیا تمہیں یہ بھی کسی نے نہیں بتایا کسی کے صبر کو اتنا نہیں آزماتے۔"

اس کے موبائل کی ٹارچ بجھی۔ بیٹری ختم یا اسے ختم کیا گیا۔ اس نے اس نے ماؤف دماغ کے ساتھ بلی کو نیچے اتارا جو اسکے چھوڑنے پر پتا نہیں کس سمت کو لپکی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون کیا اور آگے بڑھی کہ سر ٹکرا گیا۔

"آہ۔" وہ فریج تھا اس نے اندھیرے میں ماتھے کو سہلایا۔

"اور کیا تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا جب بصارت ساتھ چھوڑ جائے تو یوں تیز رفتاری میں نہیں چلتے۔ گرنے کے خدشات ہوتے ہیں۔"

وہ یکدم مڑی۔ اندھیرے میں آنکھیں جھپک جھپک کر دیکھا۔ ایک ہیولہ سا دکھائی دیا جو اس کے بے حد نزدیک کھڑا تھا۔

"میں تمہارے خلاف رپورٹ کرونگی۔" شیرنی کی سی آواز میں بولی تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا گھر آئے مہمان کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرتے۔"

"دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔"

"اور کیا۔" اس نے لائٹر نکالا، بجلی چمکی مگر اس کا چہرہ نظر نہیں آیا کیونکہ ان کے شیڈز بند تھے اور اسے جلا دیا۔ جگنو سی زرد لائٹ میں وہ بلیک ہڈی والا چہرہ ابھرا جس کی گریفائٹ آنکھیں اس سب سے زیادہ روشن تھیں۔ سویلم نے دیکھا وہ فریج سے لگی کھڑی ہے براق کا ایک ہاتھ باڑ کی صورت فریج کی سائیڈ پر دھرا تھا دوسرا لائٹر جلائے ہوئے تھا۔ وہ کب اسکے اتنے قریب چل کر آیا سویلم کو پتا ہی نا چلا۔ اس نے اپنی بھوری گھبرائی ہوئی آنکھوں سے اس دیو کو دیکھا جو آج اس پری کو ہراساں کرنے آیا تھا۔

"راستہ چھوڑو۔" مضبوط آواز سے کہا۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک مرد جب دوسری عورت پر پوری طرح حاوی ہو تو اسے للکارتے

نہیں ورنہ بہت برا ہوتا ہے۔"

وہ دم سادھے اسے دیکھے گئی۔

"تمہیں پتا ہے میں نے آج اپنا دفاع کرنا سیکھا۔"

یکدم منظر بدلا۔ اندھیرے کچن کی جگہ چلچلاتے ایف ون ٹریک میں بنے پارک نے لے لی جہاں موجود سنڈریلا کی بگی میں بیٹھی دعا سیلفیز لینے کے ساتھ ساتھ اسے کہہ بھی رہی تھی۔ وہ اپنے سیل میں بزی تھی چونک کر اسے دیکھا۔

"کیسا دفاع؟" اس کی آواز پاس سے گزرتے بدصورت فروزن کے قافلے میں چلتے انگلش سونگ میں دب کر رہ گئی۔

"میں نے سیکھا جب کوئی لڑکا آپ کو ٹیز کر رہا ہو اسے کیسے دن میں تارے دکھائے جاتے ہیں۔"

سولیم نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیسے؟" دعا نے اشارے سے اسے قریب بلایا۔ وہ کھسک کر آئی پھر وہ جھکی اور کان میں پھسپھسائی۔

لکڑی کے بنے ان چار سفید گھوڑوں کے ساتھ کھڑی سولیم کے کان اس کی پھسپھساہٹ سے سرخ پڑ گئے تھے۔ ایک زوردار تھپڑ اس نے دعا کی کہنی پر جڑا تھا۔

"ذرا جو شرم باقی ہو تم میں۔"

"ہا، شرم کی کیا بات جب کوئی آپ پر گھیرا تنگ کرتا ہے نا پھر کچھ نہیں سوجھتا صرف ادھر سے نکلنے کی پڑی ہوتی ہے جس کے بس ایک یہی طریقہ ہے ورنہ دکھاؤ تم مجھے ذرا اپنے اویس سے ہی بچ کر۔" اس نے تایازاد کا نام لیا جو کہ بیس کا تھا۔

"عزت بچانے کے لئے کرنا پڑتا ہے یہ مادام۔"

آواز دب گئی۔ چلچلاتی دھوپ گہری تاریکی میں ڈھل گئی۔ پرسکون ماحول کی جگہ یہ گھٹن زدہ گرج سے بھری رات نے لے لی اور وہ ان فیری ٹیل گھوڑوں کی بجائے اس شیطان کی قید میں کھڑی تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ جب ایک ہینڈسم مرد تمہارے سامنے ہو تو چپ نہیں رہتے۔ ہیلو سولیم

کیسی ہو؟"

"عزت بچانے کے لئے کرنا پڑتا ہے۔" اس نے خود سے کہا۔ اندھیرے اوپن کچن میں فریج سے لگی وہ اسکی لائٹر کی مدھم زرد روشنی میں شیطانیت کی چمک سے بھرپور گریفائٹ آنکھیں دیکھ رہی تھی جس کی چمک اسکے چہرے پر پڑ کر اسے اسے جھلسا رہی تھی۔

"عزت کے لئے کرنا پڑتا ہے۔"

اس نے الٹے ہاتھ کا مکا بنا کر پوری قوت سے اسکی گردن پر مارا تھا۔ وہ بوکھلا کر تکلیف سے یکدم پیچھے ہٹا۔ اسے کھانسی چڑھ گئی تھی۔ یقیناً تھوڑی کے بالکل نیچے سولیم کی روبی کی موٹی انگوٹھی کے لگنے سے خون بھی نکلا تھا۔ وہ شدید صدمے اور بے یقینی سے اسے دیکھتا کھانس رہا تھا۔ سولیم نے آؤ دیکھا نا تاؤ فریج کے اوپرلے حصے سے برف کی کیوبز والا اسٹینڈ نکالا اور زور سے اسکے منہ پر عیٰ کیوبز اچھالیں کیونکہ لائٹر والا ہاتھ نیچے گر چکا تھا اور مدھم پیلی روشنی اطراف میں بکھرنے لگی تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا ایک عورت کو ہلکا نہیں لینا چاہیے۔"

برف کے ٹکڑے لگنے سے وہ دو قدم پیچھے ہوا تھا۔ چہرے پر پھیلی بے یقینی، مفقود ہوئی گردن پر پڑا ہاتھ ہٹا اور وہ مسکراہٹ سے سینے پر بازو باندھ کر اسے دیکھنے لگا جسکا نقاب تھوڑا سا ڈھلک گیا تھا۔

موقع شناس پلس حاضر دماغ پلس طاقت ور

سولیم کی ٹانگیں کانپیں۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک باکسر پلس فائٹر کے لئے اتنی معمولی سی ضرب بالکل معنی نہیں رکھتی۔"

وہ سپیڈ سے کاؤنٹر کی پچھلی سائیڈ سے نکلی اور سیڑھیاں چڑھتے اپنے اور دعا کے مشترکہ کمرے میں آ گئی۔ دروازہ اچھے سے لاک کیا۔ ونڈو کے ہک کے لاک ہونے کی تصدیق کی اور دعا کے ساتھ کمبل میں لیٹ گئی۔ کروٹ دعا کی طرف تھی۔ اپنا کمبل پاؤں میں ہی رہ گیا۔ چند ساعتیں گزریں چیخ کی آواز آئی۔ اسکا دل منہ میں بولنے لگا۔ قدموں کی آواز سننی چاہی ندارد پھر کان کی لو کے بالکل قریب ایک آواز ابھری۔

''ویلکم ٹو براقس لائف تم نے مجھے متاثر کیا۔''

اور پھر خاموشی۔

✿......✿......✿

''دفع ہو جاؤ تم۔''

سورج طلوع ہو چکا تھا۔ مینہ رک گیا تھا۔ ظالم قبائل کے زوال کا وقت آن پہنچا۔ آج سورج کی حکمرانی کا دن تھا۔ کوئی برفیلی ہوا نہیں کوئی بارش و بادل نہیں۔ کوئی روئی کے گالے نہیں۔ فقط پھیکی مہندی کی ٹکی جیسا سورج اور اسکی پیلی مدھم مگر حدت بھری شعاعیں اور ان شاعوں میں کھڑا ان کا فلیٹ۔

چاچو آ گئے تھے۔ اوپن کچن کے کاؤنٹر کے اس پار رکھی گول گھومنے والی پیرٹ رنگ کی کرسی پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ آنکھوں سے غصے کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔ کاؤنٹر کی دوسری طرف واقع ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی پر دعا بیٹھی بریڈ پر مکھن لگاتی چہرے پر بارہ کا ہندسہ سجائے ہوئے تھی اور فلیم کے سامنے بیچ پاس کھڑی سولیم اپنی چائے میں جوش دے رہی تھی۔

''وہ چور آیا، مجھے ہراساں کرنے کی کوشش کی اور اس میڈم کو پتا بھی نہیں چلا۔ میرا دل کر رہا ہے میں اس کا گلا دبا دوں۔''

''ہاں ایک میں ہی ملتی ہوں تم لوگوں کو ذلیل کرنے کے لئے۔ میں نے کہا تھا چور کو آئے اور تمہیں ہراساں کرے اور تمہیں کس نے کہا تھا رات کے ڈیڑھ بجے لوڈشیڈنگ کے درمیان کچن میں جانے کو۔'' غصے سے بریڈ کو دانتوں میں کتر کر وہ بولی تھی۔

''دفع ہو جاؤ تم۔''

''چاچو اس سے کہیں میری نظروں سے غائب ہو جائے ورنہ میں واقعی اس کو قتل کر دوں گی۔'' چائے مگ میں نکال کر وہ طیش میں بولی تھی۔

''میں تو خود اس سے ناک تک عاجز آ چکا ہوں۔ اتنی غفلت بھری نیند، ہزار بار کہا ہے چوکنا ہو کر سویا کرو لیکن ناجی میڈم کو کوئی سروکار ہی نہیں، کوئی آ کر انہیں قتل کر جائے انہیں تو پتا بھی نہ چلے۔''

دعا نے غصے بھرے لفظوں پر اپنے نیچے رکھے بیگ میں سے رجسٹر نکالا۔ دو پیجز پھاڑے مکھن لگے سینڈوچز (کہ ایک سے اس کا کہاں پیٹ بھرتا تھا) اس میں لپیٹ کر رجسٹر سمیت بیگ میں ڈالے اور جھوٹا طیش دکھاتی اسے دونوں کاندھوں پر ڈالتی سولیم اور چاچو پر کڑی نظر ڈالتی وہاں سے نکلی۔

''یہ۔یہ دیکھ رہی ہو تم اس کے تیور۔ سمجھنے کے قابل لگ رہی ہے یہ۔ رکو تم۔''

وہ تیز تیز قدم اٹھا کر لاؤنج کو پار کر رہی تھی جب چاچو کی غراتی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔ تھوک نگلتے ہوئے اس نے ہینڈ فریز کانوں میں لگائیں اور یہ جا وہ جا۔

سولیم نے چاچو کو ہیر پھیر کر کے بتایا تھا لیکن وہ متفکر تھے۔

''آپ پریشان نہ ہوں میں نے سکیورٹی گارڈ کو کہہ دیا ہے آج سے ہمارے فلیٹ کے باہر ایک گارڈ ہمہ وقت موجود رہے گا اور یہ جس کی بھی ہمت ہوئی ہے یہاں آنے کی اسکی تو خیر نہیں۔ میں نے کہا ہے سکیورٹی سے وہ سی سی ٹی وی فوٹیج نکال کر دیکھیں گے جو بھی ہوگا جلد پکڑا جائے گا۔''

''ہوپ سو۔'' وہ منہ میں بڑبڑائی۔ کیا کرنا چاہیے کیا نہیں شدید پریشان تھی۔ اگر بتا دے بھی تو کیا زیادہ سے زیادہ وہ لوگ ہراسمنٹ کا کیس ہی کروا سکتے ہیں اس پر جس سے اس نے باآسانی نکل بھی جانا ہے اور کیا کوئی یقین بھی نہیں کریگا کہ ان کا ہیرو ایک لڑکی کو ہراس کرتا ہے۔ اونہہ ہونہہ اس سے صرف وہ ہی جھوٹی کہلائے گی تو کیا اب وہ لوگوں کے ڈر سے اسے چھوڑ دے۔

''چلو براق شاہ! اپنی اپنی ہمت آزماتے ہیں دیکھتے ہیں تم کس حد تک جاتے ہو اور میرا صبر کہاں تک ساتھ دیتا ہے۔'' وہ چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

دوسری سمت دعا تیزی سے پارکنگ میں آئی مگر گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے وہ سکیورٹی گارڈز کے پاس پہنچی تھی۔

''ہے ٹیرنس! مجھے بتاؤ تم یہاں باتیں کرنے کے پیسے لیتے ہو؟''

ٹیرنس اپنے ساتھی مک کے ساتھ گپ شپ کر رہا تھا جب وہ دونوں ہاتھوں کو کمر پر ٹکاتی اس کے سر پر پہنچی تھی وہ بوکھلایا۔

''جی میم۔''

''کل رات ہمارے گھر چور گھس گیا اور تم خواب خرگوش کے مزے لوٹتے رہ گئے۔ تمہیں ذرہ شرم نہیں آئی۔ بھلا اتنی غفلت کی نیند بھی کوئی سوتا ہے۔ تم اپنے پیسے حرام کرتے ہو۔'' وہ نان سٹاپ بولے گئی۔ ٹیرنس بچارہ سنئیں میم سنئیں میم کہتا رہا۔

''میں ابھی تمہاری اوپر شکایت کرتی ہوں۔ تمہاری ویڈیوز جو گپے مارتے ہوئے میں نے بنائی ہیں۔ وہ سوشل میڈیا پر ڈالتی ہوں۔ دو دن میں تم اپنی جاب سے فارغ ہو گے۔''

''میم! میری بات تو سن لیں۔'' اس کے تیز آواز میں کہنے پر وہ بدک گئی۔ ''تم اب مجھ سے اونچی آواز سے بات کرو گے۔''

''سوری پر کل میری ڈیوٹی نہیں تھی۔ کل رات یہ تھا۔''

اس نے مک کی طرف اشارہ کیا جواب تھوک نگل رہا تھا کیونکہ توپوں کا رخ اس کی سمت ہو چکا تھا۔

''قسم سے میم آپ چاہیں فوٹیج دیکھ لیں۔ میں ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا اور تو اور میری آنکھیں بھی پوری رات کھلی رہی تھیں۔ نہیں نہیں وہ بالکل ٹام (ٹام اینڈ جیری والے ٹام) جیسی نہیں کھلی تھیں۔ میں نے بالکل بھی نقلی نوٹ پر آنکھیں بنا کر انہیں اپنی بند آنکھوں پر نہیں چپکایا تھا یقین کریں۔''

اس پاکستانی لڑکی کے مشکوک انداز میں گھورنے پر وہ بے چارہ گھگھیا کر بولا تھا۔ اسے اپنی نوکری بڑی عزیز تھی۔ کتنی مشکل سے تو ٹاول بوائے کی نوکری سے جان چھوٹی تھی۔ اب یہ بھی چلی جائے نا بابا نا۔

''وہ تو بیٹا شام کو پتا چلے گا۔'' جھٹ سے واپس مڑی۔ مصنوعی غصہ اڑن چھو ہوا۔ حقیقی پریشانی نے آن گھیرا۔

''میں کیسے اتنی بے خبر ہو سکتی ہوں۔ کہیں اس کمینے نے سویلم کو کچھ کہہ تو نہیں دیا۔ کہیں کچھ چرا کر تو نہیں لے گیا۔ اف اللہ! اگر میری سویلم کو کچھ ہو جاتا تو میں کہاں سے اتنی پیاری بہن لاتی۔ باقی تو ساری خاندان میں چڑیلیں بستی ہیں۔ اس چور کی تو خیر نہیں۔ ایک بار میرے ہاتھوں میں آ گیا نا تو نانی یاد کروا دینی ہے اسکی۔'' وہ باآواز بلند بڑبڑاتی گاڑی گیٹ سے باہر نکال رہی تھی اور وہ دونوں گارڈز اس کو سنتے کانوں کو ہاتھ لگا رہے تھے۔

✿......✿......✿

''دم دار ہے۔''

سولیم کے فون کو بے جان کرنے پر براق کا پارہ چڑھا تھا۔ پہلے ہی ایلسا والا رپھڑ اور ڈیڈ کی ناراضگی کی وجہ سے پریشان تھا اوپر سے اس محترمہ کی للکار وہ بلبلا اٹھا۔

آج وہ دکھا دے گا کہ براق شاہ خالی خولی دھمکیاں نہیں دیتا۔ ان پر عمل بھی کرتا ہے۔ گو کہ اس لڑکی کی ضرورت صرف چند دن کے لئے تھی لیکن پھر بھی اپنی چھاپ وہ اس پر تاحیات کے لئے چھوڑنا چاہتا تھا۔ ٹی شرٹ اتار کر اس نے چینج کی۔ اس پر بلیک ہڈی والی جرسی پہنی۔ سیل سائلنٹ پر لگا کر اس میں سونگ کی لسٹ آن کر کے ہینڈ فریز کانوں میں لگائیں۔

''لومی لائک یو ڈو'' پورے زور و شور سے بجنے لگا۔ اس نے سیل ٹراوزر کی پاکٹ میں ڈالا۔ جرسی کیپ سر پر چڑھا کر اس پر ہڈی ڈالی۔ منہ پر آکسیجن ماسک کے طرز کا سیاہ ماسک لگایا جس نے اسکی آنکھوں سے نیچے والا حصہ مکمل طور پر ڈھک دیا تھا۔ جوگرز کی لیسز باندھتا وہ ہینڈز والے ہاتھ جرسی کی پاکٹس میں ڈالتا اپنے کمرے سے نکلا۔ سرونٹس نے دیکھ لیا وہ روز اس طرح باہر نکلتا تھا کبھی واک کے لئے تو کبھی یونہی اس لئے کسی نے خاص نوٹس نہیں لیا۔ ان کا لینا بنتا بھی نہیں تھا نوکروں کو نوکر بن کر ہی رہنا چاہیے مالک کیا کر رہا ہے کیا نہیں یہ ان کا سر درد نہیں ہوتا۔

وہ گیٹ سے باہر نکلا۔ ایک نظر اندھیرے میں ڈوبے ''دی عبایا'' کو دیکھا اور اپنی کار سڑک پر ڈال دی۔ موسم کے تیور آج خاصے بدلے ہوئے تھے۔ خوفناک گھن گرج کڑکتی بجلیاں جانے کیوں آسمان آج اس قدر رو رہا تھا۔ وائپر شیشے پر مارتا وہ اسکی بلڈنگ کے آگے رکا۔ ہارن بجایا، گیٹ کھولا گیا۔ اس نے گاڑی کا شیشہ کھول کر گارڈ کو اپنا آئی ڈی دکھایا اور گاڑی کو پارکنگ میں روک دیا۔

باہر نکلا اور یونہی آرام سے جیبوں میں ہاتھ ڈالتا لفٹ میں چڑھ گیا۔ سیکنڈ فلور پر رک کر اس نے سیل نکال کر گانوں کی لسٹ بند کی۔ ہینڈ فری لپیٹ کر پاکٹ میں رکھی اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مدھم آواز میں ہدایت دیتا وہ اب دبی مسکان کے ساتھ انکے فلیٹ کے سامنے کھڑا تھا۔ دوسری طرف سے ایک آدمی تیز تیز چلتا آیا۔ مدھم ڈم لائٹ والے کاریڈور میں اس تک پہنچا۔ کیز نکالیں اور کلک کی آواز کے ساتھ وہ دروازہ کھول دیا۔

براق اندر داخل ہوا اور فرصت سے اس فلیٹ کو دیکھنے لگا جو تھا تو چھوٹا لیکن ویل ڈیکوریٹڈ تھا۔

"تو سولیم خانم! تم یہاں رہتی ہو۔"

قدم قدم چلتا وہ لاؤنج میں آیا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سیل نکال کر اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے لگا۔ چند منٹ گزارے پھر اپنے عقب میں روشن دروازے پر نظر ڈالی۔ پورا فلیٹ اندھیرے میں ڈوبا تھا ماسوائے اس لاؤنج میں جلتے واحد ایل ای ڈی بلب کے جو کہ پھیکا تھا اور عقب میں موجود کمرے کے دروازے کی درز سے چھن کر آتی روشنی کے وہ مسکرایا۔ کمینی مسکراہٹ۔

پھر پاؤں کے بالکل سامنے رکھی ٹیبل پر جوگر مارا۔ کھٹکے کی آواز پیدا ہوئی۔

"کون؟"

وہ جھٹکا کھا کر دبا سا ہنسا۔ منہ سے ماسک اتار کر جرسی کی پاکٹ میں ڈالا اور پھر سے پاؤں ٹیبل پر مارا۔ ساتھ میں ہاتھ میں پکڑے سیل پر سے ایک "ناؤ" لکھا۔ میسج بھیجا اور اس کے کہنے کے ساتھ ہی بتی گل۔

براق نے دیکھا وہ محتاط سی باہر آ رہی ہے۔ اس کا چہرہ ڈھکا تھا۔ گویا اس کو شک ہو گیا تھا۔

احتیاط پسند پلس بہادر پلس چوکنا۔

وہ اس کے ہیولے کو کچن کی سمت بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے رکتے ہی بلی نے اس پر چھلانگ ماری۔ وہ نہیں جانتا تھا یہ بلی کہاں سے آئی لیکن اس کے نہ چیخنے پر اسے بہت اچھا لگا تھا تو یعنی یہ واقعی بہادر ہے کیونکہ عموماً اس کا جتنی بھی لڑکیوں سے پالا پڑا تھا کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی چیز سے خوف کھاتی تھی اور ایسی سچویشن میں تو اب تک بلڈنگ کے تمام لوگ اپنے بستر چھوڑ یہاں موجود ہوتے کہ دیکھیں تو سہی کون مرا ہے جو اتنا دلخراش واویلہ مچا ہے۔ محظوظ سا وہ گہری سانس چھوڑتا دبے قدموں کے ساتھ بالکل اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"اوہ سویٹی! یہ تم ہو کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا شریف لوگ رات کو دوسروں کے گھروں میں داخل نہیں ہوتے۔" وہ اس کے قلفی بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی تھی۔ براق کا دل چاہا جیسے وہ نرماہٹ سے اس بلی کے بالوں کو چھو رہی ہے ویسے ہی وہ بھی اس کے بالوں کو چھوئے۔ اس کا ہاتھ بڑھا تھا اس فیروزی سٹالر کو کھینچ اتارنے کو پھر مصلحت کی خاطر وہ رک گیا۔ مصلحت اور براق شاہ کیا بکواس ہے یہ۔

ہاتھ نیچے گرایا۔ پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر سیل پر یس لکھ کر بھیجا اور بیحد قریب آ کر ڈرانے کی غرض سے بولا۔

"اور کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا جب کوئی آپ سے بات کر رہا ہو تو پوری بات سنے بغیر فون بند نہیں کرتے۔"

وہ اس کے وجود میں ہوتی لرزش کو بھانپ گیا تھا۔ڈر، ویری گڈ چلو اس کو اور ہوا دیتے ہیں۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کسی کے صبر کو اتنا نہیں آزماتے۔"

اسکے ہاتھ میں موجود سیل بجھا تھا اور بلی بھی پھسلی تھی۔وہ بالکل براق کے پاؤں کے پاس گری تھی۔اس نے بوٹ سے اسے پیچھے کیا۔وہ چنگھاڑتے ہوئے میاؤں کے ساتھ اس کے عقب میں دوڑی۔براق کو سولیم کے گہرے سانس کی آواز آئی تھی پھر اس نے دیکھا وہ سایہ سا تیزی سے سامنے کی اور بڑھا ہے لیکن یہ کیا۔

"آہ۔" یقیناً اس کے ماتھے پر فریج لگا تھا اوہ تو یعنی یہ اتنی بھی بہادر نہیں۔وہ فریج سے ٹکرانے کے بعد سیدھی سائیڈ پر گرنے لگی تھی لیکن براق کے پاؤں کی آڑ نے اسے گرنے سے بچا لیا۔اف، ایک گرل فرینڈ بنانے کے لئے کیا کیا کرنا پڑ رہا ہے۔

"اور کیا تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا جب بصارت ساتھ چھوڑ جائے تو یوں تیز رفتاری میں نہیں چلتے گرنے کے خدشات ہوتے ہیں۔"

وہ مڑی تھی اور آنکھیں پھاڑے اسکے وجود کی متلاشی تھی۔ان اندھیرے میں ڈوبی آنکھوں میں ڈر بھی تھا غصہ بھی اور اکتاہٹ بھی پھر اسے اسکی مضبوط بظاہر مضبوط بنائی گئی آواز سنائی دی۔

"میں تمہارے خلاف رپورٹ کرونگی۔"

وہ ہنسا۔آج مزا آرہا تھا شکار کا نہیں اس نے آج سولیم شفیق کا شکار نہیں کرنا تھا آج تو اس نے بھرپور اسے زچ کر کے اسکا مزا اٹھانا تھا۔یہی تو اسکا طریقہ تھا مقابل کو خود سے اتنا ہراساں کر دو کہ تم دن کہو تو وہ گھگھور اندھیری رات کو دن کہے اور تم رات کو تو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا وہ رات کہے تو آج براق شاہ بھی اس خود کو دکھانے آیا تھا یہ بتانے آیا تھا کہ اسے نظر انداز کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ گھر آتے مہمان کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرتے۔"

وہ دبے قدموں اسکے نزدیک آیا۔معطر سی اسکے وجود کی خوشبو نے یکدم اسے بے حال کر دیا۔

"مائی گڈنس اب تو یہ بہت ضروری ہو گئی ہے۔"

اس نے ایک ہاتھ فریج کی سائیڈ پر رکھ کر اسکا راستہ بند کیا اور لائٹر سے نکلتی جگنو زدہ روشنی میں اسکی بھوری گھبرائی ہوئی مضبوطی کا تاثر دیتی آنکھیں دیکھ کر کھو سا گیا۔

"راستہ چھوڑو میرا۔" جھنجھلاہٹ سے بھرپور چٹان سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرا کر اسے فسوں سے کھینچ لائی۔

اس نے سنا دل کہہ رہا تھا اس سرکش حسینہ کو ابھی کہ ابھی اٹھا کر کہیں ایسی جگہ لے جا جہاں وہ خود کو بھی ڈھونڈ نہ سکے۔اس کی تمام اکڑ نکال دے اور اسے بتائے کہ براق شاہ کون ہے۔جس سے وہ اتنا گریز برت رہی ہے لیکن اس نے سنا وہ جو اس کی زبان بول رہی تھی وہ جو دل کا حال تھا وہ جو طلب تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک مرد جب دوسری عورت پر پوری طرح حاوی ہو تو اسے للکارتے نہیں ورنہ بہت برا ہوتا ہے۔"

حواس میں لوٹتے ہوئے وہ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔سولیم کے دماغ میں کیا چل رہا تھا اسکی عمیق نظریں جانچ گئی تھیں۔وہ ابھی وار کرے گی ہاں وہ اسی بارے میں سوچ رہی ہے لیکن وہ کس قسم کا وار کرے گی،وہ اسے کہاں مارے گی کیا وہ اسے مارے گی یا چیخے چلائے گی۔نہیں یہ چیخنے چلانے والی لڑکی نہیں ہے اگر ہوتی تو اب تک یہاں ایک ہجوم اکٹھا ہوتا۔یہ ایک مضبوط لڑکی ہے۔اپنا دفاع خود کرنے والی۔اوہ،تو یہ اتنی گہرائی سے سوچنے لگی ہے اسے فینٹسی سے نکال کر حقیقت میں لانا ہی پڑے گا چلو پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اور یہ سوچتے براق شاہ کو اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ وہ دوسروں کا دماغ انکے چہرے پڑھنے والی کو وہ فقط دو فون کالز اور دو ملاقاتوں میں اتنا جان گیا ہے۔

باہر برستی بارش نے سنا وہ گریفائٹ آنکھوں والا لڑکا کہہ رہا تھا۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ جب آپ کے سامنے ایک ہینڈسم باکسر کھڑا ہو تو چپ نہیں رہتے ہیلو سولیم کیسی ہو؟"

اور پھر اسی پل زرد جگنو جیسی لائٹ میں اس نے دیکھا۔فریج کے ساتھ چپکی فیروزی سکارف والی کی آنکھوں میں جارحیت اتری ہے۔وہ جارحیت اتنی شدید ہوگی یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔سولیم کے پنچ نے واقعی اسکے چودہ

طبق روشن کر دیے تھے۔اتنا صحیح اور حساس جگہ پر مارے گئے پنچ کی وجہ سے اسکا نرخرہ دکھا تھا اور اس کے دبنے کی وجہ سے ہی اسے کھانسی چڑھی تھی۔شاید وہاں خون بھی نکلا تھا کہ اسے بہت زور سے کسی چیز کے چبھنے کا احساس ہوا تھا۔اسے درد ہوا لیکن فقط چند سیکنڈز کا۔

زیادہ حیرانی اس نازک دکھتی لڑکی کی اس پھرتی پر تھی جو وہ دکھا رہی تھی۔ابھی وہ کھانس کر گلا درست کر ہی رہا تھا کہ اس نے اس یخ بستہ سردی میں برف کے کیوبز اس پر اچھال دیے۔گو کہ اس نے منہ پھیر لیا تھا پھر بھی اسکی کان کی لو کے بالکل ساتھ ایک ٹکڑا زور سے آکر لگا۔

''یو بچ۔''اسکے دل نے گالی دی۔وہ اسکی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک عورت کو ہلکا نہیں لینا چاہیے۔''

یہ عورت مجھے پل پل حیران کر رہی ہے۔یہ ہے کیا نقاب میں چھپا ایک ڈائنامائٹ یا پھر یا پھر......

وہ دو قدم پیچھے ہٹا کیا کسی لڑکی نے آج تک میرے ساتھ ایسا کیا کوئی کرنے کا سوچ بھی سکتی تھی۔ہرگز نہیں یہ براق شاہ ہے جس پر ایک دنیا مرتی ہے۔یہ اپنی مثال آپ ہے ہینڈسم ہے مغرور ہے مشہور ہے یہ ایک برانڈ ہے۔یہ براق شاہ ہے اکیسویں صدی کا بے تاج بادشاہ تو وہ انسان جو اتنا مشہور و مطلوب ہے اس کے ساتھ اس طرح کا سلوک بھلا اچھا تھا بالکل بھی نہیں۔

تنے اعصاب ڈھیلے پڑے حیرانگی اڑن چھو ہوئی اور وہ سینے پر محظوظ سا ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا۔

''میں تمہاری زندگی برباد کرنے والا ہوں۔''دل غرایا تھا اپنی ناقدری ہونے پر۔

''اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک باکسر پلس فائٹر کے لیے اتنی معمولی سی ضرب (جھوٹا) بالکل معنی نہیں رکھتی۔''

وہ گھبرا کر چند قدم پیچھے ہٹی۔براق کو اسکے خوف نے لطیف سا احساس دیا۔اس کے ڈرنے گویا کہیں اندر پھن پھیلائے مردانگی کو سکون سا بخشا تھا۔اسکی فاتح گریفائٹ آنکھوں نے دیکھا وہ کانپتی ٹانگوں کے ساتھ بھاگ کر اوپر سیڑھیاں چڑھی ہے۔وہ باہر نکلا لاک واپس لگایا اور اس آدمی کے ساتھ چلتا ہوا ان کے فلیٹ کی بیک سائیڈ پر آ گیا۔ہکس کو ان لاک کیا اور اندر آ گیا۔شیطانی ہنسی اب بھی لبوں پر تھی ایسے ہی خون آلود گردن کو

رگڑ کر وہ لرزش بھرے وجود کے پاس رکا۔

"میں تمہیں برباد کرنے جارہا ہوں۔"

دل ہنوز خفا تھا ناراضگی سے بولا۔ لمبے چوڑے باکسر نے اپنے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے پھر وہ اس پر جھکا تھا۔ بیٹھے ہوئے بھی وہ بیڈ سے خاصا اونچا تھا تبھی پورا جھکا اس کے لب بدمعاشی سے مسکرائے۔

"ویلکم ٹو براقس لائف تم نے مجھے متاثر کیا۔ اب تو تم واقعی گئی۔" گویا دل نے ہاتھ جھاڑا تھا وہ چند ساعتیں اس کے خوف زدہ دل کی آواز اپنے کانوں سے سنتا رہا پھر آخر اس پر ترس کھا کر اٹھا۔ کھڑکی پھلانگی اسے بند کیا اور باہر منتظر کھڑے آدمی کو نوٹ تھمائے۔

"تم نے اچھا کام کیا ٹیرنس۔"

اس کی جیب نوٹوں سے بھرتا وہ سیٹی بجاتا وہاں سے جارہا تھا۔ ٹیرنس اسکا ہڈی میں چھپا سر اور اکڑے کندھے دیکھتا رہا۔ باہر ہنوز آسمان سے گرتی بوندوں کی تڑتڑ سنائی دے رہی تھی۔

اور ان گرتی بوندوں میں براق کی دھڑکن کہہ رہی تھی

دم دار ہے امپریسو فدا۔

✡ .... ✡ .... ✡

"تم کچھ بجھی بجھی سی لگتی ہو۔"

دھوپ کا دن آج پوری شان سے سینہ تانے ان چھٹتے بادلوں کو دیکھ رہا تھا جن کے راج کا وقت ختم ہوا اور ہر سو سونے جیسی زردی پھیل گئی۔ اس زرد نرم گرم صبح میں "دی مائنڈ" میں بیٹھی سولیم سوچوں کے یلغار میں گم تھی جب پیچھے سے جینی نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا۔

وہ چونکی، پلکوں کو بے وجہ تین دفعہ جھپک کر جیسے اس آسیب سے چھٹکارا پانے کی سعی کی اور ایسا مسکائی کہ نقاب میں سے اسکی مسکان جھلکی بھی نہیں۔

"نہیں تو تمہیں ایسا کیوں لگا؟" اپنی آواز سن کر وہ خود بھی ٹھٹھک گئی۔ پریشان مضطرب۔

"بے بی! تم آج چست نہیں ہو تمہاری آنکھوں میں۔" جینی نے اپنا چہرہ اس کے منہ کے بالکل قریب کیا۔

سولیم نے سانس روک لیا۔

''ڈر ہے، تذبذب ہے، تمہاری بھنویں تناؤ کا شکار ہیں۔ تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے اختیار میں نہیں۔ تمہارا دماغ بھٹکا ہوا ہے۔ تم کسی چیز کو اوائڈ کر رہی ہو جو کہ ہو نہیں رہی اور اسی وجہ سے تم ٹینس ہو، رائٹ۔''

سولیم نے جھٹکے سے نظریں جھکا کر اپنا چہرہ اسکے چہرے سے پیچھے کیا۔ وہ کیسے بھول گئی جینی اس سے زیادہ سینئر ہے۔ جدوجہد کر کے خود کو بامشکل کمپوز کرنے کے باوجود وہ پکڑی گئی۔ آل رائٹ اسے مزید سیکھنے کی ضرورت ہے۔

جینی مسکائی، مرروال سے باہر بیٹھے مریضوں کو دیکھا اور پھر اسے جو کہہ رہی تھی۔

''ہاں ایسا ہو سکتا ہے تم مریضوں کو بھیج سکتی ہو پریشانی اپنی جگہ کام اپنی جگہ۔''

شانے اچکا کر اس نے باہر اخبار پڑھتے فون پر لگے تو کچھ بے مقصد ٹانگیں جھلاتے اپنی باری کے منتظر سٹیل کی سوراخوں والی کرسیوں پر بیٹھے مریضوں کو دیکھا پھر جینی کی جانب متوجہ ہوئی جو آج اپنے بال سرخ رنگ میں ڈائی کروا کر آئی تھی۔ کانوں کی بالیاں بھی سرخ تھیں البتہ جو پاؤں تک چست پیچھے سے کٹ والا ٹاپ پہنا تھا وہ سفید تھا۔ بازوؤں کا اسے پتا نہیں چل سکا کہ ہیں بھی یا نہیں کیونکہ اسکے نام سے جگمگاتا او ور آل ہمیشہ کی طرح اسکی زینت بنا ہوا تھا۔

''ڈیڈی کیٹڈ ہو گڈ۔'' اس نے پین گھماتے ہوئے اسے سراہا۔ ''ایک پیشنٹ ہے جسے تمہیں پرائیوٹلی ڈیل کرنا ہے وہ ابھی بس آتا ہو گا۔ اسے تمہیں اچھے سے سننا ہے دوسرے پیشنٹس کی پرواہ نہ کرو میں اور باقی سٹاف انہیں ہینڈل کرلیں گے تب تک تم چل کرو۔''

وہ نقاب میں چھپا اسکا گال تھپتھپا کر آگے بڑھ گئی۔ سولیم کو دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی۔ وہ گہرا سانس لے کر اٹھی، مرروال پر کونے پر لٹکتی ٹسل سے بجی رسی سی کھینچی۔ پوری دیوار پر سفید شیڈز گر گئیں۔ اس نے دو انگلیوں سے نقاب کو نیچے کھینچا گردن کو دائیں بائیں کر کے کرسی پر آ کر ٹک گئی۔ ٹیبل پر رکھے جگ میں سے اس نے پانی گلاس میں انڈیلا۔ ایک مخصوص آواز سی ابھری گلاس اٹھا کر اس نے لبوں سے لگا لیا۔

''کیا میں واقعی اسے ضرورت سے زیادہ خود پر سوار کر رہی ہوں وہ آخر ہے کون جو یوں مجھے پریشان کرے

اسے لگ رہا ہے میں اس سے متاثر ہو جاؤں گی ڈر جاؤں گی لیکن وہ نہیں جانتا اس نے کس کو چھیڑا ہے۔ مجھے اپنی حد تو پتا نہیں لیکن میں اللہ کی بنائی گئی حد نہیں پھلانگوں گی۔ وہ میری آزمائش ہے یا میرے کسی نا کردہ گناہ کی سزا۔ مجھے پتا ہے اور میں اس آزمائش کیلئے تیار ہوں۔ براق شاہ تم اپنی حد آزماؤ اور میں اپنا صبر۔ دیکھتی ہوں دل سی کس کی جیت ہوگی۔"

گلاس میں پانی ختم ہوا اس نے اسے میز پر رکھا۔ ابھی وہ کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر آرام دہ ہوئی ہی تھی کہ دروازے پر کھٹکا ہوا۔ سویلم نے دو انگلیوں سے نقاب کو کھینچ کر اوپر چڑھایا۔ دروازہ کھلا اور نو وارد اس کے فریم میں ابھرا۔

اس کے لبوں پر مسکان تھی۔ آنکھوں میں چمک۔ بال بکھرے سے تھے۔ لیمن کلر کی ہڈی پیچھے گری تھی۔ سیاہ جینز میں اسکی دراز ٹانگیں نمایاں تھیں۔ دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں تھے اور وہ لبوں میں کچھ چبا بھی رہا تھا۔

"ہیلو ڈاکٹر۔" سویلم نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا اور رک گئی۔ وہ قدم قدم چلتا نزدیک آ رہا تھا۔ میز کے اس پار وہ کرسی کے قریب رک گیا پھر وہاں سے گھوم کر وہ پیشنٹ چیئر پر آ کر بیٹھا جو سٹیل کے گول سٹول جیسی تھی۔

"میں ٹرکر ہوں آپ ڈاکٹر سویلم ہیں نا؟"

وہ اٹھارہ انیس کے درمیان کا خوش شکل اور خوش مزاج سا لڑکا تھا جو اپنی عمر سے بڑا دکھتا تھا۔ قریباً بھی کوئی چھبیس ستائیس کا۔ سویلم نے اس کے سوال پر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹرکر سان۔" نوٹ پیڈ میں سے اسکا نام پڑھتے ہوئے وہ بولی۔ جینی نے اسے بتا دیا تھا کہ مشہور سابقہ باکسر کا بیٹا آج اسکا پیشنٹ بننے والا ہے اچھا ہے۔

"تمہیں جو پرابلم ہے تم مجھے بتا سکتے ہو آج سے تم میرے پیشنٹ ہو۔" وہ نرمی سے بولی تھی۔ ڈاکٹری لہجہ۔

ٹرکر نے اسکے کیبن میں نظریں دوڑائیں۔ مختلف دماغی تصاویر کمرے میں آویزاں تھیں۔ ایک روبوٹ بھی کھڑا تھا جو سفید رنگ کا تھا اور جس کا دماغ آدھا کھلا تھا۔ کونے میں روبوٹ سے ہٹ کر ایک چھوٹی سی ٹیبل پر سمال اور بگ انسٹائن بھی پڑی تھی جو کہ ظاہری بات ہے نقلی تھی چند ایک پلاسٹک کی آنکھیں اور ایک دل بھی وہاں سے ہٹ کر اس کی میز پر وہی ڈاکٹری چند ایک ایکوپنکس گلوب اور دماغ بھی رکھا تھا۔ ایک جگ اور شیشے کا گلاس بھی۔

''تمہارے کمرے میں دواؤں کی سمیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ گھٹن زدہ ہے۔ تم اچھی ہو ڈاکٹر۔''

سولیم مسکائی۔

''میرے نظریے کے مطابق ایک پیشنٹ کو ایسا ماحول دینا چاہیے جس میں وہ کمفرٹیبل ہو نا کہ اس کا سانس گھٹنے لگے میں تو ان سب کے۔'' اس نے ٹیبل کی جانب اشارہ کیا جس پر مختلف جسمانی نقلی اعضاء رکھے تھے جو کہ دیکھنے میں تو بالکل بھی کراہیت آمیز نہیں تھے اور اچھے لگتے تھے۔ ''میں بھی خلاف ہوں لیکن یہ جینیفر کا کلینک ہے اور میں یہاں کنسلٹنٹ ہوں تم کہو کیا پرابلم ہے؟''

''مجھے آپ کا خاصہ وقت درکار ہے ڈاکٹر۔'' ٹرکر کی صورت یکدم رونی بن گئی۔

''میں ہمہ تن گوش ہوں۔'' وہ ہاتھوں کو باہم پھنسائے آگے کو ہو کر بیٹھی۔ ٹرکر نے سرد آہ بھری اس کا دل برا سا ہونے لگا۔

''میں بہت مشکل میں ہوں ڈاکٹر۔ شاید آپ جانتی ہوں میرا باپ ایک مشہور باکسر تھا اس کا ایک مقام تھا۔ ایک عزت تھی لوگ اس کی بہت قدر کرتے تھے۔ میڈیا اس کی رسیا تھی۔ تنقیدی مسائل سے تو ہر ایک گزرتا ہے لیکن پھر بھی جو منظور نظر ہو منظور نظر رہتا ہے۔ میرا باپ بھی تھا لوگ اسے پنا ہیرو مانتے تھے۔ چار بیلٹس تو نہیں لیکن وہ تین کا مالک تھا اور یہ بہت بڑی بات تھی ان تین بیلٹس کی چمکاہٹ میں وہ لوگوں کی جان تھا۔ وہ ان کیلئے سلیبرٹی تھا ان کا ٹائٹل حیران کن تھا لیکن پھر براق شاہ آ گیا۔''

سولیم کا حلق کڑوا ہوا کچھ لوگ بے فضول ہی گلے میں پھانس کی طرح چبھتے ہیں۔

''اس نے میرے باپ کو چیلنج کیا۔ میچ ہوا اور میرے باپ کو ذلیل کر کے رکھ دیا۔ ٹھیک ہے اس نے چیٹنگ نہیں کی تھی لیکن اس نے ٹرک اپنائی تھی اور پیٹر کو بہت پیٹا بھی۔ چلو مان لیا یہ سب گیم کا حصہ ہے لیکن پھر اس کے بعد جو اس نے میرے باپ کی عزت کی دھجیاں اڑائیں یہ ناقابل برداشت ہے میرے لئے۔ اب میڈیا میں پیٹر کی تھو تھو ہو رہی ہے کہ وہ ایک نئے باکسر کے ہاتھوں اس طرح بے وقت ہوا یہ سب بہت تکلیف دہ ہے میرے لئے۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا مجھے اس کی فضول گوئی روز رات کو آ کر سونے نہیں دیتی۔ میرے باپ کی ندامت سے جھکی آنکھیں اس کے کسے گئے طنزیہ جملے ڈاکٹر میں شدید ڈپریشن کا شکار ہوں۔ میری سمجھ سے باہر

ہے کہ میں کیا کروں۔ میرا دل چاہتا ہے یا تو میں اس کو ختم کر دوں یا اپنی جان لے لوں۔ مجھے لگتا ہے اگر ایسا ہی چلتا رہا تو واقعی کچھ بہت غلط ہو جائے گا جو کہ نہیں ہونا چاہیے۔"

سولیم نے پوری توجہ سے اسے سنا۔ وہ واقعی ڈسٹرب لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سرخ دھاگے ابھر چکے تھے۔ پلکوں پر غور سے دیکھو تو معمولی سی نمی بھی تھی وہ ڈپریس تھا۔

"ٹھیک ہے برا وقت ہمیشہ کیلئے نہیں رہتا۔ تمہارا ڈپریشن بھی جلد ہی چلا جائے گا۔ میں تمہیں نیند کی گولیاں اور اینٹی ڈپریشن سجیسٹ کر رہی ہوں۔ باقاعدگی سے لیتے رہنا جلد صحت یاب ہو جاؤ گے لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا۔ خود کو زیادہ دواؤں کا عادی نہ بناؤ۔ خاص کر نیند کے لئے فی الحال تو تمہاری کنڈیشن کی وجہ سے میں دے رہی ہوں تم سمجھ رہے ہو نا۔" وہ کاغذ پر پین کو گھسیٹتے ہوئے کہہ رہی تھی ٹرکر نے اثبات میں سر ہلایا

"اور اس کا استعمال مجھے کب تک کرنا ہے؟"

"یہ تو تم پر ڈیپینڈ کرتا ہے تم کتنا خود کو ریلیکس رکھ پاتے ہو۔"

دواؤں والا نسخہ اس نے اس پیلی جیکٹ والے لڑکے کی جانب بڑھایا۔ اس نے جیب سے ہاتھ نکال کر وہ نسخہ پکڑا اور مٹھی میں دبا کر واپس ہاتھ جیب میں چھپا لیے۔

"انسان ریلیکس نہیں رکھ پاتا خود کو خاص کر تب جب کوئی بری طرح آپ کے حواسوں پر سوار ہو اور آپ اس کی حرکتوں کی وجہ سے ناک تک تنگ آ گئے ہوں۔ آپ نہیں سمجھیں گی ڈاکٹر کیونکہ آپ پر ایسی کوئی سچویشن جو نہیں بیتی ہو گی۔"

اور اسی پل وہی چہرہ اسکی نگاہوں کے سامنے بھی ابھرا اس نے لب کچل لئے واقعی ہمیں کچھ بھی جانے بغیر کسی کو جج نہیں کرنا چاہیے۔

"ہاں ٹھیک ہے لیکن تم کوشش تو کر سکتے ہو نا۔"

"بالکل میں آپ کو مایوس نہیں کرونگا ڈاکٹر۔" وہ مسکرا اٹھا۔ اس میں مسکراہٹ میں بڑی ہی معنی خیزیت تھی۔ کوئی تیر لگ جانے کا سرور تو کسی کی بربادی کا آغاز۔

⚙......⚙......⚙

"کہیں اس نے تمہاری بہن کے ساتھ کچھ کر تو نہیں دیا۔"

چمکیلی صبح میں وہ پروفیسر بن کا لیکچر لے رہی تھی۔اس کے ہاتھ برق رفتاری سے ان کے منہ سے نکلتے لفظوں کو صفحے میں اتار رہے تھے۔جیسے ہی لیکچر ختم ہونے کی بیل بجی اکثر طلباء دروازے کی جانب دوڑے تھے تو کچھ ابھی بھی ان کو سننے میں مگن تھے۔ان میں دعا بھی تھی۔پروفیسر کے آخری لفظوں کو جلدی سے ذہن نشین کر کے وہ رجسٹر پر لکھ رہی تھی جب میا اس کے کان کے پاس پھسپھسائی۔

"ہے تم اتنی چپ کیوں ہو آج؟"

پروفیسر اپنا سامان اکٹھا کر کے کلاس سے باہر نکل رہے تھے دعا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں تو تمہیں ایسا کیوں لگا؟"

آخری لفظ لکھ کر اس نے رجسٹر بند کیا اور اسے اپنے دو بدریوں والے بیگ میں ڈالنے لگی۔

"کیونکہ تمہارے منہ پر لکھا ہے۔کم آن ہم دوست ہیں اب بتا بھی دو۔" میا نے اسے کہنی ماری تھی۔"بالکل اب بتا بھی دو کیا بات ہے۔"

ڈیوڈ نے اوپر والی رو سے گردن نکال کر کہا تھا۔"ہاں اب بولو بھی۔"

اس کا پورا گینگ بول اٹھا پوری کلاس خالی تھی۔سوائے دعا اور اسکے بڈیز کے اس نے گہرا سانس لیا۔

"کل رات ہمارے اپارٹمنٹ میں چور آ گیا تھا۔" اس نے افسردگی سے کہا۔

"اوہ تم ٹھیک ہو۔" مائیکل یکدم پریشان ہوا۔

"ہاں مجھے کیا ہونا ہے جب چور آیا تھا تو میں سو رہی تھی مجھے پتا ہی نہیں چلا وہ کب آیا اور کب گیا البتہ میری بہن کا اس سے سامنا ہوا تھا۔"

"کہیں اس نے تمہاری بہن کے ساتھ کچھ کر تو نہیں دیا۔وہ ٹھیک ہے نا؟" میا کی پریشانی بھی عروج پر تھی۔

"ہا۔اس کی اتنی جرأت میری بہن پوری جلاد ہے۔مار بھگایا اس نے چور کو وہاں سے لیکن مجھے ایک بات ستائے دے رہی ہے۔وہ چور آیا کیسے ہمارے گھر۔سی سی ٹی وی فوٹیج میں بھی وہ کہیں نہیں ہے ہمارا مین ڈور اور ونڈوز وغیرہ بھی سب بند تھیں۔ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔"

ڈیوڈ ہنسا۔دعا نے سخت گھوری اسے لگائی تو وہ کھسیا سا گیا۔

"یار لگتا ہے تم بھول رہی ہو یہ اکیسویں صدی ہے یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔تالے توڑنا تو عام بات ہے تم بس یہ شکر کرو کہ تمہاری بہن ٹھیک ہے اور کوئی نقصان وغیرہ نہیں ہوا۔ویسے جس حساب سے چور خالی ہاتھ لوٹا ہے اس سے ثابت ہو رہا ہے تمہاری بہن واقعی جلاد ہے۔"

بولا اور بول کر اپنے پاؤں پر کلہاڑی خود ماری۔دعا نے پوری قوت سے جھک کر اسکے گھٹنے پر بیگ مارا تھا۔ وہ بے چارہ کراہ اٹھا۔باقی سب کے دبے دبے قہقہے۔

"خبردار جو میری بہن کو تم نے جلاد کہا تو۔"شیرنی کی طرح غراتے ہوئے وہ اسے آنکھیں دکھاتی وارن کر رہی تھی۔ڈیوڈ دونوں ہاتھ کھڑے کیے اسے سن رہا تھا۔

"اسے جلاد کہنے کا حق صرف میرے پاس ہے آئی سمجھ اور۔"پھر یکدم وہ کچھ کھٹکنے پر پوری اسکی طرف گھومی۔

"تمہیں کیسے پتا چور بالکل خالی ہاتھ گیا۔ہاں؟"تفتیشی افسر کی طرح وہ پوری شکی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جیسے تم تو دوستوں پر بھی شک کرتی ہو سمپل سی بات ہے اگر چوری ہوئی ہوتی تو تم سب سے پہلے چرائی گئی چیزوں کا بتاتی۔"

دعا نے پانی کی بوتل لبوں سے لگانے کے بعد کہا۔"میں پھر بھی سب سے پہلے اپنی بہن کا ذکر کرتی چیزیں ڈزنٹ میٹر سسٹر میٹر۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔"

جہاں دعا اپنے دوستوں کے ساتھ زور و شور سے بحث میں لگی تھی وہیں دوسری جانب طاہر گوندل تفتیشی افسران کے ساتھ بیٹھے غصے سے آگ بگولہ ہو رہے تھے۔

"کمال کرتے ہیں آپ لوگ۔کل رات میرے گھر چور گھس آیا۔میری بیٹی کو اس نے ہراساں کرنے کی کوشش کی اور آپ لوگ کہتے ہیں کوئی بھی کلیو نہیں ملا۔ایسے کیسے ہو سکتا ہے سی سی ٹی وی میں وہ نہیں دکھ رہا۔کسی بھی کیمرے میں اسکا وجود نہیں میرے گھر کے اندر وہ کیسے داخل ہوا۔کونسا تالا توڑا آپ لوگوں کو گھنٹے بیت گئے پتا

ہی نہیں چلا۔ یہ صرف ایک چوری کا معاملہ نہیں ہے میری بیٹی کی جان بھی جا سکتی تھی۔ میں دو گھنٹے مزید تمہیں دیتا ہوں اس شخص کو ڈھونڈو نہیں تو تم لوگوں کی رپورٹ بھی کرنی ہوگی مجھے۔" وہ میز پر ہاتھ مارتے غصے میں پھنکار رہے تھے۔ تفتیشی افسران نے زچ آتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"سر! آپ ہمارا یقین کریں۔ کل رات کوئی بھی آپ کے گھر اندر داخل نہیں ہوا۔ اگر ہوتا تو اس کے پاؤں کے نشانات یا اسکے فنگر پرنٹس مل جاتے یا پھر وہ کچھ بھول جاتا لیکن ایسا کچھ بھی ہمیں نہیں ملا۔ ضرور وہ کوئی ماہر چور ہوگا یا پھر کچھ اور لیکن آپ کے سامنے ہم نے اتنے گھنٹے چھان بین کی ہے کچھ بھی تسلی بخش نہیں مل سکا ہے لیکن پھر بھی اگر آپ مطمئن نہیں ہیں ہم ایک بار پھر سے سٹارٹ کر دیتے ہیں۔"

طاہر جھنجلا گئے۔ "کچھ بھی کرو لیکن اس چور کو ڈھونڈو اور میرے سامنے لا کھڑا کرو ورنہ تم لوگ گئے کام سے۔"

کف لگاتے ہوئے وہ وہاں سے اٹھے تھے۔ تفتیشی افسران نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ان کے جانے کے بعد ایک کال ملائی۔

"ہے جوس رائن کو ریڈی کرو۔"

⚙.......⚙.......⚙

"وہ تیری گرل فرینڈ کبھی نہیں بنے گی۔"

اس ہی زردی ملی دوپہر میں جب ہر طرف لوگوں کا غلہ نظر آتا تھا خوشیوں بھرے قہقہے گلیوں کوچوں میں گونجتے تھے تو یورک کی جم میں براق شاہ چیسٹ پریس مشین پر بیٹھا اپنے دونوں ہاتھوں سے مشین کی راڈ کو کھینچ رہا تھا۔ ایسا کرنے سے اسکے ہاتھوں سمیت چھاتی کی بھی رگیں کھنچ جاتیں۔ گھر گھر کی آواز کے ساتھ وہ اپنے ورک آؤٹ میں بزی تھا جب اسد اس کے سر پر پہنچا۔

"سنا ہے تم اب چور بھی بن گئے ہو۔" زبردست چوٹ کرنے کے سے انداز میں وہ تھری پیس میں کھڑا ڈریس پینٹ کی جیب میں ایک ہاتھ ڈالتا اس پر برسنے کے موڈ میں تھا۔ باکسر نے چہرہ اٹھایا ماتھے پر پھسلتے پسینے کے قطرے اس بات کی شہادت دینے لگے کہ کافی گھنٹوں سے محنت کی جا رہی ہے چہرہ اٹھانے پر پسینہ کنپٹی سے

لڑھکتا ہوا گردن پر گرنے لگا۔

"درست سنا۔" ہانپتی آواز کے ساتھ آ بیرو جیولری سے بجی آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ اسد خون خوار نظروں سے اسے گھورنے لگا۔

"تو پھر کیا چوری کیا؟" پسینے سے چپکے نیلے بنیان والا مشین کو روک کر اسے دیکھنے لگا۔ اسکے شارٹس بھی گیلے تھے۔ مشین روک دی یعنی اسکاورک آؤٹ مکمل ہوا۔

"اس کا اعتماد خود پر یقین اور۔" دونوں ہاتھوں کو باہم ملا کر وہ آگے کو ہوا، پس منظر سے بہت سے باکسرز فائٹرز کے مشینز یوز کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

"اور اس کی سوچ۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر اس ویل ڈریسڈ انسان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ اسد نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ تیرا اسٹینڈر نہیں ہے براق۔ جو ظاہر ہے نا بڑی کوئی اونچی چیز ہے عام بندہ نہیں ہے وہ۔ اس سے پنگا نہ لے۔ میں نہیں چاہتا اخبار کی سرخیوں میں تو چور کے نام سے پڑھا جائے۔"

چوڑے شانوں اور مضبوط عیاں مسلز والا فائٹر مسکایا تھا۔ سخت آنکھوں سے طنزیہ مسکان

"جو براق شاہ ہے نا۔ بڑی۔ وہ۔ بہت۔"

بہت کو لمبا کھینچ کر اس نے خاص انداز میں ختم دیا۔ بہت ہی کمینی چیز ہے اور اس کی پہنچ کہاں تک ہے وہ اس کا ایک بھائی ہے کیا نام ہے اسکا۔ پرسوچ انداز میں اس نے ٹھوڑی پر ہاتھ رکھا۔ اسد یونہی کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ شناسائی کی رمق جاگی۔

"اسد! اسے پتا ہے وہ جانتا ہے کسی کہ باپ کی جرأت نہیں ہے براق شاہ کے بارے میں اخبار میں وہ چیز چلانا جو وہ خود نہیں چاہتا براق شاہ کا سٹینڈر کوئی عام نہیں وہ تو ایک بار استعمال کی ہوئی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتا برانڈ ہے وہ چلتا پھرتا۔"

اسد نے گہری سانس بھری۔

"ایسی بات نہیں ہے وہ ایک حجابی لڑکی ہے شریف ہے وہ یہ ون سٹینڈ نائیٹ افورڈ نہیں کرسکتی۔"

اسد جھنجھلا گیا تھا۔ براق نے اسے جتاتی نظروں سے دیکھا۔

''ون سٹینڈ نائٹ کس نے کہا۔ وہ مجھے صرف ایک رات کیلئے نہیں چاہیے اور نہ ہی کچھ دنوں کیلئے۔'' اس نے بالی میں سجے تکون موتی والی ابرو اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''پھر؟'' اسد کو جھٹکا لگا۔ ''کہیں معاملہ شادی تک تو نہیں پہنچ گیا۔''

براق کھڑا ہوا۔

''پھر یہ کہ وہ مجھے اپنی گرل فرینڈ کے طور پر چاہیے۔ ایک رات نہیں چند عرصے کیلئے اور ہاں اگر وہ حجابی ہے تو کیا موتا بھی تو حجابی تھی نا۔

اس نے اپنی ایکس ٹرکش گرل فرینڈ کا حوالہ دیا۔ وہ چلنے لگا تھا۔ اسد بھی اسکے ساتھ مڑا۔

''موتا کی بات اور تھی وہ حجابی تھی شریف نہیں۔''

وہ دونوں چلتے ہوئے جم کے ڈریسنگ روم میں آئے۔ وہاں دونوں دیواروں پر اوپر سے لے کر نیچے تک سلور وارڈ روب لگی تھیں۔ ہر کسی کے الگ الگ خانے تھے۔ ٹاول بوائے کھڑا وہاں ایک لمبے بینچ پر رکھے ٹاول اٹھا رہا تھا۔ براق نے آگے بڑھ کر ایک لاک کھولا، وہاں سے ٹاول نکالا، بنیان اتار کر اس بینچ پر پھینکا پھر منہ گردن بازو چھاتی ٹانگیں پونچھیں اور ٹاول بینچ پر اچھال دیا۔ پی کیپ پہنے بوائے نے ٹاول اٹھایا اور اس باسکٹ میں ڈال کر باہر چلا گیا۔

''ہاں یہ تو ٹھیک کہا یہ جو سولیم ہے نا کچھ زیادہ ہی شریف ہے لیکن اب کیا کریں بھئی اب تو براق کی نظر اس پر پڑ گئی ہے اور ویسے بھی میں اس کے ساتھ ریلیشن میں رہنا چاہ رہا ہوں۔ کون سا باقیوں جیسا سوچ رہا ہوں۔ براق شاہ کی گرل فرینڈ کوئی عام بات نہیں۔''

ٹاول گاؤن اٹھاتا وہ شاور کے لئے ریڈی تھا۔

''وہ تیری گرل فرینڈ کبھی نہیں بنے گی۔'' اسد نے مایوسی سے کہا۔

''نہ بنے، میں تو اسکا بوائے فرینڈ بن چکا ہوں نا اور یوں بھی اب وہ مجھے اگنور نہیں کرے گی۔ وہ جلد ہی براق شاہ کے ساتھ چلتی دکھے گی۔'' اسد کا شانہ تھپکتا وہ باتھ میں گھس گیا۔ سولیم کا سراپا اسد کی نظروں میں لہرایا پھر

اس نے کندھے اچکا دیے۔ براق کے لئے کونسا کچھ مشکل ہوتا تھا۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

''چور پکڑا گیا ہے۔''

چمکیلی صبح کی سرد تاریک شام ہو چکی تھی۔ پرندوں کے غول اپنے اپنے آشیانوں میں لوٹ رہے تھے۔انسان سڑکوں کو زندہ کئے مستیوں میں مگن دو دن بعد آنے والی کرسمس کی تیاریوں کو دیکھتے خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔شاپنگس عروج پر تھیں۔ سٹالز زندہ تھے۔ایسے میں وہ ذہنی تھکن کے ساتھ اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔دعا اور چاچو حسب معمول ابھی نہیں لوٹے تھے۔وہ فریش ہو کر نماز پڑھ کر لاؤنج میں نیچے کارپٹ پر بیٹھی تھی۔سیل پر وہ ٹرکر کا آنے والا میسج پڑھ رہی تھی جب اس کا فون ایک نئے میسج سے چمک اٹھا وہ واٹس ایپ میسج تھا اور چاچو کا تھا۔

چور پکڑا گیا، ساتھ میں اسکا نام تصویر اور چند ایک ڈیٹیلز تھیں۔اس نے اینجل والا ایموجی چاچو کو بھیجا اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کیے نیم دراز ہو گئی۔

''ہیلو سولیم۔''

بھاری مسکراتی مردانہ آواز سن کر وہ جھٹکے سے آنکھیں کھول کر اٹھی۔اس کا دل حلق میں دھڑکنے لگا تھا۔ کھڑے ہوتے ہوئے مڑ کر دیکھا اور یکدم اسکا دل نیچے گر گیا۔وہ سامنے ہی کھڑا تھا۔بلیک پینٹ کے ساتھ گرے کھڑے کالر والا گھٹنوں تک آتا کوٹ پہنے بھورے بال طریقے سے سیٹ کئے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

سولیم دکھ، شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئی۔وہ وائٹ کھلی شلوار اور چھوٹی پیرٹ کلر کی انگ رکھا سٹائل کی فراک میں کھڑی تھی۔ فراک کے رنگ کا سلک کا سٹول اس کے دائیں شانے پر لٹک رہا تھا۔وہ جانتی تھی بیس پچیس منٹ تک کوئی نہیں آئے گا اور جو بھی آئے گا۔دروازہ ناک کر کے آئے گا۔یوں بھی دروازہ لاکڈ تھا تبھی وہ بالوں کی اونچی ڈھیلی ٹیل پونی باندھے ریلیکس سی آکر بیٹھی تھی لیکن اسے علم نہ تھا کہ کوئی چوری چھپے بھی اس کے گھر داخل ہو سکتا ہے۔وہ بھی اس صورت میں جب ان کے اپارٹمنٹ کے باہر سپیشل سے گارڈز پہرا دے رہے ہوں۔

''میں نے تمہیں آج بہت مس کیا۔سنا ہے وہ چور پکڑا گیا جو گزشتہ رات تمہیں ہراساں کر کے گیا۔''

سولیم نے شاک سے نکل کر جھٹ سٹول سر پر لپیٹا اور اس سے ہی نقاب کر لیا۔

''ویسے تمہیں نہیں لگتا کسی بیچارے بے قصور کو اس بات کی سزا دینا اچھا نہیں ہے جو اس نے کی ہی نہ ہو۔''

وہ دو قدم آگے بڑھا تھا سولیم کی آنکھوں میں دکھ سے پانی بھر گیا جسے اس نے فوراً ہی پیچھے دھکیلا تھا۔

''میرے گھر سے نکلو۔'' وہ دبے دبے غصے سے غرائی۔

''پہلے خود کو تو ادھر سے نکالو۔'' اس نے دماغ کی جانب اشارہ کیا۔''پھر تمہارے گھر سے بھی نکل جاؤں گا۔''

''میں پولیس کو تمہارا نام دوں گی اور تمہاری یہ خوش فہمی کہ میں تم سے ڈر گئی ہوں اسے تمہارے منہ پر ماروں گی۔''

وہ ہنسا تھا دو قدم مزید آگے آیا۔

''بے بی! کیا تم چاہتی ہو تمہارا میرے ساتھ سکینڈل بنے۔اگر یس تو شوق سے دو کیونکہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔''

سولیم نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

''تم ایک قابل نفرت انسان ہو وہ جس سے گھن آئے۔''

''اور تم قابل محبت وہ جس سے کشش آئے۔مان جاؤ ڈارلنگ ہم ساتھ اچھا وقت بتائیں گے۔تم میں اور جنت میں تمہیں وہ سب دوں گا جو آج تک تمہیں کسی نے نہ دیا ہو میں تمہیں پرنسس بنا دوں گا۔''

سولیم کا دل کیا وہ اس انسان کا منہ نوچ لے۔اسکا رونے کو بھی دل چاہا اتنے غلیظ الفاظ، ایسی گھٹیا چاہ اتنی گندی باتیں۔

''تمہیں شرم آنی چاہیے یہ بکواس کرتے ہوئے بھی۔خدا کا ذرا بھی خوف نہیں ہے تمہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئی تھی۔آواز بھی گیلی سی نکلی۔براق نے شانے اچکا دیے۔

''ویل خوف لفظ میری ڈکشنری میں کہیں نہیں ہے اور اپنا خدا میں خود ہوں تو بولو اس حاکم کی ملکہ بننا ہے تمہیں؟''

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔گارڈز۔گارڈز۔''

وہ پھر ہنسا۔

"تمہاری ہاں یا ناں قطعی معنی نہیں رکھتی کیونکہ فیصلہ میرا، اجازت بھی میری سو۔" وہ پھر آگے بڑھا۔ دو قدم اب ان دونوں کے درمیان صوفہ تھا۔ "بی ریڈی فار مائی۔" اس نے سینے پر ہاتھوں سے دل بنایا تھا۔

"گارڈز!" وہ حلق کے بل چلائی۔ گارڈز حواس باختہ بھاگ کر آئے۔

"یس میم۔"

دروازے کی جانب منہ کر کے وہ چلا رہی تھی۔ گارڈز کے ساتھ دعا بھی پریشان سی اندر آئی۔

"سولیم!" وہ اسکی کہنی تھامے کہہ رہی تھی۔

"یہ اندر......" جونہی سولیم نے چہرہ گھمایا فق رہ گئی۔ وہ جگہ خالی تھی جہاں وہ کھڑا تھا۔ اس نے چار بار پلکیں جھپک کر ادھر دیکھا کوئی نہیں تھا۔ دعا کا سوچ کر اس نے فوراً خود کو نارمل کیا۔

"وہ یہاں چھپکلی گری تھی۔" مری مری مدھم آواز میں بولی۔

"کیا!!!!......" دعا نے بیگ ایک گارڈ پر اچھالا۔ دونوں ہاتھ جھلاتے ہوئے دوسرے گارڈ کو نشانہ بنایا اور صوفے پر چڑھ کر چیخیں مارنے لگی۔ سولیم نے بے اختیار اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ حد ہے اس کی بھی گارڈز بے چارے ہونق سے اس نادیدہ چھپکلی کو ڈھونڈنے لگے۔

ادھر چاچو جو اپارٹمنٹ کے پاس ہی پہنچے تھے چیخیں سن کر گولی کی سپیڈ سے اندر آئے۔ وہاں کا منظر کچھ یوں تھا۔ دعا صوفے پر کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ سولیم ہاتھ سے نقاب پکڑے اسے ریلیکس رہنے کا کہہ رہی تھی اور گارڈز چوزے بنے زمین پر کچھ تلاش رہے تھے۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔"

چاچو کا بوکھلایا سا چہرہ متفکر آواز سولیم نے فرصت سے ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھے۔ وہ کتنے پریشان اور ڈرے ہوئے دیکھتے تھے۔ کیا وہ انہیں اور پریشان کرے گی۔

"کچھ نہیں چاچو بس چھپکلی گر گئی تھی اس وجہ سے یہ خوف زدہ ہے۔" اس نے چور کے سے انداز میں کہا۔ چاچو پہلے چونکے پھر دھاڑتے ہوئے گارڈز کو جانے کا کہا اور اس کے بعد ایک غصے سے بھرپور ڈانٹ بے چاری

دعا کوسننی پڑی۔

''چھپکلی تھی، کوئی ڈائنا سار نہیں آ گیا تھا جو تم یوں قبر میں پڑے مردوں کی طرح دھاڑ رہی تھیں۔ حد ہے بچپنے کی بھی۔ ایسا چلتا رہانا تو میں نے تم دونوں کو واپس پاکستان بھیج دینا ہے۔ جانتی بھی ہو کل سے جان حلق میں اٹکی ہوئی ہے میری، پھر بھی اس طرح کی حرکتیں کرنے سے باز نہیں آتے۔ سن لو دعا مجھے مجبور نہ کرو کہ میں کوئی اہم قدم اٹھالوں۔'' وہ انگلی اٹھا کر وارن کرتے وہاں سے چل دیے۔ ان دونوں کو دروازہ زور سے ماردینے کی آواز آئی تھی۔ سولیم نے شرمندگی سے دعا کو دیکھا جو اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔ یہ آنسو چھپکلی کی آمد کی وجہ سے تھے۔

''ایم سوری دعا۔'' سولیم نے اسکا سر شانے سے لگا کر کہا تھا۔

''ارے ہٹو بھی کیسی سوری۔ چھپکلی کا بتا کر میری آدھی زندگی تو تم نے ختم کر دی۔ ہائے اب میں رات کو کیسے سوؤں گی۔ پتا نہیں کہاں چلی گئی ہو گی وہ۔'' اس کی نظریں اطراف میں دوڑ رہی تھیں۔ سولیم نے اسے گھورتے ہوئے دیکھا۔

''تو تم چاچو کی ڈانٹ کی وجہ سے نہیں رو رہی؟''

''ہاں تمہیں ایسا لگا مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کون روتا!!......'' چاچو دروازہ کھول کر باہر آ رہے تھے۔ شاید انہوں نے خود کو شانت کر لیا تھا۔ دعا نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر اسکا تخریبی دماغ جمع تفریق کرنے لگا۔ ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ سولیم یکدم بوکھلائی اور چاچو انتہا سے زیادہ شرمندہ ہوئے۔

''جب دیکھو مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں۔ چھپکلی تھی لیکن میرے لئے تو وہ ہمیشہ ڈائنا سار سے بھی بڑھ کر ڈراؤنی ہوتی ہے۔ جانتے بھی ہیں مجھے اس سے کتنا ڈر لگتا ہے پھر بھی...... پھر بھی مجھے ہی برا بھلا کہنا ہے۔ میں آج ہی ممی کو فون کرونگی۔ مجھے الگ اپارٹمنٹ میں شفٹ کریں۔ مجھے نہیں رہنا ان کے پاس۔ کاش میرے اصل ماں باپ مجھے مل جائیں۔'' جھوٹے نادیدہ آنسوؤں اور سوکھی ناک کو بار بار پونچھتی ہوئی وہ بولے جا رہی تھی۔ سولیم نے نا سمجھ آنے والے انداز میں اسے پھر چاچو کو دیکھا جو دعا کے پاس بیٹھ رہے تھے۔

''میں نے سوچا تھا جب ہمیں کرسمس کی چھٹیاں ملیں گی تو ہم لندن سے باہر گھومنے جائیں گے۔ اچھے سے ہوٹل میں پورے دو دن لگاتار بریک فاسٹ لنچ اور ڈنر کریں گے۔ خوف ناک رائیڈز لیں گے۔ لوگوں کو چلتے،

مہذب انداز میں چھیڑیں گے۔ان کے ساتھ پر یںک کریں گے۔ایک فیملی وڈیو بنائیں گے اور اسے اپنے فیملی گروپ میں ڈال دیں گے تاکہ جو لوگ ایسا فن نہیں کر سکتے ہیں وہ ہم سے جیلس ہوں لیکن چونکہ سولیم۔"

وہ مسکراہٹ دباتے سولیم کی جانب مڑے۔"کوئی دوسرے اپارٹمنٹ میں شفٹ ہونے کا کہہ رہا ہے اور وہ اپنے اصل والدین کی تلاش میں بھی ہے تو ایسا کرتے ہیں آپ اور میں چلتے ہیں کیونکہ یہ ایک پیور فیملی ٹریپ ہوگا اڈاپٹڈ کو ساتھ لے جانا جبکہ وہ خود بھی نہیں چاہتی اچھا نہیں ہے۔ہے۔نا۔"

دعا نے انتہائی خشمگیں نظروں سے سولیم کو گھورا اور پھر اپنے گھٹنے کے ساتھ لگ کر بیٹھے طاہر کو۔

"جھوٹے لوگ جھوٹی باتیں۔"

طاہر نے جیب سے تین ٹکٹس نکال کر ٹیبل پر دھریں۔دعا کی آنکھیں چمکیں لیکن اس نے اپنے اچھلتے دل کو ڈپٹ دیا۔ایگو بھی کوئی چیز ہوتی ہے یار۔

"ہنہ، جیسے یہ اڈاپٹڈ مری جارہی ہے نا جانے کے لئے کیلی فورنیا لے کر جائیں گے ہمیں آئے بڑے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر جانے لگی جب طاہر نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔دعا نے مڑ کر نہیں دیکھا بس اپنا ہاتھ جھٹک کر چھڑوانے لگی۔

"لیکن ہم تو مرے جارہے ہیں نا اپنی بیٹی کو لے جانے کیلیے۔"

دعا کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی لیکن آواز سخت کر کے بولی۔

"یار سولیم! اپنے ڈیڈی سے کہو میرا ہاتھ چھوڑیں نہیں تو۔"

طاہر نے اسکا ہاتھ کھینچا وہ دھڑام سے صوفے پر گر گئی۔

"میرا بچہ۔" طاہر نے اسے سینے میں چھپایا۔دعا کے اندر تک طمانیت اتر گئی۔طاہر نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھتی سولیم کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔وہ اٹھ کر انکے پاس آئی۔طاہر نے دوسرا بازو پھیلا کر اسے بھی اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تم دونوں میں جان ہے میری۔ڈر جاتا ہوں تبھی غصہ کر جاتا ہوں۔مجھ سے خفا نہ ہوا کرو۔مجھے نیند نہیں آتی پھر۔انسان بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن عکس ہمیشہ جوان رہتا ہے۔تم دونوں میرا عکس ہو۔میری زندگی کی کمائی۔"

دعا نے اسے آنکھ ماری تھی۔ سولیم پرسوچ انداز میں ان کے سینے سے لگی رہی۔

۞......۞......۞

"مجھے سمجھ نہیں آتی میں کیا کروں اور کیا نا۔"

سردرات میں وہ اپنے لیپ ٹاپ پر ٹائپ کررہی تھی۔ دل کا بوجھ بڑھ گیا تھا۔ کثافت ضرورت سے زیادہ تھی۔ وہ دعا سے بھی ڈسکس نہیں کرسکتی تھی کہ وہ براق کی پاگل کی حد تک فین تھی۔ چاچو کو اس لئے نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ وہ ان دونوں کے لئے حد سے زیادہ کانشس تھے۔ وہ واقعی دعا کا ماسٹر درمیان میں چھڑوا کر انہیں پاکستان بھیج دیں گے۔ کیا وہ دعا کا یہ خواب درمیان میں تڑوا دے گی ہرگز نہیں۔

"کس کو بتاؤں کس کو نہ۔ آپا کو کہا تو انہوں نے فوراً ماما کو بتا دینا ہے اور بھائی نے چاچو کو۔ پھر آؤ دیکھا ہے نہ تاؤ فوراً پاکستان کی ٹکٹ کروا دینی ہے۔ نہیں پھر بچا طلحہ تو اس نے یہاں آ دھمکنا ہے۔ جذباتی ہے کچھ الٹا سیدھا کردیا تو......اور شاکر اگر اس سے کہا تو اس نے فوراً سے نکاح پڑھوا لینا ہے۔ خدایا پلیز مجھے اس آزمائش سے نکال اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ اللہ پاک پلیز مجھے بھٹکنے نہیں دینا۔"

سکرین کو تاریک کر کے وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ دعا کو دیکھا جو ابھی کچھ دیر قبل کہہ رہی تھی، میں کیسے ایکسائٹمنٹ سے سوؤں گی۔ اس کے خراٹے پورے کمرے میں گونج رہے تھے۔ دعائیہ کلمات، چار قل اور آیت الکرسی پڑھ کر خود پر، دعا اور پورے کمرے میں پھونکنے کے بعد وہ سیدھی سائیڈ پر کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ اس کے لب اب سونے کی دعا اور کلمے پڑھ رہے تھے۔ کمرے میں اندھیرا تھا اسے جلد ہی نیند نے آن گھیرا۔

کچھ وقت گزرا تو کمرے میں کونے پر رکھے چھوٹے سے صوفے پر ایک وجود آ بیٹھا اور اسے فرصت سے دیکھے گیا۔ اس نے اسے نظروں میں تب تک اتارا جب تم آسمان پر سرخ لائن پڑنے کا شبہ نہ ہوا۔

سورج نہیں نکلا برف گری آسمان نہیں دکھتا تھا۔ بادل تھے۔ ہوا نہیں تھی۔ خشک سی خنکی تھی۔ رنگ برنگی چیزیں عنقا ہوئیں۔ سفیدی کا راج دور چل نکلا۔ یہ کرسمس سے ایک دن پہلے کا دن تھا۔ سفیدی سے ڈھکے درخت، دکانیں، سڑکیں، گھر رنگ رنگ کے برقی قمقموں، تاروں اور بولز سے سجے تھے۔ جگہ جگہ جگمگاتے کرسمس ٹری سر اٹھائے راجہ بنے کھڑے تھے۔ سینٹا کلاز کے سوٹ میں ملبوس لوگ ادھر ادھر منڈلاتے کرسمس پارٹی کے دعوت

نامے بانٹتے پھر رہے تھے تو کوئی سٹالز اور سیل کے پمفلٹ بانٹ رہے تھے۔ گھروں میں سپیشل بریک فاسٹ کی خوشبوئیں پھیل رہی تھیں۔ بالکل ایسے ہی اس ایکوریم فلور والے گھر میں بھی اشتہا انگیز ناشتے کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ سفید کرسٹل کی ڈائننگ ٹیبل کے گرد اسد اور براق بیٹھے تھے۔ دو سر جھکائے سرونٹ مؤدب سے دونوں سائیڈ پر کھڑے تھے اور کچن سے مس انڈیا رتیکا کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ براق کی نئی گرل فرینڈ تھی اور دونوں آجکل خاصے سرخیوں میں آ رہے تھے۔

"یہ مجھے پسند نہیں۔" اسد نے ٹانگ جھلاتے ہوئے منہ بسورتے کہا۔ براق نے چونک کر سیل سے نگاہیں اٹھائیں۔

"تجھے کونسی میری گرل فرینڈ پسند آتی ہے؟" اس نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"تو کوئی طریقے کی بنائے تو بات ہے نا"

رتیکا اٹھلاتی ہوئی ہاتھ میں باؤل تھامے وہاں آئی اور اسے میز پر دھر دیا۔

"بے بی! تم اسے چکھو گے تو میرے ہاتھ کے ذائقے سے عش عش کر اٹھو گے۔" براق پر جھک کر وہ اس کے کان میں سرگوشی کر رہی تھی۔ اسد کو اسکا کھلا گلا بے ڈھنگے کپڑے بڑے ہی عجیب لگے۔ براق کے نزدیک وہ یہاں کا "شریف" باسی تھا۔

"ضرور۔" وہ بھی براق کے ساتھ ہی ٹک گئی۔

"تم بھی ٹیسٹ کرو نا۔" اس نے اسد کی پلیٹ میں بھی پیلے رنگ کا عجیب وغریب مرغوب سا ڈالا۔ اسد نے شیور کہہ کر ایک چمچ اسکا لیا، باقی وہ اوٹس کھاتا رہا۔

"ہنی! میں چاہتی ہوں کہ ہم کرسمس کی چھٹیوں میں کہیں چلیں۔ پھر اسکے بعد تو میری شوٹنگ ہے اور تم بھی بزی ہو جاؤ گے۔"

چمچ چمچ مرغوب منہ میں ڈالتی وہ لاڈ سے اسے کہہ رہی تھی۔ اسد نے نگاہیں اٹھا کر براق کو دیکھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ میں بھی لیوز چاہ رہا تھا ہم دوپہر کو ہی کہیں نکلتے ہیں۔" کہتے ساتھ اس نے اسد کو مخاطب کیا۔ "میرا جیٹ ریڈی کروا دینا اور یار جو تھوڑے بہت کام ہیں انہیں تم دیکھ لینا میں سات آٹھ دن تک واپس

آؤں گا۔"

رتیکا نے اپنے گلابی ہونٹوں سے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

"آ......آسوسویٹ آف یو۔"

"ہاں میں تو تمہارا نوکر ہوں نا۔" دل میں بڑبڑا کر اس نے جیب سے سیل نکالا اور رتیکا آؤٹنگ نیو گرل فرینڈ لکھ کر سینڈ کر دیا۔ براق جانتا تھا یہ میسج اڑ کر کہاں گیا ہے۔ تبھی ناک سے مکھی اڑا کر وہ رتیکا کے ساتھ باتوں میں مگن ہو گیا۔

پریس کانفرنس سے نکل کر وہ اپنا سیاہ لیس والا پرپل دوپٹہ سیٹ کرتی کہنی پر پرس ٹکائے گارڈز کے ہمراہ باہر آ رہی تھیں۔ وہ ایک این جیو کی آنر تھیں جب سیل کی بپ پر انہوں نے ہاتھ میں تھاما۔ ایپل موبائل کا لاک کھولا اور بی ٹو یعنی بیٹا ٹو کے نام سے آنے والے میسج کو پڑھنے لگیں۔ ان کا ماتھا کھینچا تھا جھٹ کال ملائی کاریڈور سے چلتے ہوئے وہ باہر آئیں۔

"السلام علیکم اسد کیسے ہو؟" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے وہ شائستہ سی پوچھنے لگیں۔ دوسری جانب اسد نے ابھی چند ہی نوالے لئے تھے جب اس کا سیل بجنے لگا۔ براق نے بالی کو چھیڑتے ہوئے ایک کڑی نگاہ اس مخبر پر ڈالی جو ایکسکیوزمی کہتا وہاں سے اٹھا تھا۔

"وعلیکم السلام آنٹی، میں ٹھیک آپ کیسی ہیں۔" ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے منہ صاف کرتے ہوئے وہ تیز تیز چلتا اس گھر سے باہر لان میں آیا جہاں مرمیڈ فاؤنٹین زور و شور سے بہہ رہا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ اس براق کو تم سنبھال نہیں سکتے اب وہ رتیکا، سیریسلی کہاں جا رہا ہے اس کے ساتھ۔" وہ گویا اس لڑکے سے ناک تک عاجز آ چکی تھیں۔ شادی کرتا نہیں اور ایسی حرکتیں کر کے بلاوجہ ان کا فشار خون بلند کر دیتا تھا۔

"وہ بے لگام گھوڑا ہے آنٹی میرے بس میں نہیں۔" گہری سانس بھرتے کہا۔ "ناروے جا رہا ہے "انڈر" (یورپ کا پہلا انڈر واٹر ریسٹورنٹ جسکا نام انڈر رکھا تھا نارویگن میں انڈر کا مطلب ونڈر ہوتا ہے ونڈر یعنی حیران۔ یہ ریسٹورنٹ ناروے کے ساؤتھ میں واقع ہے اور اس کی شکل ایک بڑے کنکریٹ ٹیوب کی مانند ہے۔

یہ پانی کے اندر بنایا گیا ریسٹورنٹ ناروگین آرکیٹیکچر ''سنوہیٹا'' کا ڈیزائن کردہ ہے جنہوں نے ''اوپیرا ہاؤس'' بھی بنایا تھا۔اس ریسٹورنٹ میں اٹھارہ کورس میل مہیا کئے گئے ہیں جو کہ لوکل انگریڈینٹس اور سی فوڈ سے بنائے گئے ہیں۔ایک انسان 430$ پر ہیڈ ہے جس میں ڈرنکس بھی شامل ہیں۔ یہ یقیناً ایک زبردست اضافہ ہے سی لورز کے لئے اور براق تو تھا ہی پانی کا رسیا) ''وزٹ کرنے کل اوپننگ ہے اسکی اور میں اسے منع نہیں کر سکتا اگر رحیکا نہ ہوتی تو کسی کے بھی ساتھ اس نے چلے جانا تھا۔''

فردوس کو غصہ آیا۔

''یہ سب فاروق کی ڈھیل ہے جو یہ اتنا سر چڑھ گیا ہے۔ٹھیک ہے گرل فرینڈ رکھنے سے منع نہیں کیا لیکن کسی ایک پر تو اکتفا کرے جس حساب سے آئے روز وہ لڑکیاں تبدیل کرتا ہے مجھے فکر ہے شادی کیسے نبھائے گا۔''

اسد ہنسا۔''یہ تو آپ نے ٹھیک کہا شادی اور وہ سکے کے دو رخ ہیں جو کبھی آپس میں مل نہیں سکتے۔آنٹی! میں تو کہتا ہوں اسے واپس پاکستان بلا لیں یا پھر آپ لوگ یہاں شفٹ ہو جائیں فیملی کا ساتھ بہت میٹر کرتا ہے۔''

اسکا لہجہ افسردہ ہو گیا تھا۔جاپان میں آئے زلزلے میں اسکا پورا خاندان جھلس گیا تھا شاید اسکی زندگی تھی تبھی وہ اس وقت لندن میں تھا اور بچ گیا تھا۔کبھی کبھی اپنی فیملی کی یاد بہت زور سے اسے آتی تھی لیکن یاد کا کیا ہے وہ تو کبھی بھی کسی بھی وقت آسکتی ہے۔اس یاد کے سہارے کونسا زندگی بیتنی تھی سو اس نے مووآن کیا۔براق کی محبت، آنٹی انکل کے پیار میں خود کو مضبوط بنایا اور زندگی کو گھسیٹنے لگا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو بیٹا لیکن جانتے تو ہو یہاں ہمارا کتنا پھیلاوا ہے۔کیسے سمیٹ سکتے ہیں بس براق کے ریٹائر ہونے کا انتظار ہے اس کے بعد میرے دونوں بیٹوں نے میرے ساتھ ہونا ہے۔''

وہ اس کے لہجے میں پوشیدہ دکھ کو جان گئی تھیں تبھی معمولی سے انداز میں پیار جتایا۔اگر یہ کہا جائے کہ اسد ان کا فرمانبردار بیٹا ہے تو کم نا ہو گا۔

بالکل۔

۞......۞......۞

ڈزنی لینڈ۔

کرسمس کی چھٹیوں کی وجہ سے شاہرائیں اپنی رونقوں کی وجہ سے چمک دمک رہی تھیں۔ سرد موسم کی گرم سی خوشی ہر جانب پھیل کر ذی روح کو آؤٹنگ پر اکسا رہی تھی۔ ان ہی چھٹیوں کے موسم میں لندن سے جہاز اڑ کر کیلی فورنیا کے شہر سانٹا آنا کے ائیر پورٹ جون وینا میں لینڈ کر گیا۔ اس جہاز میں تین سوار تھے۔ دو لڑکیاں اور ایک مرد۔ وہ تینوں مسافر ائیر پورٹ کے باہر رکی کیب میں بیٹھ گئے تھے۔ وہ کیب اکیس منٹ کی مسافت طے کر کے انہیں آنا ہیم لے آئی تھی۔ ہلٹن ہوٹل کے سامنے ان کی کیب رکی۔ وہ سب اس میں سے اتر کر اندر بڑھنے لگے۔ وہ جیسے ہی جدید طرز کی لابی میں داخل ہوئے۔

ہوٹل "ہلٹن" میں خوش آمدید ہے کہہ کر انہیں وش کیا گیا۔

یہ ایک بہت بڑی بلڈنگ نما ہوٹل تھا جو بہت سے فلورز پر مشتمل تھا بکنگ چونکہ آن لائن کرائی گئی تھی تو وہ سب تھکن اتارنے روم میں چل دیے۔ دعا اور سولیم کا کمرا نمبر 433 اور 432 طاہر کا تھا۔ جدید طرز کی لابی میں سے گزر کر وہ کاریڈور میں پہنچے تھے۔ سفید ڈارک چاکلیٹ اور گولڈن کلر سکیم میں سجا یہ ہوٹل دعا کو بہت بھایا تھا۔ ہوٹل سٹاف ایک کمرے کے سامنے رکا۔ یہ دعا اور سولیم کا کمرا تھا۔ سٹاف کے ایک ممبر نے بلیک رنگ کا کارڈ سفید دروازے کے سیاہ سے گول دائرے پر رکھ کر اسے سکین کیا۔ سبز چھوٹا سا دائرہ ابھرنے لگا۔ مطلب دروازہ ان لاک ہو چکا ہے۔ طاہر ان دونوں کے ساتھ ہی اندر آ گئے۔ ہوٹل سٹاف اب ان سے لنچ کا پوچھ رہے تھے۔ دعا نے آرڈر کر دیا۔

"اب بتائیں کہاں کہاں چلنا ہے۔" وہ ایکسائٹڈ سی طاہر کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"آرام تو کر لو پہلے تم۔" طاہر نے ایک بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"لو فلائٹ میں آئے ہیں کونسا ٹرین کا سفر کیا ہے جو آرام کر لیں۔"

دروازہ ناک ہوا۔ یونیفارم میں ملبوس ایک آدمی ٹرالی گھسیٹتا اندر آیا اور ٹیبل پر کھانا سرو کرنے لگا۔"

سر، میم اور کچھ چاہیے تو انٹرکام سے ہم سے رابطہ کر لینا۔"

وہ مؤدب سا کہتا دروازہ بند کر کے باہر گیا تھا۔ سولیم منہ دھوتی واش روم سے باہر نکلی تھی۔ کھانا دیکھ کر اسکے

چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''آ جاؤ آ جاؤ تمہارا ہی انتظار تھا۔'' چاچو نے اسے جگہ دیتے ہوئے کہا۔ وہ ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

''یار! جلدی جلدی کھانا کھا کر ریڈی ہو پھر گھومنے بھی چلنا ہے۔'' وہ یہاں کا سپیشل فوڈ کھاتے ہوئے کہنے لگی۔

''ہاں پہلے ہم ڈزنی لینڈ چلیں گے۔'' طاہر نے پی نٹ چکن کے ساتھ سفید چاول کا نوالہ لیتے ہوئے کہا۔

''ڈزنی لینڈ۔'' دعا کو اچھو لگا۔ سولیم کی آنکھیں چمکیں۔

''یار ڈیڈی! ہم بچے تھوڑی ہیں جو ڈزنی لینڈ جائیں گے مجھے کوئی نہیں جانا بچوں کی جگہ۔'' کانٹا پلیٹ میں پٹختے ہوئے وہ برا سا منہ بنا رہی تھی۔

''میرے لئے تو تم بچے ہی ہو۔ کیوں سولیم۔'' انہوں نے سولیم کی تائید چاہی جو مل بھی گئی۔

''بالکل۔''

''تم تو چپ کرو بابا آدم کے زمانے کی انسان۔ پتا نہیں کس نے تمہیں ڈاکٹر بنا دیا۔ خبردار جو اس بدرنگی سنڈریلا۔ پھٹی ہوئی فروزن اور وہ پچکے منہ والی انستاسیا اور ڈرزلی والی جگہ جانے کا سوچا بھی تم نے ہم کوئی وہاں نہیں جا رہے۔''

کھانا بدمزا ہو گیا تھا اس ڈزنی لینڈ کا سن کر دعا کا۔

''ایسے ہی نہیں جا رہے ہم ابھی کچھ منٹوں بعد وہاں کے لئے نکل رہے ہیں۔ تمہیں نہیں جانا تو نہ جاؤ میں اور چاچو چلے جائیں گے۔''

چاچو نے بھی بڑے مزے سے آبرو اچکائی تھی۔ دعا کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ (ہنہ چاچو کی چمچی سنگی عورت بڈھی روح ڈھیر سارا تھان لپیٹنے والا مرداسڑی ہوئی مولی) چاچو نے اس کے منہ کے زاویے بگڑتے دیکھ کر ایک چپت اسکے گھٹنے پر مارا تھا۔ دونوں جانتے تھے وہ دل ہی دل میں ان دونوں کو گالیاں نکال رہی ہے۔

''میں کوئی نہیں جا رہی کہیں گندہ ٹرپ۔'' وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

''ڈزنی لینڈ ہی کیوں؟'' دعا کے جانے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے چاچو سے پوچھا۔

''بس میرا دل چاہ رہا تھا۔'' انہوں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"آپ بہت دعا کو تنگ کرتے ہیں اب وہ مجھ سے بھی خفا ہے۔" پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے وہ متفکر سا کہہ رہی تھی۔

"کوئی خفا نہیں۔ڈرامے باز ہے سب سے بڑی اب چلو فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔ہم ڈزنی لینڈ جا رہے ہیں یاد ہے جب آپ تھرڈ ائیر میں تھیں۔"

سولیم نے نرم لہجے میں ان کی بات کاٹ دی۔

"اور سب کا پروگرام ڈزنی لینڈ جانے کا بنا تھا۔کیلی فورنیا کے ڈزنی لینڈ لیکن ان لکی لی ان دنوں جب ٹکٹس وغیرہ سب کنفرم تھا تو مجھے چکن پاکس نکل آئے تھے اور میرا جانا ملتوی ہو گیا تھا پھر میں بہت روئی تھی میری وجہ سے آپ بھی نہیں گئے تھے اور آپ نے مجھ سے پرامس کیا تھا کہ آپ مجھے ایک دن ضرور وہاں لے کر جائیں گے لیکن کام کی زیادتی کی وجہ سے ایسا ہر سال ناممکن بنا رہا پھر اب آپ کو چھٹیاں ملی ہیں تو آپ یہاں آ گئے۔ٹکٹس دیکھ کر ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔"

"تم کافی ذہین ہو گئی ہو۔" طاہر نے محبت سے اس کے سر پر چپت لگائی۔وہ مسکا دی تھی۔

اور پھر چاچو کا کہا ٹھیک نکلا۔

گاڑی میں سب سے پہلے بیٹھنے والی دعا ہی تھی۔اسکا چہرہ پھولا تھا لیکن وہ سینے پر ہاتھ باندھے سخت چہرے کو موڑ کر ان دونوں کو نظر انداز کیئے باہر کی سڑک دیکھے گئی۔ڈزنی لینڈ کے موٹی اینٹوں والی سڑک پر چلتے ہوئے بھی اسکا چہرہ سوجا ہوا تھا اور ہاتھ سینے پر بندھے تھے۔ڈھیر سارے لوگ جا بجا بکھرے تھے۔فینٹسی ورلڈ یہاں پر آباد تھی۔کہیں مکی اپنی پونچھ کو ہلاتا یہاں وہاں چل رہا تھا تو کہیں کیپٹن امریکہ سینہ تانے کھڑا لوگوں کے ساتھ سیلفیاں بنا رہا تھا۔سنو وائٹ اپنے پیلے نیلے پوشاک کو جھلاتی چل رہی تھی تو شائے ہی ریڈ رائڈنگ ہڈ اپنی پھولوں سے بھری باسکٹ لئے کھڑے تھی۔سولیم چاچو کی کہنی تھامے زور و شور سے باتیں کرتی ان کریکٹرز پر تبصرے کرتی چل رہی تھی ان کے پیچھے روٹھی ہوئی دعا تھا۔

اور اس پیاری سی روٹھی ہوئی صورت کو خوشگوار موڈ میں بدلنے کے لئے سپائڈر مین آگے بڑھا تھا گویا اپنی شامت لگوائی تھی۔

”ہے پریٹی گرل تم اداس کیوں ہو۔اداسیاں اچھی نہیں ہوتیں۔“وہ اس کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگا تھا جسے دعا نے غصے سے جھٹک دیا۔

”خبردار جو مجھے ٹچ بھی کیا تو ہاتھ توڑ دونگی میں تمہارا۔آئے بڑے دو نمبر سپائڈر مین جعلی انسان چائنہ کا مال۔“

وہ بیچارہ تو خفت سے پیچھے ہٹ گیا البتہ لوگوں کے دیکھنے پر چاچو نے مڑ کر اسے گھورا تھا۔

”جو لوگ پارٹی چینج کر لیتے ہیں نا مجھے سخت زہر لگتے ہیں۔“اس نے سولیم پر چوٹ کی۔وہ چاچو سے ہاتھ چھڑا کر اسکی کہنی پکڑ کر چلنے لگی۔

”اور جو لوگ بلا وجہ مجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔“ڈارک پرپل عبایا میں اپنے بڑے سارے سٹول جس نے اسکے پوری سے بھی زیادہ کمر اور آگے سے گھٹنوں سے اونچا اسے ڈھک رکھا تھا۔ سٹول اس ڈیزائن کا تھا کہ اس پر چاروں اور سیاہ کلر کی لیس لگی ہوئی تھی۔سامنے سے اس میں دو کٹ تھے جس میں سے ہاتھ نکلتے تھے اور ان نکلتے ہاتھوں کے سلیوز چنٹ دار تھے اور ان پر جہاں تک دیکھو۔سیاہ ربن گول دائروں میں لگا تھا۔بڑے سارے سٹول پر لگے ہم رنگ نقاب میں سے چھلکتی آنکھوں میں مصنوعی خفگی طاری کر کے وہ کہہ رہی تھی۔

”اور جو لوگ مجھے فضول میں ناراضی کا ڈھونگ رچا کر بلیک میل کرتے ہیں میرا دل چاہتا ہے میں ان کا قتل کر دوں۔“چاچو کا لقمہ اور دعا کا پھٹنا۔

”ہاں سوتیلی جو ہوں قتل ہی کریں گے نا۔مجھے کاش میرے والدین......“اس کی بک بک شروع ہو چکی تھی۔ہنستے کھلکھلاتے مصنوعی غصے میں انہوں نے خوب اس ڈزنی لینڈ کے مزے لئے تھے۔سنڈریلا رائیڈ سپیس رائیڈ جیورا سک پارک بند تھا۔سکریمنگ رائیڈ ہاتھی والا جھولا اور نا جانے دعا نے انہیں کس کس جھولے میں بٹھایا تھا۔بہر حال انہوں نے خوب انجوائے کیا اور تھک کر ڈھیر ساری شاپنگ کر کے جب وہ اپنے اپنے روم میں لوٹے تو نیند ان پر پوری طرح حاوی ہو چکی تھی۔

چاچو نے کہا تھا کل وہ پھر وہاں جائیں گے لیکن شام میں کہ کل وہاں کرسمس کیک کٹنا تھا اور فیمس کارٹون

کریکٹرز کی رائیڈ بھی ہوئی تھی۔سوا سی ایکسائٹمنٹ میں وہ لبوں پر مسکان لئے میٹھی نیند کے زیر اثر تھی البتہ سولیم کی دائیں آنکھ سے آنسو بند پلکوں کو پھلانگتے گر رہے تھے۔اسے بہت تکلیف تھی اس بات کی کہ براق شاہ نے اسے دیکھ لیا تھا۔وہ کسی نامحرم کی نگاہوں میں آن بسی تھی۔یہ آنسو جس کی وجہ سے نکل رہے تھے وہ اس وقت جدید طرز کی بنی سیڑھیاں پھلانگتا رتیکا کی برہنہ کمر کو تھامے انڈر میں ریز روائینی ٹیبل کی جانب بڑھ رہا تھا۔

یہ اسکی اٹوگریشن سے ایک دن بعد کی بات ہے۔ظاہر ہے پہلے دن لوگ بے تحاشہ تھے لیکن آج اس میں کچھ کمی تھی۔وہ کمفر ٹیبل تھا البتہ اس کے فین جو کہ یہاں بھی مل گئے تھے اس سے آٹوگراف لینے ضرور پہنچے تھے۔دو ایک کو سائن کر کے دو ایک کے ساتھ سیلفی بناتے جب وہ بالکل مرروال جس کے اس پرے گہرا سمندر تھا اور مچھلیاں یہاں سے وہاں تیرتی نظر آتی تھیں اپنی ٹیبل کے پاس رکا،رتیکا کے لئے اس نے کرسی آگے کھینچی وہ جو اس وقت اورنج ٹاپ میں تھی جو اس طرز کا بنا تھا کہ اسکے بازو غائب تھے اور کمر کا پچھلا حصہ بھی لیکن وہ پیٹ سے بالشت بھر چوڑا سا کپڑے کا ٹکڑا نچلے حصے سے ملتا تھا اور گھٹنوں سے بہت اونچا تھا یوں جو اس نے ٹاپ پہنا تھا وہ بیک لیس سلیولیس اور بند گلے والا تھا۔اس بند گلے پر موٹے موتیوں والی مرون مالا جس میں کبوتر کے پر لٹک رہے تھے اس اورنج ٹاپ پر گری ہوئی تھی اور ویسے ہی دو موتیوں کے ساتھ ایک کبوتر کا پر فقط ایک کان میں لٹک رہا تھا۔دوسرا خالی تھا۔بالوں کو اس نے پرم کر رکھا تھا اور ہاتھوں میں قیمتی انگوٹھیوں کے ساتھ نازک سا بریسلٹ بھی پہنا تھا۔

براق کے کرسی کھینچنے پر وہ بال کان کے پیچھے اڑستی ایک ادا سے بیٹھی تھی اپنا اورنج کلچ اس نے لکڑی کی طرز کی بغیر پوشاک کی میز پر رکھا۔براق گھومتا ہوا اس کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا جس کے بیچ میں خلا تھی۔وہ مرون شرٹ پر گرے کوٹ اور کاہی مائل رنگ کی جینز میں ملبوس تھا۔دونوں پاؤں کرسی کی پشت پر جمائے دو انگلیوں سے ویٹر کو بلا رہا تھا۔آرڈر دیا گیا۔ویٹر کے جاتے ہی رتیکا اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

”یہ کتنی خوبصورت جگہ ہے نا براق! بالکل ہمارے رشتے کی طرح۔“ رنگ رنگ کی مچھلیاں آبی جانور آبی پودے اور سمندر کا نیلا شفاف پانی اور وہ دونوں۔

”ہم سمندر میں ہیں۔سطح زمین سے تقریباً ساڑھے آٹھ میٹر نیچے۔یہ احساس بہت ہی دل چھو لینے والا ہے

ہمارا یہ ٹریپ میرے لئے یادگار ثابت ہونے والا ہے۔''

براق نے شانے اچکا دیے۔ حالانکہ یہ اس کیلئے اتنا معنی نہیں رکھتا تھا وہ اس سے پہلے ''ال ماہارا''، کارگو ہولڈ، ایکوریم ریسٹورنٹ، شارکس انڈر واٹر گرل، ایتھا، سب سکس اور سی اور ایٹ ریم بار غرض اب تک دنیا میں جتنے بھی انڈر واٹر ریسٹورنٹ تھے ان میں ہو آیا تھا کیونکہ پانی میں اس کا دل اور وہ خود کو کسی بھی اس طرح کی جگہ پر جانے سے روک نہ پاتا تھا۔

''یقیناً میرے لئے بھی تم اچھی ہو'' اس نے ایک بڑی مچھلی کو ان کی طرف آتے دیکھ کر کہا۔ لبوں پر پیاری سی مسکان ابھری۔ دیسی ہو لیکن کہتے ہیں نا دیسی مال ہی اصل ہوتا ہے۔

وہ ہنس دی۔ ''ویسے تم تو بڑے سلیبرٹی ہو بھئی میں جو ایک کے بعد ایک بلاک باسٹر مووینز دے رہی ہوں اس کو کوئی پوچھ نہیں رہا اور وہ جو کھلاڑی ہے ہر ایک کے دل پر چھایا ہوا ہے ویسے اس سے پہلے تمہاری کتنی گرل فرینڈز تھیں۔''

''مجھے اندازہ نہیں۔'' براق نے سبز ڈرنک اٹھا کر لبوں سے لگائی اور اس سب کی ضرورت بھی نہیں۔

''ہاں سمجھ گئی۔ ذ'' اس نے اپنے بال آگے کو ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ جو بڑی مچھلی تھی اس نے ان میچ کپل کو دیکھ کرنا گوارا ریت سے دم شیشے پر ماری اور چل دی۔ براق اسے دیکھ کر ہنسا۔ مچھلیوں اور پانی میں تو اس کی جان تھی اسے بیساختہ اپنی گولڈ فش یاد آ گئی یقیناً وہ اس کے بغیر اداس ہو گئی ہو گی۔

''تو شادی کا موڈ ہے تمہارا؟'' براق آگے کو جھکا اتنا آگے کہ خود کو آدھا ٹیبل پر گرا لیا۔ اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے سر کی پشت پر رکھ کر اسے خود کی جانب کھینچا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ سٹاف موجود ہے کیمرے لگے ہیں اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ فسوں تھا تو اس جگہ کا، اس ماحول کا، پانی کا اس میں بستی مخلوق کا، اُگے پودوں کا۔ اس پس منظر میں بجتے میوزک کا۔ رتیکا کو چھوڑ کر وہ اپنی گریفائٹ آنکھوں میں سرشاریت لئے بولا۔

''ابھی سوچا نہیں ہے پانی میں چلیں تمہیں ڈر تو نہیں لگتا سیومنگ آتی ہے نا؟''

کھانا ابھی سرو ہوا تھا جب اسکی فرمائش جاگی تھی۔

"نہیں ڈر نہیں لگتا اور انٹرنیشنل لیول کی چیمپئن ہوں۔ گولڈ میڈلسٹ۔" فخریہ بتایا۔

"لیکن یہ کھانا۔"

"بعد میں اور آرڈر کرلیں گے۔ اٹھو۔" وہ کھڑا ہو گیا تھا۔ انکی یہاں کی دو دن کے لئے بکنگ تھی۔ (یاد رہے ہوٹلز میں رومز ہوتے ہیں ریسٹورنٹس میں نہیں سوائے صرف ایک ڈائنگ ریسٹورنٹ ہے ہاں اس میں بار ضرور تھا لیکن یہ سین اور سیٹ فرضی ہے) یہیں کاٹنے تھا۔ ڈاؤرز اس کے یہاں کے بھی جاننے والے تھے۔ ایک فون کال کی اور وہ لوگ حاضر سوئمنگ سوٹ پہن کر جس کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ منہ میں آکسیجن پائپ ڈال کر وہ ریسٹورنٹ سے نکل کر بوٹ میں بیٹھتا ایک مخصوص مقام پر پہنچا تھا۔ رتیکا نے بھی اس جیسا پورا ڈاؤرز والا سوٹ پہنا۔ پاؤں میں ویسے ہی بطخ جیسے چکیلے پلاسٹک پہنے تھے جن کا رنگ پیلا تھا۔ انہوں نے ڈبکی لگائی۔ سمندر کی سطح میں وہ ڈاؤرز کے ہمراہ جانے لگے۔

"ہے رتیکا سمائل۔" اس کا ہاتھ چھوڑتا وہ کیمرہ آن کیے تھوڑا پیچھے کو ہوا۔ چمکیلے پانی میں ڈھیر سارے رنگ برنگے آبی پودوں کے سامنے تیرتی رتیکا نے خود کو پانی کے سہارے کھڑا کیا۔ ایک ہاتھ کمر پر رکھا اور دوسرے سے وی کا نشان بناتی مسکرائی تھی۔ براق تیرتا ہوا اس تک آیا۔ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے لگا کر چند تصاویر کھینچیں پھر اسکا ہاتھ تھام کر اسکے ساتھ گہرائیوں میں بڑھنے لگا۔

"یہ میری زندگی کی سب سے خوبصورت ڈیٹ ہے۔ تمہارا ساتھ آسودگی کا باعث ہے۔" ایک آبی پھول توڑ کر اسکی اور بڑھاتے ہوئے وہ دل سے کہہ رہا تھا۔

"میرے لئے بھی۔" رتیکا نے عقیدت سے پھول اس کے ہاتھ سے تھاما۔

"کیا ہم لمبے عرصے کیلئے ساتھ رہ سکتے ہیں؟" براق نے اب کے جامنی پھول توڑ کر اسے دیا۔

"یہ میرے لئے اعزاز ہوگا۔" اس پھول کو اس نے آتشی پھول کے ساتھ نتھی کیا۔ تیز لہر ان کے قریب سے گزری۔ پانی کے ساتھ وہ بھی اوپر نیچے ہو رہے تھے۔

"میں شادی کا سوچ سکتا ہوں۔"

ڈھیر ساری زیبرا اسٹائل کی چھوٹی مچھلیوں کا ریلا ان کے سروں پر سے گزرا۔ براق نے ہاتھ بڑھا کر ایک کو

پکڑا اور رحیکا کے طرف بڑھایا۔

"کیا واقعی؟" وہ خوشی سے اچھلی۔ایسے کہ اسکے ساتھ ایک بڑی لہر آئی۔

"آں ہاں۔"

تینوں چیزیں تھامتی وہ تیرتی براق کے گلے لگی تھی۔اس کا سارا وزن براق پر آ گیا تھا۔ایسے کہ اسے اپنے پیچھے چھوٹی سی پہاڑی پر ہاتھ رکھنا پڑا جو کہ بھربھری تھی اور آتشی رنگ کی تھی۔چھوٹی چھوٹی بوٹیاں جس پر اگی تھیں اور جو اس کے وزن سے بھربھرانے لگی تھی آہستہ آہستہ گرنے لگی تھی۔

"کیا یہ پرپوزل ہے؟" براق نے اسکی پشت پر ہاتھ باندھا۔اسکی آواز خوشی کے سکوں سے کھنک رہی تھی۔

"ہاں کہہ سکتی ہو۔"

"براق۔" رحیکا نے فرط جوش سے پاؤں ہلاتے ہوئے اور وزن اس پر ڈالا۔ پیچھے جو براق کے قد کی پہاڑی نما ٹیلا تھا پورا بھربھرا گیا۔پانی میں بکھر گیا،ٹوٹ گیا۔یہ کہانی کا کیسا موڑ تھا اور تیرتی مچھلیاں بیتابی سے ادھر ادھر تیرنے لگیں۔چند ایک پودے فوراً سے اپنے خول میں بند ہو گئے۔گرنے سے پہلے ایک زرد پھول براق کے ہاتھ لگا تھا۔وہ کھلا ہوا تھا۔براق کے چھونے پر جھٹ سے بند ہو گیا۔جب وہ دونوں ایک دوسرے کے اوپر گرتے نیچے بہہ رہے تھے۔وہ پھول براق کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

براق نے بہت محویت سے اسے خود سے دور جاتے دیکھا۔

۞......۞......۞

"سٹیفن تم یہاں؟"

پورا دن سان فرانسسکو گھومنے کے بعد وہ رات میں واپس آئے اور آتے ساتھ ہی ڈزنی لینڈ کا رخ کیا جہاں کرسمس کا بھرپور شور تھا۔رنگ رنگ کے برقی قمقمے سانٹا کلاز ادھر ادھر منڈلا رہے تھے۔پریڈ ہو رہی تھی۔لوگ دو پڑیوں والی سڑک جو کہ ایک ساتھ ملنے کے بعد دائیں بائیں جڑ جاتی تھی اس پر کرسیوں پر بیٹھے تھے تو کچھ زمین پر اور کچھ کھڑے تھے۔لوگوں کا جم غفیر وہاں موجود تھا۔ہنستے کھلکھلاتے خوشی سے گلنار چہروں والے لوگ۔ پس منظر میں کاسل اپنی پوری شان کی ساتھ فینٹسی دنیا کو آباد کرتا جگمگاتا کھڑا تھا۔آسمان پر سے خود ساختہ تھوڑی

مقدار میں برف کے گالے سے گرائے جا رہے تھے اور لائٹس آنکھوں کو چندھیا دینے والی تھیں۔ سبز، سرخ بیلوں اور اسی رنگ کے بلبوں سے سجی وہ عمارتیں جو کے ڈزنی لینڈ کے کریکٹرز کے گھر کی مانند تھیں جن کے آگے لوگ بیٹھے تھے بہت بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔

پھر پریڈ شروع ہوئی۔ جانوروں کی پوشاکوں میں ملبوس لوگ آگے آ کر ڈانس کرنے لگے۔ کسی نے شیر کی پوشاک پہنی تھی تو کوئی ڈک کی پوشاک میں ملبوس تھا۔ یہ سب مکی ماؤس کارٹون کریکٹرز تھے جو دائیں بائیں چلتے آ رہے تھے۔ وہ سیدھے چلتے آئے پھر ایک دوسرے کو کراس کر کے جگہ چینج کر لی۔ گوفی اور پلوٹو اچھلتے ہوئے ایک دوجے کا ہاتھ تھامتے ایک دوسرے سے جگہ بدل رہے تھے۔ پس منظر میں خوبصورت سافیری ٹیل والا میوزک کان پھاڑے دے رہا تھا۔ ان کے ڈانس کے بعد پیچھے سے مکی اینڈ منی بڑی سی اپنی سواری میں سوار لوگوں پر فلائنگ کس اچھالتے ہوئے آئے تھے۔ ان کی سواری کے پیچھے بڑا سا سبز کرسمس ٹری تھا جو رنگ برنگی لائٹس سے سجا تھا۔ باریک ربن بھی جس پر لگے تھے اور جس کے آخر کے کونے پر سب سے اوپر چمکتا ہوا پانچ تکونوں والا ستارہ جگمگا رہا تھا۔ گولڈن چمکتے ہوئے رنگوں سے سجی انکی سواری کے جاتے ہی ایلسا اور آنا کی سواری گزری تھی جس میں وہ دونوں بیٹھی ہاتھ ہلا رہی تھیں۔

ان کی بگی کے پیچھے اور گھوڑوں کے آگے دو دو دربان چل رہے تھے جنہوں نے سفید شرٹ کے اوپر مٹی رنگ کے کوٹ اور سیاہ پینٹ پہنی ہوئی تھی۔ لوگ اچھل اچھل کر انہیں ہاتھ ہلا رہے تھے۔

''ہائے کاش میرے پاس اس فروزن کی طاقتیں آ جائیں میں نے تو سردی ختم ہی نہیں ہونے دینی ہے۔'' اس نے شدید حسرت سے فروزن کے رنگ کے عبایا اور سفید فر والے کوٹ میں بیٹھی سولیم کے کان میں چیخ کر کہا تھا۔

''تبھی تو تمہارے پاس یہ ہے نہیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے بھوری پاؤں تک جاتی جرسی میں ملبوس دعا کو کہا۔

وہ منہ بسورتے ہوئے مزید کچھ کہتی کہ سکیٹنگ کرتے چند لڑکوں کے پیچھے سے اولاف اپنی سواری میں آتا ہوا نظر آیا جو کہ ایک گھر پر مشتمل تھی اور اسکی مسجد کے گنبد کے سٹائل کی کھڑکی جس پر کراس کے نشان لگے تھے اور سبز گھاس اگا کر برقی سفید قمقمے لگا کر اسے ٹمٹمایا گیا تھا اور جس کے دروازے پر اوپر سے لے کر نیچے تک سبزہ اگا کر

اسے بھی روشن کیا گیا تھا۔ اولاف سب کو ہاتھ ہلاتا ٹھمکے لگاتا دائیں بائیں بیٹھی عوام کو دیکھ رہا تھا۔ دعا کی جونہی اس پر نظر پڑی وہ چیخ اٹھی ایسے کہ چاچو سمیت دو ایک لوگوں نے اتنے میوزک میں بھی کانوں میں ہاتھ ٹھونس لیے۔

''اولاف اولاف۔ ہیۓ۔'' وہ کھڑی ہو کر اسے ہاتھ ہلا رہی تھی اور فلائنگ کسز پیش کر رہی تھی۔ ''ہیۓ آئی لو یو'' وہ بری طرح چیخی کہ اسکی گردن کی لکیریں کھینچ گئیں۔ بدلے میں اولاف کی نظریں بھی اس پر پڑی تھیں۔ اس نے بھی اسے ہتھیلی کو فلائنگ کس دی اور ہارٹ کا سائن بنا دیا۔

''ہائے۔'' دعا نے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔ سویلم نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا۔

''وہ کوئی کارٹون کریکٹر نہیں ہے۔ اس کوسٹیوم کے نیچے ایک بندہ ہے جسے تم اچھل اچھل کر کس دے رہی ہو بدتمیز۔''

''کیا ہے بھئی۔'' دعا اس کے جھڑکنے پر جھنجھلا اٹھی۔ ''میری مرضی میں جو مرضی کرتی پھروں۔ آئی لو اولاف اور تم جیلس نا ہو۔''

نٹ کریکر کی سواری گزری اور اس کے پیچھے سے سلیپنگ بیوٹی مطلب سنو وائیٹ کے سات بونے ڈانس کرتے آتے دکھائی دیے۔

''ہا۔ اللہ نہ کروائے مجھے جیلس اور جسے تم لو کر رہی ہونا یہ پریڈ ختم ہو جائے اس سے بھی ملواتی ہوں میں تمہیں۔''

''ہیں کیا سچ میں۔'' خوشی سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس نے ساتھ بیٹھی سویلم کی کہنی تھام کر پوچھا۔ چاچو تو بس ویڈیو بنانے میں لگے تھے۔ بظاہر وہ ویڈیو بنا رہے تھے لیکن کان ان دونوں کی جانب بھی لگے تھے۔

''ہاں۔'' اس نے شانے اچکا کر کہا۔

''ہائے آئی لو یو ٹو یار۔'' دعا نے اسے جپھی ڈالی۔

''زیادہ پیار شو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تمہیں اس سے اسلیئے ملوانا ہے تا کہ تمہارا خفت و شرمندگی سے بھرا چہرہ دیکھ سکوں۔ یہ جو تم اسے کسیز دے رہی تھیں نا پتا چلے گا جب وہ اپنا ماسک اتارے گا اور

اندر سے ایک پھیکا چھلا ہوا انگریز نکلے گا۔"

بڑی ہی کوئی گندی گالی دعا کے لبوں میں دم توڑ گئی تھی۔نہیں تو ابھی اس سڑی ہوئی کے کانوں میں سے خون رس جانا تھا۔

سنو وائٹ کی سواری سامنے آئی۔دعا نے ساتھ بیٹھی عورت (سویلم) کو ہوا سمجھ کر ادھر اپنا دھیان کیا۔سفید رائل انداز کی سواری جو بالکونی لگتی تھی اور جس کے چاروں جانب سفید ٹری کے طرز کے پھول لگے تھے اور ان میں موٹے موٹے رنگ برنگے بلب جل رہے تھے بالکونی کے درمیان میں پیلی اور نیلی پوشاک والی سنو وائٹ اور شہزادوں کی طرز کی سفید اور لال پوشاک پہنے پرنس فلورائن سالسہ کرتے نظر آرہے تھے دونوں ڈانس کرتے بہت اچھے لگ رہے تھے۔

دعا نے سرد آہ بھری۔کہاں ہوتے ہیں اس طرح کے پرنس۔

انکی سواری گزری تو پیچھے سے سنڈریلا کی گول چھے گھوڑوں والی بگی گزری جس میں وہ اور پرنس چارمنگ بیٹھے تھے۔

"ہنہ،سڑی ہوئی پھیکی پرنسز۔اس سے اچھی تو میں ہوں۔مجھ سے رابطہ کر لیتے نا جانے کس آنکھوں کے اندھے نے اس لڑکی کو یہ رول دے دیا۔یہ ڈریس تو مجھ پر ہی سوٹ کرنا تھا۔" وہ با آواز بلند سوچ رہی تھی۔سویلم کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

"کچھ بہت جلنے کی بو آرہی ہے۔"

دعا نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"ہے تو یہ ڈزنی لینڈ لیکن بھرڑیں یہاں بھی پائی جاتی ہیں کوئی بڑی ہی بھدی سی آواز ہے کان میں درد ہونے لگا۔میں نے آرگنائزر سے جاتے ہوئے بات ضرور کرنی ہے بھئی سپرے کر کے رکھا کریں تاکہ یہ بدرنگی آواز والی بھرڑیں تو یہاں سے غائب ہوں۔" باقاعدہ کان میں انگلی مارتے ہوئے وہ پھر با آواز بلند بولی تھی۔

سویلم نے اسکی کہنی پر ایک ہاتھ رکھا۔

"توبہ سانڈوں کو بھی کھلا چھوڑا ہوا ہے یہاں۔"

''دعا'' سولیم نے اسکے بال کھینچ لئے تھے۔''میں تمہاری جان نکال دوں گی۔''

ان کی باتوں کے درمیان بہت خوبصورت کاسل کی پلرز والی سواری آئی۔آج کی حسین ترین سواری تھی وہ۔اس کے پلرز سفید اور شیشے کے چمکیلے تھے۔بالکونی سی سجائی گئی تھی جس کی جالیوں میں پیلے پھول لگا کر اسے سجایا گیا تھا۔ان جالیوں کے پیچھے بیوٹی اینڈ بیسٹ کی جوڑی کھڑی تھی۔دونوں مخالف سمتوں میں کھڑے ڈانس کے سٹیپ کر رہے تھے۔پس منظر میں بجتا میوزک انکی محبت کی گواہی دے رہا تھا۔بیوٹی اینڈ بیسٹ کی پوری کاسٹ اس میں کھڑی تھی۔اس کے جاتے ہی ریپنزل کا کاسل آ گیا تھا جس کے سوراخ پر کہنی لگائے اور ہتھیلی پر تھوڑی رکھے وہ عوام کو دوسرا ہاتھ ہلا رہی تھی۔نیچے فلن اسکا فرائنگ پین کاندھے پر لٹکائے ایک ادا سے کھڑا تھا۔

ٹوائے سٹوری بھی گزری اور پھر ڈھیر سارے لکڑی کے طرز کے بینڈ باجے والے آئے جنہوں نے سرخ اور سفید یونیفارم پہنی ہوئی تھی اور بڑے سیاہ بوٹ پہنے تھے دائیں بائیں کھڑے ہو کر انہوں نے میوزک کا شو پیش کیا۔پھر بوٹوں کی دھمک کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔انکے پیچھے سینٹا کی سواری والے بارہ سنگھے تھے جو ڈانس کرتے اچھلتے مچلتے آگے بڑھے۔پیچھے سینٹا کی سواری تھی۔وہ برف میں ڈھکا گھر تھا جس کی چمنی کے پاس سینٹا کی مخصوص بگی رکی تھی۔بگی اس طرح رکی ہوئی تھی کہ اس کی پیچھے کی سائیڈ اٹھی ہوئی تھی اس میں بیٹھا سانٹا ہاتھ ہلاتا ہنس رہا تھا۔پیچھے میوزک چینج ہوا،سینٹا کے ہنسنے کی آوازیں چہار سو پھیلنے لگیں نیلا آسمان گرتی برف کرسمس کا میوزک اور سانٹا کی گزرتی سواری۔سواری کے گزرتے ہی پیچھے سے میری کرسمس لکھا سفید روشنیوں سے جگمگاتا اور برقی قمقموں سے سجا بورڈ گزرا تھا۔

''ہاں کر دو قتل اچھا ہے میں نے پھر جنت میں چلے جانا ہے اور تم نے جہنم واصل ہونا ہے۔انشاءاللہ۔''

پریڈ ختم ہوئی لوگ چھٹنے لگے ادھر ادھر بکھر کر وہ اس جگہ جانے لگے جہاں کرسمس کیک کٹنا تھا۔نہ وہ لوگ اس سائیڈ پر گئے اور نہ ہی کیک کھایا۔کھانا ہی نہیں تھا تو کھاتے کیوں،البتہ اس سب کے بعد ڈزنی ورلڈ کے کردار عوام میں گھرے ان سے خوش گپیوں میں لگ گئے تھے۔سولیم نے اسے ایک ہاتھ لگا کر اولاف سے ملوایا تھا جو کہ ایک ٹین ایجر تھا اور ویسا ہی تھا جیسا سولیم نے اسکا خاکہ کھینچا تھا۔وہ خود ایک سائیڈ پر کھڑی تھی۔چاچو ٹینگل کے کردار فلن سے بات کر رہے تھے اور جس طرح جوش سے کر رہے تھے صاف دکھتا تھا انہیں فلن بڑا پسند ہے۔دعا

کن انکھیوں سے اپنے ڈیڈی کو دیکھ رہی تھی جو راپنزل سے قہقہہ مار کر کچھ کہہ رہے تھے۔اس نے چپکے سے انکی تصویر نکالی۔آخر کو تنخواہ بھی تو حلال کرنی تھی نا۔

سولیم شیریف وو ڈی کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔جب اسکی نظر سٹیفن پر پڑی۔

''سٹیفن تم یہاں؟''

لوگوں کو چیرتی وہ اس اداس سے سٹیفن کے پاس پہنچی جس کے چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے اور ہاتھ میں ڈوری موں والا غبارہ پکڑا ہوا تھا۔وہ سولیم کو دیکھ کر کھل گیا پھر فوراً سے ہی سابقہ پوزیشن میں چلا گیا۔

''ہیلو ڈاکٹر۔''

''ہیلو کیسے ہو، انجوائے کیا؟'' بہت ہی خوشگوار موڈ سے اس نے پوچھا۔

''جس کی ماں ہر وقت فون پر بزنس کی باتیں کرتی رہتی ہو وہ کیا کچھ انجوائے کرے گا۔'' گہرا سانس بھر کر اس نے دور کھڑی اپنی ماں کو دیکھ کر کہا جو اب بھی فون پر کسی سے لڑ رہی تھی۔سولیم کو اس پیلے بالوں والی لڑکی اور اس کے بیٹے پر بہت افسوس ہوا۔

''تم میرے ساتھ چلو ہم خوب انجوائے کریں گے۔ڈونٹ وری تمہاری مام سے اجازت لے لیتی ہوں۔'' کہتے ہی وہ اس پیلے بالوں والی کے پاس گئی۔اس سے کچھ کہا۔اس پیلے بالوں والی نے جھٹ اسکا ہاتھ تھام کر مصافحہ کیا پھر سٹیفن کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔سولیم وکٹری کا نشان بناتی ہوئی اس تک آئی۔چاچو اور دعا کو میسج کیا اور سٹیفن کے ساتھ چل دی۔خوب رائیڈز لینے کارٹون کریکٹرز کے ساتھ باتیں کرنے اور سیلفیز بنانے کے بعد جب وہ فلاور کون جسٹن کو لے کر دے رہی تھی تو پیچھے سے آتی آواز پر چونک گئی۔

''ہے، ای تم کونسی کریکٹر بنی ہو؟''

سولیم نے اس سوال پر پورا گھوم کر اس نو وارد کو دیکھا۔وہ پرنس چارمنگ تھا۔

''کیا مجھ سے۔؟'' اپنی طرف اشارہ کر کے تصدیق چاہی۔

''ہاں بالکل تم سے۔''

سولیم مسکائی۔''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں کوئی بھی کریکٹر نہیں بنی اور یہ میرا عبایا ہے میں مسلم ہوں۔''

''اوہ، مجھے لگا تم شاید...... خیر چھوڑو پرنس چارمنگ کو تم اچھی لگی ہو اور میں تمہیں یہ رنگ دینا چاہتا ہوں۔''

اپنی جیب سے ایک رنگ نکال کر اسکی اور بڑھائی۔ وہ مرون مخملی ڈبی تھی۔

''کیوں بھئی؟''

''یہ سنڈریلا کی رنگ ہے اور آج کی رات کی تم سنڈریلا ہو۔ یہ اس جگہ موجود سب سے خوبصورت لڑکی کو دی جاتی ہے اور پرنس کو تم سب سے خوبصورت لگی ہو۔''

سٹیفن نے وضاحت دی تھی۔ پھر اس نے ادا سے سر کو خم دیا اور پھر جیب میں سے مائیک نکالا۔

''لیڈیز اینڈ جینٹل مین اینڈ چلڈرن ٹو، مجھے آج کی رات کی سنڈریلا مل گئی ہے اور میں اس کی خدمت میں یہ بیش قیمتی (جو کہ تھی نہیں) انگوٹھی پیش کرنے لگا ہوں۔''

سپاٹ لائٹ پرنس پر پڑی اور اس کے سامنے کھڑی سولیم پر بھی۔ وہ عجیب سی ہو گئی۔ متلاشی نظریں ہجوم پر ڈالیں جو اس کے اردگرد اکٹھا ہونے لگا تھا۔ دعا بھاگتی آئی۔

''ہاں سچی۔'' وہ خوش ہوئی۔ چاچو بھی آئے یہ سب وہ پہلے بھی دیکھ چکے تھے سو سائیڈ پر کھڑے رہے۔ سولیم نے مدد طلب نظروں سے انہیں دیکھا۔ وہ کاندھے اچکا کر رہ گئے۔

پرنس اسے انگوٹھی پیش کر رہا تھا۔ اس نے ڈبیہ کھولی۔ اندر سے جھلملاتا ڈائمنڈ کی طرز کا نگ نظر آیا جو خوبصورت کٹاؤ دار گول رنگ کے درمیان میں لگا تھا۔ یہ فینٹسی ورلڈ کی فینٹسی انگوٹھی تھی سولیم نے محظوظ سے انداز میں اس پرنس کو دیکھا جو ایک ٹانگ زمین پر ٹکائے دوسری کھڑی کیے دوزانوں بیٹھا دونوں ہاتھوں سے کھلی ڈبی اس کی طرف بڑھائے ہوئے تھا۔

''مے آئی......'' پرنس نے پہنانے کیلئے اجازت چاہی۔ ہجوم میں یس کا شور مچ گیا۔ سولیم نے مسکراتی نظروں سے نفی میں سر ہلایا اور ڈبی سے انگوٹھی نکال کر شہادت کی انگلی میں پہن لی۔ پہلے ہجوم میں آآآ کا شور ابھرا پھر تالیاں گونجنے لگیں۔ پرنس نے اسے ڈانس کی آفر کی جو اس کے رد کرنے سے پہلے ہی دعا نے آگے بڑھ کر قبول کر لی۔ چاچو اسے دو سٹیپ لینے کے بعد ہی کہنی سے کھینچ کر لے جا رہے تھے۔ اس سے زیادہ وہ بے غیرت نہیں بن سکتے تھے۔ یہ تو طے تھا آج دعا کی خیر نہیں۔

جہاں دعا چاچو کے ساتھ کھنچتی جا رہی تھی وہیں ہوٹل کے کمرے میں کاؤچ پر رتیکا براق کے سینے پر سر رکھے لیٹی ہوئی چینل سرچ کر رہی تھی۔ یونہی سرچ کرتے ہوئے وہ ڈزنی لینڈ کی پریڈ دیکھنے لگی۔ پریڈ ختم ہوئی، کیک کاٹا گیا پھر پرنس چارمنگ کی اپنی پرنسس ڈھونڈنے کی باری شروع ہوئی۔

''کیا مجھ سے؟'' اس آواز پر رتیکا کے بالوں میں انگلیاں چلاتا سیل میں بزی براق پوری طرح چونکا تھا۔ نگاہیں اٹھائیں اور وہ ان گریفائیٹ آنکھوں میں آن سمائی۔

اب وہ سولیم سے کچھ پوچھ رہا تھا اور وہ اسے اس کا جواب دے رہی تھی۔ وہ یقیناً سولیم ہی تھی۔ اس نے سیل میں کھولی ایپلی کیشن بند کی۔ ساتھ میں رتیکا کے بالوں میں چلتی انگلیاں بھی ساکت ہو کر ان میں سے نکلی جس پر رتیکا نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا پھر اسکی محویت پر خود بھی ٹی وی کی جانب متوجہ ہو گئی۔

وہ پرنس اب پرپوزل سٹائل میں بیٹھا اسے انگوٹھی پیش کر رہا تھا۔ براق کے ماتھے کے بل آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگے۔ جبڑا آپ ہی آپ نجانے کیوں بھینچا۔

''کیا یہ لے گی اس سے انگوٹھی؟'' وہ اپنی آنکھوں میں گلیشیر بھرے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سرد اہٹ میں صرف وہ تھی۔

''وہ شریف ہے۔ ایسی ویسی نہیں ہے تیری پہنچ سے دور ہے۔'' اسد کی آواز ابھری تھی۔ ''اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے یقیناً۔ وہ ایک مرد پر اکتفا کرنے والی عورت ہے۔ اس کے پیچھے بھاگنا بے کار ہے۔ یہ وہ عورت ہے جس پر کسی غیر مرد کا سایہ تک نہیں پڑا ہو گا۔''

ڈزنی لینڈ کی منتخب سنڈریلا نے انکار کیا۔ سرد آنکھوں میں موجود برف پگھلنے لگی پھر اس سنڈریلا نے پرنس کے ہاتھ سے انگوٹھی لے کر پہنی اور پبلک کو دکھائی۔ پگھلتی برف شدت سے جمی اور اس میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ براق نے شدید ناگواریت سے اسے دیکھا اور بے فضول دانت کچکچائے۔ رتیکا کو پرے ہٹا کر وہ اٹھا اور اور مرر وال کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اس کے درشت رویے پر رتیکا نے اس سے پوچھا تھا۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں، ڈونٹ وری۔''

رحیکا نے شانے اچکائے اور ٹی وی کی جانب متوجہ ہوگئی۔ براق نے سیل نکالا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔ بیل جا رہی تھی۔ کال نہیں اٹھائی گئی۔ اس نے عجلت میں پھر سے کال ملائی وہی جواب اس نے سیل میں کچھ ڈائل کیا اور کال ملائی۔ فون اٹھوایا گیا۔ بے ڈھنگا سا شور اور عجیب سی آوازیں آرہی تھیں۔

''سولیم۔'' وہ دبا دبا سا غرایا۔ جواب ندارد۔ کال کاٹی اور دوبارہ نمبر ملایا۔ عبایا کی سائیڈ پاکٹ میں ہوتا زوں زوں اسے اب سنائی دیا تھا۔ اس نے اس بھیڑ میں محتاط انداز میں سیل نکالا اور سکرین سامنے دیکھی۔ بلاکڈ نمبر کہیں براق کا تو نہیں اسکے اتنے کانٹیکٹس بلاک نمبر کے تھے جن میں زیادہ تر اسکے پیشنٹس بھی شامل تھے۔ آخری بار جب اس نے براق سے بات کی تھی تو اس نے اسے کہا تھا کہ وہ اسکا نمبر بلاک کردے گی۔ اس کے خلاف رپورٹ کروائے گی لیکن اس بات پر وہ ہنسا تھا کہ اس کے اتنے پیشنٹس کے نمبر بلاکڈ ہوسکتے ہیں۔ وہ کبھی اسکا نمبر رپورٹ نہیں کرسکتی اس بات پر وہ بولی تھی کہ وہ اس کے نمبر پر آلارم لگائے گی جس سے اسے پتا چل جائے گا کہ براق نے اسے کال کی ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہہ کر چپ ہوگیا تھا لیکن نہ ہی سولیم کمپیوٹر میں اتنی اچھی تھی اور نہ ہی دعا، سو وہ ایسا نہیں کرسکی۔ اب سوچ کر لگ رہا تھا کہ اس نے غلط کیا۔ ٹائم بچا کر کم ازکم وہ اس کے خلاف کمپنی کو رپورٹ تو لکھوا ہی سکتی تھی۔ اب اس سکرین کو دیکھتے ہوئے اس نے بدمزہ ہوکر کال پک کر کے کان سے سیل لگایا۔ اسکی بدمزگی میں اضافہ تب ہوا جب براق کی آواز ابھری۔ وہ یقیناً اس کے خلاف رپورٹ کرے گی اب بس بہت ہوا۔

''تمہیں نہیں لگتا تھا جب وہ تمہیں رنگ دے رہا تھا تو تم اسے دھتکار کر آگے بڑھ جاتی یا بھرے مجمع میں اسکی بے عزتی کرتی تاکہ وہ دوبارہ ایسی حرکت کرنے کا سوچے بھی نا۔'' اس کی غراہٹ سولیم کے اعصاب تنا گئی۔

''کون ہو تم؟''

''سولیم شفیق! مجھے مجبور مت کرو کہ میں کچھ غلط کر جاؤں۔'' اس کی آنکھیں لال انگارہ ہوگئی تھیں۔ ''مجھے مجبور مت کرو کہ میں تمہیں براق شاہ سے متعارف کرواؤں۔''

اس کی غصے سے لبریز آواز پر سولیم کو پتنگے لگ گئے۔

''میں ڈر گئی براق شاہ۔ سیریسلی۔'' تضحیک آمیز انداز میں کہہ کر وہ خود بھی تڑخ سی رہی تھی۔ دعا اور چاچو

سوفٹ کینڈی لینے لائن میں کھڑے تھے۔ چاچو نے سویلم کے لئے لینی تھی۔ انہوں نے جب دعا سے کہا تھا کہ وہ سویلم کے لئے بھی لے لے تو اس نے فٹ انکار کر دیا تھا جس پر چاچو اسے ''تمہیں تو میں روم میں چل کر بتاؤں گا'' کہہ کر لائن میں کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ بوڑھے نہیں تھے بس انکی ٹھوڑی پر ہلکی گرے سی داڑھی تھی جس کی عزت رکھتے ہوئے کچھ جوانوں نے چاچو کو آگے دعا سے کافی آگے اپنی جگہ دے دی تھی۔ اب دعا ہاتھ ملتی ان سے کافی پیچھے کھڑی تھی اور سویلم ان سے کچھ فاصلے پر ان بارہ بونوں سے باتیں کر رہی تھی جب اس کا سیل بج اٹھا تھا اور اسے یہ فضول سی بکواس سننی پڑی تھی۔

''تمہیں ڈرنا بھی چاہیے ڈارلنگ کیونکہ یہ تمہارے لئے اچھا ہے۔ اب ایک منٹ سے پہلے جاؤ اور جو رنگ تمہاری انگلی کی زینت بنی ہوئی ہے اسے اتار کر اس پرنس کے منہ پر مار کر آؤ۔ ہری اپ۔''

''شاید میں نے تم سے پوچھا ہے کہ تم کون ہو؟''

سویلم جو یہ رنگ اپنے سے فاصلے پر کھڑی ٹنکر بیل جیسے ڈریس میں ملبوس بچی کو دینے کا ارادہ کر رہی تھی فوراً سے پہلے اسے ترک کر دیا۔

براق نے ضبط سے آنکھیں بند کیں۔ غصہ اندر انڈیلا۔

ضدی پلس اڑیل پلس چڑ چڑا دینے والی۔

''دیکھو۔ سویلم'' اس نے آواز کو نرم بنایا۔ ''کسی انجان انسان سے انگوٹھی لینا اچھا نہیں ہے۔ پتا نہیں اس نے کس نیت سے دی ہے بہتر ہے اسے واپس کر دو۔''

''کسی انجان انسان کا کہا ماننا بھی تو بہتر نہیں ہے نا۔ میں کیوں تمہاری بات سنوں۔''

براق نے اتنی زور سے دانت کچکچائے کہ سویلم نے بغور ان کی آواز سنی۔

''جب میری چیز میری مرضی کے خلاف چلتی ہے نا، میرا دل چاہتا ہے میں اسے سزا کے طور پر مسخ کر دوں۔ تم اتنی پیاری ہو (سویلم نے قرب سے آنکھیں میچیں) یقیناً نہیں چاہو گی کہ تمہارا چہرہ بگڑے۔''

''گو...... ٹو...... ہیل۔''

فون بے جان ہوا۔ براق نے اپنا سیل قوت سے زمین پر مارا۔ رتیکا چونکی اور پہلی فرصت سے اٹھ کر اس

تک آئی۔

''بے بی تم ٹھیک ہو؟'' رتیکا نے پشت پر سے اسکے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔ براق نے اسے جھٹک دیا وہ ششدر رہوئی۔

''کیا ہوا براق؟''

''آؤٹ۔'' وہ طیش میں دھاڑا۔ رتیکا نے اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھا۔

''براق!''

''میں نے کہا مجھے اکیلا چھوڑ دو۔'' وہ اس کے قریب آیا۔ اس کی کہنی تھامی اور کھینچتا ہوا اسے کمرے سے باہر لے آیا پھر چوکھٹ پر اسے کھڑا کر کے اس نے دروازہ ٹھا کی آواز سے بند کیا تھا۔ ہتک و توہین سے رتیکا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

رات بیتی اور دن چڑھ آیا۔ دروازے کے پاس بیٹھی رتیکا کی آنکھ کھٹر کے سے کھلی تھی۔ وہ گرے ٹراوزر اور نیلی ہڈی میں تھی۔ ٹراوزر کے پائنچے ربڑ سٹائل کے تھے اور پنڈلیوں سے خاصے اونچے تھے۔ اس نے ہڈی میں چھپا چہرہ اٹھایا۔ سامنے ہی براق کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں شاید اس نے خاصی شراب پی تھی۔ رتیکا کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں چونکنے کا تاثر ابھرا تھا۔ وہ تیار تھا بالکل اور شاید رتیکا کو ڈھونڈنے کے لئے نکل رہا تھا لیکن وہ دروازے میں ہی بیٹھی مل گئی۔ براق کے لب ہلنے لگے تھے جب وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کمرے میں گئی۔ براق گہرا سانس لے کر اسکے پیچھے گیا تھا۔ وہ وارڈروب میں سے کپڑے نکال کر بیگ میں پھینک رہی تھی۔ براق کاؤچ پر آ کر بیٹھ گیا۔

''تو یعنی تم نے بریک اپ کا سوچ لیا۔''

''میں جا رہی ہوں۔'' پھولے چہرے کے ساتھ اطلاع دی۔

''ہمم۔ مطلب ہمارا بریک اپ ہوا۔''

''یو نو واٹ براق شاہ۔'' اپنا ایک ڈریس بیگ میں پٹختے ہوئے وہ چیختی ہوئی بولی تھی۔

''میں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں جس کے ساتھ تم اس طرح کا ناروا سلوک کرو گے اور وہ برداشت کر جائے

گی۔ میں ایک سٹار ہو بالی ووڈ کی پہچان میں یہ سب برداشت نہیں کرونگی۔''

''مرضی تمہاری۔'' وہ جتنی کڑوی ہو کر بولی تھی براق نے اتنا ہی ٹھنڈے انداز میں کہا۔ رتیکا کی آنکھوں میں دکھ آن سمایا۔

''اور وہ جو کل تم نے مجھے پرپوز کیا تھا۔'' دکھ نے لفظوں کی چادر اوڑھی۔

''میں تمہیں نہیں چھوڑ رہا ہوں تم خود جا رہی ہو۔'' وہ اب بھی نارمل تھا بالکل شانت۔

''میں تمہیں چھوڑ رہی ہوں؟'' شدید صدمہ اس پر غالب آ گیا۔ ''تم نے مجھے کل چھوڑا۔''

''میں پریشان تھا۔'' اپنی گریفائٹ آنکھیں اس نے رتیکا کی سیاہ آنکھوں میں گاڑیں،

''تم مجھ سے اپنی پریشانی ڈسکس کر سکتے تھے لیکن نہیں، تم نے تو مجھے بازو سے پکڑ کر باہر نکال دیا۔''

اس کی آنکھ سے آنسو گرا۔ براق کو اچھا نہیں لگا۔

''تم لڑنا چاہ رہی ہو ٹھیک تو چلو لڑو مجھ سے۔''

''مجھے نہیں لڑنا تم سے۔ مجھے صرف جانا ہے۔'' وہ پھر سے کپڑے بیگ میں ڈالنے لگی۔ ساتھ ساتھ وہ بولے بھی جا رہی تھی اور روئے بھی۔

''میں تمہاری گرل فرینڈ ہوں بجائے اس کے مجھے اپنی پریشانی میں شریک کرو مجھے ہی ڈس انڈز کر دیا۔ اتنی بھی ویلیو نہیں میری تمہاری نظر میں۔ ہمارے رشتے کو مہینے ہو گئے ہیں اب بھی تم نہیں سمجھ پائے۔ مجھے تو تم نے بہت دکھ دیا ہے میں تم سے شدید خفا ہوں۔ تم ایک خود پسند انسان ہو۔''

''رتیکا! زبان کو لگام دو۔'' اس نے برہمی سے اسے ٹوکا۔ ''میں نے کہا نا میں پریشان تھا اس لئے تمہیں کمرے سے نکالا۔ ایک بار میں تمہارے دماغ میں نہیں آتی یہ بات۔''

وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

''ہاں تم میری گرل فرینڈ ہو اور یقیناً کچھ عرصے بعد ہم شادی کریں گے۔ اگر آج بریک اپ نہ ہوا تو میں ٹینس تھا تم میری اپنی ہو۔ اپنوں پر ہی غصہ اور بس چلتا ہے انسان کا جو اپنے ہوتے ہیں انہیں ہی ہم کچھ بھی کہہ دینے کا اختیار رکھتے ہیں اس یقین کے ساتھ کہ ہماری بدکلامی پر ہماری فرسٹریشن پر وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جائیں

لگے، سمجھیں گے کہ ہاں یہ شخص ہمارا ہے ہم پر غصہ نہیں کریگا تو کس پر کریگا۔ہم او یلیبل نہیں ہوں گے تو کون ہوگا

بس یہی غلطی کی میں نے تمہیں ''اپنا'' مان لیا اور اس اپنے پن کا حق جھاڑ دینے کے بعد جو مجھے احساس ہو رہا ہے

بہت معنی رکھ رہا ہے۔تھینک یو سوچ تم نے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ تم میری اپنی نہیں ہو۔''

''براق۔'' وہ اپنا ڈریس پھینکتی اسکی طرف لپکی۔

''تم نے اسے انا کا مسئلہ بنایا ہے یہ تمہاری عزت نفس پر گہری ضرب تھی تم ایک سٹار ہو تمہاری ایک پہچان

ہے تم جا سکتی ہو۔''

''نہیں، ایم سوری میں سمجھ نہیں پائی مجھے اچھا لگا تمہارا مجھے اپنا کہنا۔تمہارا طریقہ غلط تھا تم غلط نہیں تھے ایم

سوری پلیز مجھ سے ناراض نہ ہو۔'' وہ اسکی گود میں بیٹھ کر اسکے گلے میں بازو ڈال گئی تھی۔

''تم بریک اپ چاہتی تھی تم جا رہی تھی۔'' وہ ناراض سا اسے یاد کروا رہا تھا۔پتا نہیں اس عورت پر اسے غصہ

کیوں نہیں آ رہا تھا ورنہ اب تک تو جو بھی ہوتی اس کمرے سے دوبارہ باہر ہوتی۔

''میں نہیں چاہتی بالکل بھی نہیں۔'' وہ براق کے سینے سے لگی تھی۔براق نے تھک کر اسکی پشت پر ہاتھ رکھ

دیے تھے۔

اس کی کال کے بعد سویلم نے فون کو دو ٹکڑے کیا، سم نکالی اور اسے پھینک دیا شاید وہ اسکا سیل ہیک کر رہا

تھا۔اگر سم ہیک ہوئی تو اس نے نمبر چینج کر دینا ہے اس نے سوچ لیا۔

وہ دونوں آئسکریم کھاتی ہلٹن پہنچی تھیں۔چاچو آتے ہی اندر چل دیے تھے جبکہ سویلم زگ زیگ بنے ٹریک

پر جس میں نیلے رنگ کے گول بلب اندر لگے تھے پر چلنے لگے۔وہ ایک فسوں خیز سا ٹریک لگتا تھا۔دعا بھی اس کی

دیکھا دیکھی دونوں ہاتھ کھولے پرندے کی نقل اتارتی اس پر بھاگنے لگی۔سویلم نے مسکاتے ہوئے دیکھا۔پام

ٹری اس رات میں ساکت کھڑے تھے۔اس کا دل بوجھل ہوا۔وہ فوراً وہاں سے ہٹی اور اپنے کمرے میں چلی گئی

جبکہ دعا چاچو کے ڈر سے ٹریک کے اختتام پر رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔کافی دیر بعد جب وہ اندر آئی

تو سویلم کمرے کی کھڑکی سے ڈزنی لینڈ میں ہوتا فائر ورکس دیکھ رہی تھی۔دعا کا منہ سوجا تھا صاف دیکھا جا سکتا تھا

اسے ڈانٹ پڑ چکی ہے۔

اس کے کافی دیر نہ آنے پر نیچے ہی آ کر چاچو نے دعا کی خوب درگت بنائی۔ دو دن مکمل ہو گئے تھے پیکنگ جاری تھی صبح انہیں واپس لندن کے لئے نکلنا تھا۔

٭......٭......٭

''میں نے رتیکا کو پرپوز کیا ہے۔''

دس دن کے بعد کی صبح بھی برف آلود تھی۔ سردی اتنی تھی کہ ہڈیاں جم جاتی تھیں۔ اس جما دینے والی سردی میں سولیم کلینک میں تھکا دینے والے برڈن کے ساتھ ناخوش سی بیٹھی تھی۔ وہ آج ضرورت سے زیادہ ہی تھک گئی تھی۔ پیشنٹس اتنے تھے کہ الاالمان۔ ڈاکٹر نوٹس کی چھٹی تھی اور اس چھٹی نے سولیم کا پارہ ہائی کر دیا تھا جب دیکھو کوئی نہ کوئی لیو پر ہوتا تھا۔ بھئی کام کر رہے ہو تو باقاعدگی سے کرو ورنہ نہ کرو۔ ڈاکٹر نوٹس کے تمام پیشنٹس سولیم کو دیکھنے پڑ گئے تھے جس کی وجہ سے وہ سخت کبیدہ خاطر ہو رہی تھی۔ حال یہ تھا کہ مریضوں کی ایسی بھرمار تھی لگتا تھا کہ پورا لندن ہی پاگل ہو گیا ہے۔ دنیا یہی تھی جہاں دیکھو لوگوں کا رش ان کی ریل پیل سمجھ سے باہر ہوتی تھی جس جگہ جا لو اتنی عوام کہ انسان پریشان ہو جائے۔ کارڈیالوجی جاؤ وہاں لوگوں کا جم غفیر۔ کڈنی ہاسپٹل وہاں بھرمار پرائیویٹ ہسپتال گورنمنٹ ہسپتال ہر جگہ لوگوں کی اتنی تعداد ہونے لگی ہے کہ اب تو لگنے لگا ہے جیسے آدھی دنیا بیماریوں کی زد میں ہے۔ ہو سکتا ہے ایسا ہو بھی بہتر تو اللہ ہی جانتا ہے۔

''نیکسٹ۔'' اس نے کال بٹن پر انگلی رکھ کر گویا اگلی پیشی لگوانے کا آرڈر دیا۔ دروازہ کھلا، سولیم نے تھکی سی نظریں اٹھائیں اور وہ ڈھیلی پڑ گئیں۔

''اوہ ٹرکرتم ہو آؤ کیسے ہو۔'' کرسی کی بیک سے پشت لگا کر اس نے کمر کو آرام دیا۔ وہ حلقوں زدہ والا چہرہ مسکراتے ہوئے پیشنٹ چیئر پر بیٹھ گیا۔

''میں اچھا ہوں ڈاکٹر لیکن لگتا ہے تم تھک گئی ہو۔'' انگلش بولتے تھے تم کہو یا آپ استعمال تو یونے ہی ہونا تھا۔ سو کیا پتا چلتا اس نے آپ کہا ہے یا تم۔

''ہاں ٹھیک کہا آج کچھ زیادہ ہی مریض تھے۔'' نیوی بلیو عبایا کے کھلے سلیو پیچھے کر کے اس نے کلائی میں پہنی گولڈن گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے چھ، آج اس نے ایک گھنٹہ زیادہ لگا دیا۔ نائٹ شفٹ کے ڈاکٹرز آنا

شروع ہو گئے تھے۔ نو سے پانچ چند ڈاکٹر ہوتے تھے۔ اس کے بعد پانچ سے بارہ اور ڈاکٹرز ڈیوٹی دیتے تھے۔ سولیم کی ڈیوٹی صبح میں ہوتی تھی۔

''تم کیسے ہو؟'' ٹائم دیکھنے کے بعد وہ اس سے مخاطب تھی۔ ٹرکر نے ٹھنڈی آہ بھری پھر اپنا مسافتوں سے چور چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا

''میں۔ مراقبے میں گیا۔ معلوم نہیں اب تو بہت عرصہ ہوا خود سے ملے ہوئے۔''

اوہ تو یعنی اس کا ڈپریشن ہنوز برقرار ہے یعنی اب اس کی ڈوز چینج کرنی پڑیں گی۔

''ٹرکر! ڈھونڈو خود کو پاؤ اور جانو کہ کیا مسئلہ ہے۔ جب انسان خود سے مل لیتا ہے نا تو نوے فیصد مسائل تو تبھی ختم ہو جاتے ہیں۔ پریشانیوں کا دور تو شروع ہی تب ہوتا ہے جب ہم اپنی ذات کو کھو دیتے ہیں اپنے آپ کو جان لو سب ٹھیک ہو جائے گا ٹرسٹ می۔''

اس کی حلقوں کے پیچھے چھپی آنکھیں مسکائیں جیسے اس نے کوئی راز پا لیا ہو جیسے کوئی بہت تسکین سی دل کو ملی ہو۔

''ٹھیک کہتی ہو ڈاکٹر۔ پتا ہے مجھے تم سے بات کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ میرا آدھا ڈپریشن تو تبھی ختم ہو جاتا ہے جب میں یہاں آتا ہوں۔ لگتا ہے جیسے یہاں ہی سب ہے وہ سب جو مجھے سکون دے سکے جو میرے دل پر ٹھہرے بوجھ کو ہٹا سکے۔ کاش میں براق جیسے ظالم اور مغرور انسان کا کچھ کر سکتا لیکن اب میں نے اپنا تمام معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا اب وہ ہی میری مدد کریگا۔''

دھیرے سے نرم لفظوں اور مظلومیت کے پیرائے میں خود کو ڈھانپ کر جال پھینکا اور وہ عین جگہ پر جا کر گر بھی گیا۔

سولیم کاغذ پر اسکی دوائیں چینج کرتی اسے سن بھی رہی تھی۔ دن میں ڈھیروں کے حساب سے وہ اس طرح کی باتیں اپنے مریضوں سے سنتی تھی۔ اس لئے اس کیلئے یہ سب بے معنی تھا لیکن ٹرکر کے منہ سے نکلا ایک لفظ اسے بری طرح چونکا گیا۔

''اللہ'' اس نے تعجب سے یہ لفظ دھرایا۔ وہ تو عیسائی تھا تو پھر اس نے اللہ کیوں کہا۔

''ہاں اللہ تمہارا رب وہی ہے نا سب کا رب وہی ہے ہم سب اسے مانتے ہیں بس اپنے اپنے دائروں میں

گھرے ہوئے ہیں جیسے ایک مذہب میں سو فرقے ہوتے ہیں نا، یوں سمجھ لو یہ دنیا کے مذاہب بھی اپنے اپنے فرقوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایک اللہ ہزار فرقے بدھ مت، یہودی، عیسائیت اینڈ آل دیٹ۔"

سولیم کھلے منہ کے ساتھ اسے سن رہی تھی۔ سمجھ نہیں آئی کیا کہے۔ ٹرکر کے منہ سے یہ سب سننا عجیب سی بچویشن پیدا کر دینے جیسا تھا اس نے سنا اس کے لب کہہ رہے ہیں۔

"تم نے ٹھیک کہا سو فیصد درست تم اچھا بولتے ہو۔"

پھر سولیم نے اسکا جنرل سا معائنہ کیا اور پہلے سے لکھی دواؤں والا نسخہ اس کی سمت بڑھایا۔

"ڈاکٹر سولیم ڈاکٹر جینی نے کہا ہے تم جا سکتی ہو۔"

ٹرکر کے اٹھنے سے پہلے ایک سوپر نے دروازے سے منہ نکال کر اسے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ اپنا سامان بھی سمیٹنے لگی۔ لمبی سٹرپ والا بیگ کاندھے پر ڈال کر وہ اٹھی تھی۔ باہر آئی تو دیکھا فارمیسی سے دوائیں لے کر ٹرکر نکل رہا تھا۔ اسے سامنے سے آتا دیکھ کر مسکرایا۔ وہ دونوں آگے پیچھے نکلتے ہوئے پارکنگ لاٹ میں آئے تھے۔ سولیم نے گاڑی کا لاک کھولا اور بیگ دوسری سیٹ پر ڈال کر اگنیشن میں چابی گھمائی۔ گھرر کی آواز پیدا ہوئی۔ گاڑی سٹارٹ ہو کر جھٹکے سے رک گئی۔ اس نے بھنوؤں کو سکیڑا اور پھر سے اسے سٹارٹ کرنے کی سعی کی لیکن ناکام رہی۔ اپنی گاڑی میں بیٹھے ٹرکر چمکیلی نظروں سے اسے دیکھا پھر پارکنگ سے نکالی ہوئی گاڑی کو ریورس کرتا اس کی کار کے پاس آ کر رکا۔

"سب ٹھیک ہے ڈاکٹر۔" سولیم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ دونوں کی گاڑی کے شیشے گرے تھے۔

"پتا نہیں سٹارٹ نہیں ہو رہی یہ۔ صبح تک تو ٹھیک تھی۔" وہ پھر سے ناکام کوشش کرنے لگی ٹرکر اپنی سلور کار سے نکلا۔

"آپ باہر آئیں میں دیکھتا ہوں۔" ونڈو پر جھکتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ سولیم کچھ سوچ کر باہر آ گئی۔ بیگ بھی اٹھا لیا۔ ٹرکر اندر بیٹھا اور زور آزمائی کرنے لگا لیکن نہ گاڑی نے چلنا تھا اور نہ ہی وہ چاہتا تھا کہ گاڑی چلے۔

"کوئی ٹیکنیکل پرابلم ہے۔ مکینک کو دکھانا پڑے گی۔"

سولیم نے اوہ کے سے انداز میں لب فولڈ کیے۔

”آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔“ باہر آ کر اس نے اپنی من پسند بات کہی۔

”نہیں میں چلی جاؤں گی تمہارا شکریہ۔“ گاڑی کو لاک کرتے ہوئے وہ بنا اس کی کچھ سنے پارکنگ لاٹ سے باہر آ گئی۔ ٹرکر نے سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھا اور اپنی سلور کار میں بیٹھ گیا۔ وہ باہر آئی، برف زور و شور سے برس رہی تھی۔ چاچو کو اس نے اطلاع کر دی تھی کہ وہ دیر سے آئے گی اب بھی نکلنے سے پہلے اس نے میسج کیا تھا کہ وہ پہنچ رہی ہے لیکن یہ مصیبت درمیان میں آن پہنچی۔ باہر اس نے سڑک پر نگاہ دوڑائی۔ دن کی طرح زندہ کفن کی مانند سفید سڑک کی رونقیں اپنے عروج پر تھیں۔ دکانیں شاپنگ مال سب کھلے تھے۔ لوگوں کی ویسے ہی چہل قدمی جاری تھی۔ وہ اس زندہ قوم میں کھڑی کیب کی منتظر تھی۔ دس منٹ گزرے کیب نہیں آئی۔ اگر اب وہ چاچو کو کال کرتی ہے تو تقریباً تیس منٹ لگنے تھے انہیں آنے میں۔ وہ کہاں ویٹ کرے گی تیس منٹ تک۔ آس پاس نگاہیں دوڑائیں۔ ایک ریسٹورنٹ تھا وہ اس کی جانب بڑھ گئی۔ ٹرکر کو غصہ آیا اس نے بھی کار سائیڈ پر لگائی اور اس کے پیچھے چل دیا۔

”چاچو کار خراب ہو گئی آپ آ سکتے ہیں۔“ دو منٹ بعد اس میسج کا جواب اسے موصول ہوا۔

”سولیم! ایک امرجنسی کیس میں پھنس گیا ہوں۔ تم ایک کام کرو دعا کو کہہ دو اور پریشان نہ ہونا مجھے آنے میں دیر ہو جائے گی۔“

اس نے تھک کر یہ میسج پڑھا۔ آج کا تو دن ہی خراب ہے۔ اس نے او کے لکھا اور پرس اٹھاتی کھڑی ہو گئی۔ اب ڈنر کرنا فضول تھا۔ دعا کے ساتھ ہی گھر جا کر کرے گی لیکن اٹھنے سے پہلے یکدم ہی اس کے دماغ میں بجلی کا کوندا سا لپکا۔ سیل اٹھایا اور ٹائپ کرنے لگی۔

”اگر تو تمہیں ٹریٹ چاہیے تو فوراً اس پتے پر پہنچ جاؤ۔“ ایڈریس لکھ کر اس نے سینڈ کیا اور وہ ویٹ کرنے لگی۔ ایک منٹ میں ہی جواب آیا۔

”اگر تو تم اپنی خیر چاہتی ہے تو فوراً اس پتے پر پہنچ جاؤ۔“ نیچے بریکٹ میں زکام زدہ ایموجی بھیجا اور اپارٹمنٹ کا پتہ بھی۔

سولیم نے ڈھیلے سے انداز میں گردن کو دبایا اور وہاں سے بھی اٹھ گئی۔ اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا ٹرکر

ایک سیکنڈ میں کھڑا ہوا۔اس کے ہاتھ میں پیک برگر تھا۔حفاظتی طور پر کہیں اسے شک نہ ہو۔

''ارے ڈاکٹر آپ گئیں نہیں۔'' زمانے بھر کی حیرت لئے وہ اس کے سامنے آیا۔

''نہیں بس جانے ہی والی ہوں۔''

''آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔''

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پھر سے کہہ رہا تھا۔سولیم نے گردن اونچی کر کے سڑک پر نگاہ دوڑائی پھر مایوسی سے اسے دیکھنے لگی۔

''نہیں تم جاؤ شکریہ۔''

''مان جاؤ ڈاکٹر، موسم کی خرابی کی وجہ سے ابھی کوئی کیب نہیں ملے گی اور وہ بھی تو انجان ہو گا نا جس کے ساتھ تم جاؤ گی میں تو پھر تمہارا اپشنٹ ہوں۔''

سولیم نے پرسوچ انداز میں اسے دیکھا پھر لوگوں سے بھری سڑک کو اس کی بات میں دم تھا وہ چلنے لگی پھر یکلدم رکی۔

''اوہ میرا پرس۔''

ٹر کرنے اسکے کاندھے کی سمت دیکھا جو خالی تھا۔

''میں لاتا ہوں آپ یہ پکڑیں۔'' شاپر اسے پکڑا کر وہ اندر کی جانب بڑھا تھا۔

❁.......❁.......❁

''میں نے رتیکا کو پرپوز کیا ہے۔''

گاڑی چلاتے اسد کا پاؤں جھٹ سے بریک پر گیا۔آنکھوں میں شاک ابھرا۔

''مجھے لگتا ہے میں اس کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہوں۔فار شور بہت جلد موم ڈیڈ کو اطلاع کروں اتنا حیران کیوں ہو رہا ہے۔ڈرائیونگ پر فوکس کر میں نے کوئی مارس کو تسخیر کرنے کی خبر تو نہیں سنائی۔''

شدید بدمزہ ہوتے ہے اس نے سر جھٹکا اسد سنبھلا لیکن چہرے پر ناگواریت پھیل گئی۔

''کس چیز کے لئے انفارم کرے گا نہیں۔'' آواز میں بھی ناگواریت تھی۔

''کیا ہو گیا ہے تجھے۔ آف کورس شادی کے لئے اور میرے خیال سے پرپوز بھی اس لئے کیا جاتا ہے۔'' چبا چبا کر کہتا وہ اس کی ذہنی حالت پر شبہ کرنے لگا تھا۔

''وہ ہندو ہے۔'' اسد نے اس سے بھی زیادہ چبا کر جیسے اس کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔

''سوواٹ۔'' وہ اس کی طرف گھوما۔

''سوواٹ۔'' اسد کو اسکے جواب سے شدید اچھنبا ہوا۔ ایک جگہ گاڑی پارک کی۔

''وہ ہندو ہے اس کی اور تیری شادی جائز نہیں جب تک کہ وہ مسلمان یا تو خدانخواستہ ہندو نہیں ہو جاتا تم دونوں کی شادی نہیں ہونی۔''

''کیا۔'' براق ہنسا۔ ''یہ کیسی جاہلانہ باتیں کر رہا ہے۔ کیا جائز ناجائز ہم پیپر میرج کریں گے اور یہ قانونی شادی ہو گی تو پاگل ہو گیا ہے لگتا ہے۔'' اسد اسے خاموش سنجیدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''براق! سیکولر سہی لیکن مسلمان ہیں ہم یہاں پلے بڑھے ہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان کی اقتدار بھی اپنا لیں ٹھیک ہے ہم آدھے انگریز ہیں بلکہ آدھے سے بھی زیادہ لیکن جو حصہ انگریز نہیں ہے نا وہ آج بھی پاکستانی ہے اور اس سے بڑھ کر مسلمان اور اسلام میں ہندو اور مسلمان کی شادی جائز نہیں۔''

براق نے ہتق دق اسے دیکھا پھر گردن گھما کر پیچھے ''دی مائنڈ'' کو۔ وہ صبح ضرور اسد کو وہاں لے کر جائے گا۔ اس نے ابھی گردن سیدھی کر کے اسد کو کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے الفاظ حلق میں ہی دب گئے۔ سولیم ٹرکر، ٹرکر سولیم۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔ وہ سامنے چھوٹے پیمانے پر بنے ریسٹورنٹ سے نکلتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سفید لمبی سٹرپ والا پرس تھا جو اس نے سولیم کی جانب بڑھایا۔ وہ اسکے بڑھانے پر اسے الٹے ہاتھ سے تھام کر کندھے پر ڈالی رہی تھی کیونکہ سیدھے ہاتھ میں اس نے پارسل پکڑا ہوا تھا پھر ٹرکر نے اسے کچھ کہا اور وہ دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ فاصلے کے ساتھ لیکن ساتھ ساتھ۔

ٹرکر نے اس کے لئے فرنٹ ڈور کھولا اور وہ اس میں بیٹھ گئی۔ براق نے محسوس کیا اسکی گردن کی رگ طاقت سے کھینچی ہے۔ یہ گاڑی ٹرکر کی ہے وہ پہچان گیا۔ دونوں فاصلے سے گاڑی میں بیٹھے اور چند ساعتوں بعد وہ اسکے سامنے سے گزر گئی۔ اسد اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید ملامت کر رہا تھا۔ اسے کچھ سنائی نہیں دیا۔ گھوم رہا تھا تو وہ

منظر جس میں وہ دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ اس کے دل کو کچھ عجیب سا ہوا۔

''میں تمہیں برباد کردوں گا۔'' یہ الفاظ ٹر کر کے تھے جو اس کے دماغ میں گونجنے لگے لیکن اب یہ ہی لفظ براق کے لبوں کی زینت بن رہے تھے۔ اسد نے اس کی نظروں کا زاویہ دیکھا اور گریفائٹ آنکھوں میں ابھرتی برداشت کی لکیریں اس کا دماغ کھولا گئیں۔

''میں تمہیں برباد کردونگا۔'' براق کی غراہٹ نے گاڑی میں گویا آگ سی تپش پیدا کردی تھی۔

''اور کیوں کروگے۔ کس لئے؟ وہ دونوں ساتھ ہوں یا نہ ہوں، تمہیں اس سے کیا۔ تم تو رتیکا سے شادی کر رہے ہونا۔'' اسد نے جل کر اس پر چوٹ کی تھی۔ براق نے ضبط کیا۔ ایک یہ ہی تھا جس کی باتیں وہ پی جایا کرتا تھا۔

''وہ پہلے...... میری ہے۔'' اس نے اس قدر چبا کر کہا کہ اسد ٹھہر سا گیا۔ دور سوپ کی دکان کے باہر لگے زرد بلبوں کی روشنی گاڑی کا شیشہ پار کر کے براق کی گولڈن بالی پر پڑ رہی تھی جس کے سبب اس میں سے پھوٹتی زرد روشنی بار بار اسد کی آنکھیں چندھیا دے رہی تھی۔

''پہلے اور بعد میں۔'' اس کی بالی سے نظر چرا کر اس نے گریفائٹ آنکھوں میں جھانک کر پوچھا جس میں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

''بعد میں ہو کیئرز۔'' شانے اچکا کر اس نے سیٹ کی پشت پر وزن ڈالا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔ سم بند ہونے کا اشارہ ملا۔ اس نے فون تک رسائی حاصل کی۔ ''ڈیڈ'' اپنا سیل بیدردی سے ڈش بورڈ پر پٹختا ہوا وہ اسد سے کہہ رہا تھا۔

''تمہارے اپارٹمنٹ چلو، رتیکا پوچھے تو کہہ دینا معلوم نہیں۔'' بدمزگی سے کہہ کر وہ خفا سا ونڈو سے باہر دیکھنے لگا۔ اسد نے ایک خاموش نگاہ اس پر ڈالی اور گاڑی واپس موڑ لی۔

اس کا بڑا دل کیا، کہہ دے سولیم کے لئے رتیکا کو اگنور کرنے کا کیا مطلب لیکن مصلحت کی خاطر خاموش رہا۔ آسمان سے گرتے برف کے ٹکڑے اس سیاہ کار کی چھت پر اپنی جگہ بنا رہے تھے۔ کچھ کن سویاں لینے والے تو ونڈو سے چپکے اس میسکولر انسان کو دیکھ رہے تھے۔ سڑک پیچھے چھوٹ رہی تھی۔ گاڑی آگے بڑھ رہی تھی۔

❁......❁......❁

”چاچی! وہ تو ابھی ہاسپٹل میں ہی ہیں۔“

ژکر نے اپنی سلور کار انکی بلڈنگ کے اندر روکی۔ سولیم اپنا پرس تھامتی نیچے اتر آئی۔

”تمہارا شکریہ نیکسٹ اپائنٹمنٹ پر تمہاری فیس آدھی۔“

ژکر اس کے ساتھ ہی باہر نکلا تھا سولیم نے دوسری جانب کھڑے ہوتے ہوئے اس کہا۔

”یہ کیا بات ہوئی ڈاکٹر، تم معاوضہ دو گی؟“ اس کی مسکراہٹ سولیم کی بات سے دب گئی تھی۔ وہ نروٹھا سا چلتا اس کی طرف آیا۔

”ہاں بالکل۔ یہاں تک جو تمہارا پٹرول جلا وہ یقیناً مفت نہیں آیا ہوگا جبکہ تمہارا گھر اوپوزٹ سائیڈ پر ہے۔“

”سو واٹ تم میری ڈاکٹر ہو تمہارے لئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔“ آواز میں ہنوز ناراضگی برقرار تھی۔

”گڈ نائٹ۔“ وہ کچھ بھی مزید کہے بغیر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ژکر نے دور تک اسے جاتے ہوئے دیکھا پھر ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”تمہارا شکریہ، ٹائمنگ کمال کی تھی اس نے واقعی ہمیں دیکھ لیا انعام جلد تم تک پہنچ جائے گا۔“

سلور کار گیٹ عبور کر گئی تھی مدھم لو میں چلتی ہوا نے کھلے شیشے سے یہ الفاظ سنے تھے۔

”تمہیں کیا ہوا ہے۔“ تاریکی میں ڈوبے لاؤنج کو روشن کرتی وہ اپنے اور دعا کے مشترکہ کمرے میں آئی جہاں وہ سر نہوڑے بیٹھے تھی۔ سولیم کے پوچھنے پر منہ اوپر اٹھا، وہ ٹھٹھک گئی دعا کی ناک اور اسکا نچلا حصہ شدید سرخ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس میں سے ابھی خون رسنے لگ جائے گا۔ آنکھیں بھی تقریباً ویسی ہی تھیں۔ ستا ہوا چہرہ اور جوڑے سے نکلتے اطراف میں چپکے بال اسے ہڈیوں کو جما دینے والی سردی میں پسینہ آ رہا تھا۔

”اوہ مائی گاڈ دعا اتنی بیمار تھی تو مجھے کال کر لیتی۔“ پریشانی میں اپنا پرس پھینکتی وہ اس کے گھٹنے کے پاس زمین پر دوزانو بیٹھی تھی۔ گھٹنے بھی آگ کی طرح جل رہے تھے۔

”تمہارا فون بند تھا۔“ شو کر کے ناک سے نکلتا پانی روک کر وہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔ سولیم جانتی تھی بیماری میں دعا کسی دو سال کے بچے سے کم نہ تھی۔ ابھی اس کی کیا حالت ہے وہ سمجھ گئی تھی۔

”اچھا تم ٹینشن نہ لو میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں۔“ کہتے ساتھ ہی اس نے قریبی ڈاکٹر کا نمبر ملایا۔ اسے تمام

صورتحال بتا کر وہ ایک اور نمبر ملانے لگی تھی جب دعا کی بات پر اس کا ہاتھ رک گیا۔

''خبردار جو تم نے ان انکل کو کال ملانے کی کوشش بھی کی تو مجھے کوئی ضرورت نہیں ان کی انہیں ان کا کام مبارک ہو۔''

ان انکل سے مراد سولیم کے بیچارے طاہر چاچو تھے۔ اکثر و بیشتر وہ دعا کے وجہ سے اس کے بھی انکل بن جایا کرتے تھے۔

''فون کھڑکایا اور کہہ دیا دیر سے آؤنگا۔ بندہ پوچھے جوان جہان بیٹیاں گھر میں تنہا ہیں۔ ان کی پہلے خیریت تو لے لیں لیکن نہیں ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتے ہیں۔ میں نے بھی کہہ دیا ماما کو، دو گرل فرینڈز ہیں ان کی یہاں ایک سے تو بڑا پکے والا افیئر ہے۔'' وہ مسلسل شوں شوں کرتی رونی آواز میں کہہ رہی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو سولیم اس کا سر پھاڑ دیتی۔ ابھی صبر کا گھونٹ پینا پڑا لیکن حیرت ظاہر کر دی۔

''ایسا کیوں کہا تم نے دعا۔ اچھا گھورو تو مت۔ کب کہا۔''

''ابھی کے ابھی کہہ کر فون ڈیڈ کر دیا۔ ابھی تم پر کال آئے گی اور اگر تم نے جو میں نے کہا ہے نا کہا تو دیکھنا نہ تو میں نے دوائیں کھانی ہیں اور نہ ہی تم سے بات کرنی ہے اور سب سے بڑی بات ڈاکٹر کو چیک بھی نہیں کروانا واش روم میں بند ہو جانا ہے۔'' دعا کی زبان ابھی چل ہی رہی تھی۔ جب اس کا موبائل چنگھاڑتے ہوئے اسے چاچی کالنگ بتا رہا تھا۔ اس نے تھوک نگلا اور رونی صورت سے دعا کو مدد طلب نگاہوں سے دیکھا۔

''کسی کی کردار کشی کرنا انتہائی غلط بات ہے۔'' اس نے دعا کو سمجھانا چاہا۔

''اور کسی کا دل دکھانا اس سے بھی زیادہ۔ تم وہ کہو جو میں نے کہا ہے ورنہ میں وہ کرنگی جو میں کہہ چکی ہوں۔''

''وہ بے گناہ ہیں۔ اچھا رکو بیٹھ بھی جاؤ اب کہتی ہوں ان سے۔'' دعا کے لڑکھڑاتے واش روم کی سمت بڑھتے قدم تھمے اور وہ واپس بیڈ پر گر گئی۔

''جی میں ٹھیک، نہیں وہ تھوڑی بہت۔'' دعا کی گھوری نے تھوڑی کو بہت میں بدل دیا۔ ''بیمار ہے۔''

رسمی علیک سلیک کے بعد چاچی اصل بات کی طرف آئی تھیں۔

''تمہارے ڈیڈی کہاں ہیں؟''

سولیم نے دعا کو دیکھا اور دل میں نعوذ باللہ پڑھ کر کہنا شروع کیا۔

''چاچی! وہ تو ابھی ہاسپٹل میں ہی ہیں۔''

''سولیم! کیا وہ سب درست ہے جو دعا نے کہا ہے۔''

''نہیں بالکل بھی نہیں۔'' اس کی نظریں دعا کی طرف ہی تھیں جو اسے مسلسل گھور رہی تھی۔

''کیا واقعی طاہر کا کوئی افیئر نہیں ہے؟''

''جی ان کا افیئر ہے۔'' دعا کے دل میں ٹھنڈ پڑی۔ چاچی کا بھرپور ''کیا'' نکلا۔ سولیم نے آنکھیں میچ کر خود کو ملامت کیا اور کال کاٹ دی۔ چند منٹ بعد جب دعا زور شور سے انجیکشن نہ لگوانے کے لئے دہائیاں دے رہی تھی تب سولیم کی انگلیاں احتیاط سے میسج ٹائپ کر رہی تھیں۔ تمام روداد لکھ کر اس نے وہ میسج پاکستان بھیجا تھا۔ ان کی کال آنے لگی۔ وہ ڈاکٹر کو چھوڑنے کے بہانے باہر آئی اور انہیں دروازے سے رخصت کر کے جھٹ کال اٹینڈ کی۔

''دعا کو غلط فہمی ہوئی ہے چاچی ایسا کچھ نہیں ہے۔''

''لیکن مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی میری آنکھوں نے وہ دیکھا جو نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔''

اس نے کرنٹ کھا کر سیل کان سے ہٹایا چاچی کی کال کو درمیان میں کاٹ کر یہ کال ملائی گئی تھی۔ اس نے سکرین آنکھوں کے سامنے کی بلینک نمبر سیل کو بے جان کر کے اس نے قدم کچن کی جانب بڑھائے۔

''دعا! تمہارے لئے سوپ بنا رہی ہوں۔'' وہ کچن میں آ گئی خود بھی بھوک لگی تھی وہ فریج سے چیزیں نکال کر کاؤنٹر پر رکھنے لگی۔

''میں نے کہا تھا نا اگر میری کال کاٹی تو میں تمہارے سامنے حاضر ہوں گا۔''

وہ اس آواز پر جم گئی جو عین اسکے پیچھے سے آ رہی تھی۔ سولیم نے احتیاط سے سٹول کا کونا پکڑ کر نقاب کیا اور اپنے ہاتھ لکڑی کے چمچے پر جما لیے۔

''تم خود اپنے لئے مشکلات پیدا کر رہی ہو۔ دیکھو مجھ سے......'' اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ سولیم نے پوری طاقت سے وہ چمچہ بنا دیکھے اسے مارا لیکن وہ دو قدم گھبرا کر پیچھے ہٹی۔ چمچہ اس کے سامنے بالکل اس کے

سامنے کھڑے براق میں سے آر پار ہو گیا۔ وہ حیرت سے پھیلی گھبرائی سوالیہ آنکھوں سے اس مسکراتے کچھ کچھ ڈرنک لگتے براق کو دیکھ رہی تھی جو ہنسے جا رہا تھا۔ سویلم نے آنکھیں مسل کر اسے دیکھا، آگے آئی اور لکڑی کا چمچہ دھیان سے آگے بڑھایا اور ریڈ ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں کھڑے براق کے بازو کی طرف کیا۔ آر پار بازو سے ہوتے اس نے پورے اس کے وجود پر وہ ٹھوس چیز ماری جو آر پار ہوتی گئی۔

''چھلاوا۔ امم۔ ہمم کیا سوچ رہی ہے سویلم۔''

ہولوگرافک تھری ڈی پروجیکشن۔

آنکھ مار کر سامنے کھڑے براق نے بتایا۔ وہ چونک گئی دفعتاً نگاہ چھت کی جانب اٹھی۔ ضرور اس نے یہیں کہیں اس پروجیکٹر کو فٹ کیا ہو گا جس میں سے اسکی ریز نکل رہی ہیں۔

''کیا یہ ریکارڈڈ ہے؟'' محتاط انداز میں آس پاس دیکھتی ہو پوچھ رہی تھی۔ براق آگے آیا اس نے اپنی سائیڈ سے کچھ اٹھایا تھا۔ وہ وائین کا گلاس تھا۔ لبوں سے لگایا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

''یہ لائیو ہے میں تمہیں دیکھ سکتا ہوں، سن سکتا ہوں، ہاں بس چھو......'' اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ سویلم جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔ ''نہیں سکتا محسوس نہیں کر سکتا تو بتاؤ تم کیسی ہو مجھ سے پوچھو تو میں اس حالت میں ہوں کہ کسی کا بھی قتل کر سکتا ہوں ماسوائے تمہارے کیوں...... کیونکہ جس پر مجھے غصہ ہوتا ہے میں اسے آسان موت نہیں دیا کرتا۔ کہا تھا نا تمہیں پہلے میری گرل فرینڈ بننا ہے۔ تم میری چیز ہو تو بتاؤ ٹر کر کے ساتھ تمہارے کیسے تعلقات ہیں؟ کیوں جانتی ہو اسے اور کیا تمہیں اس کے ساتھ ڈیٹ کرتے ہوئے واقعی اپنی اپیرنس کا خیال نہیں آیا۔ جلدی جلدی بولو تمہارا وقت شروع ہو چکا ہے۔''

خمار آلود چہرہ ڈولتی ہوئی چال بے خود آنکھیں کاٹ دار لہجہ۔ سویلم نے اس کے لفظوں کو برداشت کیا۔

''میں کسی کو بھی جواب دینے کی پابند نہیں ہوں اور تمہیں تو خاص کر نہیں۔ بہتر ہے چلے جاؤ نہیں تو تمہارے عکس کو میں نے مٹا دینا ہے۔''

کمرے میں آتا اسد ٹھٹکا تھا۔ اس کی ایل ای ڈی کے ساتھ کچھ چیزیں اٹیچ کر کے وہ اس سے لائیو بات کر رہا تھا۔

"تم ہولو یوز کر رہے ہو۔" اسد کے لفظوں میں حیرت تھی۔ براق نے مڑ کر دیکھا اور اسی پل سولیم منظر سے ہٹی۔ اسے چھت کے کونے پر کچھ نامحسوس سی چیز ملی تھی۔ وہ لینز تھا جلدی سے سٹور روم سے وہ فولڈ سیڑھی اٹھا کر لائی۔ براق نے واپس چہرہ موڑا اور اسے سامنے نہ پا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ سامنے سے سیڑھی اٹھاتی آ رہی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے اس کے بعد تم مجھ سے چھٹکارا پالو گی۔ تم بچوں جیسی ہو سولیم۔" وہ ہنستے ہوئے صوفے پر بیٹھا عجیب سا لگ رہا تھا کیونکہ وہ اسد کے گھر موجود اپنے روم میں صوفے پر بیٹھا تھا اور سولیم کے گھر وہاں صوفہ نہیں تھا۔ وہ چپ چاپ سیڑھی کو صحیح جگہ سیٹ کرتی اب محتاط سی اوپر چڑھ رہی تھی۔

ذہین پلس مضبوط پلس دلفریب

براق نے دلچسپی سے مٹھی پر ٹھوڑی ٹکالی۔ غصہ دفعتاً رفع ہوا تھا۔ جانے کیوں لیکن صرف اس پر ٹرک کی تو خیر نہیں۔ وہ اوپر چڑھی چھت پر وہاں جہاں ایل ای ڈی لائٹس کے لئے ہول بنائے گئے تھے جن کے چاروں اطراف گولڈن کلر کی سورج کی شعاعیں نکالی گئی تھیں وہاں ان شعاعوں میں ایک چھوٹی سی چپ لگی تھی جو شعاعوں سے قدرے موٹی تھی۔ سولیم نے ہاتھ بڑھا کر اس چپ کو نکالا۔ وہ ساؤنڈ چپ تھی براق شاہ اب اس لڑکی کی آواز نہیں سن سکتا تھا اور نہ ہی اپنی آواز اسے سنا سکتا تھا۔

سولیم نے چھت پر لٹکتے فانوس کے پاس صوفے سے سہارا دے کر سیڑھی کو کھڑا کیا پھر وہ رکی، براق کو دیکھا اور اس پر چڑھ گئی۔ فانوس کے اندر لینز والی سائیڈ باہر کر کے ایک سفید ٹیب کے سائز کا پروجیکٹر لگایا گیا تھا جس سے نکلتی ریز براق کا وجود بناتی تھی۔ سولیم نے اسے کھینچا، ایک پتلی وائر جو اس سے اٹیچڈ تھی اس پر ہاتھ رکھا پھر براق کو جواب کھڑا ہو چکا تھا دیکھ کر طنزیہ بولی۔

"بائے مسٹر۔"

اور پھر اس تار کر دو ٹکڑے کر دیے۔ سفید تار ٹوٹی عکس جھلملانے لگا۔ بالکل ایسے جیسے پانی میں دیکھو تو لہراتا ہے۔ وہ نیچے اتری، سینے پر بازو باندھے بہت پتلی سی روشنی والا براق شاہ اسے نامعلوم نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سولیم نے اس پروجیکٹر کو نیچے پھینکا اور ایک زوردار ضرب اس پر لگائی۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

پھیکی روشنی والا براق دائیں جانب گردن گرا کر ہنسا۔ وہ تن فن کرتی کچن میں گئی۔ ایک موٹا پتھر جو کاؤنٹر پر شوپیس کی طرح سجایا گیا تھا اسے اٹھالائی۔

"برائی کی عمر زیادہ لمبی نہیں ہوتی۔ وہ ایک نہ ایک دن ختم ہو ہی جاتی ہے اور اس کا انجام بڑا ہی بھیانک ہوتا ہے۔"

اور پھر ٹھاہ کی آواز سے وہ سفید باڈی والا پروجیکٹر چکنا چور تو نہیں، پر ٹوٹ گیا۔ ساتھ میں براق شاہ کا وہ عکس بھی منظر سے ہٹا تھا۔ کچھ چیزیں واقعی ظلم کرنے سے ختم ہوتی ہیں۔ اس نے ایک نظر اس زچ زدہ چیز کو دیکھا پھر اپنا کام کرنے چلی گئی۔

❁......❁......❁

"اور آج کے ونر ہیں براق شاہ۔"

جم اس کے ورک آؤٹ سے پر رونق تھا۔ پسینے میں نہایا وہ پک ڈک مشین کو چھوڑتا کھڑا ہوا۔ ٹاول بوائے نے بھاگ کر اسے سفید نرم ملائم تولیہ پیش کیا۔ اپنا ٹیٹو والا بازو صاف کرتا وہ رتیکا کو دیکھ کر مسکایا۔

"تم یہاں۔" گردن چھاتی سر صاف کر کے انرجی ڈرنک کو منہ سے لگاتا وہ محظوظ سا پوچھ رہا تھا۔

"کیسا لگا سرپرائز۔" ہاتھ پھیلاتی نزاکت سے چلتی وہ اس کے قریب آئی تھی۔ اسے شوٹنگ پر جانا تھا تبھی وہ دو ہفتے سے غائب تھی۔

"ہمیشہ کی طرح خوبصورت۔" کسی کی بھی پرواہ کیئے بغیر وہ اس کے نزدیک آیا۔

"تم نے مجھے مس کیا؟" اپنے بھورے بال کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اس نے اسکے مسلز بازوؤں کو دیکھ کر پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں۔ میرا وقت اچھا گزرا ہمیشہ کی طرح۔"

رتیکا کا منہ بنا۔

"تم بہت منہ پھٹ ہو کبھی تو دل رکھ لیا کرو۔" وہ اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ اس کے ہیل کی آواز جم میں ابھرنے لگی۔

''منہ پھٹ نہیں صاف گو۔تم بتاؤ تمہارا وقت کیسا رہا۔'' تصحیح کر کے وہ اب اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر چل رہا تھا۔اس کے قدم بینچ کی طرف تھے وہ خود کو وارم اپ کرنے آیا تھا۔اب سے کچھ دیر بعد اس کا میچ جو تھا۔

''میرا بھی خوبصورت۔'' بھنویں اچکا کر گویا جتایا۔براق نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔انرجی ڈرنک کی کین منہ سے لگائی۔

'کل میں نے تمہاری اور روحت کی تصویر دیکھی اور یقین جانو میرا خون بہت کھولا تمہیں میں نے کہا تھا جو جب تک میرا ہوتا ہے صرف میرا ہوتا ہے۔میرے بعد کوئی بھی ہو آئی ڈونٹ کیئر لیکن شاید تم مجھے سمجھ نہیں سکیں۔''

براق کا ٹھنڈا لہجہ اس کے طوطے اڑا گیا۔

''نن......نہیں براق،وہ تو میں نے نہیں اس نے ہم پچھلی مووی کی پروموشن کے لئے گئے تھے۔اس نے کہا میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ٹرسٹ می۔''

براق نے سرد نگاہیں اس پر گاڑیں اور اسی لہجے میں بولا۔''شاید میں تمہیں پرپوز کر چکا ہوں تم بھولتی جا رہی ہو۔گڈ فار یو میں اپنا پرپوزل واپس لیتا ہوں۔انجوائے یور لائف۔''

''نہیں براق۔'' رتیکا کی غلافی آنکھوں میں نمی یکدم تیری۔ساتھ میں ڈر بھی۔ڈر اس بات کا کہ ایک فیمس باکسر اسے چھوڑنے جا رہا ہے جس سے شادی نہ صرف ڈریم میرج ہوتی بلکہ مزید فیم کے ساتھ ساتھ بے انتہا دولت بھی ملتی۔

''ایسے مت کرو میرا یقین کرو میں نے کچھ نہیں۔''

''کچھ نہیں کیا تو اس نے تمہیں بھرے مجمع میں چھوا کیسے اور تمہارے لب وہ کیوں مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ کسی کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کسی کو بھی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔''انرجی ڈرنک کی کین زور سے زمین پر پٹخی آواز آگ میں لپٹی سرد تھی۔

''میری مجبوری تھی وہ میری مووی روک دیتا وہ اسکا پروڈیوسر تھا۔میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو۔''اس نے براق کا ہاتھ تھاما جسے اس نے جھٹک دیا۔

''یو نو واٹ مجبوریاں بنائی جاتی ہیں،ہوتی نہیں ہیں گڈ بائے بے بی۔'' حقارت سے کہتا وہ اس کے پاس

سے اٹھتا جارہا تھا۔ رتیکا نے آنسو پیتے ہوئے زور سے مکا بینچ پر مارا۔

براق ڈریسنگ روم میں آیا، نہایا، ڈریس چینج کیا، اپنا مخصوص لباس پہنا۔ اس کے اوپر اوور کوٹ لیا اور ڈھیر سارے گارڈز کے ہمراہ چلتے ہوئے سٹیڈیم کی جانب رواں دواں ہوگیا۔ وہ اس وقت مانچسٹر میں تھا اور اس کا قافلہ مانچسٹر سٹیڈیم کی راہ کا مسافر تھا۔ آج اس کا ایک اور بڑا میچ تھا۔ انٹرویو دے کر وارم ویلکم کے ساتھ اپنے حریف کو لفظوں میں پچھاڑ کر وہ رنگ میں طیش کے عالم میں کھڑا تھا۔ رتیکا کی حرکت اسے سخت کبیدہ خاطر کر رہی تھی۔ وہ اس سے شادی کرنے جارہا تھا اس کے باوجود وہ کیسے کسی اور کے ساتھ اٹیچ ہوسکتی ہے ساری غصہ اپنے حریف پر نکال کر وہ جیسے شانت ہوا تھا۔

''اور آج کے ونر ہیں براق شاہ۔'' ریفری نے اسکا ہاتھ اٹھا کر جیت کا اعلان کیا۔ ہاتھ کی پشت سے منہ پونچھتا وہ رنگ کی تاریں پھلانگتا میڈیا کو ایکسکیوز کرتا کیبن میں آیا۔

''کیا ہوا، اتنے اکھڑ کیوں رہے ہو۔'' اسد نے اس کی بیزاریت جانچ لی تھی۔ برابر بیٹھ کر پوچھا براق بے چین سا اسکی سمت مڑا۔

''رتیکا کے ساتھ بریک اپ ہوگیا ہے میرا اور یہی بات مجھے ڈسٹرب کر رہی ہے۔ شاید میں بے غیرت ہورہا ہوں اور اسے معاف کرنے کا سوچ رہا ہوں میں اس وقت شدید ذہنی تناؤ کا شکار ہوں۔'' اپنے بال نوچتے ہوئے وہ واقعی ڈسٹرب لگ رہا تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک مودب سا آدمی اندر آیا۔

''سر کچھ دیر بعد آپ کا انٹرویو ہے۔''

براق نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ اگر تو بیچ اپ کرنا چاہتا ہے تو اٹس اوکے۔ یہ بات تو پہلے سے ہی طے تھی وہ جس فیلڈ سے تعلق رکھتی ہے اس میں یہ سب عام بات ہے شادی کے بعد بھی ایسا ہی چلتا تو سینس ایبل انسان ہے جمع تفریق تو کی ہوگی تو نے تو پھر بے فضول سٹریس لینے کا کیا فائدہ۔'' اس آدمی کے جانے کے بعد اسد نے سہولت سے کہا تھا البتہ براق کا اس رتیکا کے لئے اتنا تپی ہونا اسے ایک آنکھ نہ بھا رہا تھا۔

کاش ان کا پیچ اپ نہ ہو، آمین۔

''معلوم ہے اور میں بھی کوئی اتنا تنگ نظر نہیں ہوں یہ سب تو چلتا رہتا ہے لیکن میں نہیں جانتا اتنے عرصے لبرل رہنے کے بعد یہ اچانک سے مجھے کیا ہوتا جارہا ہے یا شاید رتیکا وہ انسان ہے جسے میں کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرسکتا۔ پتا نہیں سب جائے بھاڑ میں۔'' جھنجلا کر وہ تیار ہونے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ سرسری کے ساتھ انٹرویو دے کر وہ مانچسٹر سے لندن کے لئے روانہ ہوا۔ اس کا دل یہاں بہت برا ہورہا تھا۔ کچھ خالی پن، کچھ مسنگ سا احساس تھا جو اسکے دن خراب کئے دے رہا تھا۔

⚙......⚙......⚙

جہاز لینڈ ہونے سے کچھ دن پیچھے رات کے وقت جب چاچو دبے قدموں اپارٹمنٹ میں داخل ہورہے تھے تو سولیم کو لاؤنج میں پا کر ٹھٹک گئے۔

''سب ٹھیک ہے؟'' انہوں نے چونک کر پوچھا۔ پھر نظریں فرش پر سفید ٹوٹے ڈیوائس پر پڑی۔ ''یہ کیا ہے؟''

''بیٹھ جائیں تسلی سے سنیں۔ آپ کے اعصاب اس وقت مضبوط ہیں یا یہ تھکن کا شکار ہیں۔'' اس کی غیر معمولی سنجیدگی انہیں انہونی کا سائرن دے رہی تھی۔

''آپ مجھے ڈرا رہی ہیں کچھ برا ہوا ہے کیا؟'' بریف کیس نیچے رکھ کر وہ بالکل اس کے پاس بیٹھے تھے۔ سولیم نے فیصلہ کن سانس خارج کی۔

''ایک سنکی انسان میرے پیچھے پڑا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی دوست (اس نے دانستہ گرل فرینڈ لفظ کو گول کیا) بنوں، اس سے فونز پر باتیں کروں اور اس کے ساتھ وقت بتاؤں۔ وہ میرا فون بھی بگ کررہا ہے لیکن جب میں نے منع کیا تو مجھ سے بات کرنے کے لئے اس نے یہ ہائی ڈیفینیشن کوالٹی کا ہولوگرافک پروجیکٹر یہاں فٹ کردیا تاکہ وہ جب مرضی چاہے مجھ سے بات کرسکے۔ میرے ساتھ وقت بتاسکے لیکن میں نے اسے توڑ دیا ہے۔ میں اس سب سے سخت پریشان ہوں اور چاہتی ہوں آپ اس کا قیمہ بنائیں تاکہ وہ پھر کوئی جرأت نہ کرسکے۔''

طاہر کی گردن کی رگیں تنیں، چہرہ ضبط کے باعث سرخ ہوا اور سانس غیر متوازن چلنے لگا۔

''نام کیا ہے اس کا؟'' ان کی آواز غراہٹ میں بدل گئی تھی۔

''براق شاہ۔''

چاچو نے بڑی مشکل سے اس نام کو نگلا۔

''وہی جو باکسر ہے؟'' سولیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چاچو جھٹکے سے کھڑے ہوئے تھے۔

''سامان پیک کروا لینا اور دعا کا تم دونوں صبح پاکستان کے لئے روانہ ہو رہے ہو۔''

''پر چاچو ہم ڈر کر نہیں بھاگیں گے، ہم اس کا سدباب......''

طاہر نے اسکی بات درشتی سے کاٹ دی۔

''سولیم! بیٹیوں کے معاملے میں سدباب نہیں نکالے جاتے، حل نکالے جاتے ہیں اور اس وقت تم دونوں کا پاکستان جانے سے اچھا حل میرے پاس نہیں ہے۔'' انہوں نے اپنی آنکھوں میں بڑھتی سرخی پر کنٹرول پاتے ہوئے دھیمے انداز میں سمجھانا چاہا۔ وہ براق شاہ کی ''دوستی'' کا مطلب بخوبی جانتے تھے اور یہ جاننا ہی انکا فشار خون بلند کرنے کے لئے کافی تھا۔

''پر چاچو، دعا کا سمسٹر......'' وہ ہارتے ہوئے منمنائی۔ یہ سب تو ہونا ہی تھا۔

''بھاڑ میں گیا سمسٹر، تمہاری عزت سے بڑھ کر میرے لئے کچھ نہیں ہے۔ ماسٹر کرنا ہے اس نے پاکستان سے کرلے گی ابھی تم وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔''

''کیا۔ بیار دعا کا ''کیا'' صدمے سے چور بڑا طویل تھا۔ ''آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ میرا خواب ہے۔'' وہ گرل کو تھامتی بامشکل سیڑھیاں اترتی نیچے آئی تھی۔

''تمہارا خواب اپنی بہن سے بڑا نہیں ہو سکتا۔ جاؤ اور پیکنگ کرو۔'' وہ بولے نہیں پھنکارے تھے۔

''میں نہیں جاؤں گی آپ ہمیشہ میرے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔'' وہ ضد میں ان کے مقابل آ کر کھڑی ہوئی۔

''دعا! مجھے سختی کرنے پر مجبور مت کرو۔'' انہوں نے ضبط کی آخری سیڑھی پر پاؤں رکھا تھا۔ سولیم کا دل اپنی غلطی پر دھک دھک کرنے لگا۔

''میں نہیں کر رہی اور نہ ہی میں جا رہی ہوں۔ یہ میرے فیوچر کا سوال ہے۔ آپ نے بھیجنا ہی ہے تو سولیم کو

بھیجیں مجھے کیوں بلی کا بکرا بنا رہے ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے چاچو۔" وہ یکدم درمیان میں بولی۔ "میں چلی جاتی ہوں آپ دعا کو یہیں رہنے دیں۔"

"ہرگز نہیں۔" انہوں نے سختی سے ٹوکا۔ "یہ تمہارے ساتھ جائے گی۔"

"میں نے کہا نا، میں نہیں جاؤنگی۔" وہ اونچی آواز میں چیخی۔ طاہر اور سولیم دونوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔ "آپ ہمیشہ ایسا کرتے ہیں۔ اس کے پیچھے ہر وقت میرا حق سلب کرتے رہتے ہیں۔ مجھے بھول جاتے ہیں۔ اسے یاد رکھتے ہیں حالانکہ آپکی سگی اولاد میں ہوں، یہ نہیں۔"

"دعا۔" چٹاخ کے ساتھ چاچو کا ہاتھ دعا کا گال داغ دار کر گیا۔

وہ چیخ کے ساتھ گھبرا کر اٹھی۔ خواب کی پٹی ہٹی اور وہ چند حائی نظروں سے کمرے میں پھیلے ملگجے اندھیرے کو دیکھنے لگی۔ کھڑ پڑ ہوئی اور جھٹ سے لائٹ آن ہو گئی۔

چاچو بے تابی سے اس کی سمت بڑھے، ان سے ابھی ناراضی ختم کر کے تھوڑی بیمار اور تھوڑی صحت یاب دعا متفکر سی اس کے پاس بیٹھی چاچو ابھی چند یعنی بیس منٹ پہلے ہی آئے تھے۔ دعا اٹھی تھی لیکن سولیم کی نیند کے خیال سے اس نے زیرو پاور کا بلب ہی روشن رہنے دیا تھا۔ چاچو نے بھی اس حکمت عملی پر اکتفا کیا اور وہ دونوں دبی آواز میں ایک دوسرے کے ساتھ روٹھنے منانے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے جب سولیم کی چیخ نے انہیں حواس باختہ کر دیا۔

"کیا ہوا بچے۔ ششش...... سب ٹھیک ہے۔" وہ اس کے بال سہلانے لگے۔ اسے اپنے ایک کاندھے سے لگایا ہوا تھا۔ دعا نے فوراً نے سے پانی اس کی سمت بڑھایا جو دھواں دھار روئے جا رہی تھی۔

"سولیم! کیا ہو گیا ہے؟" اس نے روہانسے سے انداز میں کہتے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔ چند گھونٹ لے کر وہ کانپتے ہوئے چاچو کو دیکھ رہی تھی۔ جو متفکر سے اس کے بال سہلا رہے تھے۔ وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ غائب دماغی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"سولیم بیٹا! سب ٹھیک ہے۔ ڈیڈی آپ کے پاس ہی ہیں۔"

"چاچو! میں آپ پر بوجھ نہیں ہوں نا۔" اس نے روتے ہوئے پوچھا اس کا دماغ ابھی بھی حقیقت و خواب

کے پینڈولم میں جھول رہا تھا۔

''ہرگز نہیں۔'' چاچو نے اس پر گرفت مضبوط کی۔ دعا نے فوراً اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالا، ساتھ کا احساس دلایا۔

''میں دعا کا حق سلب نہیں کرتی نا۔'' اس کی آواز مدھم تھی۔ سرگوشیوں میں چاچو نے جھٹ خونخوار نظروں سے دعا کو دیکھا۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں میں نے کچھ نہیں کہا میں کچھ کہہ سکتی ہوں بھلا۔

''نہیں بیٹا! ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟''

''میں آپ کی سگی اولاد نہیں ہوں، جانتی ہوں لیکن دعا سے کہیں کہ مجھ سے بدگمان نہ ہو، میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔''

دعا کے اوپر تو گویا اوس گر گئی۔ وہ پھنسی پھنسی آواز میں وضاحت دینے لگی۔

''اس کا دماغ چل گیا ہے۔ پاگلوں کا علاج کرتے کرتے خود پاگل ہو گئی ہے۔ باخدا میں نے ایسا کچھ نہیں کہا یہ مسلسل مجھ پر بہتان باندھ رہی ہے۔''

چاچو کے عتاب سے ہی اس کی روح کانپ گئی اوپر سے سولیم کی یہ اول فول سی باتیں۔

''آپ کہیں نہیں جائیں گی اور آپ میری سگی اولاد سے بھی بڑھ کر ہیں (ہاں وہ تو نظر آ رہا ہے بیٹی کو شک کی نظروں سے جو دیکھ رہے ہیں۔ دعا کے ایسے ایسے لاجواب منہ کے زاویے بن رہے تھے کہ کوئی حال نہیں) اور یہ فضولیات آپ سے کس نے کہی ہے۔''

دعا کا سانس رک گیا۔

''ضرور اس نے ڈرگز لینی سٹارٹ کر دی ہیں جوان کا الٹا اثر ہو رہا ہے یا اللہ بچا لے تو جانتا ہے میں بے قصور ہوں۔''

سولیم نے پلکیں جھپکائیں منظر صاف ہونے لگا۔ دماغ کام کرنے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر چاچو کو دیکھا پھر وہ بولی تو دعا کے پاؤں سے زمین کھینچ گئی۔

"دعا! نے خواب میں، وہ بہت بھیانک خواب تھا۔" وہ جیسے ٹرانس کی کیفیت میں بول رہی تھی۔ دماغ نے کام کرنا شروع کیا۔ وہ خواب کو حقیقت نہیں بنا سکتی تھی کل رات کا کیا عہد اس نے توڑ دیا۔

"ایک چپیڑ نہیں رکھی آپ نے اسے۔" دعا نے احتجاجی نظروں سے باپ کو دیکھا۔

"رکھی تھی پر آپ نے، وہ بہت بھیانک خواب تھا۔"

دعا نے جھٹ گال پر ہاتھ رکھا۔

"یہ بالکل بھی صحیح بات نہیں ہے۔ خود ہیروز بن کر مجھے ولن بنا رہے ہو۔ خبردار جو تم نے مجھے دغاباز ثابت کیا تو اور ہاں۔" اب وہ چاچو کی طرف دیکھ رہی تھی۔ "آپ بھی ایک بات ذہن نشین کرلیں یہاں کی پولیس کی کوئنک سروس ہے۔"

چاچو نے کوئی بڑی ہی زبردست نظر اس پر ڈالی، وہ کھسیا کر رہ گئی۔

"یہاں پر تو اپنے حق......" اور اس لفظ سے اس نے فوراً اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھے سولیم نے اسے اگنور کیا۔

"آپ کب آئے تھے۔"

چاچو جو اسے ملامت کرنے لگے تھے۔ اسکی جانب متوجہ ہوئے۔

"بس ابھی کچھ دیر پہلے۔"

"آپ کو بھوک لگی ہے۔" وہ سنبھل گئی تھی۔ سیدھے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بھوک نہیں لیکن زوروں کی نیند آئی ہے۔ آرام کرونگا اب۔" کہتے ساتھ انہیں جمائی بھی آ گئی تھی جسے انہوں نے ہتھیلیوں کی پشت سے روکا۔

"آر یو شیور؟" اسے تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سمجھنے لگی چاچو اس کے آرام کی وجہ کہہ رہے ہیں۔

"یس آفکورس اور اب آپ بھی سو جائیں۔ چھٹی کرلیں میں جینی کو کال کردونگا۔ آج ہم سنڈے کے علاوہ فیملی ڈے منائیں گے اور ہاں آئی لو یو۔" کھڑے ہو کر کہتے انہوں نے رک کر آئی لو یو کہا اور جھک کر اس کے ماتھے پر بوسا دیا۔ وہ سرشاریت سے مسکا دی جبکہ دوسری طرف دعا کا دل ابھی بھی خود کا ولن بننے کی وجہ سے جل رہا تھا۔ چاچو ایک کڑی نگاہ دعا پر ڈال کر چلے گئے جسے اس نے ناک پر سے مکھی کی طرح اڑایا پھر وہ پھولے منہ

کے ساتھ سویلیم کو دیکھنے لگی جو مسکراہٹ لبوں میں دبائے معذرت خواہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ایم سوری۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔ دعا چونکی پھر اکڑ کر پوچھا۔

''فار واٹ۔'' ویسے ہی نروٹھے لہجے میں پوچھا۔

''تمہیں ڈرانے کے لئے خواب میں پڑے تھپڑ کے لئے اور اب جو چاچو تمہیں شک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے اس کے لئے۔''

''ہا۔ جیسے انکی شکی نگاہ سے میں بدک جاؤنگی نا (حالانکہ ابھی اس کی انہی نظروں سے جان نکلی ہوئی تھی) لیکن میں تم سے شدید خفا ہوں تم نے سوچ بھی کیسے لیا۔ میں تمہارے بارے میں ایسا کہہ سکتی ہوں تم نے مجھے تکلیف دی ہے، میرا دل دکھا ہے اور میں تمہاری معذرت قبول کر کے تمہیں آخرت میں اس وجہ سے ممکنہ عذاب سے بچاتی ہوں کیونکہ تم میری بہن ہو اور میں تم سے محبت کرتی ہوں۔''

وہ اس کی بات پر مسکائی حالانکہ آنکھوں میں سرخ لائن ابھی بھی ابھری ہوئی تھی۔

''دعا! ایک بات پوچھوں؟''

''سو پوچھو۔'' اس نے کمبل دونوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔

''اگر کبھی تمہیں میری وجہ سے اپنی پڑھائی چھوڑنی پڑے تو کیا تم چھوڑ دوگی؟''

دعا نے رک کر اسے دیکھا اور فیصلہ کن انداز میں بولی۔ ''میں چھوڑ دونگی اور میں جھوٹ نہیں بول رہی۔''

اس کے نزدیک آ کر دعا اس سے لپیٹ گئی تھی۔ سویلیم مسکائی، کیا وہ اتنی پیاری لڑکی کا خواب چکنا چور کر سکتی ہے؟

ہرگز نہیں۔

............*

''کسی کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کسی کو بھی کچھ بھی نہیں کر سکتا''

سرزمین لندن کا موسم آج خاصہ خوشگوار تھا۔ دھوپ کے شگوفے تو کھلے ہوئے ہی تھے، ساتھ میں بھینی بھینی مدھم ہوا بھی چل رہی تھی۔ سردی کا بول بالا تھا ہر چیز سفیدی ملی زردی میں گھلی تھی چونکہ دو دن سے مسلسل پڑتی

برف باری آج رکی تھی تو درختوں کی ڈالیوں سے لے کر چشمے تک برف سے ڈھکے تھے جو اب دھوپ کی حدت کی وجہ سے رفتہ رفتہ پگھلے جا رہی تھی۔ پگھلتی برف جو سڑکوں کے کناروں، گھروں کے لان اور درختوں کی شاخوں پر موجود تھی اس پر گرے زرد پتے ایک فیری ٹیل جیسا تاثر دینے لگے۔ اس فیری ٹیل لگتے موسم میں براق کے کمرے کے دبیز پردے سرکے ہوئے تھے۔ دیوار گیر ونڈو کا شیشہ سرکا ہوا تھا اور باہر کی منچلی ہوا بیڈ پر بیٹھے بغیر ٹی شرٹ کے براق شاہ کے بالوں کو چھیڑ رہی تھی۔ اس کے بالکل ساتھ ہی وہ بھورے بالوں والی ہندولڑکی بیٹھی تھی جس نے موسم کی مناسبت سے بلیک کٹس لگی جینز پر پتلی ہائی نیک پہنی ہوئی تھی جس کا رنگ بھی سیاہ تھا البتہ وہ تین شاخوں والا پینڈنٹ جو کہ اس کے گلے میں جھول رہا تھا وہ گولڈن رنگ کا تھا۔

”تھینک یو۔“ محظوظ سی مسکان کے ساتھ اس نے رتیکا کے ہاتھ سے بیڈ ٹی پکڑی تھی۔

”کیسا لگا دن؟“ اس نے دیوار گیر کھلے شیشے سے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ براق نے گردن موڑ کر دیکھا۔

”تمہاری طرح خوبصورت۔“

وہ اس تعریف پر پھول گئی۔

”آج مجھے جانا ہے۔“

اس نے سونے کے ورقوں جیسی اترتی دھوپ سے نگاہ ہٹا کر رتیکا کو دیکھا۔ اسے پتا تھا آج رتیکا کو جانا تھا۔

”ہمم۔ کب ہے فلائٹ بھلا؟“ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ کپ کو پرچ پر ٹکا کر اس نے سفید ٹی شرٹ بیڈ کی پشت سے اٹھا کر پہنی اور پھر چائے کا کپ اٹھا لیا۔

”دو گھنٹے بعد۔“ باہر پھیلی دھوپ سے نگاہ ہٹا کر اس نے اندر موجود چیک کو دیکھ کر بتایا۔

”چلو پھر تمہیں اپنے ہاتھ کا بریک فاسٹ کرواتا ہوں۔“ سلیپر پہنتا وہ کھڑا ہوا۔ اس کا رخ واش روم کی جانب تھا۔

”سچ میں۔“ رتیکا کی خوشی دیدنی تھی۔

”پازیٹو۔“ واش روم کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر موتی سے بچی بھنور والی آنکھ مار کر وہ مسکاتا ہوا اندر

گیا تھا۔ رتیکا دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر خوشی سے اچھلنے لگی۔ واقعی دی گریٹ براق شاہ اس پر لٹو ہو چکا تھا یہ اس کی زندگی کی اب تک کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔

نہا کر وہ رتیکا کے میچنگ کی ڈریسنگ کرتا ہاتھ رگڑتے ہوئے کچن میں داخل ہوا جہاں موجود شیفس اسے دیکھ کر الرٹ ہو گئے۔

''ہے بڈیز، میں آج تمہیں ایک زبردست ناشتہ بنانے سکھانے والا ہوں۔''

آج کے بریک فاسٹ میں اس نے ''کمچی'' کورین ڈش بنائی تھی۔ یہ ایک مشہور سائیڈ ڈش ہے لیکن براق اسے سائیڈ کی بجائے فرسٹ پر رکھتا تھا کیونکہ سالاڈ سبزیوں سے بنی یہ ڈش ایک زبردست ہیلدی فوڈ تھی کیونکہ اس میں وٹامن اے، بی اور منرلز کی بھرمار تھی جیسے کیلشیم آئرن وغیرہ سوا تالین بریک فاسٹ کے ساتھ اس نے خصوصاً کمچی بنائی تھی۔ رتیکا خوشی سے مغلوب چہرے کے ساتھ اسے خود کو کھانا سرو کرتے دیکھ رہی تھی۔

''پہلے تم یہ پہنو۔'' براق نے اسکا فورک اٹھاتا ہاتھ روک کر کہا۔ اس کے ہاتھ میں سفید ٹی شرٹ تھی جس پر سیاہ حرفوں میں گرل فرینڈ لکھا ہوا تھا۔ منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے وہ ٹی شرٹ براق سے لی اور اپنی ہائی نیک پر پہن لی۔ براق پہلے سے پہن چکا تھا جس پر بوائے فرینڈ لکھا تھا۔

''تو یعنی ہم اس ٹی شرٹ کے ذریعے وہ بات جو کن سوئیوں کی طرح ادھر ادھر پھیل رہی ہے اسے حقیقت میں ڈھالیں گے رائٹ۔''

''آف کورس رائٹ۔'' ناشتہ سٹارٹ کرتے ہوئے براق نے گردن کو خم دیتے ہوئے کہا۔ رتیکا پورے دل سے ہنس دی پھر کچھ یاد آنے پر ماتھے پر ہاتھ مارا۔

''اوہ ہاں میں بتانا بھول گئی۔ اسد آیا تھا وہ کچھ دنوں کے لئے آؤٹ آف سٹیشن جا رہا ہے مجھے کہا میں تمہیں انفارم کر دوں کیونکہ تمہارا اسیل آف تھا اور تم سو رہے تھے۔''

براق چونکا۔ ''تو اس نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں۔''

اس کا نمبر ملانے لگا۔ پاورڈ آف۔

''آہ وہ......آج کا تو دن ہی برا ہے سب ہی کہیں نا کہیں جا رہے ہو۔''

”تو میں نے تو کہا تھا میرے ساتھ چلو۔“

”ہاں چل تو رہا ہوں۔ چلو اٹھو خاصی دیر ہو گئی ہے فلائٹ مس نہ ہو جائے۔“

عجلت میں کہتے گھڑی کا ہک بند کرتے ہوئے وہ کھڑا ہوا۔

”کیا تم میرے ساتھ جا رہے ہو؟“ وہ بے یقینی و خوشی کے ملے جلے تاثرات میں گھر کر بولی۔

”ہاں نا“ وہ ادا سے اسکی طرف چلتا آیا۔ نیچے اس کے پاؤں سے چپکی گولڈفش نے جھٹ پلکیں جھکائیں اور باقی آبی جانور یہاں وہاں ہو گئے۔

براق ہنسا۔ ”میں تمہارے ساتھ تمہیں ایئر پورٹ ڈراپ کرنے جا رہا ہوں وائف ٹو بی۔“

رتیکا نے اس کے سینے پر مکا مارا۔ ”بدتمیز۔“

اس کی گاڑی جیسے ہی ایئر پورٹ کے احاطے میں رکی چہار جانب سے پتا نہیں کس کی مخبری کے تحت میڈیا والے شہد کی مکھیوں کی طرح ان کے ارد گرد منڈلانے لگے۔ تصاویر اتریں، سوالات کی بوچھاڑ ہوئی گرل فرینڈ بوائے فرینڈ والی ٹی شرٹ نے سب کچھ واضح کر دیا تھا پھر بھی پیٹ کے ہلکے میڈیا والے اپنی تسلی کو پوچھے جا رہے تھے۔ ایک جیسی ڈریسنگ میں ایک جیسے بلیو و سفید شیڈز کے گلاسز لگاتے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالتے وہ اندر بڑھ گئے تھے۔

”جلدی آنا میرے پاس ایک زبردست پلان ہے۔“ ماتھے پر بوسہ دے کر وہ اسے روانہ کر رہا تھا۔ وہ چلی گئی۔ براق میڈیا کا دائرہ توڑ کر اپنی سوک میں آ بیٹھا۔ ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی اس کے ساتھ ہی پیچھے ایک اور گارڈز کی گاڑی بھی چل پڑی۔

وہ سیل فون میں لگا تھا۔ یونہی چہرہ اٹھا کر دیکھا۔ ایک عبایا والی زردی والی دھوپ میں کھڑی نظر آئی۔ اس کے ہاتھ میں گروسری کا سامان تھا اور اس کے ساتھ ایک ایجڈ آدمی بھی تھا۔ وہ یقیناً سولیم تھی اور شاید طاہر بھی۔ اس نے کار رکوائی، ون وے روڈ پر اسکی کار ایک جانب رک گئی۔ اس کے ساتھ ہی گارڈز باہر نکلنے لگے لیکن اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔ وہیکل آتی سائیڈ پر دیکھتا وہ بھاگتے ہوئے سڑک کراس کرتا اس کی سائیڈ پر آیا۔ کیوں آیا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا شاید اس لئے کہ اس ایجڈ آدمی کا ہاتھ اس عبایا والی کے ہاتھ میں تھا۔

”ہیلو ڈا......“ اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ وہ سولیم نہیں تھی۔ لڑکی نے حیرت سے اسے دیکھا اور

آدمی کے چہرے پر پھول کھلنے لگے۔

''مرحبا، مرحبا تم فینس باکسر براق شاہ ہو نا۔'' وہ ایجڈ آدمی اس کا ہاتھ تھام کر تیز تیز ہلانے لگا۔

''آں ہاں۔'' گردن کو ہلایا اور پھر ان کو آٹو گراف دے کر سیلفی کھنچوا کر وہ منہ پر ہاتھ رکھتا سڑک کراس کر کے کار میں آن بیٹھا سر کو جھٹکا اور سیل میں لگ گیا۔

✪......✪......✪

اس کی آنکھ اشتہا انگیز خوشبو سے کھلی تھی۔ فریش ہو کر باہر آئی تو انگشت بدنداں رہ گئی۔ نہ صرف اپارٹمنٹ صاف تھا بلکہ پاکستانی بریک فاسٹ بھی ریڈی تھا جس میں ظاہر ہے انڈا، پراٹھا، حلوا پوری اور نہاری بھی شامل تھی۔

''ڈونٹ ٹیل می چاچو کہ آپ نے آرام نہیں کیا اور سارا وقت یہ سب تیار کرنے میں لگے رہے۔'' اس نے حیرت سے کرسی سنبھالی تھی۔

''خود بھی لگے رہے اور اپنی بیمار سپوت کو بھی لگائے رکھا۔ یار میں نے تو سوچا تھا دو چار دن بیمار رہوں گی لیکن ان گوروں کی دوائیں بھی نا، جھٹ سے ٹھیک کر دیتی ہیں آئی لو پاکستان۔''

حسرت سے کہہ کر اس نے سولیم کے ساتھ جگہ بنائی حالانکہ بخار اسے اب بھی تھا۔ تھوڑا زکام اور کھانسی بھی برقرار تھی لیکن مجال تھی اس کی جو وہ پرہیز کرے اس کے ہاتھ نے سب سے پہلے پوریوں کو ترجیح دی۔

''نہ کریں چاچو کیا ایسا ہی تھا۔'' اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

''کیوں کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟'' آستینیں چڑھاتے ہوئے وہ سولیم کی طرف مڑی۔

''ہاں کام کم، پھیلاوا زیادہ مچایا اس نے۔ ایک نمبر کی پھوڑ ہے اپنی ماں کی طرح۔'' آخری جملہ انہوں نے دل میں دھرایا۔ اس سے کیا بعید تھی خرگوش کے کانوں والی تھی۔ سب سے بڑی اپنی ماں کی جاسوس۔ فوراً ریکارڈ کر کے آسیہ کے گوش گزارتی اور پھر وہ بے چارے تاویلیں دیتے رہ جاتے۔

''اسے کہتے ہیں احسان فرامو...... اچھا ایم سوری۔'' طاہر کی سخت نگاہوں پر وہ بدک کر منمنائی۔ ہنستے کھلکھلاتے خوشی سے بھرپور موڈ میں انہوں نے ناشتہ کیا تھا۔ برتن دھونے کے بعد چاچو نے اسے سٹڈی میں

طلب کیا۔ دعا الرٹ ہوئی سولیم اندر آئی بیٹھی۔ چاچو کھڑے ہوئے، دروازے تک گئے۔ اچھے سے تسلی کی آسیہ کی جاسوس وہاں موجود نہیں تھی۔ وہ آکر سولیم کے ساتھ بیٹھ گئے۔

جاسوسہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ اس کا سیل سٹڈی میں بالکل بڑے سارے واز کے لہور نگ پھولوں کے ساتھ رکھا تھا۔ سرخ پھولوں نے سرخ باڈی والا سیل چھپا لیا تھا۔ وہ الٹا رکھا تھا اور اس پر کال چل رہی تھی جو دعا اپنے کمرے میں بیٹھی لینڈ لائن سے سن رہی تھی چاچو کہہ رہے تھے۔

''جو رشتے ہوتے ہیں نا بیٹا، وہ کسی بھی اظہار کے محتاج نہیں ہوتے۔ رشتوں میں اظہار بنتا بھی نہیں۔ رشتوں میں عمل بنتے ہیں۔ احساس بنتا ہے میں جو آج تمہیں کہوں مجھے تم سے محبت ہے پھر وہ بس زبان کی حد تک ہی رہ جائے۔ میں کہہ کر بھول جاؤں تمہارے لئے کچھ کروں نہ تمہارا احساس نہ کروں تو پھر وہ محبت کیسی رہی جو صرف زبان تک ہی قائم ہو محبت تو عمل سے ظاہر ہوتی ہے نا وہ عمل جو شاید تم نے مجھ میں دیکھا ہو دعا میں دیکھا ہو دیکھا ہے یا نہیں؟''

اتنا فلسفہ لگتا ہے اس بار کوئی رائٹر گرل فرینڈ بنی ہے ایک تو یہ بچی لڑکی منٹ منٹ بعد سوسو کرنے لگ جاتی ہے اس کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ اسے سولیم کا رونا شدید ناپسند تھا حالانکہ وہ شاذ و نادر ہی روتی تھی۔

''مجھے آپ دونوں کی محبت پر کوئی شک نہیں۔'' اس نے خود پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔ دعا سے جھگڑا ہوا ہے یا آسیہ کے منہ سے کچھ نکل گیا ہے۔'' ان کی سنجیدگی دیدنی تھی۔ دعا بھی تھم سی گئی۔ آگے پیچھے سارے دنوں کا حساب لگایا۔ اس نے کچھ بھی غلط نہیں کہا تھا وہ مطمئن ہوئی۔ لیکن اپنی ماں کی طرف سے دھڑکے میں تھی۔ اگر تو انہوں نے کچھ کہا ہے تو ان کی خیر نہیں۔

''نہیں چاچو، دعا اور چاچی تو بہت اچھی ہیں انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ میں خود بس تھوڑی پریشان تھی اوپر سے پھر وہ خواب۔ سیریسلی کسی نے کچھ نہیں کہا مجھے۔''

وہ بہت چھوٹی تھی جب اس کے بابا اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے۔ بڑے بہن بھائیوں اور اس میں چونکہ کافی فرق تھا تو وہ دونوں پہلے سے شادی شدہ تھے۔ وہ چھوٹی تھی جوائنٹ فیملی میں بھی تنہا۔ پھر اس کی تنہائی کا سہارا چاچو بنے۔ انہوں نے اس کے ابھرتی احساس کمتری کو بھانپ لیا۔ بچی تھی چھوٹی چھوٹی بات پر شفیق کو یاد

کرتی تھی۔ روتی تھی اپنے عزیز از جان بھائی کی یہ سب سے لاڈلی اور آخری اولاد کو وہ ویسا تڑپتا چھوڑ دیتے ناممکن۔ دعا سے پہلے ہی وہ اسے اپنی اولاد کی طرح ٹریٹ کرتے تھے۔ یہی بات تھی جو وہ سب سے زیادہ ان سے اٹیچ تھی۔ اوپر سے آسیہ بھی بہت نرم خو اور محبت کرنے والی تھیں۔ وہ سارا سارا دن ان کے پاس ہی رہتی تھی کبھی آسیہ اس کے لئے کوئی ڈش بناتی تو کبھی کوئی۔

زیادہ تر سولیم کو سکول بھی وہی چھوڑنے جاتی تھیں کہ حلیمہ اس وقت عدت میں تھیں۔ یوں سولیم آسیہ کی بڑی بیٹی اور پھر دعا چھوٹی بیٹی بن گئی تھی۔ اصل بات یہ تھی جتنا آسیہ کو سولیم پر یقین تھا اتنا دعا پر بھی نہیں تھا۔ کچھ کہنا تو دور وہ سولیم پر ایک سخت نگاہ بھی نہیں ڈالتی تھیں کیونکہ انہیں سولیم سے محبت تھی۔

''تو پھر جلدی سے اپنی پریشانی بتاؤ۔ تمہارے چاچو کے کان بہت بیتاب ہو رہے ہیں اسے سننے کے لئے۔'' وہ تھوڑے ڈھیلے ہوئے۔ آسیہ اور دعا کی جو کوئی بات نہیں نکلی تھی۔ انہیں صبح سے بس ان دونوں کی طرف سے ہی دھڑکا تھا کیونکہ کل جو سولیم کی حالت تھی وہ کوئی عام بات نہیں تھی۔ وہ بہت کم روتی تھی۔ روتی تھی بھی تو چھپ کر۔ کل اس کا یوں اچانک بچوں کی طرح رونا انہیں از حد ڈسٹرب کر گیا تھا۔

سولیم نے انگلیاں مروڑیں، نظریں جھکی تھیں۔ چاچو بغور اسکا اضطراب دیکھ رہے تھے۔

''دی عبایا میں اس بار نقصان ہو گیا ہے۔ فیشن ویک میں جو عبایا ہم نے انٹروڈیوس کرانے تھے وہ مکمل نہیں ہو سکے۔ سٹاف کے چند اہم ممبر جو آپس میں رشتے دار تھے ان کا آتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہو گیا جس وجہ سے آرڈرز کمپلیٹ نہیں ہو سکے۔ مارکیٹ میں ہمارا بہت نام خراب ہوا ہے ایڈورٹائزمنٹ ہونے کے بعد عبایا کا وہاں نہ ہونا پبلک کو ان کا نہ دیکھنا بہت بڑا خسارا بن گیا ہے یہی وجہ تھی اس سب سچویشن کی۔''

ابھی صبح ہی اس کی مینیجر نے اسے کال کر کے ایکسیڈنٹ کا بتایا تھا اور یہ بھی کہ وہ آرڈر تیار نہیں کر پائی ہیں بس چند ہی عبایاز تھے جو تیار ہوئے تھے اور یہ سب کافی نہیں تھے۔ اسے رونا تو آیا لیکن برداشت کیا۔ فیشن ویک کے آرگنائزر کو کال کر کے معذرت کی اور اپنی مینیجر کو کہا وہ کسی بھی ماڈل کو پکڑے ایڈورٹائزنگ کمپنی سے رابطہ کرے اور جو بن چکے ہیں ان عبایا کا ایڈ بنوا کر اسے ہر چھوٹے بڑے چینل اور نیوز پیپر میں چھپوا دے۔

چاچو نے بہت تسلی سے اس کی بات سنی۔

"ہم اور وہ ماڈلز جو ریمپ پر واک کی پریکٹس کر رہی تھیں ان کا کیا۔"

"چونکہ عبایا شادی کے لئے تھے تو جو پہلے سے ریڈی تھے وہ اور ایک دو کے جو سیمپل بنوائے تھے انھیں پہن کر وہ پریکٹس کرتی تھیں میں نے انھیں ہاف منٹ کردی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اب وہ میری برینڈ کے ساتھ کام نہیں کریں گی۔"

چاچو نے اس کا شانہ تھپکا۔ نقصان واقعی زیادہ تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ غیر معمولی ڈپریشن کا شکار ہو جائے۔

"کوئی نہیں زندگی میں یہ سب چلتا رہتا ہے۔ پریشان نہ ہو اللہ بہتر کرے گا۔"

سولیم نے اثبات میں سر ہلایا۔ "جی۔"

"شاکر اچھا ہے ہے نا۔" یکدم غیر متوقع بات پر سولیم تو سولیم کال کاٹتی دعا بھی ٹھٹکی تھی۔

"جی۔" ویسے ہی چونکی ہوئی آواز نکلی۔

چاچو آگے ہوئے اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ سولیم کا دل بے ترتیبی سے دھڑکنے لگا۔ چاچو کیا کہنے جا رہے ہیں۔

"اس نے مجھ سے میری بہت قیمتی چیز مانگی ہے۔"

دعا نے فوراً ماتھے پر ہاتھ پٹخا۔ سولیم نے تھوک نگلا۔

"اور میں اس بارے میں تھوڑا کنفیوز ہوں۔ کبھی سوچتا ہوں ہاں کہہ دوں تو کبھی سوچ میں ہی پڑ جاتا ہوں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں اپنی قیمتی چیز کے لئے چاہت دیکھی ہے اور اب میں اپنی چاہت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی چاہت کیا ہے۔"

وہ اس کے لب کچلتے دانت اور جھکی پلکوں سے بہت محظوظ ہوئے تھے اپنی بیٹی کی معصومیت انھیں بہت بھا رہی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں پتا چاچو جو آپ، چاچی اور امی چاہیں اب میں جاؤں۔" وہ اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دیکھتی بولی تھی۔

"آپ کو یقین ہے نا کہ میں آپ کے بارے میں بہتر فیصلہ کرونگا۔"

دعا نے زور سے نفی میں سر ہلایا جیسے وہی تو سولیم تھی اور اس سے ہی تو سوال پوچھا جارہا تھا۔

"کیونکہ آپ کی ماما اور بھائی کی طرف سے ہاں ہے۔ آخری فیصلہ انہوں نے مجھ پر چھوڑ دیا۔ میں چاہوں ہاں کہوں میں چاہوں نہ اور آپ جانتی ہیں میں وہی کہوں گا جو آپ کہیں گی۔"

اس نے چاچو کی آنکھوں میں اقرار دیکھ لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ضبط کے باوجود آنسو تیرنے لگے چاچو کہہ رہے تھے۔

"شاکر بہت اچھا انسان ہے۔ پڑھا لکھا ہے، سمجھدار ہے، رشتوں سے محبت کرنے والا، ان کا احترام کرنے والا ہے۔ ڈاکٹر ہے اپنا بزنس بھی ہے اس کا۔ سب سے بڑی بات وہ آپ سے محبت کرتا ہے۔ اب سے نہیں شاید بچپن سے۔ محبت سے زیادہ میں نے اس کی آنکھوں میں اور اس کے عمل میں آپ کے لئے عزت دیکھی ہے اور جو انسان عزت کرتا ہے نا اسے کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ محبت کرنے والے ہزار مل جائیں گے عزت کرنے والا کوئی ہی ہوتا ہے۔ پھر میں کیا جواب دوں ان کو؟ وہ جلد از جلد نکاح کرنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں، مجھے منظور نہیں یہ رشتہ، خبردار جو اتنی سی عمر میں اس کی شادی کی تو......" دعا کی دھاڑ گملے کے پاس رکھے سیل میں سے گونج کر ان دونوں کو حیران کر گئی۔ دونوں نے جھٹ نظروں کا تبادلہ کیا۔ سب سے پہلے سنبھلنے والے چاچو تھے۔ دانت پیس کر وہ اٹھے اور سیل کا بٹن دبا کر اسے آف کر دیا۔

"آخر کو جائے گی تو ماں پر ہی نا پکی جاسوس کی اولاد۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے واپس آ کر بیٹھے۔ کچھ دیر والی سچویشن کچھ اور میں بدل گئی تھی۔ سولیم مسکراہٹ دباتی چاچو کو دیکھنے لگی۔

"آپ اگنور کریں اسے مجھے اپنا فیصلہ بتائیں۔"

دھاڑ سے دروازہ کھلا۔ ٹراوزر اور لمبی ٹی شرٹ میں دعا چوکھٹے میں حاضر ہوئی۔

"یار ڈیڈا اتنی سی عمر میں کون شادی......"

طاہر کی سخت سے بھی سخت گھوری نے اسے تمیز کے دائرے میں لا کھڑا کیا۔ اس نے وہی بات نئے سرے سے شروع کی۔

”ڈیڈی اتنی چھوٹی عمر کی شادیاں زیادہ عرصے تک نہیں چلتیں اور ویسے بھی سولیم ایک ورکنگ وومن، آں نہیں لڑکی ہے اور ابھی تو اس نے اپنا کریئر سٹارٹ کیا ہے۔ابھی سے شادی کرلے گی تو اپنے کام پر کیسے فوکس کر پائے گی؟ کیوں سولیم۔“

وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔سولیم نے پزل نظروں سے باری باری دونوں کو دیکھا۔

”سولیم پچیس کی ہے اور یہ عمر چھوٹی نہیں ہے۔رہی کریئر کی بات تو شاکر جتنا اس کا ساتھ دے گا تم سوچ بھی نہیں سکتی۔بس مجھے اس بارے میں بحث نہیں کرنی۔سولیم مجھے آپکی رضامندی چاہیے بھلے تو ٹائم لے لیں یا ابھی بتادیں۔“

”یہ سوچے گی۔“ دعا نے لقمہ دیا۔چاچو نے آگ کی لپٹیں آنکھوں کے رستے اس پر برسائیں۔سولیم نے کنفیوز نظریں چاچو پر گاڑدیں۔

”میں آپ کو کل بتاؤں؟“

”شیور۔“

⚙......⚙......⚙

کسی کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کسی کو بھی کچھ بھی نہیں کرسکتا۔

کچھ روز پہلے کا دن برفیلی ہواؤں کے ساتھ طلوع ہوا تھا۔درختوں کی ٹہنیوں کے ساتھ ساتھ پرندوں کے گھونسلے بھی برف سے اٹے ہوئے تھے۔اس برفیلی صبح میں لندن کے ایک پارک میں وہ گرے ٹراؤزر شرٹ پہنے جوگنگ ایریا میں دوڑتا ہوا نظر آرہا تھا۔اس کا منہ اور ناک مسلسل دھواں نکال رہے تھے۔وہ اس ٹھٹھرتی سردی میں پسینے میں نہایا ایک درخت کے پاس آکر رکا۔چند دن بعد اسکا مانچسٹر میں میچ تھا اور اسے وہاں کے لئے نکلنا تھا۔فٹ تو وہ تھا ہی جاگنگ اور ورک آوٹ تو اس کا ڈیلی روٹین کا کام تھا۔آج اس نے کچھ ہٹ کر کیا تھا اور ایسا وہ کبھی کبھی ہی کرتا تھا۔اس نے آج ورک آوٹ نہیں کیا۔جسٹ جاگنگ کی۔

چڑیا کی آواز آئی۔اس نے درخت کی طرف نگاہ کی۔برف سے ڈھکے شاخوں والے درخت میں وہ اپنا گھونسلہ تلاش رہی تھی۔براق نے اسے دلچسپی سے دیکھا۔وہ یہاں وہاں پر مارتی اس درخت کا طواف کررہی

تھی۔ساتھ میں مسلسل چوں چوں بھی جاری تھا۔

”ہے لٹل پرنسز! لگتا ہے یہ برف تمہارا گھر ڈھانپ گئی ہے۔سائیڈ پر ہو جاؤ۔میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔“ چڑیا نے حیرت سے اسے دیکھا۔کیا وہ واقعی اس کی مدد کرنے والا ہے۔برف کے بوجھ سے لدے درخت کی شاخوں میں ہی کہیں نہ کہیں اسکا گھونسلہ تھا۔براق نے طائرانہ نظر ادھر ادھر ڈالی پھر اپنے جوگر والے پاؤں کو الٹا چلانے لگا۔ساتھ ساتھ اس تنا آور درخت پر اسکی نظر بھی تھی۔اگر وہ زور کی ضرب مارے گا تو اسکا برف میں دھنسنا متوقع تھا۔وہ کافی دور گیا۔چڑیا چوں چوں کرتی مسلسل اسے دیکھ رہی تھی۔اسکی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں آس تھی۔امید تھی۔وہ جانتی تھی اس کی مدد ضرور ہوگی۔براق نے ماسک میں سے چھلکتی آنکھوں کو چندھیا کر اسے دیکھا۔پھر اس کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

”پھر ملتے ہیں۔“ چڑیا کو آنکھ مار کر وہ مخالف سمت میں مڑ کر بھاگنے لگا۔چڑیا کی آنکھ کی جوت بجھی وہ شدت سے چوں چوں کرنے لگی۔آنکھوں میں شاید آنسو بھی تیرنے لگے۔وہ بھی ناکس سے امید باندھ گئی تھی۔انسان ہمیشہ دھوکے باز ہوتا ہے۔اس نے دور جاتے براق کو دیکھ کر سوچا جو شرارت کو دباتے ہوئے یکدم بھاگتے بھاگتے مڑا۔اس کا رخ اس درخت کی جانب تھا۔وہ فل سپیڈ سے بھاگ رہا تھا۔چڑیا نے ناسمجھی و خوشی کے ملے جلے تاثرات سے پر مارے۔

ہر انسان برا نہیں ہوتا اور جو سامنے سے بھاگتا آرہا تھا وہ برا بھی تھا اور نہیں بھی۔براق نے سانس پھلائی اور درخت کے قریب پہنچ کر زوردار ضرب اس کے تنے پر لگائی۔برف کا پہاڑ ٹہنیوں سے سرکا،براق نے دونوں ہاتھ سر پر باندھ لئے۔برف کا پہاڑ اس پر گرتا شور مچاتا دھواں اڑا گیا۔چڑیا پریشانی سے نیچے آئی۔اس برف کے تودے پر آس پاس منڈلانے لگی۔اس کا متلاشی براق تھا جو اب برف کے وزن کو پرے دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا۔

”شٹ یار بھیگ گیا۔“ اپنی ہڈی جھاڑتے اس نے چہرہ اٹھایا تھا۔وہ مٹی رنگ کی چڑیا متفکر نظروں سے بالکل اسے منہ کے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

”ہے،تم پریشان دکھ رہی ہو۔کم آن میں ٹھیک ہوں۔“ اس نے نظریں اوپر کو اٹھائیں۔”تمہارے بچے ٹھیک ہیں۔ایک منٹ،کیا تمہارے بچے ٹھیک ہیں؟“

مشکوک نظروں سے چڑیا کو دیکھتا ہوا وہ درخت پر چڑھنے لگا تھا۔ چڑیا بھی اس کے پیچھے ہو لی۔

''ولٹس سی، میں بتا رہا ہوں اگر تمہارے بچے نہ ہوئے تو میں نے خود اس برف کو واپس تمہارے گھونسلے پر ڈال دینا ہے۔''

وہ درخت کی ٹاپ پر پہنچ گیا تھا۔ چڑیا اس کے ساتھ ہی تھی۔ براق نے دیکھا، ایک گھونسلہ ڈھیر سارے تنکوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے چڑیا کی جانب دیکھا اور پھر گھونسلے کی جانب ہاتھ بڑھائے۔ چڑیا نے چوں چوں کا شور مچا کر اس کے ہاتھ پر ٹھونگیں ماریں۔

''آہ تم تو بہت احسان فراموش ہو۔'' وہ ناراض ہوا۔ ''بھاڑ میں جاؤ ایویں ہی انسان بیوفا مشہور ہیں۔''

ایک ٹہنی پر ٹکا وہ اس چھوٹے سے پرندے پر بپھر رہا تھا جو تیز چونچ سے ان تنکوں کو ہٹا رہی تھی۔ تنکے ہٹے اور اس گھونسلے میں دو چھوٹی چھوٹی ننھی جانیں نظر آئیں۔ براق کی گریفائیٹ آنکھوں میں یکدم تفکر ابھرا۔

''کیا یہ زندہ ہیں۔'' وہ جو نیچے اترنے لگا تھا رک کر پوچھنے لگا۔ چڑیا انہیں چونچیں مار رہی تھی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہے تھے۔

''تم رکو میں ابھی آیا۔'' برق رفتاری سے اس درخت سے اترا اور پارک کی جانب دوڑنے لگا۔ فوڈ شاپ کے پاس آ کر اس نے بسکٹ اور پانی لیا اور بھاگتے ہوئے واپس اس درخت کی طرف آیا۔ ایک ٹہنی پر ٹک کر اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا۔ اس میں پانی ڈال کر اس گھونسلے میں رکھ دیا۔ ساتھ میں بسکٹ کا ریزہ ریزہ کر کے وہیں کونے میں ڈال دیا۔ چڑیا نے چونچ میں پانی بھر کر ان کے منہ میں باری باری ڈالا۔ ننھی جانیں کسمسا کر اٹھ گئیں۔ براق مسکرایا۔

''کونگراچولیشنز موی! تمہارے بچے زندہ ہیں۔'' وہ نیچے اتر آیا تھا۔ اس کے قدم باہر کی جانب تھے۔ چڑیا پر مارتی اس کے نزدیک آئی اور اس کے کان میں کہنے لگی۔

''اللہ تمہاری خوشی جلد تمہیں دے۔ اسے دے جسے تم چاہتے ہو وہ جو صرف تمہاری ہے۔''

براق نے جھٹکا کھا کر اس چڑیا کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی کھلکھلا کر اڑ گئی۔

براق جہاں کا وہاں کھڑا رہ گیا۔

"ان بلیوایبل، ایک پرندہ کیسے بول سکتا ہے۔"

وہ شدید سردی میں بھیگا ہوا گھر آیا۔ اس کی گولڈفش اسے دیکھ کر نہال ہوئی تھی۔ تبھی آج پھر اس کے قدموں سے چپکی تھی۔ وہ نہا کر فریش ہو کر ٹی وی لگا کر بیٹھا۔ اس کے ہاتھ میں بلیک کافی کا مگ تھا۔ سرسری نظر نوٹیفیکیشن پر ڈالتا وہ یکدم چونکا۔ چہرہ اٹھایا آنکھوں میں سختی در آنے لگی۔

"دی عبایا آج فیشن ویک میں شامل نہیں ہو سکا۔ اس بار کے برائیڈل تھیم میں دی عبایا کی جانب سے مختلف طرز کے عبایا مسلم برائیڈل کے لئے متعارف ہونے تھے لیکن ان کی غیر سنجیدگی نے نہ صرف فیشن ویک پر اثر ڈالا ہے بلکہ ماڈلز کا وقت برباد ہونے کی وجہ سے وہ بھی سخت غصہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے اس برانڈ کی اونر سولیم شفیق نا صرف غیر سنجیدہ ہیں بلکہ ان کی برانڈ کے ساتھ کام کرنا انتہائی حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ سولیم شفیق کا نام اس بار بہت خراب ہوا ہے۔ یہ یقیناً ان کے کریئر پر ایک بڑا داغ ہے۔ اب چلتے ہیں شمالی کوریا کی جانب۔

براق نے ٹی وی آف کیا اور ایک نمبر ملایا۔

"ولیس جمکن یہ اس رپورٹر اور یہ جو ماڈلز ہیں ان کا اچھا انتظام ہونا چاہیے۔" اس نے نیوز سننے کے دوران کھینچی گئی تصاویر اس کو سینڈ کیں اور سولیم کا نمبر ملایا۔ اسے اس سے ملنا چاہیے۔ بیل جا رہی تھی۔ کال اٹینڈ نہیں ہوئی اس نے اپنے طریقے سے کال اٹینڈ کروائی۔

"سولیم! میری بات سنو۔ سولیم۔" کال چل رہی تھی لیکن پیچھے سے شور کی آواز آ رہی تھی۔ وہ یقیناً کلینک میں تھی اور شاید اس کے کاریڈور میں سے گزر رہی تھی۔ وہ خاموش ہوا تحمل سے سننے لگا جیسے ہی شور کی آواز ختم ہوئی وہ پکار بیٹھا۔

"سولیم شفیق! مجھے تم سے بات کرنی ہے میں پچھلے پانچ منٹ سے ہولڈ پر ہوں۔"

سولیم نے چونکتے ہوئے فوراً سے سیل بیگ سے نکالا۔ آگے اس کی کال چل رہی تھی۔ گہرا سانس چھوڑ کر اس نے سیل الٹا کر کے رکھ دیا۔ لینڈ لائن اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"مسٹر تھامس سولیم شفیق از ہیئر۔"

"ولیس مس شفیق۔"

''مسٹر تھامس! میں نے آپ کو براق شاہ کے خلاف رپورٹ لکھوائی تھی لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے۔ یہاں کا سائبر کرائم بڑا ہی ڈھیلا ہے۔ کبھی آنا پاکستان وہاں کی ورکنگ سروس دکھاؤں گی میں آپ کو۔''

ٹھا کی آواز کے ساتھ اس نے اسے کریڈل پر پٹخا۔ براق نے دونوں ہی آوازیں سنیں۔ اس کے لبوں پر مدھم مسکراہٹ آن کھلی۔ غصہ رفع ہوا اور وہ کچھ سوچ کر مسکا دیا۔

⚝......⚝......⚝

غصہ ور پلس کنٹرولڈ پلس واٹ لگانے والی۔

''بے بی! فوراً سے اپنے کیبن میں پہنچو۔ ایک پیشنٹ تمہارا منتظر ہے۔''

جینی کی عجلت پر وہ چونکی تھی۔ وہ اس وقت سیشن روم میں لوسا کو ٹریٹمنٹ کر رہی تھی۔ اس افتاد پر وہ اپنا سیشن تھوڑی نا بیچ میں چھوڑ دیتی۔ او کے کہہ کر اس نے جینی کی کال کاٹی اور لوسا کی جانب مڑی۔

''اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟'' اس کے لفظوں میں شائستگی تھی لیکن آنکھوں میں تفکر۔ وہ سوکھ گئی تھی اور اس کا رنگ بھی کملا گیا تھا۔ واقعی گناہ انسان کے چہرے کا نور چھین لیتا ہے۔

''میں ٹھیک ہوں شاید۔'' وہ رکی۔ ''نہیں مجھے کچھ پتا نہیں۔ بس میرے شام وسحر ایک عجیب سی کیفیت سے گزرتے ہیں۔ کب دن ہوا، کب رات، کب رات گئی، کب صبح طلوع ہوئی کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔'' وہ ٹرانس میں بول رہی تھی۔ اس کے لفظ بکھرے ہوئے تھے۔ سویلم نے اسے روہانسا ہو کر دیکھا۔

''ڈاکٹر! کیا زندگی ایسی ہوتی ہے۔ بے جان بے رونق بے مقصد سی۔'' وہ اس کے نقاب لیس چہرے کو دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔ سویلم نے گہرا سانس چھوڑا۔

''اگر ہم اس کے آگے سے ''بے'' ہٹا دیں تو زندگی واقعی ایسی ہوتی ہے۔ رونق سے بھری ہوئی جاندار اور مقصد والی۔ لوسا! میں تمہیں ایک جاب آفر کرتی ہوں گو کہ اس وقت میری برانڈ خسارے میں جا رہی ہے لیکن میں چاہتی ہوں تم وہاں کام کرو۔ تم ٹیلنٹڈ ہو اور مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تو کہو تم کب سے جوائننگ دے رہی ہو؟'' اس نے یکدم بات بدلی تھی اور یہ خیال بھی اسے اسی وقت آیا تھا ایسے وہ لازمی اپنے ڈپریشن سے نکل جائے گی۔ ''ہوپ سو۔''

لوسا کے چہرے پر تحیر ابھرا۔اتنی بڑی برانڈ میں بھلا وہ کیا کام کرسکتی ہے جبکہ وہ صرف انٹر ہے۔سولیم نے اس کی پریشانی بھانپ لی۔

''تم پریشان نہ ہو۔تمہیں کسٹمر کو ڈیل کرنا ہوگا اور مجھے لگتا ہے وہ تم اچھے سے کرسکتی ہو۔دیکھو لوسا،تم نے کہا تھا ہم فرینڈز ہیں اور مشکل میں دوست ہی دوست کے کام آتا ہے۔اب مجھے تمہاری ضرورت ہے انکار مت کرنا۔''اس کا ہاتھ تھامتی وہ منت آمیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔لوسا گڑبڑائی۔

''ہم دوست ہیں اور میں تمہاری مدد کروں گی۔ڈاکٹر میں کل۔''

''کل نہیں آج۔''سولیم نے فوراً اسے ٹوکا۔

''ٹھیک ہے ڈاکٹر میں آج سے ہی جوائن کرتی ہوں۔''وہ شش و پنج میں گھری انگلیاں چٹخاتی کہہ رہی تھی۔

''تمہارا شکریہ۔''

''ڈاکٹر۔ڈاکٹر جینی آپ کو بلا رہی ہیں۔''پیون نے دروازے سے سر اندر نکال کر کہا۔

''اف۔اس ٹرکر کو بھی نا چین نہیں ہے۔''اس کی پیون کی طرف پشت تھی۔نقاب اوپر چڑھاتی وہ لوسا کو فارغ کر کے اپنے کیبن کی جانب بڑھنے لگی۔

خزاں گزری تھی اس کے جانے سے پہلے ہی سردی آگئی۔اب سردی جارہی تھی اور اس کے جانے سے پہلے بہار نہیں آئی تھی۔زردی جلدی آتی ہے رنگ آہستہ آہستہ ہی اپنی چھب دکھلاتے ہیں لیکن جب یہ چڑھتے ہیں نا تو سالہا سال اپنے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔آج جو ہوئی تھی وہ ہوسکتا ہے لندن کی آخری برف باری ہو یا پھر ابھی ایک اور بار ہو اور اتنی بھیانک ہو کہ اپنی سفیدی میں سب مردہ کردے۔سب بے رونق کردے۔ہوسکتا ہے کہ شاید جواب برف باری ہو اس میں اس کہانی کا ایک اہم کردار ہی درمیان سے چلا جائے یا پھر نہ جائے۔اللہ جانے۔

''اف۔پریٹی گرل تم نے اس اہم شخصیت کو کتنا ویٹ کروایا۔''جینی اسے آتے دیکھ فوراً اس کی جانب بڑھی اور اس کے کان میں پھسپھسائی۔

''جینی!میں بھی ایک اہم شخصیت ہوں تم کیوں بھول جاتی ہو اور میں آتو رہی تھی۔میرا پیشنٹ میرے ساتھ تھا پہلے مجھے اسے وقت دینا تھا۔''وہ جینی کے کھلے لبوں کو اگنور کر کے اپنے کیبن کا دروازہ کھول کر آگے بڑھ گئی۔

"اف۔" دونوں ہاتھوں کو پھلا کر جینی واپس اپنے کیبن کی سمت بڑھی۔

سولیم دروازہ کھول کر اندر آئی اس نے دیکھا سامنے اسکی جانب پشت کیئے وہ سیل میں بزی تھا۔

"ٹرکر! صبر بھی کسی چیز کا نام ہے تم یہاں آئے ہو تو تمہیں انتظار کرنا پڑے گا میرے لئے میرا ہر مریض برا......" وہ تیز تیز بولتی اپنی کرسی کی جانب آئی۔ بیگ رکھ کر نظر اٹھائی اور ٹھٹک گئی۔

وہ اپنی روئیں زدہ تھوڑی ہاتھ پر ٹکائے اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وائٹ وی گلے والی ٹی شرٹ پر اس نے سبز جیکٹ پہنی ہوئی تھی جس پر پولن بیئر دھاڑتا ہوا کھڑا تھا۔ چاکلیٹ رنگ کی جینز اور ڈیزرٹ شوز میں وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔ بال بڑھے ہوئے لگتے تھے تبھی آدھے اٹھا کر اوپر کر کے ان کا چھوٹا سا جوڑا بنایا ہوا تھا۔ باقی ویسے ہی نیچے گردن پر پڑے تھے۔ سبز اور سیاہ امتزاج کے بلیزر اس کی آنکھوں پر ٹکے تھے۔ اتنی فارمل لک شاید اس نے کسی نئی برینڈ کے لئے اپنی لک چینج کی تھی۔ اس کے برعکس سولیم آج پیور سیاہ عبایا میں تھی۔

وہ اسے دیکھ کر مسکایا تھا لیکن ٹرکر کے نام پر سبز و سیاہ شیشوں کے پیچھے گریفائیٹ آنکھوں میں کیسا تاثر ابھرا تھا وہ اس نے خود سے بھی مخفی رکھا۔ اس ناگواریت کو پیچھے دھکیلا اور عینک کو اتار کر سامنے وی گلے میں لٹکا لئے۔

"ہیلو ڈاکٹر! کیسی ہو۔ میں نے تمہیں مس کیا۔"

محبت لک سے نہیں ہوتی محبت میں ذات پات پیسہ اونچائی نہیں دیکھی جاتی۔ نہ ہی یہ وجود سے ہوتی ہے اور نہ ہی شکل وصورت سے۔ محبت تو روح سے کی جاتی ہے اگر اس میں صدق ہے لگن ہے اور ایمانداری ہے تو یہ آپ کو کومل کر رہتی ہے۔ چاہے آپ ایک دوسرے سے کتنی ہی خار کیوں نہ کھائیں، ایک دوسرے کی آمد سے کتنے ہی بیزار کیوں نہ ہو۔ محبت کی جب آمد ہوتی ہے نا سب بیزاری سب کوفت اڑن چھو ہو جاتی ہے۔

سولیم نے نامحسوس انداز میں اپنی مٹھیوں کو بھینچا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ اسے خود پر کنٹرول رکھنا تھا وہ اس سے نہیں دبے گی۔

"کیا کچھ کہا تم نے؟"

میز پر آگے ہاتھ رکھے وہ آگے کو ہو کر بیٹھی تھی۔ سنجیدہ خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی دراصل بولنے کا لائحہ عمل طے کر رہی تھی۔ یہ ان دونوں کی براہ راست پہلی ملاقات تھی۔

"کہیے کس سلسلے میں آئے ہیں آپ۔" بالکل نظر انداز کر کے بھول کر وہ پیشہ ورانہ لہجے میں پوچھنے لگی۔
ساتھ میں اپنا نوٹ پیڈ اور قلم بھی اٹھالیا تھا۔ براق تو بڑا دلکشی سے مسکرایا۔

یہ انداز......اف۔

آگے کو جھک کر بیٹھا۔ بغور اس کے اعتماد سے اٹھی آنکھوں میں دیکھا اور پوچھنے لگا۔

"دل کے سلسلے میں آیا ہوں اور پوچھنا ہے ڈاکٹر اگر دل میں کوئی بس جائے تو کیا کرنا چاہیے۔"

واضح بالکل واضح اس کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ دیکھی جاسکتی تھی۔ سولیم نے خود کو کا پر سکون کیا۔

"میں دماغ کی ڈاکٹر ہوں دل کی نہیں۔" نا چاہتے ہوئے بھی لفظوں میں ناگواری سمٹ گئی تھی جسے مقابل نے محسوس کر کے بھی اگنور کیا۔ شاید وہ ڈھیٹ تھا یا پھر اس کے معاملے میں ہو جاتا تھا۔

"اچھا۔" پر سوچ انداز میں اپنا وزن کرسی کی پشت پر گرایا۔

"تو پھر اگر کوئی دماغ میں اڑ جائے تو......" شرارت جاری تھی۔ تنگ کرنے میں بھی ایک مزا تھا جو اسے مل رہا تھا۔

"پھر دماغ کا اوپر والا حصہ کاٹ کر پھینک دو۔"

اس نے نوٹ پیڈ کو بھی پرے دھکیلا۔ اس تحمل سے کام لینا تھا۔ سو وہ لے رہی تھی کلینک میں وہ کوئی میس نہیں چاہتی تھی۔

"اوہ، یو مین بال رائٹ۔"

وہ جانتا تھا سامنے بیٹھی لڑکی کو اس کے بڑھتے بالوں میں کوئی دلچسپی نہیں پھر بھی جان بوجھ کر یہ شو کروانے لگا جیسے اسے اس کے بالوں کا یہ سٹائل پسند نہ آیا ہو۔

"اور اگر کوئی بالوں میں بس جائے تو؟"

"مسٹر براق شاہ! یور ٹائم از اوور۔ دروازہ اس طرف ہے۔ بس بہت ہو گیا۔" اس سے زیادہ وہ اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"اوہ۔" وہ آگے کو ہوا۔ "تو گویا آپ مجھے نکال رہی ہیں۔ گڈ لیکن ایک بات تو بتا دیں اگر کوئی خیالات میں

بس جائے تو کیا کرنا چاہیے۔"

سولیم اسے چند ثانیے دیکھتی رہی۔ براق نے کاندھے اچکا کر پوچھا۔

"واٹ؟"

"اوکے فائن لٹس ٹالک ایک سینسبل گفتگو کرتے ہیں۔ کوئی بولنگ نہیں کوئی مذاق نہیں۔ ایک میچور اور سیریس ٹالک۔"

اپنے ہونٹوں کے اوپر مونچھوں والی جگہ پر اگے بھورے روؤں پر شہادت کی انگلی جمائے وہ اس سنجیدہ کو غیر سنجیدگی سے دیکھتا پھر پیچھے کو جھکا اور ہاتھ اوپر اٹھا کر اوکے فائن بولا۔

"ٹھیک جو میرے دل میں چل رہا ہے وہ میں تمہیں صاف صاف بتا دیتا ہوں جو تم سوچتی ہو مجھے بتا دو لیکن پرامس کرو تمہیں مجھے تحمل سے سننا ہوگا۔ درمیان میں نہیں ٹوکو گی۔ اس کے بعد میں تمہیں بالکل خاموشی سے سنوں گا اس وعدے کے ساتھ کہ میں تمہیں ٹوکا نہیں کرونگا۔"

"شروع کرو۔" سولیم نے آہستہ سے اپنی سائیڈ کی دراز کھولی اور سٹریس بال نکال کر مٹھی میں جکڑ لی۔ وہ بولنا شروع ہو چکا تھا۔

"سوسولیم شفیق! تم مجھے اچھی لگتی ہو۔ اتنی اچھی کہ میں تمہیں اپنی گرل فرینڈ بنانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں تم کچھ عرصے میرے ساتھ میرے گھر رہو۔"

نقاب کے پیچھے سولیم کے لب بری طرح بھینچے تھے۔ سٹریس بال بیچاری اسکی مٹھی میں جکڑی دہائیاں دے رہی تھی۔

"میرے ساتھ میری ہر چیز شیئر کرو حالانکہ یہ سہولت آج تک میری کسی گرل فرینڈ کو میسر نہیں ہوئی لیکن تم ہو نا تمہاری بات الگ ہے مجھے جو تمہارا وجود ہے نا۔"

سولیم نے دوسرے ہاتھ کو بھی سختی سے بند کرلیا۔

"اس میں سو جو خوشبو اٹھتی ہے وہ بہت پاگل کرتی ہے۔"

سولیم چونکی، بہت بری طرح چونکی۔ وہ تو کبھی بھی کوئی بھی خوشبو لگا کر باہر نہیں جاتی تھی البتہ گھر لگا لیتی تھی

لیکن کہیں بھی جانے سے پہلے وہ ہاتھ ضرور لیتی تھی تو پھر یہ کس خوشبو کی بات کر رہا ہے یا پھر جان بوجھ کر اس پر اپنا پینترا چلا رہا تھا۔

''مجھے نہیں پتا یہ کونسی سمیل ہے لیکن مجھے کہنا پڑے گا تمہارا ٹیسٹ بہت اچھا ہے۔ مجھے تمہاری آواز بھی پسند ہے یہ گرج دار معصوم ہے یا معصوم ہے اسے تم میرے لئے گرج دار بنا دیتی ہو۔ ہاں مجھے تمہارے چہرے سے کوئی سروکار نہیں۔ ٹرسٹ می میں نے آج تک تمہیں نہیں دیکھا اس دن بھی اور اس دن بھی۔''

اس نے ہاتھ کو پیچھے پیچھے کر کے کہا۔

''وہ سب ریکارڈنگ تھی ہاں یہ عجیب بات ہے لیکن میں جانتا تھا تم مجھ سے کیا کیا پوچھو گی، کہو گی سو وہ سب ریکارڈنگ تھا اور یقین جانو مجھے تمہیں دیکھنا کا شوق بھی نہیں۔ ایک سے ایک حسین چہرے دیکھے ہیں میں نے سو مجھے اب خوبصورتی اٹریکٹ نہیں کرتی۔''

سٹریس بال پر ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہوئی۔ دل سے بھاری بوجھ اترا۔

''لیکن مجھے سولیم شفیق اٹریکٹ کرتی ہے اینڈ یو آر سو لکی ٹرسٹ می نا ڈیورٹرن۔''

سولیم ہلکا سا سانس چھوڑا۔

''مجھے نہ ہی تم پسند ہو اور نہ ہی ناپسند نا۔ تم مجھے اٹریکٹ کرتے ہو کیوں کیونکہ میں تمہیں نہیں جانتی میرا تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔''

براق کے موتیوں والی آ ئبرو اچکی۔

''اور نہ ہی خدانخواستہ میں بنانا چاہتی ہوں۔''

باہر روئی کے گالوں میں چھپی محبت کا قطرہ منہ پر ہاتھ رکھ کر دبا دبا سا مسکایا تھا۔

''سب سے اہم بات، میں جلد ہی شادی کرنے والی ہوں۔''

گریفائیٹ آنکھوں کی نرمی رفتہ رفتہ جانے لگی۔

''سو تمہاری مہربانی ہو گی میرے راستے میں نہ آؤ۔ تہی دامنگی کے علاوہ تمہیں کچھ میسر نہیں ہو گا۔ دیٹس آل۔'' بات ختم کی، سٹریس بال دراز میں ڈالی اور ہاتھوں کو باہم پھنسائے اسے دیکھنے لگی۔

براق نے دائیں جانب گردن گرا کر نچلا لب اوپر کے دانتوں میں ڈال کر اسے مروڑ کر چھوڑا پھر اسے دیکھ کر میز پر ہاتھ مارا۔

''شادی تو میں بھی کرنے والا ہوں لیکن تمہیں سب سے پہلے میری گرل فرینڈ بننا ہوگا ایک بات یاد رکھنا۔'' وہ یکدم کھڑا ہوا تھا۔ میز پر آگے کو جھکے سینے پر ہاتھ باندھی سولیم کی آنکھوں میں اپنی گریفائیٹ آنکھیں گاڑ کر بولا۔

''تمہاری زندگی میں سب سے پہلے آنے والا مرد میں ہونگا، میں۔'' سینے پر انگلی بجائی۔ ''اس کے علاوہ تم نے کسی کے بارے میں سوچا بھی تو جان لو میں بہت ظالم انسان ہوں۔''

سولیم نے حقارت سے ہنکارہ بھرا۔

''میں چاہوں تو ابھی اسی وقت تم میری بانہوں میں ہو لیکن چونکہ تم شریف ہو تو میں لحاظ کر جاتا ہوں ورنہ جب سے تمہیں ٹرکر کے ساتھ دیکھا ہے نا، خدا قسم جان لینے کو دل کر رہا تھا۔ اوہ ہاں تمہیں میں نے بتایا ٹرکر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور بائے گاڈ۔'' وہ تھوڑا اور آگے جھکا۔ سولیم کے دل میں جوالہ مکھی پھٹنے لگا تھا۔

''وہ ایکسیڈنٹ میں نے نہیں کروایا لیکن ہاں۔'' اس کی ابرو کے موتی چمکنے لگے۔ ''اگر تم اس کے پاس بھی پھٹکی تو تمہارے چاچو تمہیں ڈھونڈتے رہیں گے۔''

''ہو گیا۔'' سولیم کی آواز میں ضبط کی ہنسی تھی جس میں تضحیک کا بیچ معلوم ہوتا تھا۔

''تو سن لو، کسی کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کسی کو بھی کبھی بھی کچھ بھی نہیں کر سکتا اینڈ سپیشلی تمہاری طفل دھمکیوں سے میں ہرگز نہیں ڈرنے والی کیونکہ میں جانتی ہوں میرے سے ضرور کوئی نہ کوئی گناہ سرزد ہوا ہے جس کے سبب تم میرے سر پر مسلط ہو اور مجھے تمہیں برداشت کرنا ہے۔ اب پلیز کیا تم جاؤ گے میرے پیشنٹس میرا ویٹ کر رہے ہیں؟''

براق ہنسا ہنستا چلا گیا۔

''تمہاری کون کونسی ادا پر نہ مروں میں۔ پھر کہتی ہو مجھے تنگ نہ کرو لیڈی تم ون پیس ہو لیکن میرے بعد۔'' وہ سیدھا ہوا سولیم کی باتوں سے شرمندہ ہونے کی بجائے وہ محظوظ ہوا تھا۔

''ملتے ہیں پھر بہت جلد۔'' کرسی کو ٹھوکر مارتا وہ دروازے کی سمت بڑھا پھر رکا اور مڑا۔ مڑنے کے سبب اسکی کان کی بالی زور سے جھولی تھی۔

''اور ہاں وہ ''کوئی'' براق شاہ نہیں ہے میں میری مرضی سے کبھی بھی کسی کو بھی کچھ بھی کرسکتا ہوں ٹرسٹ می۔'' سیدھے ہاتھ کی دو انگلیاں اٹھا کر اس نے اپنی آنکھوں کی جانب لے جا کر پھر سولیم کی جانب اشارہ کیا اور موتیوں سے بجی بھنور والی آنکھ مارتا وہ کمرے کے باہر تھا۔

سولیم نے تھکن زدہ سانس نکال کر کرسی کی بیک سے پشت لگائی، آنکھیں یکدم بھرا گئیں۔ پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا تو دو موتی ٹوٹ کر گلاس کی سطح میں جذب ہو گئے۔ اس نے فوراً ٹشو سے چہرہ تھپتھپایا اور سیل اٹھا کر میسج ٹائپ کرنے لگی۔

ٹوں ٹوں کی آواز پر دعا نے گاڑی سے باہر جھانکا۔

چاچو کون والے کے پاس کھڑے اسے فلاور کون بنانے کا کہہ رہے تھے۔ دعا نے سیل جھپٹا۔ بیٹا ون کے نام سے میسج آیا تھا۔ اس نے فوراً پیٹرن لگا کر سیل ان لاک کیا کہ اسے پیٹرن معلوم تھا۔ ایک دفعہ طاہر نے پیٹرن لگا کر سیل کو ان لاک کیا ہی تھا کہ دروازے پر کوریئر سروس والا آ گیا تھا۔ دعا نے ان کا سیل اٹھایا اسے روشنی کی سمت چہرے سے اونچا کیا تو انسانی پوروں سے نکلنے والا تیل سیاہ سکرین پر پیٹرن کا سکیچ بنا گیا تھا۔ پھر کیا تھا رات میں طاہر سوئے تو وہ دبے قدموں بلی کی چال چلتے ہوئے ان کے کمرے میں داخل ہوئی، سیل چوری کیا اسے ان لاک کیا اور کسی سوزین سے اپنی مرضی کی چیٹ میں لگ گئی اور اس چیٹ کی تصاویر بنا کر اسے آسیہ کو واٹس ایپ کر دیا۔ پھر کیا تھا بے چارے طاہر قرآن کا حلف لینے کو تیار ہو گئے تھے۔ اوپر سے اس سوزین کی چپکا چپکی الگ۔ وہ دور طاہر کے برے دوروں میں شمار ہوتا تھا اور دعا کے اچھے کہ اسکی تنخواہ بڑھ گئی تھی اور اوپر سے شاباشی الگ۔

اس نے جھٹ سے میسج اوپن کیا اور پڑھ کر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

''چاچو! میں شاکر کے ساتھ نکاح پر راضی ہوں۔ آپ جب چاہیں انہیں انفارم کر دیں۔''

اس نے ناگواریت سے اس میسج کو ڈیلیٹ کیا اور سیل رکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔ طاہر خوبصورت رنگوں سے بجی فلاور کون اس کے لیے لے آئے تھے۔ کھڑکی سے اسے پکڑائی اور دوسری سائیڈ سے اندر آ کر بیٹھ گئے۔ دعا نے

انہیں ارجنٹ آنے کو کہا تھا تبھی وہ سب چھوڑ چھاڑ کر فوراً اسے لینے پہنچ گئے تھے۔

''بولو ایسی کیا افتاد آن پہنچی تھی جو تم نے سیکنڈ میں آنے کو کہا۔''

سیٹ بیلٹ باندھ کر وہ اس کی طرف مڑتے پوچھ رہے تھے۔ دعا نے کون کے ساتھ چند ایک سیلفیز اتار کر سٹیٹس لگایا اور سیل سائیڈ پر رکھ کر انہیں دیکھنے لگی۔

''آج سٹرائیک تھی مجھے پتا نہیں چلا فضول کا وقت برباد کرنے سے بہتر میں نے سوچا گھر چلی جاؤں۔ تھوڑی بہت صفائی ہی کر لوں۔ کیا ہے بھئی پہلے کبھی نہیں کی صفائی جو ایسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگے ہیں۔'' اس نے بدمزا ہو کر اپنی سائیڈ کا شیشہ چڑھایا۔

''بہت ہی بدتمیز ہو تم، کاش میں تمہاری تربیت ڈھنگ سے کر پاتا۔'' انہوں نے سر جھٹکا۔

''خیر یہ بتاؤ سولیم نے کیا کہا پھر؟''

''کس بارے میں؟'' وہ جو منہ کھولنے والی تھی جان کر انجان بنتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''اوفوہ، بھئی شادی والی بات۔'' انہوں نے ماتھا مسلا تھا۔

دعا نے گہری سانس چھوڑی۔ ''کیا آپ کو واقعی لگتا ہے کہ اب سولیم کی شادی کر دینی چاہیے اور کیا شاکر اسے خوش رکھ پائے گا۔ دیکھیں ڈیڈی میری ایک ہی بہن ہے اور میں نہیں چاہتی وہ جلد بازی میں کوئی غلط فیصلہ لے۔''

طاہر اسے دیکھتے رہے چند منٹ کے توقف کے بعد بولے۔

''دعا آپ اور ''بی سیریس''

آپ لفظ سن کر دعا کو اچھو لگا تھا۔ چاچو نے اسے فوراً جھڑک دیا۔ وہ واقعی سنجیدہ ہو گئی۔ وہ سر جھٹک کر پھر شروع ہوئے۔

''تم اور سولیم میرے لئے بہت معنی رکھتے ہو۔ تم دونوں کا میں جو بھی فیصلہ کروں گا بہت سوچ سمجھ کر ہی کروں گا۔ اولاد ہو تم دونوں میری۔ میں نہیں جانتا اب میری زندگی کتنی پڑی ہے۔ سال دو سال دس سال یا چند ہفتے یا دن۔''

دعا روہانسی ہوئی۔

"لیکن میری جتنی بھی ماندہ زندگی ہے میں اس میں تم دونوں کا کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں تم دونوں کو ایسے مضبوط سہارے تھما کر مرنا چاہتا ہوں جن کا مجھے یقین ہو کہ ہاں یہ دونوں مجھ سے بڑھ کر تمہارا خیال رکھیں گے تمہیں محبت دیں گے اور رہی بات کم عمری کی شادی تو تم آج کی نوجوانوں کو تیس انتیس عمر شادی کے لئے پرفیکٹ لگتی ہے جبکہ ہمارے دور میں تو اٹھارہ سولہ سال کی ہی لڑکی کی شادی ہو جاتی تھی۔ میں نے تم دونوں کو اس لئے فورس نہیں کیا کہ کل کو خدانخواستہ تم میں سے کسی کی بھی شادی ناکام ہو جاتی ہے تو تم یہ نا کہو کہ ڈیڈی نے اتنی کم عمر میں ہماری شادی کردی اور ہم نباہ نہ سکے۔"

"دعا۔" انہوں نے دعا کے ہاتھ تھامے۔ "اپنے ڈیڈی پر یقین ہے؟"

اس نے کسی ٹرانس کی طرح اپنا سر ہلا دیا۔

"طلحہ بہت اچھا ہے بیٹا۔ وہ تمہارا بہت دھیان رکھے گا۔ فرقان (شاکر اور طلحہ کے والد) نے تمہیں اپنے بیٹے کے لئے مانگا ہے میں نے ان سے کہا ہے جب میں سولیم کا نکاح کرونگا اس وقت آپ میری دعا کو اپنا بنالینا لیکن یہ صرف نکاح ہوگا۔ شادی تمہاری سٹڈی کمپلیٹ ہونے کے بعد ہی ہوگی اور طلحہ نے مجھے کہا ہے وہ تمہارا بزنس خود سیٹل کروائے گا۔"

چاچو نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا وہ اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گئی۔ یہ والدین بھی نا کیسے اموشنل کارڈ کھیلتے ہیں اور اس طلحہ کو تو میں پوچھونگی۔

کون پر زبان پھیرتی وہ طلحہ کی واٹ لگانے کا سوچنے لگی۔ شک تو اسے چند سالوں سے ہی تھا کہ وہ موٹا سانڈھ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے لیکن یہ نظر اتنے پکے رنگ والی ہوگی اس کا علم نہ تھا لیکن وہ خوش تھی کیونکہ سولیم کا خود سے دور جانا اسے بری طرح ڈسٹرب کر رہا تھا۔ اب جب طلحہ کے پرپوزل کی بات ہوئی تو اس کا دل ہلکا ہو گیا لیکن وہ ابھی بھی اتنی جلدی شادی کے حق میں نہیں تھی۔

"مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ تم تسلی سے سوچ لو میں نے ہاں نہیں کی ہے ابھی (ابھی بھی ہاں کہنے کی کسر رہ گئی ہے) اور سولیم سے بھی پوچھ لینا۔" (شکر ہے میں نے اس کا میسج ڈلیٹ کر دیا)

پرسوچ نظریں ونڈ وسکرین پر گاڑے سرہلانے لگی۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

”میں نے ایک بار جسے چھوڑ دیا مطلب چھوڑ دیا۔“

یہ کچھ دن بعد کی بات تھی جب ماضی گھوم کر حال میں آملا۔لندن کی سرزمین پر لینڈ ہوتا جہاز بہار کی نوید کے ساتھ ساتھ براق شاہ کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔برف کا دور ختم ہوا پہاڑوں سے یہ پگھل کر سمندروں میں ملنے لگی اور گھروں سے سرک کر زمین پر بہنے لگی۔اس گیلی پانی زدہ زمین پر وہ اپنا عبایا اوپر اٹھا کر سنبھل سنبھل کر چل رہی تھی۔اس کے جامنی موتیوں والے کوٹ شوز اپنی نچلی سطح پانی میں بھگا چکے تھے۔اوپر کی بیس جو پیلے رنگ کی تھی وہ سوکھی تھی اوراس پر لگے جامنی چمکتے موتی بھی۔

”کیا کر رہی ہو یار جلدی آؤ نا۔“اس سے خاصی دور دعا نے دونوں ہاتھوں کا منہ پر پیالا بنا کر اسے آواز لگائی تھی۔سولیم نے جھنجھلا کر اسے دیکھا۔

”آ تو رہی ہوں۔تمہاری طرح جنگلی تھوڑی نا ہوں۔کپڑوں جوتوں کی پرواہ کیے بغیر پاگلوں کی طرح چلتی بنوں مجھے اپنے شوز پلس عبایا بڑا پیارا ہے۔“

عبایا اونچا کر کے وہ بہت مشکل سے اس سڑک کو کراس کر پائی تھی۔آگے پیچھے دیکھا اس کا پیلا عبایا بالکل بے داغ تھا۔سکون کا سانس خارج کیا۔آج سنڈے تھا وہ دعا کے ساتھ گروسری کے لئے آئی تھی۔محترمہ اسے مال کی بجائے لوکل مارکیٹ لے آئی تھی وجہ ایڈونچر تھا۔دعا اوراس کے ایڈونچرز۔اف۔

”میں تمہیں آج کے دن کے لئے ہرگز معاف نہیں کرنے والی۔“اس کے قریب آ کر دانت کچکچا کر وہ دبے دبے لہجے میں بولی تھی۔

”ہا۔جیسے تمہاری معافی کے لئے میں تو مری جارہی ہوں گرل فرینڈ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا والا کام نہ کرو۔مت بھولو تم پاکستان کی پیداوار ہو۔جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے نہیں یہاں آئے ہوئے اور نخرے چیک کرو میڈم کے۔“

”دعا۔“سولیم نے اس کی چپڑ چپڑ بولتی زبان کو کہنی پر ضرب مار کر روکا تھا۔

''اپنے آپ سے مجھے کمپیئر نہ کرو۔ نعوذ باللہ میرا پاکستان یہاں سے تو صاف ہے اور اگر وہاں گندگی ہے بھی تو ڈھنگ کی ہے یہاں کی طرح نہیں اور......'' وہ رکی، آنکھیں سکوڑ کر اس اورنج پونچو پہنے لڑکی کو غور سے دیکھا جو اتنا گلا پھاڑ کر ہنسنے لگی تھی کہ اس کے اندر کی گھنٹی بھی نظر آ رہی تھی۔

''ڈھنگ کی گندگی ہنی! گندگی بھی ڈھنگ کی ہوتی ہے۔''

سولیم نے خود کو کام ڈاؤن کیا اور مچھلی والے ٹھیلے پر چلی گئی۔

''سالمن فش ہوگی؟'' اس نے ایپرن اور فیروزی گلوز پہنے نوعمر لڑکے سے پوچھا۔ وہ فوراً اثبات میں سر ہلاتا اسے مچھلیاں دکھانے لگا۔ پھر کیا تھا دعا نے اس مچھلی کی بتائی گئی قیمت سے بھی چوتھائی حصہ بیچارے مچھلی فروش کو دیا۔ اس کا منہ دیکھنے والا تھا۔ سولیم نے جاتے جاتے اسے پیسے پکڑانے چاہے تو دعا نے اسے پہلے آگے چلنے کو کہا پھر پیچھے آ ئی۔

''توبہ دعا، آئندہ جو میں تمہارے ساتھ آ جاؤں۔ تم نے تو آج بہت بے عزتی کروائی۔ کوئی یقین کرے گا کہ تم اس طرح عورتوں کی طرح بیچ بازار کے کھڑی بھاؤ مول کر رہی تھی۔ چاچو کو پتا چلا نا تو تم تو گئی کام سے۔''

سولیم ایک ایک دکان سے دعا کے ساتھ ذلیل ہونے کے بعد شدید تھکن اور خفت محسوس کر رہی تھی۔

''دیکھو سولیم یار! نمبر ایک مجھے اپنے چاچو کی دھمکی نہ دیا کرو، نمبر دو میں تمہاری طرح امیر نہیں ہوں نہ میری کو جائیدادیں ہیں۔ نمبر تین پیسے بہت مشکل سے کمائے جاتے ہیں (دونوں کے دماغ میں جھٹ بے قصور بیچارے طاہر صاحب آئے۔ جو آئے روز کسی نہ کسی جھوٹی کہانی کی وجہ سے اپنا بی پی بڑھا لیتے تھے) اور نمبر چار کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا۔''

سولیم اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگی۔ وہ دونوں سڑک کے کنارے چل رہی تھیں۔ گیارہ بارہ بجے کا وقت تھا۔ موسم اچھا تھا تو دعا نے اسے پیدل مارچ کی دعوت دی جو اسے چار و ناچار ماننی ہی پڑی۔ چاچو کو آج کام تھا سو وہ صبح کے ہی نکلے ہوئے تھے۔ وہ دونوں اس سمے فٹ پاتھ پر چل رہی تھیں۔ دعا کی ٹیپ حسب عادت سٹارٹ ہو چکی تھی جبکہ اسے لگنے لگا تھا بس اب تو کان میں سے لہو رسا تو رسا دفعتاً اس کی نگاہ سامنے پڑی۔

ایک سرمئی رنگ کی کار سائیڈ پر رکی ہوئی تھی۔ اس کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی کوئی پیلے بالوں والی لڑکی فون پر کسی

سے تیز تیز لڑ رہی تھی جبکہ اس کے ساتھ بیٹھا بچہ بیزاریت سے ایک ہاتھ گاڑی سے باہر نکالے اس ہاتھ پر سر ٹکائے ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا تارکول کی سڑک کو گھورے جا رہا تھا۔

''دستیفن۔'' سولیم کے لب پھڑ پھڑائے۔ اسے افسوس ہوا۔

''اور تم جانتی ہو او مائی گاڈ۔۔'' سولیم دعا کے یکدم بولتے بولتے چیخنے پر بدک کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

''دعا! یہ کوئی تمیز ہوتی ہے بھلا تم ایسے کیوں چیخ رہی ہو۔'' اس نے دعا کی نظروں کا تعاقب کیا اور اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ سامنے سے براق شاہ سڑک کے بیچ چلتا دونوں ہاتھوں سے ٹریفک کو روکنے کا اشارہ کرتا ہوا یقیناً ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔

''چلو دعا۔'' سولیم نے دعا کا بازو کھینچا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

''دعا! میں نے کہا چلو۔'' اس کی کہنی پکڑ کر وہ ہلکے سے غرائی تھی۔ دعا سٹپٹائی، سولیم کی غصہ سے بھری آواز اسے چونکا گئی تھی۔ وہ براق کو ناپسند کرتی ہے یہ تو دعا کو پتا تھا لیکن اس سے ڈرتی بھی ہے یہ اسے آج پتا چل رہا تھا۔ دعا نے ایک نظر لمبے ڈگ بھرتے لمبے چوڑے رف سی ڈریسنگ کے ساتھ بالوں کا جوڑا باندھے عینک آنکھوں پر جمائے ان کی جانب آتے براق شاہ کو دیکھا اور دوسری نظر سولیم پر ڈالی پھر اس نے دیکھا اس کے قدم سولیم کے قدموں کے ساتھ ملنے لگے ہیں۔

''سولیم شا......'' فٹ پاتھ پر آ کر اس نے تھوڑی سی اونچی آواز کے ساتھ درمیان میں پکار چھوڑ دی۔ سولیم کا اسے اگنور کرنا اسکے غصے کی رگ پھڑکا گیا۔

''آئی ول سی یو ب۔'' گالی اس نے منہ میں دبائی اور واپس اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

''کیا ہوا۔ ہو گئی عزت۔'' اسد محظوظ سا بولا۔ براق نے عینک کے پیچھے سے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تھا۔

''اسے تو اب میں بتاؤں گا۔ بہت ہو گئی شرافت۔ اسے اب براق شاہ سے ملوانا ہی پڑے گا۔'' اپنی بڑھی ہوئی بھوری داڑھی پر ہاتھ پھیرتا وہ خطرناک عزائم سوچ رہا تھا۔ اسد تھم سا گیا۔

''کیا مطلب ہے تیرا، نہیں براق ہرگز نہیں یہ اچھا نہیں ہے۔ جھٹک اپنی سوچ کو فوراً جھٹک۔ شیطان تجھ پر

حملہ کر رہا ہے۔مت جیتنے دے اسے خود سے۔'' اسد اس کی کہنی جھنجھوڑ کر کہنے لگا۔اس کے لفظوں میں خدشات تھے۔براق کی آواز میں چھپے طوفان کا ڈر تھا۔

''اس نے مجھے اگنور کیا۔'' عینک اتار کر گلے میں اٹکاتا وہ غرایا۔''مجھے براق شاہ کو، یقین کرو گے یہی جس کے لئے تم اتنا پریشان ہو رہے ہو۔ٹرکر کے بالکل ساتھ بیٹھ کر اس کی گاڑی میں جاتی ہے اس کے ساتھ ہوٹلنگ کرتی ہے اور اس پرنس چارمنگ سے بھرے مجمع میں انگوٹھی لیتی ہے یقین کرو گے تم۔''

''ہاں میں کرونگا کیونکہ یہ سب چیزیں بہت عام سی ہیں لیکن جو تمہاری، سوری ٹو سے رجیکا کرتی ہے یا اور گرل فرینڈز کرتی ہیں نا ان سب کے آگے یہ سب کچھ بھی نہیں گرو اپ براق اور جو تمہارے دل میں اس کے لئے سوفٹ کارنر بن رہا ہے نا اسے خود تک ہی محدود رکھو کھو لو مت۔'' اسد اس کا سینہ تھپک کر کہہ رہا تھا براق کی بھنویں آپس میں ملیں۔

''میں نے ایک بار کسی کو چھوڑ دیا۔مطلب چھوڑ دیا اور۔'' اس کی آواز غصے کی شدت سے کانپی۔''اس کے لئے یہ سافٹ کارنر نہیں ضد ہے اور میں اپنی ضدیں پوری کرنے والا بندہ ہوں کیونکہ مجھے خود سے بے انتہا پیار ہے۔آئی سمجھ۔''

اس نے گاڑی جھٹکے سے سٹارٹ کی۔اسد نے بے بسی سے سر ونڈو کی جانب کیا۔اس ونڈو سے باہر اسد کی آنکھوں نے دیکھا، دور وہ دونوں ایک کیب میں بیٹھ کر جا رہی تھیں۔سولیم پہلے بیٹھی تھی دعا بعد میں۔

''مجھے نہیں پتا تھا تم اس سے ڈرتی ہو ہاں وہ کچھ زیادہ ہی ہائیٹڈ اور چوڑا ہے لیکن یہ سب بھی اس لئے ہے کیونکہ وہ ایک باکسر ہے اور شاید کثرت سے ورزش کرتا ہے۔''

سولیم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''آر یو سیریس، تمہیں لگتا ہے میں اس انسان سے ڈروں گی۔نہیں دعا بی بی (ایک تو اس عورت کو پتا نہیں کیا ہے تھوڑی سی تپ چڑھی نہیں بی بی گردان شروع ہو گئی۔اس نے ٹیڑھا منہ بنا کر سوچا) میں اس سے ڈرتی نہیں گھن کھاتی ہوں اور جس چیز سے گھن کھائی جائے نا اس سے ایسے ہی چھٹکارا پایا جاتا ہے۔''

''ایویں ای اتنا اچھا تو ہے تمہیں پتا نہیں کیوں خوامخواہ اس سے گھن آتی ہے۔''

اوہ دیکھو کہہ کون رہا تھا وہ جو وقت کے کچھ پنے پلٹنے کے بعد سب سے زیادہ اس سے گھن و کراہیت محسوس کرے گی۔

سولیم کی نا جانے کیوں پلکیں بھیگنے لگیں۔ دعا کے دیکھنے سے پہلے ہی اس نے منہ کھڑکی کی جانب کر لیا۔ وہ یونہی تو نہیں دعا کو بتانے سے گریز کر رہی تھی۔ اس کے آنسو نکلنے لگے۔ اسے دعا کا براق کی سائیڈ لینا بہت کھلا اتنا کہ اس کا دل بھرا گیا۔ اپنے آنسو اپنی ہی پلکوں میں جذب کرتی وہ گہرا سانس لے کر اس موت کا سندیسہ دینے والی بہار کو دیکھنے لگی۔ کسے پتا تھا ان کھلتے رنگوں میں کسی کا خون چڑھ رہا تھا۔

❁......❁......❁

دکھ انسان نہیں دیتا دکھ اس سے جڑی فضول کی امیدیں دیتی ہیں۔ امیدوں کا دائرہ چھوٹا کر دو دکھ کی لائن بھی کم پڑ جائے گی۔

اس ٹھنڈی ہوا والے دن میں ٹریڈمل پر کسی کے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان قدموں کی آواز میں اتنی شدت تھی کہ معلوم ہوتا تھا ابھی کسی کو مرگھٹ میں دفنانے کی چاہ ہو۔ اس نے ایک جھٹکے سے مشین بند کی اور چلتی سے نیچے اتر آیا۔ راڈ کو تھام کر وہ چن اپ کر رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے اپنا وزن اٹھائے وہ دوسرا ہاتھ کمر پر باندھے ہوئے تھا۔ پسینہ اس کی گریفائٹ آنکھوں کے کناروں سے پھسل کر اس کے کھلے گریبان والے سیاہ فیروزی لائن والے بنیان میں جذب ہو رہا تھا۔ اس نے راڈ چھوڑا اور ٹاول ہوا کے سے تولیہ لے کر پسینہ پونچھتا ڈریسنگ روم میں آ گیا۔ ٹاول کو اس نے پوری شدت سے زمین پر پٹخا تھا۔

"چاچو میں شاکر کے ساتھ نکاح پر راضی ہوں آپ جب چاہیں انہیں انفارم کر دیں۔"

"آآآ" اس نے ٹھوکر سے سٹیل کے بینچ کو زمین پر گرایا اور بالوں کو تھام کر ٹہلنے لگا۔

اسد کے الفاظ اس کے دماغ میں گھومنے لگے۔

"میں نے محبت کی دو صورتیں پائی ہیں۔ ایک ہوس زدہ اور ایک ہوس سے پاک، بھرپور محبت، ظاہر ہے ہوس زدہ محبت ناپاک اور غلیظ ہوتی ہے، ریت کے بھربھرے وقتی محل کی طرح جو ذرا سے وزن سے زمین بوس ہو جاتا ہے اور یہ حاصل ہونے کے بعد بے نام و نشاں ہو جاتی ہے۔ بالکل ایک ایسے تارے کی طرح جو بھرپور

چمک کر ٹوٹتا ہے اور پھر بے وجود ہو جاتا ہے جبکہ پاکیزہ محبت آسمان پر چمکتے اس روشنی کے گولے کی مانند ہے جسے وقت بھی پھیکا نہیں کر سکتا۔ وہ معصوم فرشتے کی طرح بالکل پاک اور آب حیات کی امر رہتی ہے۔ کسی بھی نورانی پھول کی طرح ملائم اور معصوم۔ اب تم بتاؤ تمہاری محبت کیا ہے۔ وقتی ابال یا دل کا روگ ہوس زدہ یا پاکیزہ اور پلیز مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو۔ میں جان گیا ہوں تمہارے دل کی بات۔"

وہ دونوں رتیکا کی بات کر رہے تھے۔ درمیان میں کب سولیم آئی پتا ہی نہ چلا۔ اسد نے ایسے اس سے کہا کہ وہ چاہے تو اسے رتیکا سے منسلک کرے چاہے تو سولیم سے اس کی مرضی۔

"سر! گاڑی ریڈی ہے۔" گارڈ کی آمد پر چونکا۔ شرٹس اور بنیان میں ہی باہر نکلا۔ منہ پر گاڑی میں سے اٹھا کر ماسک لگایا۔

"سر! میچ کی ٹائمنگ۔" اس کی ایک کڑی نظر نے مقابل کی بولتی بند کر دی۔ وہ آج یو ایف سی کے لئے لڑنے والا تھا اور ہر بار کی طرح یہ میچ بھی اس کے لئے بچوں کا کھیل لگ رہا تھا۔ جبکہ حقیقت کچھ اور تھی۔ آج جیت کسی اور کے کھاتے میں جانے والی تھی۔ آج براق شاہ بری طرح مات کھانے والا تھا۔ اس کے مدمقابل ٹرکر سان تھا۔ وہی ٹرکر سان جسے اس نے کار ایکسیڈنٹ میں زخمی کروا کر ایک مہینہ بیڈ پر ڈالا تھا۔ آج براق شاہ اس کے ہاتھوں مات کھانے والا تھا۔

لمبی سڑک پر وہ ہوا کی رفتار سے بھاگتا اپنے اندر کا لاوا نکال رہا تھا۔ اپنا، اپنی ذات کا اگنور کیا جانا اس کے لئے کسی گالی سے کم نہ تھا اور آج جب اس نے سولیم کا میسج پڑھا تو اسے یہ کسی گالی سے کم نہیں لگا۔ چند عرصہ اسے ریلیکسیشن دینے، اپنے کاموں میں بزی ہونے کی وجہ سے وہ اس پر نظر نہیں رکھ رہا تھا لیکن آج جب فرصت میں اس نے میسج کھول کر پڑھے تو اس کا دماغ گھوم گیا۔ اب وہ واقعی سولیم شفیق کو نہیں چھوڑے گا۔

اس کے دوڑتے قدم رکے۔ کلین شیو چھوٹے بالوں والا براق شاہ اینٹرنس گیٹ کے سامنے رکا۔ گارڈز نے اسے پہچان لیا۔ جھٹ اپنے دائرے میں اسے ڈریسنگ روم میں لے کر گئے جہاں پہلے سے ہی اسد مضطرب سا بیٹھا تھا۔

"براق کہاں تھا تو؟" وہ اسے دیکھتے ہی کھڑا ہوا۔ براق کی حالت سے ٹھٹکا ضرور لیکن اگنور کیا۔

”کب سے تیرا ویٹ کر رہے ہیں۔ ٹرکر کی انٹری ہو بھی گئی اور تو اب پہنچ رہا ہے۔ شاور نہیں لیا۔ براق چینج تو کر۔ براق، براق۔“

وہ اسے ایسے ہی پسینہ پونچھتے مین گیٹ کی جانب بڑھتے ہوئے روکنے لگا لیکن اس کا روکنا بیکار گیا۔ اپنی اناؤنسمنٹ ہونے سے پہلے ہی وہ سلائیڈنگ ڈور کو کھلوا کر عوام میں آ گیا۔ چھوٹے بال کلین شیو مضبوط مسلز والا جسم سیاہ شارٹس جس پر فیروزی لائن تھی، سیاہ بنیان جس کے گلے اور شانوں پر فیروزی چوڑا کپڑا الگ رہا تھا معلوم ہوتا تھا جیسے نیچے دوسرا بنیان پہنا ہوا ہو۔ کان میں جھولتی بالی اور بھنور پر چمکتے موتی بغیر ہینڈ ریپ کے وہ دونوں بازوؤں کو ہلاتا رنگ کی جانب چلنے لگا۔ اناؤنسر نے گڑبڑا کر اسے دیکھا اور اسے ویلکم کرنے لگا۔ اس کے نام پکارے جانے کے ساتھ ہی سپاٹ لائٹ اس پر پڑی۔ وہ منتشر ذہن کے ساتھ تیز تیز جالیوں سے ڈھکے رنگ میں چڑھ گیا۔ اسد اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

”کیا کر رہا ہے براق! یہ کوئی طریقہ ہوتا ہے۔“ وہ براق کے رنگ میں اپنی جگہ آ کر بیٹھنے پر اس کے بازوؤں کے مسلز رگڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ انداز جارحانہ تھا تبھی مسلز کو رگڑ کم چٹکل زیادہ رہا تھا۔

”ایک تو جم سے بغیر بتائے چلا گیا تو اوپر سے یہاں اس قسم کی انٹری۔ کیوں اپنا دشمن بنا ہوا ہے پریس میں اب دیکھ کیا کیا چھپے گا۔“ وہ غصے کی انتہا پر پہنچا اس کے ہاتھوں پر اب ہینڈ ریپ لپیٹ رہا تھا۔ پاس ہی ٹاول بوائے نے اس کے لئے گلوز رکھے تھے۔ ریپنگ لپیٹنے کے بعد وہ اس کے ہاتھ میں سرخ گلوز پہنا رہا تھا۔

”پتا نہیں کیا تیرے دماغ میں چلتا رہتا ہے۔ اگر رمیکا کی وجہ سے پریشان......“ براق کی لہو نظر نے اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔ وہ اس کے دانتوں میں ماؤتھ گارڈ فٹ کرنے لگا۔ ساتھ میں لب کچھ بڑبڑا بھی رہے تھے۔ سیٹی بجی ریفری نے راؤنڈ ون شروع ہونے کی اطلاع دی۔ ایک نیم برہنہ لڑکی ہاتھ میں وائٹ بورڈ پر ون راؤنڈ کا پرچار کرتی ڈانس کرتی ہوئی وہاں سے گئی۔ بڑی بڑی سکرین پر راؤنڈ ون ایک دوسرے میں گول دائرہ بنا کر گم ہوئے اور اس میں براق اور ٹرکر نظر آنے لگے۔

”میں نے کہا تھا نا ایک دن میں تمہیں اسی طرح ذلیل کرونگا جتنا تم نے میرے باپ کو کیا تھا۔ آج وہ ذلالت کا دن ہے براق شاہ۔ آج تم بہت بری شکست کھانے والے ہو۔“ وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں ٹکرا کر

پھنکارتے ہوئے بولا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے گرد دائروں میں گھوم رہے تھے۔

''تم نے مجھے زخم دیے ہیں آج میں تمہیں زخم دینے والا ہوں۔''

اس نے ایک پنچ براق کی سمت اچھالا جسے وہ ڈاج کر گیا۔ براق کا دماغ ماؤف ہوا اور آنکھوں کے سامنے عجیب سی دھند آن سمائی۔

''گھٹیا انسان گھٹیا ہی بک سکتے ہیں اور تم تو پور پور گھٹیا پن میں ڈوبے ہوئے ہو۔''

دھند موٹی ہوتی گئی۔ اتنی موٹی کہ وہ باکسنگ رنگ سے نکل کر پچھلے دن میں جا کھڑا ہوا اس پچھلے دن میں خراماں خراماں چلتے ہوئے اس نے دیکھا کہ وہ بیڈ پر لیٹا ہے اور اس کے پہلو میں مشہور و معروف بزنس مین کی بیٹی ہوش و خرد سے بیگانہ ہی۔ پی سلیپ میں گم ہے۔

سیل کی آواز پر براق نے مندی مندی آنکھیں کھولیں۔ گردن موڑ کر دیکھا اینجلینا ابھی نیند میں ہی تھی واپس گردن سیدھی کی۔ سیل سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا اور کال پک کر کے سیل کان سے لگا لیا۔

''یس ڈب لیو ہم۔ اچھا ہاں میں آ رہا ہوں پہنچ رہا ہوں۔ اوکے۔'' کال کاٹ کر اس نے سیل واپس اسکی جگہ پر رکھا۔ کمبل خود سے ہٹاتا ہوا وہ سلیپر پہن کر اٹھا ایک نظر گہری نیند میں سوئی اس کی نئی گرل فرینڈ پر ڈالی اور واش روم میں گھس گیا۔

ڈریس اپ ہو کر وہ بالوں میں کیچر لگاتا خود پر پرفیوم چھڑکنے لگا۔ کیچر کے سبب اسکے بالوں میں لائینز بن گئی تھیں۔ بڑھی داڑھی کھلے بھورے بال بھنور پر موتی اور کان میں بالی فیروزی پینٹ کے ساتھ اس نے ڈینم کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ آج گلے میں سیاہ و سفید رنگ کی مالا بھی تھا۔ والٹ وغیرہ اٹھا کر وہ اپنے روم سے نکل کر اس روم میں آیا جس میں اینجلینا سوئی ہوئی تھی اس کا پرسنل روم الگ ہوتا تھا اور گرل فرینڈز کے ساتھ شیئر کرنے والا کمرہ الگ، ابھی وہ ادھر ہی آیا وہ ہنوز سو رہی تھی۔ براق نے ڈریسنگ ٹیبل سے سٹکی پیپر اٹھایا اور اس پر ''پریس شوٹ کے لئے جا رہا ہوں شام کو ملتے ہیں میری طرف سے کس۔'' لکھ کر ڈریسنگ کے شیشے پر چپکا دیا اور خود باہر آ گیا۔ اسد آج اپنے کلب میں کچھ چینج کروا رہا تھا اس لئے وہ بزی تھا۔ براق اپنے گارڈز کے ساتھ اس شوٹ والی جگہ پر پہنچا۔

"سر! آپ کی ہیئر ڈریسنگ ہوگی۔" مینجمنٹ کی ایک لڑکی نے آکر اسے اطلاع دی۔

"ہم وائے ناٹ۔" اورنج جوس کو ٹیبل پر رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ تو معمول کی بات تھی۔ جتنے ایڈز اتنی لک چینج آج بھی اس کی لک چینج ہوئی تھی کلین شیو، چھوٹے بال۔

ایڈ کی شوٹنگ سے فارغ ہو کر وہ اسد کے کلب جانے لگا پھر جاتے جاتے وہ مڑ گیا۔ اس کی گریفائیٹ رنگ کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"میں نے کہا تھا انہیں ٹینشن سے دور رکھیں اگر اسی طرح چلتا رہا تو یہ بالکل بھی اس فیز سے باہر نہیں نکل پائیں گے۔"

اس نے انہیں میڈیسن لکھ کر دیں۔ وہ باہر گئے اور براق دروازہ کھڑکھڑاتا ہوا اندر آیا۔ مصروف سی سولیم نے ایک اچٹتی نظر سامنے ڈالی اور پھر واپس گرا لی لیکن واپس گری نظر نے امیج واضح کیا، دماغ کو پہنچایا اور واپس نظر اٹھ گئی۔

گرے جینز شرٹ پر سیاہ جیکٹ پہنے سیاہ شوز اور گول گلے میں اٹکے ہوئے گلاسز کے ساتھ وہ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"ہیلو بی لو ڈ کیسی ہو۔ میں نے تمہیں مس کیا۔" وہ چلتا ہوا آیا پاؤں کی ٹھوکر سے کرسی کو پیچھے کھینچا اور جیکٹ کو جھٹک کر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گیا۔

"مائنڈ یور لینگویج مسٹر براق شاہ۔" اس کی آنکھوں سے آگ کی لپٹیں نکلنے لگی تھی۔ یہ طرز تخاطب اس کا جی چاہا اس شخص کا منہ نوچ لے۔

"اوہ او کے آں ہیلو ڈئیر سولیم۔ کسی ہو میں نے تمہیں مس کیا۔" اٹک اٹک رک رک کر سوچ سوچ کر لفظوں کا چناؤ وہ ایسے کر رہا تھا جیسے کتنی لمبی تقریر جھاڑنی ہو حالانکہ صرف ایک لفظ کا کٹ آؤٹ کیا تھا اور ویسا ہی لفظ ایڈ کیا تھا اور پھر اتنی معصومیت سے پوچھا جیسے اس سے زیادہ شریف انسان اس دنیا میں ہی نہ ہو۔

"اب ٹھیک ہے۔"

سولیم نے اپنے اندر پکتے گندے سے ابال کو روکا جو آج پھٹ پڑنے کے لئے بے قرار تھا۔ برداشت کی حد

جو ہوگئی تھی۔

''یہاں کس لئے آئے ہو؟''

''تمہارے لئے آف کورس۔'' سیدھا ہوا۔''بہت ہی بری میزبان ہو مہمان کی خاطر داری تو کرنی ہی نہیں آتی۔'' آگے جھک کر اسکا انٹر کام اٹھایا اور دو بلیک کافی بغیر چینی کے آرڈر کردیں۔

''کبھی مجھے موقع دو پھر دکھاتا ہوں مہمانوں کی کیسے۔''

سولیم نے اس کی بات کاٹ دی۔

''مجھے آج نہ ہی کوئی فضول کی بات سننی ہے اور نہ ہی میرا اچھا موڈ ہے۔ بہتر ہوگا تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

اس نے بڑی مشکل سے خود پر بند باندھ کر کہا جبکہ دل تو کچھ اور ہی چاہ رہا تھا۔

''موڈ، کیا ہوا موڈ کو۔ میرے ساتھ آؤ دیکھو پل میں تمہارا موڈ کیسے بدلتا ہے۔'' وہ یکدم کھڑے ہوتے ہوئے کہنے لگا۔ سولیم کے دل نے اسے کام ڈاؤن رہنے کو کہا۔

''تم جا سکتے ہو۔''

براق نے آنکھیں سکیڑیں۔ ابھی کل ہی کی تو بات تھی جب وہ اسے اگنور کر کے بھاگی تھی اس نے واپس کرسی سنبھال لی۔

''ڈیئر! آج میں جانے کے لئے نہیں آیا۔ آج میں تمہیں ساتھ لے جانے کے لئے آیا ہوں اور تم چلو گی بھی۔'' ٹیبل سے کرسٹل بال اٹھا کر اسے گول گول گھماتے ہوئے وہ کڑے تیوروں سے اسے گھور رہا تھا۔ بدلتی آواز، بدلتا لہجہ، بدلتی آنکھیں۔ سولیم نے انٹر کام اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اس نے چھین لیا۔

''آ......آ میرے ہاسپٹل میں میری اجازت کے بغیر تم کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ کافی نہیں آئے گی۔ دو کافی مطلب دو گھنٹے بغیر چینی کہ مطلب کوئی ڈسٹربنس نہیں۔'' سو اس نے کارڈلیس اٹھا کر گھمایا۔''یہ بھی بیکار ہے زیادہ حیران نہ ہو یہ سچ ہے۔''

''لیکن یہ تو جینی کا کلینک۔'' حیران آواز حیران آنکھیں۔ اس کا جملہ بیچ میں ہی چھوٹ گیا۔

''جینیفر کے یہ ہینڈاوور ہے۔ اس کا فنڈ دی براق شاہ کمپنی دیتی ہے۔ مطلب جو تم تنخواہ لیتی ہو وہ بھی میری

جیب سے ملتی ہے تمہیں۔ میں پیسے نہ دوں تو معمولی فیس پر عوام کی خدمت کی غرض سے کھولا گیا یہ عالیشان پرائیوٹ کلینک دوسرے دن ہی بند ہو جائے۔"

سولیم چند ثانیے اسے دیکھتی رہی۔ اس کی بات کا یقین کرنے پر خود کو آمادہ کرتی رہی پھر توقف کے بعد وہ جھٹکے سے اٹھی اور اگلے پل ہی بدک گئی۔ وہ جو اپنا بیگ اٹھاتی دروازے کی جانب جا رہی تھی براق کے یکدم سامنے آنے پر بری طرح چونکی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے، راستہ دو مجھے۔" بیگ کی سٹرپ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ ضبط سے بھری آواز میں بولی۔ براق دروازے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"منزل تمہارے سامنے کھڑی ہے اور تم راستے کی بات کر رہی ہو۔ کتنی بیوقوف ہو تم۔ چچ چچ چچ۔" دروازے سے ٹیک لگا کر ایک پاؤں زمین پر تو دوسرا دروازے کی سطح پر جمائے وہ اس پر افسوس کر رہا تھا۔

"بھاڑ...... میں...... جاؤ۔" پوری آنکھیں کھول کر بیگ میں گن ہونے کی تصدیق پر وہ اس پر دبی آواز میں چلائی۔ براق نے ہونٹوں کو سیٹی کے انداز میں گول کر کے موتی والی بھنوراچکا کر دیکھا۔

غصہ پلس کڑواہٹ پلس شیرنی۔

"آئی لائک یور کانفیڈنس لیکن ایک بات میری بھی سن لو آج جب تک بات کلیئر نہیں ہو جاتی تم یہاں سے کہیں نہیں جا سکتی۔ آ...... آ...... آ...... فون نکالنے کی زحمت نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ سگنلز نہیں ہیں صرف تمہارے فون کے۔"

"کیا بات کرنی ہے تم نے؟" اس نے جیسے ہار مان کر پوچھا اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں تھا۔

"اوہ تو یعنی مس سولیم شفیق بات کرنے پر راضی ہو گئی ہیں۔ تشریف رکھیے۔" اس نے سیدھے ہوتے ہوئے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔

"جو کہنا ہے یہیں کہو۔" کڑواہٹ سے کہتی وہ اب اسے غصہ دلا رہی تھی۔

"دیکھو گیو اینڈ ٹیک ہوتا ہے۔ لائف میں ہر چیز کی ادل بدل ہوتی ہے جیسے مثال لے لو۔" اس نے اپنی کلین شیو تھوڑی کھجائی۔ "تم میری عزت کرو گی رائٹ۔" وہ اس کی جانب اشارہ کر کے کہہ رہا تھا پھر اس نے ہاتھ اپنی

جانب موڑا۔ ”تو میں تمہاری عزت کروںگا لیکن اگر تم نے میری عزت نہ کی تو میں پھر بھی مجبوراً تمہاری عزت کروں گا کیونکہ میں کرتا ہوں لیکن میری جگہ اگر کوئی اور ہوا تو بلیو می تم گئی کام سے۔“

”مطلب کی بات کرو براق شاہ۔“ سولیم نے گہرا سانس بھرتے ہوئے شاکر کو بتانے کا سوچ کر کہا۔

”اوہ مطلب ہاں ٹھیک ہے۔“

کھڑکی پر درخت کا گرتا پتا آ کر چپکا کہ دیکھوں تو سہی آخر اندر چل کیا رہا ہے لیکن وہ بیچارہ پھسل گیا باہر درخت کے مردہ پتے جابجا بکھر رہے تھے آج ٹہنیوں کی آزادی کا دن جو تھا۔

”اب جب تم خود ہی ڈائریکٹ مطلب پر آ گئی ہو تو ٹھیک ہے۔ میں ایزیوئیل ہمیشہ کی طرح چاہتا ہوں کہ تم میری گرل فرینڈ بن جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ بہت سنہری دن گزارنا چاہتا ہوں۔ مان جاؤ یار ایک بات ریپیٹ کر کر کے میں سچ میں عاجز آ گیا ہوں۔“

اس نے واقعی اکتاہٹ سے کہا تھا۔

”اپنا طرزِ تخاطب ٹھیک کرو اور اگر میں نہ کہوں تو پھر۔“ سولیم نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

براق ہنسا۔ گریفائیٹ آنکھیں شجل سی ہوئیں۔ سر کھجایا اور جھک کر رازدارانہ انداز میں کہا۔ ”نہ کی تو گنجائش ہی نہیں ہے میں بہت برا شیر ہوں شکار خود آرام سے آ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ میرا وار بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔“

اسے نہیں پتا تھا ایک دن اس کے خود کے الفاظ ہی اسے سونے نہیں دیں گے اس لیے کہتے ہیں سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔

اس کا چہرہ معصومیت طاری کیے ہوئے تھا جبکہ آنکھوں میں انگارے جل رہے تھے۔ غصہ و معصومیت عجیب امتزاج تھا آج کے وقت کا۔

”ڈرا رہے ہو؟“

”امم ہمم سمجھا رہا ہوں۔“ فوراً نفی میں سر ہلاتے ہوئے بچی بات کہی۔

”تو پھر سن لو۔ اپنی سمجھ اپنی دھمکی اپنا ڈراوا اپنے تک محدود رکھو۔ میں تم سے نہیں ڈرتی اور جو تم چاہ رہے ہو افسوس کہ یہ آج کی دنیا میں تو ممکن نہیں تم اپنا اور میرا وقت برباد کر رہے ہو بہتر اب سامنے سے ہٹو اور مجھے جانے

دو۔" ویسے ہی سینے پر ہاتھ باندھے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بے خوف لہجے میں بولی۔

براق دو قدم اس کے نزدیک آیا۔وہ نہیں ہلی۔براق نے اس کے سیاہ عبایا کے نقاب سے چھلکتی آنکھوں میں دیکھا اور بولا۔سرگوشی والے مدھم الفاظ غصے کے بوجھ سے دبے ہوئے الفاظ۔

"براق شاہ کے دماغ میں جو ایک بار بیٹھ جاتا ہے تو پھر اسے نکالنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔" وہ رکا، لفظوں کو مزید چبایا۔"ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ جاتا ہوں۔تم میری گرل فرینڈ مت بنو لیکن آج کا وقت کل کے اس وقت تک میرے ساتھ بتاؤ میں تمہیں آزاد کر دونگا۔"

سولیم نے اسے سرخ آنکھوں سے دیکھا۔ماحول میں تناؤ مزید بڑھا۔وقفہ ہوا دونوں اپنی اپنی جگہ کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھے گئے پھر اس لڑکی کا صبر، ہمت ہار گئی۔

"چٹاخ۔" آواز شیشے سے چپکے ننھے پتے نے سنی اور دل حلق میں لیے خوف زدہ سے پھسل گیا اس میں دیکھنے کی تاب کہاں تھی بھلا۔

اس کے تھپڑ سے اس کی قوت سے اس کے اتنے دن کی فرسٹریشن سے براق کا چہرہ دائیں جانب ہل گیا اور پھر وہیں پڑا رہا۔اس نے چہرہ اس کی جانب نہیں کیا۔تھوڑا پاؤس پھرسے ہوا اور سولیم کی گرج دار آواز گونجی۔

"گھٹیا انسان گھٹیا ہی بک سکتے ہیں اور تم تو پور پور گھٹیے پن میں ڈوبے ہوئے ہو۔"

براق نے ایک سیکنڈ میں اپنا چہرہ اس کی جانب کیا۔سولیم نے دیکھا اس کی مٹھیاں ضبط سے آپس میں بھنچی ہیں اور گردن پر بیشمار رگیں ابھر گئی تھیں۔

"تم نے میرا گھٹیا پن دیکھا ہی کب ہے سولیم شفیق!تم شریف ہو اس لئے لحاظ تھا لیکن اب میں تمہارے ساتھ وہ کرونگا کہ تمہاری روح بھی کانپے گی۔" وہ شدید طیش میں پھنکارا۔اتنا کہ اس کے منہ سے کف نکلنے لگا۔

وہ کیسے خود پر بند باندھے ہوئے تھا یہ صرف وہی جانتا تھا ورنہ آج ابھی اسی وقت ایمبولینس ایک لاش کو لے کر جا رہی ہوتی۔

"مجھے تم سے خوف نہیں آتا کیونکہ میرے پاس اللہ ہے۔تمہاری دھمکیوں سے زیادہ میں اس کے قہر سے ڈرتی ہوں جس گناہ کی طرف تم مجھے مائل کرنے کی کوشش کر رہے ہو نا، اس کی طرف میں تو کیا میرا سایہ بھی بھٹکنے

سے گریز کرے تو اپنائے جاؤ اپنے ہتھکنڈے۔میں نے خود کو اللہ کے سپرد کیا کیونکہ اب وہ میری حفاظت کرے گا۔آزمالو جو آزمانا ہے تم نے لیکن ایک بات یاد رکھنا شکست ہمیشہ خاک کی ہی ہوتی ہے رلنا مٹی کے نصیب میں ہی ہے۔"

وہ بے خوف تھی۔بے خوفی سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

براق اس کے نزدیک آیا وہ پیچھے ہوئی۔

"میں چاہوں گا کہ تم بچ جاؤ۔میں چاہوں گا کہ تمہیں تکلیف نہ ہو میں چاہوں گا کہ تمہاری معصومیت برقرار رہے اور میں چاہوں گا کہ تم جیو لیکن۔" وہ تھما۔"اس کے بالکل اپوزٹ جو میرے اندر شیر بیٹھا ہے ظالم شیر وہ اس کی آنکھیں تمہاری موت دیکھ رہی ہیں جو میرے لفظ ہیں۔ان کا الٹ سوچ رہی ہیں سولیم شفیق گاڈ تمہیں جنت میں جگہ دے تم جاسکتی ہو۔"

کون جان سکتا تھا اس کہانی کا بیک وقت ہیرو اور ولن جو غصے کی شدت سے مغلوب ہو کر کہہ رہا وہ کچھ وقت بعد سچ ہو جانا ہے۔

اس نے دروازہ کھول دیا۔سولیم گولی کی سپیڈ سے وہاں سے نکلی تھی۔کسی کو بھی دیکھے بغیر وہ گاڑی میں آکر بیٹھی۔آنکھوں سے جھڑی لگ گئی۔اسے شدید دکھ ہو رہا تھا۔کیا تھا جو اگر دعا اس شخص کی فین نہ ہوتی کیا تھا جو چاچو اس سے اتنی محبت نہ کرتے۔اسے شدید دکھ ہونے لگا شاید اس لئے کیونکہ وہ ان کی محبت کی خاطر کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی۔اس کی کچھ سمجھ نہیں آیا اس نے شاکر کو میسج کیا تھا۔

دکھ انسان نہیں دیتا دکھ انسان سے جڑی فضول کی امیدیں دیتی ہیں۔امیدوں کا دائرہ چھوٹا کر دو، دکھ کی لائن بھی کم پڑ جائے گی۔

خود کو تسلی دیتے ہوئے اس نے یہ میسج شاکر کو سینڈ کیا اس کی فوراً کال آگئی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اپنی زبان، اپنا لہجہ اس کی آنکھیں بھر آگئیں۔

"میں ٹھیک ہوں بس تھوڑی اداس تھی تو آپ کو میسج کر دیا۔سوری آپ پریشان ہوئے۔"

اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے بھرائی آواز سے کہا۔شاکر نے اوور آل اتار کر ماتھا مسلا جس پر واضح

پریشانی کی لکیریں نظر آنے لگی تھیں۔ سویلم کا اداس ہونا مطلب کسی بڑی بات کا ہونا تھا۔

''سویلم! میں اور آپ ہم دونوں ایک دوسرے کے کزنز ہونے کے ساتھ بہت اچھے دوست ہیں۔ مجھ سے شیئر کریں میں یقین دلاتا ہوں آپ کی پریشانی دور کرنے کی پوری کوشش کرونگا۔''

اس کے لفظوں میں کتنا صدق تھا یہ سویلم ہی جانتی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے آنسو کو گرنے دیا۔ شاکر نے بہت ضبط سے اس کے گرتے آنسوؤں کی آواز سنی تھی۔

''اللہ کی آزمائش ہے بس آپ دعا کریں میں اس آزمائش پر پورا اتروں۔''

''میں دعا کرونگا لیکن کبھی کبھی آزمائشیں بانٹنے سے بھی جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ آپ مجھے کہیں مجھ سے شیئر کریں۔ ہم دونوں جو بھی مسائل ہیں اسے مل کر سولو کریں گے۔ ٹرسٹ می۔ میں زندگی کے ہر قدم پر آپ کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔ میں وہ بولڈ مرد نہیں بننا چاہتا جو یہ کہتا ہے اس کی بیوی اس سے دو قدم آگے رہے بلکہ میں وہ حساس مرد بننا چاہتا ہوں جو اپنی بیوی کے ساتھ ہر قدم اٹھائے تا کہ کبھی خدانخواستہ وہ ٹھوکر سے گرنے لگے تو دو بازو اسے تھامنے کیلئے اس کے ساتھ ہوں نا کہ اس سے دو قدم پیچھے کہ ہاتھ تھامنے کیلئے جب وہ قدم اٹھائے اتنے میں اس کی ساتھی منہ کے بل گر جائے۔ سویلم! میں آج بھی آپ کا منتظر ہوں اور رہوں گا۔ میں چاہتا ہوں آپ کی پریشانی مجھ پر منتقل ہو جائے۔''

عزت کیا ہوتی ہے، لفظوں کی مٹھاس کیا ہوتی ہے، مان کیا ہوتا ہے، اعتبار و وفا کیا ہوتی ہے یہ سویلم کو تب تب پتا چلتا تھا جب جب وہ شاکر سے بات کرتی تھی۔ آج اسے اپنے فیصلے پر مان ہوا۔ اپنی قسمت پر رشک آیا اس نے آنسو پونچھ لیے۔

''میں جلد آپ کو بتاؤنگی۔ اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔''

''میں انتظار کرونگا۔''

اس نے کال بند کر دی تھی۔ دل کو تھوڑا سکون ملا تھا۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور گھر کی جانب موڑ لی۔

ٹائروں سے اٹھتی آواز سے زیادہ سویلم کے کیبن مین ٹوٹنے والی چیزوں کی آواز تھی۔ براق نے اس کے جاتے ہی کمرے کا حشر کر دیا تھا۔ آخری چیز جو اس نے اٹھا کر پھینکی تھی وہ لیپ ٹاپ تھا جس کے کی بورڈ کے بٹن جا بجا بکھر

گئے تھے۔ایک بٹن براق کے منہ پر ٹھاہ کر کے لگا تھا۔اس نے آنکھیں کھولیں اور منہ کو جھٹکے سے پیچھے کیا۔دھند چھٹی، جگہ گم ہوئی، ماضی بھاگا اور حال سامنے۔ سینے پر بازو لپیٹے آن کھڑا ہوا۔ براق نے دیکھا ہر جانب اس کے نام کا شور تھا۔ میچ شروع ہو چکا تھا۔ وہ رنگ میں کھڑا تھا۔اس بٹن کا درد زیادہ تھا کیونکہ عین اسی جگہ ابھی ٹرکر نے اسے مکا مارا تھا۔ براق نے دھندلی آنکھیں جھپک جھپک کر ٹرکر کو دیکھنا چاہا۔آوازیں گڈمڈ ہونے لگی تھیں۔ سب ویسا ہی تھا لیکن اس ٹرکر کی جگہ سولیم نظر آنے لگی۔اس نے پھر آنکھوں کے سامنے ہاتھ پھیرا لیکن ہاں وہ سولیم ہی تھی۔دفاع میں اٹھتے اس کے ہاتھ ڈھلکے۔اسد نے پیشانی مسلی اور ٹرکر کا ماتھا تفکر کی لکیریں بنانے لگا۔

''ہے تم لڑ کیوں نہیں رہے۔تم میرا کرئیر برباد نہیں کر سکتے تم مجھ پر فکسنگ کا داغ نہیں لگا سکتے۔تم لڑو براق شاہ لڑو مجھ سے۔'' وہ اس پر مکوں کی بوچھاڑ کرتا کہہ رہا تھا۔

براق نے سنا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے میں ان لڑکیوں جیسی ہوں جو ہر مرد کی بانہوں میں جھول جاتی ہیں۔ براق شاہ میں تمہیں کبھی نہیں ملنے والی۔''

''تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے تمہیں لڑنا ہوگا۔'' ٹرکر نے اسکی موتیوں سے سجی بھنور پر زوردار پنچ مارا۔ اس کی شدت اتنی تھی کہ براق کے بھنور سے خون رستا ہوا اسکی پلکوں پر ٹھہرا۔پھر وہاں سے ندی کی طرح اس کے پورے گال پر بہنے لگا۔سناٹا چھا گیا۔اسکے فینز کو سانپ سونگھ گیا۔ٹی وی کے آگے براجمان لوگوں کے دل تھم گئے۔ریڈیو سنتے سگنل پر رکی عوام سانس روک گئی۔ یورپ ایشیاء، افریکا، مشرق، مغرب، شمال، جنوب، دنیا کے ہر خطے میں واقع اس کے فینز اس برے کھیل پر آنکھیں پھاڑے دم سادھے ہوئے تھے۔

اسد نے سختی سے رنگ کی جالیاں پکڑیں۔ سامنے ان بیٹ ایبل بیڈ لائن کو یوں چوہوں کی طرح پٹتے دیکھنا اس کے لئے کرب آمیز تھا۔اس نے زیرلب براق کا نام پکارا۔

''تم لڑو گے۔'' ٹرکر نے ایک اور زوردار پنچ اسی جگہ مارا۔ براق کی بھنور پھٹ گئی۔وہ منہ کے بل خون تھوکتا گرا تھا۔ براق شاہ ہار گیا۔ پہلے ہی راؤنڈ میں۔ ریفری آیا نیم بے ہوش براق شاہ کو دیکھا اور ٹرکر کو جیت کا خطاب دے دیا۔ براق کا بیلٹ ٹرکر کی کمر کا زینت بنا۔

جالیوں کا دروازہ کھلتے ہی اسد برق رفتاری سے اسکی جانب بڑھا۔

"ہے براق یار ٹھیک ہے تو" وہ کانپتے ہاتھوں اور پریشان آواز سے اسکا گال تھپک رہا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ مضبوطی سے براق کی بھنور سے نکلتے خون پر جمایا۔سٹریچر لایا گیا براق کو اس پر لٹا کر لے گئے۔اسد کھڑا ہوا اور طیش کے عالم میں برے موڈ کے ساتھ کھڑے ٹرکر کی طرف بڑھا اور ایک شدید مکا اس کے گال پر جڑ دیا۔اس کے گارڈز اسد کی جانب بڑھے لیکن ٹرکر نے منع کر دیا۔

"جانے دو اسے۔اس کے زوال کا وقت بس شروع ہو گیا" طنز و تحقیر سے کہہ کر وہ رخ موڑ گیا تھا۔

"زوال کس کا ہے یہ تو وقت بتائے گا ٹرکر سان یو بلڈی فلکسر۔"

ٹرکر نے گھٹے سانس کے ساتھ اس ٹکسیڈو میں ملبوس وجیہہ نوجوان کو دیکھا جو اس کے ڈر کو لفظوں کا پیراہن اوڑھا گیا تھا۔

"اگر براق شاہ نے اس کے ساتھ ایسا کیا تو وہ اس کی دنیا برباد کر دے گا" اس نے سرخ آنکھوں کے ساتھ خطرناک عزائم سوچے۔

✿......✿......✿

"اپنا خیال رکھنا میں جانتا ہوں میرا بچہ بہت بہادر ہے۔"

خنک زدہ شام میں جہاں بہار کے پھولوں کی مہک گھلی تھی وہاں سٹی ہاسپٹل کے ایک کمرے میں آرٹیفیشل پھولوں کی مہک میں وہ سخت تاثرات کے ساتھ نیم دراز تھا۔اس کی خوبصورت گریفائیٹ کلر کی آنکھوں کے اوپر موجود بھنور اس سے سفید پٹی سے چھپی ہوئی تھی پر سنگ ہٹا دی گئی تھی۔بھنور کا گوشت پھٹ گیا تھا وہ جگہ جہاں پلاٹینیم کے موتی جھلملاتے تھے وہاں کی جگہ اب ناکارہ ہو گئی تھی۔اس کی بھنور کے بیچ میں کٹ پڑ گیا تھا وہ اب پر سنگ نہیں کروا سکتا تھا۔چاہے تو اس جگہ سے تھوڑا آگے جب زخم مندمل ہو جائیں وہ دوبارہ بھنور سجا سکتا تھا لیکن اب براق شاہ کا ارادہ بدل گیا تھا۔اب اس کی بھنور نے خالی رہنا تھا جو چیز جہاں تھی وہیں اچھی لگتی تھی۔جگہ بدلنے سے اس کی خوبصورتی ماند پڑ جاتی اور براق شاہ کو بدصورت چیزیں ہرگز پسند نہیں تھیں۔

"تم ٹھیک ہو" رتیکا کی نرم انگلیاں اس کے بال سنوار رہی تھیں۔سامنے صوفے پر اسد ہاتھوں کی مٹھیاں

ہونٹوں پر لگائے بیٹھا تھا۔ یقیناً اس نے ہی رتیکا کو بلایا تھا اس نے جواب نہیں دیا۔

"ہنی! کچھ تو بولو تمہاری خاموشی خطرناک ہے۔"

وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ بیٹھا رہا۔ اسد کا دل گھبرایا۔ اسے براق کے خاموشی کے پیچھے چھپا طوفان ڈرا رہا تھا۔

"ابھی تم ڈسچارج ہو جاؤ گے پھر ہم ایک ساتھ ڈنر کریں گے۔" وہ بالکل اس کے ساتھ لگی جھکی بیٹھی تھی۔ اس کے بھورے سلکی بال براق کے شانے پر گرے ہوئے تھے۔ اس کے گول فر گلے والی بنفشی ٹی شرٹ کے فر براق کے گال کو ہلکا سا مس ہو رہے تھے۔ براق کا ہاتھ ہلکے سرمئی کلر کی پرنٹڈ شارٹ سکرٹ کے کپڑے پر پڑا تھا جو رتیکا نے اٹھا کر اپنے گھٹنے پر رکھا تھا لیکن وہ ڈھلکا گیا۔ ہاتھ کے ڈھلکنے سے ہی اس کی سکرٹ براق کے ہاتھ کے ساتھ سرکتی گئی تھی۔ وہ جامد ایکسپریشنز کے ساتھ غیر مرئی نقطے کو گھورنے کے شغل میں مصروف تھا۔ رتیکا کی آمد اسے نہ ہی کوفت میں مبتلا کر رہی تھی اور نہ ہی اس کے ساتھ سے وہ کچھ محسوس کر پا رہا تھا۔ وہ خالی تھا۔ اندر باہر سے بالکل خالی شاید زندگی کی پہلی بھیانک ہار کو تسلیم کرنے میں ابھی کچھ وقت درکار تھا۔

"ٹی وی آن کرو۔" سرد آواز سے حکم دیا گیا۔ اسد چونکا۔ رتیکا بوکھلائی۔

"نن...... نہیں۔ ابھی نہیں۔ کل دیکھ لینا بے بی ابھی اپنی آنکھ کو ریسٹ......"

اس نے دانت چباتے ہوئے درشتی سے رتیکا کی بات کاٹی۔ "میں نے کہا ٹی وی آن کرو۔"

اسد دونوں ہاتھ ٹانگوں پر مارتا جھنجھلاتا ہوا کھڑا ہوا۔

"اف براق، اف۔ تم، تمہاری ضد تمہاری من مانیاں مجھے بتاؤ۔" وہ اس کے بیڈ کی پائنتی پکڑ کر کھڑا ہوا۔ "اس وقت ٹی وی دیکھنا زیادہ ضروری ہے یا تمہارا ریسٹ کرنا۔ تم جانتے ہو میڈیا کو وہ کیا اگل رہی ہے تم یہ بھی جانتے ہو پھر اس سب کا کیا مطلب۔ انکل آنٹی پچھلے پندرہ منٹ سے تمہاری فرصت کا انتظار کر رہے ہیں انہیں تم سے بات کرنی ہے۔ میں، رتیکا پچھلے چار گھنٹے سے تمہارے ساتھ گونگوں کی طرح بیٹھے ہیں لیکن تمہیں ٹی وی دیکھنا ہے۔ واؤ۔" اس کی جھنجھلاہٹ فرسٹریشن اسکے بے ربط جملوں میں چھلکتی تھی۔ براق کا پتھر وجود ٹس سے مس نہیں ہوا۔ اس نے انٹرکام اٹھایا۔

"آ کر ٹی وی چلاؤ۔"

اسد نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کمر پر باندھے۔ دو سیکنڈ بعد ہی ایک نرس اندر آئی اور بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ سب کو وش کرتی نیوز چینل لگا گئی۔

"براق شاہ کی فکسنگ ان کے شاندار کریئر پر بڑا داغ ہے۔ یہ فکسنگ پیسوں کے لئے تھی یا کوئی اور وجہ تھی جاننے کے لئے دیکھیے۔"

براق نے اس چینل پر بولتے اینکر کی آواز گھوٹی اور دوسرا چینل لگا لیا۔ نرس اسے ریموٹ دے گئی تھی دوسرا چینل بدل کر اس نے تیسرا لگایا اور ٹھہر گیا۔ اسد نے ایک ناپسندیدہ نگاہ اس کمینے شخص پر ڈالی اور پھر بڑی ساری ایل ای ڈی کو دیکھنے لگا جس پر بہت غلط دکھایا جا رہا تھا۔ اس پر براق کے پٹنے کی ویڈیو کلپ بار بار ریوائن کر کے دکھائی جا رہی تھی اور اینکر ساتھ ساتھ بکواس کیے جا رہا تھا۔ اسد نے اس اینکر کا چہرہ اپنی آنکھوں میں سکین کیا اور براق پر بڑی ضبط نگاہیں ڈال کر کھڑا رہا۔

"کہتے ہیں عروج کو زوال ہے۔ زوال کو عروج، براق شاہ کی کامیابی کا چڑھتا سورج اب ڈوبنے کو ہے۔ اس بری طرح یو ایف سی کا نام خراب کرتے ہوئے براق شاہ پہلے ہی راؤنڈ میں چاروں شانے چت ہو گئے۔ اس کلپ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ٹرکرسان دی گریٹ لائین کو کیسے پچھاڑ رہے ہیں لیکن اس پچھاڑ کے پیچھے چھپی ہے فکسنگ براق شاہ نے اتنے بڑے میچ کو ٹرکرسان کے ساتھ فکس کیا اور ناقابل یقین ہار کو اپنا مقدر بنا کر نا صرف اپنے فینز کی تعداد گھٹا لی ہے بلکہ وہ اپنا رتبہ و معیار کھو چکے ہیں۔ ان کی شخصیت اس فکسنگ۔" اینکر کی آواز رک گئی۔

براق کا قہقہہ اس اینکر کی آواز دبا گیا۔ اسد نے آنکھوں میں سرخ ڈورے بھرے۔ رتیکا نے اس کا ہاتھ سختی سے تھاما۔ وہ ہنس رہا تھا۔ تھوڑا پھر زیادہ پھر اور زیادہ اور پھر بے تحاشہ ہنستا چلا گیا۔ اتنا کہ اس کی آنکھوں کے کونے گیلے سے محسوس ہوئے۔ رتیکا پریشان نظروں سے اسد کو دیکھنے لگی۔

"یہ...... یہ تو وہی ہو گیا ہم تو ڈوبے صنم تمہیں بھی ساتھ لے ڈوبے۔" ہنسی کے دوران اس نے رک کر کہا۔ ہنسنے کے سبب براق کے چہرے کے مسلز کھچے اور بھنور پر لگے ٹانکے ہل سے گئے۔ خون کے ننھے ننھے ٹپکے سفید پٹی میں سے اپنی چھب دکھلانے لگے۔

"کین یو پلیز سٹاپ دس نان سینس۔" اسد نے کیبل کی وائر کھینچتے ہوئے براق کو ہنسنے سے روکا تھا۔ وہ اسی طرح دیوانہ وار ہنستا ہوا رتیکا کا ہاتھ چھڑوا کر چادر پرے دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسد اس کے اٹھنے سے دو قدم آگے بڑھا تھا۔

"میرا نام تو گیا وہ ٹرکر سان وہ بے چارہ تو کریئر کے شروع میں ہی اپنا نام ڈبو بیٹھا۔ لک اسد، مجھے ہرانے کا کہہ رہا تھا آج خود بھی ہار گیا۔" اس نے جھک کر شوز پہنے۔ وہ اپنی بھوری جینز اور فان ٹی شرٹ میں تھا۔ وہ بے ہوش نہیں ہوا تھا غائب دماغ تھا تبھی ڈاکٹر نے چند گھنٹے انڈر آبزرویشن اسے رکھا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" اسد اس کے سامنے آیا۔ رتیکا بھی کھڑی ہوئی تھی۔

"ٹرکر کی ہار کا جشن منانے۔" وہ مسکراہٹ دباتے کہہ رہا تھا۔ اسد کو اس کی مسکان جھوٹی لگی۔ غصے کی آگ میں لپٹی جھوٹی مسکان۔

"نہیں براق، ہم ابھی اسی وقت گھر جا رہے ہیں اور تم میرا کہا مانو گے انڈرسٹینڈ۔" اسد جانتا تھا اس وقت اگر اس نے براق کو تنہا چھوڑ دیا۔ مطلب کسی بڑی مصیبت کو گلے لگا لیا اور فی الحال وہ کوئی بھی مصیبت افورڈ نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ براق ہی کیا جو کسی کی بات مان لے۔ اسد کا شانہ تھپک کر آگے بڑھ گیا۔

"براق! میں نے کچھ کہا ہے۔"

اسد کی آواز پر وہ مڑا اور پھر جو اس کی نظریں تھیں۔ یہ رتیکا اور اسد ہی جانتے تھے۔ الاؤ میں دہکی سخت خون آشام نگاہیں اور لبوں پر مسکان۔ وہ کچھ نہیں بولا صرف اسد کو دیکھا اور ہاف سلیو والی ٹی شرٹ میں جھلکتا ٹیٹو زدہ بازو سہلاتا ہوا دروازہ پار کر گیا۔

۞......۞......۞

"آپ کا جانا ضروری ہے کیا؟" وہ منہ بسورے چاچو کے سامنے کھڑی تھی اور دعا مونگ پھلی کھاتے اس میلوڈرامہ کو بڑا انجوئے کر رہی تھی۔ بخدا اسے بالکل بھی کسی سٹار پلس کے ڈرامے کی ضرورت نہیں تھی یہاں ہی اس کے مزے پورے ہو جاتے تھے۔

"آف کورس۔ وہاں کا وزٹ ضروری ہے۔ دو دن میں تو آ جانا ہے میں نے اور بیٹا آج بتائیں گی آپ اتنی

بضد کیوں ہو رہی ہیں بالکل کسی پیٹو کی طرح۔" انہوں نے کن انکھیوں سے دعا پر چوٹ کی تھی جو مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح اس بات کو اگنور کر گئی۔

"اب چلیں مجھے بہت دیر ہو رہی ہے۔" انہوں نے اپنا چھوٹا ٹرالی بیگ اٹھا لیا۔

"بھئی میں نے نہیں جانا چھوڑنے۔ میرا سیریل آنا ہے۔"

چاچو نے کڑوی نظروں سے اسے دیکھا۔ سولیم کو اس پر غصہ آیا۔

"تم کسی سیریل سے کم ہو کیا۔ چپ چاپ اٹھو اور چلو میرے ساتھ کوئی بسرا ہوا منہ نہیں۔"

دعا کے چھوٹے احتجاج کو اس نے نظر انداز کرتے ہوئے حکم صادر کیا۔ چاچو کو اس پر فخر ہوا۔ گاڑی میں پھولے ہوئے منہ کے ساتھ وہ بیٹھی تھی یہ منہ ایئر پورٹ تک برقرار رہا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا، میں جانتا ہوں میرا بچہ بہت بہادر ہے۔" چاچو نے محبت سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ دو انگارہ آنکھوں نے اس منظر کو خوب حافظے میں بھرا۔ دعا نے دانت نکالتے ان باپ بیٹی کے سین کو انجوائے کیا۔ سولیم نے اپنے بھرتے دل پر بند باندھا جس طرح کی سنگین صورتحال تھی وہ نہیں چاہتی تھی۔ چاچو دو سیکنڈ کے لئے بھی اس کی نظروں سے دور جائیں۔

"جی۔" سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس نے زیادہ تسلی خود کو بھی دی۔

"اور اس کا بھی بڑی بھاری ذمہ داری ہے لیکن میں جانتا ہوں میرا طاقت ور بچہ اسے بھی نبھائے گا۔" دعا کے بال خراب کرتے ہوئے انہوں نے پھر اس کے وزن پر چوٹ کی تھی اب وہ چپ نہیں رہ پائی۔

"ہا، طاقت ور بچے سے کبھی تو ماری نہیں جاتی، دعا گوندل کو سنبھالے گی اور خبردار جو آئندہ میرے وزن پر چوٹ کی ہو تو ماشاءاللہ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق ہے میرا۔ سوکا کڑ بننے کا مجھے قطعی شوق نہیں ہے۔ آئے بڑے کہنے والے خود کو دیکھو کیسے ہماری پولیس کی طرح توند، آں نہیں میں تو کہہ رہی تھی ماشاءاللہ سے آج کل بڑے صحت یاب ہو رہے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ اللہ ہمیشہ یونہی فٹ فاٹ رکھے۔ توند تو بالکل بھی نہیں بس یہ سویٹر ایسا ہے۔"

چاچو کے سینے پر ہاتھ باندھ کر اسے بھرپور موڈ میں سننے پر اس کی سیٹی گم ہوئی تھی۔ وہ جانتی تھی یہ پوز تبھی ہوتا

ہے جب اس بیچاری کی پاکٹ منی گم ہونے والی ہوتی ہے اور وہ اس مہینے کی اپنی پاکٹ منی کو ہرگز نہیں گنوا سکتی تھی تبھی فوراً سے بات اور آواز بدل گئی۔

سولیم نے جھنجھلا کر اس کی بات کاٹ دی۔ "دعا! تم اپنی فضول گوئی کو بریک لگا سکتی ہو پلیز۔"

"نہیں بیٹا بولنے دیں اسے۔ مجھے بھی تو پتا چلے باپ کی کس کس چیز پر نظر ہے اس کی۔" چاچو نے سولیم کو اپنے پاس کر کے دعا کو ہاتھ سے شروع ہونے کا اشارہ کیا۔

"توبہ توبہ، ایک مرد ایک بوڑھے ہوتے مرد کو اپنے وزن کی بات کیسے تیر کی طرح لگی ہے اور مجھ بیچاری کو جو آئے دن یہ بوڑھا ہوتا انسان تنگ کر رہا ہے وہ یا اللہ یہ تو کھلا تضاد نہیں دماغ سوچ رہا تھا لیکن۔"

اس نے تھوک نگلا۔

"ارے میں اپنے پیارے ڈیڈی کی کسی چیز پر کیوں نظر رکھوں گی۔ آفٹر آل آپ میرے ڈیڈی ہیں مجھے آپ سے پیار ہے اور میں چاہتی ہوں میرے ڈیڈی اتنے موٹے ہو جائیں کہ مجھے دعا خانم کو آسانی سے اٹھا سکیں۔"

وہ مکھن لگانے کی انتہا کرتے ہوئے ان کے سینے سے لگی تھی۔ طاہر نے مسکراہٹ دبائی۔ سولیم نے اس کی کہنی پر چپت رسید کی تھی۔

"پکی ڈرامے باز ہو تم۔" (ہاں تم دونوں باپ بیٹی پر جو گئی ہوں۔ طاہر کے سینے سے لگی وہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ہنسی والی مسکراہٹ سے سوچ رہی تھی) چاچو نے سولیم کو بھی خود سے لگایا اور پھر اپنے نام کی اناؤنسمنٹ ہونے پر آگے کو چل دیے۔

"یار سولیم! ایک بات کہوں۔" مونگ پھلی کے بچے کھچے دانے کھاتے ہوئے وہ طاہر گوندل کے غائب ہونے پر بولی۔

"ہاں کہو۔" سولیم نے چاچو کے مڑنے سے پہلے ان کو دیکھنے پر زور سے ہاتھ بلند کر کے ہلایا۔

"ہماری......آزادی۔" وہ دونوں ہاتھ کھڑے کیے زور سے چیخنے لگی۔ سولیم اس کے چیخنے پر سٹپٹا گئی۔

"حد ہے دعا حد ہے۔" تیز تیز چلتے ہوئے وہ خوشی سے مخمور دعا کو جھڑکتے ہوئے بولی۔

”حدیں ہی تو ختم۔ وہ بھی دو دن کے لئے۔ یار سولیم خبردار جو تم نے یہ اپنی ڈھائی گز کی ٹانگ اڑائی میری آزادی کے بیچ۔ بخدا کاٹ نہ دی نا تو میرا نام بھی ارے نہیں یار میری جان تم بہت اعلیٰ ہو۔ ساتھ مزے کریں گے کیا یاد کرو گی تم لیکن واقعی اگر تم نے کوئی چوں چرا کیا، بھئی دونوں ہی باپ بیٹی ایک جیسے ہو میری خوشیوں سے جلنے والے۔ اُفف سولیم اُفف، میں نہیں جا رہی پارکنگ میں۔ اب خود نکال کر آؤ گاڑی۔“

وہ سولیم کے بالکل چاچو کی نظروں سے گھورنے پر جھنجھلا گئی۔ لگتا تھا جیسے وہ جاتے ہوئے اپنی آنکھیں اسے ادھار دے گئے ہوں۔ سولیم نے گہرا سانس بھرا اور پارکنگ کی سمت بڑھ گئی۔ بیوقوف دعا ابھی کھڑی تھی اب وہ تنہا ہیں۔ یہ نہیں جانتی مسلسل پیچھے چلتا باڈی بلڈر ٹائپ کا انسان ان کا باڈی گارڈ ہے جسے چاچو جاتے ہوئے ہائر کر گئے تھے۔ واقعی اس لڑکی کا کچھ نہیں ہونے والا۔

اس نے دور سے ہی گاڑی کو ریموٹ سے ان لاک کیا۔ ٹوں ٹوں کی آواز ایک سیکنڈ کو پھیل کر بند ہو گئی۔ پھر وہ آواز دوبارہ فضا میں بلند ہوئی پھر بند ہوئی پھر گونجی پھر رکی۔ سولیم نے سنسان پڑے پارکنگ ایریا پر نظریں دوڑائیں اور جلدی سے اپنی گاڑی کی سمت بڑھی۔ لب آیت الکرسی دھرانے لگے۔

”تیز قدم بھی کوئی معنی نہیں رکھتے جب زمین ایک جگہ جامد ہو جائے تمہاری زمین تو اب ویسے ہی تنگ پڑنے والی ہے گول گول گھوم کر واپس تم نے اسے مقام پر آنا ہے جہاں سے چلنا شروع کیا تھا۔“

سولیم مڑی نہیں ویسے ہی کھڑی رہی۔ وہ ہلا نہیں وہیں اس کے پیچھے بولتا رہا۔

”جب ظلم کی انتہا ہو جاتی ہے نا تو ظالم کو سزا دینی ہی پڑتی ہے۔ اب خود بتاؤ کیا سزا تجویز کروں تمہارے لئے۔ خود کو تم میں بسا لوں یا تم کو خود میں۔ بخدا دونوں سزائیں قاتلانہ ہیں اور تم تو پہلے دن سے ہی ظالم ٹھہری ہو۔“

سولیم نے قدم آگے بڑھائے۔ وہ واضح اپنے قدموں کے ساتھ دوسرے قدموں کی چاپیں سن سکتی تھی۔

”اور جو آج تم نے کیا ہے یقین کرو آج تمہاری وجہ سے میرا کریئر تباہ ہو گیا۔“ آگ بھری آواز تھی۔ تیز چبھتی ہوئی جیسے بدن میں گرم سلاخیں پیوست ہو رہی ہوں۔

”اللہ اعمال کا بدلہ دیتا ہے براق شاہ۔ کسی کو آخرت میں تو کسی کو دنیا میں جو تمہارے ساتھ ہو رہا ہے وہ تمہارا بویا ہوا ہے، کبھی غور کرنا الزامات کی سطریں کم پڑ جائیں گی۔“

وہ نیوز دیکھ چکی تھی۔ براق کی تباہی سے واقف تھی اور نا جانے کیوں ٹھنڈی بھی۔

''صحیح کہا دنیا میں بھی بدلے ملا کرتے ہیں۔'' سولیم نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ براق نے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر جھٹکے سے بند کر دیا۔ ضبط کی ٹھنڈی لہر اپنے اندر بہتے ہوئے محسوس کر کے سولیم نے خود کے سامنے دور کھڑے گارڈ کو دیکھا جو براق کے اشارے سے مزید دور جا کھڑا ہوا تھا۔

''بکاؤ کہیں کا۔''

''اور جو دنیا میں ملا کرتا ہے نا اس کا نعم البدل کوئی نہیں۔''

''یہ تم جیسا انسان ہی سوچ سکتا ہے۔'' سولیم نے اس کے وجود کو خود کے انتہائی قریب محسوس کرتے ہوئے اسی کے جیسے سلگتے لہجے میں کہا اور پھر سے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ پر اس بار بھی براق کی انگلیوں نے اسے کھلنے نہ دیا۔ وہ ادھ کھلا تھا۔ سولیم سینے پر بازو باندھ کر پلٹی۔

براق نے ہڈی میں اپنا سر آنکھوں تک اور چہرہ ماسک سے چھپایا ہوا تھا یوں سولیم فقط اسکی جلتی سرخ آنکھوں کے اور کچھ نہ دیکھ سکتی تھی، نہ اس کے چہرے پر پڑے زخم اور نہ ہی چھٹی ہوئی بھنور۔

''مجھے مجبور مت کرو براق شاہ۔ اگر میں مجبور ہوگئی نا تم بہت پچھتاؤ گے، ہاتھ ہٹاؤ مجھے جانا ہے۔ دعا میرا انتظار کر رہی ہے۔''

سینے پر بازو باندھے وہ سیاہ نقاب میں چھپے چہرے سے مخاطب تھی۔ سیاہ نقاب والے کی شاید مسکراہٹ پھیلی۔ لبوں نے وہ کہا جو اس عبایا والی نے سنا۔

''دعا، ہاں دعا وہ ضرور تمہارے ساتھ کسی بہت ...... بہت ...... بہت اچھے باکسر کا بھی انتظار کر رہی ہوگی۔ کیوں نا اس کی زندگی میں انٹری ماری جائے۔''

اور سولیم کو لگا۔ پورے پارکنگ ایریے کی چھت اس کے وجود کو زمین میں دھنسا گئی۔ پہلی بار فقط پہلی بار وہ حقیقی معنوں میں خوف زدہ ہوئی۔

''ہونہہ، تمہیں لگ رہا ہے ایسی باتیں کر کے تم مجھے ڈراؤ گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ دعا میری بہن ہے جب تم میرا کچھ نہیں بگاڑ پائے تو اس کا کیا بگاڑ سکو گے۔''

ایک خیال ہی ہوتا ہے جو مضبوط بنائے رکھتا ہے ایک تسلی ایک امید ایک مان جو ابھی سولیم میں وافر مقدار میں پایا جا رہا تھا۔

''میں ڈرا نہیں رہا لیڈی۔ تم ڈر رہی ہو اینڈ ڈونٹ وری، اس میں کوئی چارم نہیں۔ جو سرور ہے تم میں ہے میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو گرانے کیلئے ریڑھ کی ہڈی پر وار کرتے ہیں۔ میں تو صرف یہ دیکھ رہا تھا اگر کبھی کسی کا ووٹ چاہیے ہو تو وہ کون ہوگا تمہارے گھر سے جو میرا ساتھ دے گا اینڈ تھینکس ٹو یو مجھے یہ بتانے کیلئے کہ تمہاری دعا میری طرف ہے۔ سی یو سون سولیم۔''

اور پھر وہ چلا گیا۔ سولیم نے زوردار ٹھوکر گاڑی کو لگائی تھی۔ پتا نہیں کیوں آنسو بہنے لگے۔

''حد ہے یار، کب سے چابی ہاتھ میں لئے کھڑی ہو، اب جاؤ بھی۔ لے کر آؤ گاڑی پارکنگ لاٹ سے اور یاد رکھو میں نہیں جا رہی تمہارے ساتھ۔ میں شدید خفا ہوں۔''

دعا کے جھنجلاتی آواز سے وہ چونکی۔ آنکھوں میں تحیر لے کر وہ دعا کو دیکھ رہی تھی۔ مکینکی انداز میں اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ وہ تو وہیں کھڑی تھی دعا کے ساتھ۔ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی پھر وہ کیا تھا جو ابھی ابھی ہوا۔

''مائی گاڈ'' اس نے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر حیران کن نظروں سے دعا کو دیکھا۔

''تم میرے ساتھ چلو گی ورنہ میں نہیں جا رہی۔''

عبایا والی نے اپنے الفاظ سنے تھے۔

✿......✿......✿

''سنبل''

پتا نہیں کتنی زمین ناپ کر کہاں کہاں اپنا غصہ نکال کر جب اسد اس ایکوریم فلور والے گھر پہنچا تو غیر معمولی سناٹا اسے چونکا گیا۔ وہ کمینہ وہاں تھا جہاں کا اس نے سوچا بھی نہیں تھا اس کے تیز قدم اوپر کی منزل پر بنے جم کی طرف تھے۔ سیڑھیوں پر آواز پیدا کرتے ہوئے بھاگتا وہ جم کا دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھولتا اندر آیا۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں کچھ دیکھ نہیں پائیں۔ سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر اس نے اس اندھیرے میں روشنی

بکھیری اور خود کو گہری کھائی میں گرا گیا۔اس کا دل نیچے گرا تھا۔

''براق۔'' دل بولا۔اس کے لب نہیں ہلے۔وہ وہیں ڈھیلا کھڑا رہا۔اس سے کچھ فاصلے پر پنچنگ بیگ مدھم آواز کے ساتھ ہل رہا تھا۔نیلا بیگ دو جگہ سے سرخ رنگ میں رنگا تھا۔کوئی مائع سا تھا جو اس پر سے ٹپک رہا تھا۔چکنی جلد پر چپکا خشک جمتا خون بوند بوند گر رہا تھا۔اسد کے نظریں بوندوں سے نیچے پھسلیں۔وہ چت دونوں بازو پھیلائے لیٹا یک ٹک کسی نقطے کو کھوجے جا رہا تھا۔اس کے وجود پر سرخ لکیر بے ترتیبی سے پھیلی ہوئی تھی۔وہ خود بھی بے ترتیب سا تھا۔اسد نے قدم اٹھائے،صدیاں پار کرتا اس تک پہنچا اور بیگ کو ہلنے سے روکا۔اب خون کی بوندیں براق کے پیٹ پر گر رہی تھیں۔

''تو اٹھے گا یا میں اٹھاؤں؟''

وہ لیٹا رہا۔میڈیا میں جو اس کے کردار،اس کے کریئر کی دھجیاں اڑائی گئی تھیں وہ واقعی اس جیسے خود پسند بندے کیلئے کوئی عام بات نہیں تھی۔وہ خود سے اور خود کی ذات سے بہت لگاؤ رکھتا تھا۔بہت محبت کرتا تھا اور آج خود کو ہی بیمول ہوتے دیکھ کر بے بس تھا کہ جو ہوا تھا اس کی وجہ سے ہی ہوا تھا۔

''وہ آئی اور مجھے تباہ کر گئی اور میں چاہ کر بھی اسے کچھ نہ کہہ پایا۔''مجسمے کے لب ہلے۔

''اس نے بیچ پبلک کے باکسنگ رنگ میں عین میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھے برباد کر دیا اور میں کچھ نہیں کر پایا۔اس نے مجھ پر حملہ کیا مجھے مارا یہاں۔''انگلی اپنی بھنور پر رکھ کر اشارہ کیا۔''اور میں اسے روک نہ سکا۔کیوں......کیونکہ میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا لیکن میں اسے برباد ضرور کر سکتا ہوں۔بالکل اس طرح جس طرح وہ کر گئی ہے لیکن مجھے اپنے یہ لفظ بھی کھوکھلے لگ رہے ہیں۔میں اپنی سوچوں سے پریشان ہوں۔چاہ کچھ رہا ہوں ہو کچھ رہا ہے اب مجھے اس کے قریب رہنا ہے لیکن اس سے پہلے۔''

براق یکدم کھڑا ہوا۔خون اسکے کپڑوں پر جم چکا تھا۔اس کے دونوں ہاتھوں کی جلد پھٹی ہوئی تھی۔گلوز ندارد ہینڈ ریپ بھی نہیں تھا اور ہاتھ کی جلد سے خون اب بھی بہہ رہا تھا۔اسد کو افسوس ہوا اور براق کی بات کھٹک گئی۔

''میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ کرواؤ،براق شاہ کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرو۔وہ کچھ عرصے کیلئے بریک چاہتا ہے ڈاکٹر کے انڈر آبزرویشن ہے۔اس کی دماغی حالت خراب ہے وہ شدید فرسٹریشن میں ہے پھر اس کیلئے ایک

سائکاٹرسٹ ڈھونڈو پھر اس کی اپائنٹمنٹ ڈاکٹر سولیم سے لو لیکن ان سب سے پہلے سڈنی کیلئے ایک سیٹ بک کرواؤ۔"

بھاری بوجھل آواز، لڑکھڑاتا وجود، سرخ آنکھیں۔ وہ مکمل طور پر مدہوشی کی حالت میں تھا۔ ادھ کھلی آنکھوں سے اسد کو دیکھ کر اگلے دنوں کا لائحہ عمل طے کر رہا تھا۔

"اس کے ساتھ کیا کرے گا؟" براق اس سوال پر ہنسا۔ لڑکھڑاتے ہوئے اسد کے مقابل آن کھڑا ہوا۔

"کیا کرنا چاہیے؟"

"وہ ویسی نہیں ہے اس سب میں شاید اس کا قصور بھی نہیں ہے۔ اسے چھوڑ دے جو مس پھیلا ہے ٹھیک ہو جائے گا مجھ پر یقین رکھ۔"

براق اسے خون آشام نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر اس کے خون آلود ہاتھوں نے اسد کا گریبان پکڑا تھا۔

"اس نے باکسنگ رنگ میں کھڑے ہو کر میری سوچ پر وار کیا۔ میری آنکھوں سے بینائی چھین کر ان میں اپنے رنگ بھرے۔ میرے دماغ کو اپنی مٹھی میں قید کر کے مجھے بے بس کر ڈالا۔ مجھ پر وار کیا۔ اس نے مجھے بھرے مجمع میں بے بس کر ڈالا۔ مجھے، براق شاہ کو اور تو کہہ رہا ہے اس کا قصور نہیں ہے۔ اول روز سے وہ مجھ پر اپنی مرضی تھوپتی آ رہی ہے۔ مجھے زیر کرتی آ رہی ہے اور اب بھی اس کا قصور نہیں ہے۔ نہیں اسد، سب قصور ہی اس کا ہے اور اسے اس چیز کی سزا ملنی چاہیے۔ ملنی چاہیے اس کی سزا یہی ہے کہ براق شاہ اس کے ساتھ رہے۔ ہے نا؟"

اس کا گریبان پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے وہ تصدیق چاہ رہا تھا۔ اثبات میں سر ہلانے کے سوا اسد کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ تمام سیٹ اپ ویسا ہوا جیسا براق چاہتا تھا۔ میڈیا میں اس کی ذات اچھلتی رہی تو ٹر کر بھی بچا نہیں۔ دوسروں کو تباہ کرنے والے یونہی انجام کو پہنچتے ہیں۔ براق کیلئے بری سوچ رکھنے والا قدرتی طور پر خود بھی گھن کی طرح پسا اور کیا خوب پسا۔

آآآآ...... میز کی تمام چیزیں زمین بوس ہو چکی تھیں پورا کمرا کسی کے زبردست عتاب کا شکار لگتا تھا اور وہ کسی دوسرے کے عتاب کا

''مت کرو ایسا اس طرح سے سب ٹھیک تھوڑی نہ ہو جانا ہے یوں تم اپنی ذات کو بھی نقصان دے رہے ہو۔''
پیٹر نے اپنے ہوش وخرد سے بیگانے بیٹے کے بازو تھامتے ہوئے اسے روکا جو غصے میں چیزیں توڑنے کے ساتھ خود کو زخمی بھی کر گیا تھا۔اس کا خون بھی سفید ماربل پر جا بجا پھیلا تھا۔
''اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا۔وہ جان کر نہیں لڑا۔اس نے مجھے برباد کرنا چاہا۔اس نے میرا شروع ہوتا کریئر تباہ کرنا چاہا۔میں اس کی زندگی۔اس کی ذات کو تباہ کر دونگا۔'' وہ حلق کے بل دھاڑا تھا۔اتنا اونچا کہ اس کی گردن کی رگیں کھنچ گئی تھیں۔
''اس نے اگر تمہیں برباد کرنے کا سوچا تو دیکھ لو خود وہ کتنا اچھل رہا ہے۔تم سے زیادہ ٹرکر، وہ بدنام ہو رہا ہے۔جس طرح تم نے اسے پیٹا جس طرح وہ تم سے پٹا گیا یہ اس کیلئے بہت بڑی گالی ہے۔تم دیکھو نیوز میں کس طرح اس کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں اور وہ کلپ ضرور دیکھو جس میں تمہارا آخری پنچ کھا کر وہ زمین پر گر رہا ہے۔ٹرکر، ٹرسٹ می تم پر اتنے الزام نہیں لگ رہے جتنے اس پر لگ رہے ہیں۔جتنا وہ بدنام ہو رہا ہے۔اس نے تمہارے لئے سیٹ اپ بنایا اور خود اس میں پھنس گیا اور کیا تمہیں پتا چلا اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔اس کی حالت بہت خراب ہے، وہ ہاسپٹل میں ہے۔ڈاکٹرز کا کہنا ہے اس کا دماغ اس حادثے سے بہت متاثر ہوا ہے ٹرکر، براق شاہ اب ختم ہے۔''
پیٹر کی انفارمیشن پر اس کی آنکھوں میں تحیر ابھرا۔پھر وہ جھٹکے سے اٹھا اور ٹی وی آن کر دیا۔پیٹر کا بتایا ہر لفظ سچا تھا۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔
''میں مان ہی نہیں سکتا یہ خبر جھوٹی ہے۔براق شاہ نے بریک لیا ہے ڈیڈی اور اس کا یہ بریک اس پر کافی بھاری ثابت ہونے والا ہے۔میں ٹرکر سان اس باکسر اور اس کی محبوبہ کو ایسی اذیت دینے والا ہوں کہ ان کی سات پشتے یاد رکھیں گی۔''
اس کی آنکھوں میں بدلے کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ان چنگاریوں میں جھانکو تو کچھ دن آگے کو نکلتے ہیں، وقت جگہ بدلتی ہے ملک بدلتا ہے اور لوگ بھی ان انجان لوگوں کے بیچ وہ اپنی بھنور پر پٹی باندھے جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے چلتا ہوا نظر آتا ہے جس کے منہ میں چیونگم ہے اور چہرے پر سوچ کی لکیریں۔دفعتاً اپنی سوچوں میں

گم اس انسان کا سیل گنگنا اٹھتا ہے۔ رتیکا کالنگ، چوگم چباتے لب جامد ہوئے۔ ماتھے پر لکیر پڑی اور کال اٹھا لی گئی۔

”یہ ٹھیک نہیں ہے براق! میں گیارہ دنوں سے تمہارے ساتھ ہوں اور تم ہو کہ مجھے وقت ہی نہیں دیتے۔ میں اس لئے تو نہیں آئی تھی تمہارے ساتھ کہ تم مجھے یوں اگنور کرو۔“ شکوے سے بھرپور آواز کو سنتے ہوئے اس نے سیل کان سے دور ہٹایا اور اس کی بات ختم ہونے سے پہلے بولا۔

”تو کس نے کہا تھا آنے کو۔ چلی جاؤ واپس۔ مجھے کونسا تمہاری ضرورت ہے۔“

رتیکا نے نمی پرے دھکیلی اور متوازن لہجے میں بولی۔

”جانتی ہوں تمہیں کسی کی ضرورت نہیں لیکن مجھے تمہاری ضرورت ہے براق۔ پلیز پچھلی باتوں کو ماضی سمجھ کر بھول جاؤ میں آج بھی تمہارے پرپوزل کو دل سے لگائے بیٹھی ہوں۔“

وہ ہنسا طنزیہ ہنسا۔ رتیکا نے بغور اس کی اس کاٹ دار آواز کو سنا۔

”میرے پرپوزل کو اور اس روہت کو بھی رائٹ بے بی۔ اب تم اتنی بھی اچھی نہیں ہو یا میں تمہیں اتنا بھی پسند نہیں کرتا کہ تم میرے ساتھ ہوتے ہوئے دوسروں کی بانہوں میں جھولو۔ تم وہ انسان تھی شاید جسے میں کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتا تھا اب تم وہ انسان ہو جو جس کے ساتھ بھی ہو میری بلا سے۔“

رتیکا نے لب کچلے۔

”میں تمہاری پسند تھی اور پسند اتنی جلدی نہیں بدلا کرتی براق اور رہا روہت تو اسد کے بلانے پر میں اس سے بریک اپ کر آئی تھی۔ میں نے کہا نا میں آج بھی تمہاری منتظر ہوں۔“

”اسد کی تو مت ماری گئی تھی جو یہ سمجھا میں تمہاری آمد سے خوش ہونگا۔ میں نے خود تمہیں چھوڑا تھا لیکن شاید وہ ہماری آخری کنورسیشن میں تمہارے متعلق باتوں سے کچھ غلط سمجھ گیا کوئی نہیں میں نے اب اسے سمجھا دیا ہے تم بھی سمجھ جاؤ تو بہتر ہے۔“

”لیکن براق میں تمہاری پسند تھی۔“ اس نے شدید جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ کتنی دھوم مچی تھی ان دونوں کی جوڑی کی میڈیا میں۔ اس کے فینز اور حلقہ احباب نے کتنا سراہا تھا اسے براق اور وہ واٹ آ پرفیکٹ میچ۔

"تھی۔" براق نے تصحیح کی۔ "رتیکا! غور سے سنو دوبارہ تم "تھی"، ہو نہیں، سمجھ آئی۔ یاد رکھو کسی کی کوئی چیز ادھار لینے پر آپ اس جیسا نہیں بن جاتے۔"

رتیکا اس کی آخری بات پر چونکی تھی۔ کس کی کیا چیز لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کہتی لائن بے جان ہوگئی۔

تھوڑی دیر بعد ایک میسج ابھرا۔

"جتنے گولڈن دن تم نے اپنے ضائع کیے ہیں ان کا چیک میری ٹیبل پر رکھا ہے۔"

اس نے غصے سے سیل بیڈ پر پھینکا اور سر دونوں ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گئی۔ دوسری جانب براق نے گہری سانس لیتے ہوئے تنے تاثرات سے سامنے دیکھا اور ٹھٹک گیا۔

"سنبل۔" اس کے لب ہلے۔ ساتھ میں پاؤں بھی۔

"سنبل رکو۔" وہ آواز دیتا ہوا میٹرو سٹیشن کی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے کو اترا جہاں موٹے فربہی مائل وجود کی حامل عورت چھوٹے قدموں کے ساتھ چل رہی تھی۔ براق نے اسے سیکنڈ میں پہچان لیا۔ پہچانتا کیوں نہیں اس کی ایکس منکوحہ جو رہ چکی تھی وہ۔

"سنبل سٹے۔" وہ دوڑتا ہوا اس کے سامنے آن رکا۔ مرجھائی ہوئی رنگت کی اس عورت نے شاک کے عالم میں ہڈی میں ڈھکے چہرے والے جوان آدمی کو دیکھا۔

"براق!"

❂ ..... ❂ ..... ❂

"لوسا ہم مل سکتے ہیں"

فضا میں مسحور کن خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان لال تھا اور سورج دہکتے ہوئے تانبے کی مانند بھورا مائل۔ ٹھنڈی ہوا میں غور کرو تو مٹی کی نامحسوس سی خوشبو آتی تھی جیسے آندھی آنے والی ہو۔ اس خاموش سے موسم میں دعا کی زبان چپڑ چپڑ چل رہی تھی اور زبان کے ساتھ ہاتھ بھی۔

"آہ دعا آہ، لڑکی! تم سے اب تک کام مکمل نہیں ہوا۔ جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ۔ اف۔ سب کیا کہیں گے دعا نے گھر بلایا اور کھانا بھی تیار نہیں کیا۔"

وکٹورین طرز کی گھٹنوں کو چھوتی سفید فراک جس پر چھوٹے چھوٹے ادھ کھلے گلاب بنے تھے بڑی ساری بو والا گلا نیچے سفید ٹائٹس سر پر تتلی والا پنک بینڈ گلابی ایپرن اور انہماک سے کام کرتی اور خود سے ہی بڑبڑاتی دعا سولیم نے فرصت سے اس کا معائنہ کیا جو چاچو کی آمد سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی تھی۔

آج ان کے گھر ہینگ آؤٹ تھا اور دعا اسی کی تیاریوں میں لگی تھی۔سولیم نے پہلے سے صاف گھر کو ڈسٹنگ کر کے صاف کیا اور مزے سے ٹی وی لگا کر بیٹھ گئی۔کلینک کو اس نے خدا حافظ کہہ دیا تھا لیکن چاچو کے بہت زور دینے اور جینی کے بار بار اصرار اور سب سے بڑی بات بیچ میں رہتے اس کے مریض جن کا وہ علاج کر رہی تھی اس بات کو سوچتے ہوئے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ صرف تب تک "دی مائنڈ" جائے گی جب تک وہ اپنے چند پیشنٹس کا علاج مکمل نہیں کر لیتی لیکن فی الحال کیلیے اس نے چھٹیاں لی تھیں اور آف کورس مزے کر رہی تھی۔گھر رہنا بھی دنیا کا سب سے مزیدار کام ہے۔سولیم نے دعا کا دیکھتے ہوئے سوچا جواب بھی بولے جا رہی تھی۔

"یہ کٹلس اف،اف،اللہ یہ کیا ہو گیا۔" اس نے خراب ہوتے کٹلس کو دیکھا اور زور سے ٹرے پیچھے کی خون آشام نگاہوں سے اسے دیکھتی سولیم کو دیکھا اور وہیں سے ہاتھ نچاتی چیخی۔

"میں نے سنا تھا بہنیں مصیبت کے وقت شانہ بشانہ کھڑی ہوتی ہیں لیکن یہاں دیکھ لو محترمہ کو مجھ سے زیادہ یہ بکواس سا جانوروں والا چینل پسند ہے۔میں بتا رہی ہوں لیڈی ایک نوالہ نہیں دوں گی تمہیں۔اپنی پارٹی کی کسی بھی چیز میں سے اور ہاں قدم رکھنے کا تو سوچنا بھی مت۔"

سولیم نے کیا ہوا والے انداز میں شانے اچکائے گویا جلتی پر تیل چھڑکا۔

"کیا ہوا،واقعی صبح سے دیکھ رہی ہو میں کولہوں کے بیل کی طرح کام میں جتی ہوئی ہوں اور اب بھی پوچھ رہی ہو کیا ہوا؟ ایک فقط ایک ڈش تیار کی ہے میں نے وہ کشمیری چاول بغیر سلاد اور چٹنی کے باقی یہ کٹلس دیکھو۔" دعا نے اس کٹلس کا تیار کیا ہوا سامان آگے کیا جس کی تو رنگت ہی عجیب تھی۔سولیم نے واؤ کے سے انداز میں بھنویں اچکائیں۔

"یہ دیکھو یہ بھی خراب۔اب بتاؤ میں کروں کیا پارٹی شروع ہونے میں تین گھنٹے باقی ہیں اور کچھ بھی ریڈی نہیں۔واللہ پتا نہیں وہ ناول کی کونسی ہیروئنز ہوتی ہیں جو دو۔" اس نے آگے جھک کر و کٹری کا نشان بنایا۔ایسے کہ

آنکھیں نکلی ہوئی تھیں اور رنگت سرخ تھی۔ ”صرف دو گھنٹے میں یہ براتیوں کا کھانا تیار کرنے کے ساتھ ساتھ گھر کو بھی چمکا دیتی ہیں، نہیں مطلب چھوڑنے کی بھی حد ہے۔“ تیز تیز ایک سانس میں بول کر اس نے گہرا سانس لیا۔

”تو اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے میں......“

دعا آنکھیں نکال کر پھر آگے کو جھکی۔ دماغ میں بادل نما خالی جگہ ابھری اور وہاں لفظ آپس میں ملنے لگے۔

”نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ جو ہیروئنوں والی فلاسفی ہے وہ یہاں ہرگز نہیں چل سکتی۔ اپنی سولیم کو میں جانتی ہوں بھلے سب نہیں کچھ چھ آتا ہو لیکن اتنی تیس مار خاں نہیں ہے کہ تین گھنٹوں میں یہ سب کر لے۔“ اس نے دونوں ہاتھوں کی تینوں انگلیاں اٹھا کر اپنے منہ کے سامنے کیں اور سولیم کو سننے لگی جو کہہ رہی تھی۔

”میں آرڈر کر دیتی ہوں جو جو تم نے منگوانا ہے گھر میں ریڈی کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کونسا ان میں سے کسی نے تم سے فرمائش کی ہوگی کہ دعا خانم مجھے آپ کے ہاتھ کا بنا ہی کھانا ہے۔ کم آن پارٹیز میں کون گھر میں کھانا بناتا ہے۔“

منٹوں نہیں سیکنڈوں میں اس نے مسئلہ حل کر دیا۔ اس نے تو ناولز کی ہیروئنز کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ دعا نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

”میں بھی ناپاگل ہوگئی ہوں۔ ٹھیک کہا تم نے پاکستانی کھانے تو یہاں سے بھی ملیں گے میں وہ ہی آرڈر کر دونگی۔ خوامخواہ ماما کی باتوں میں آکر خود کو چولہے میں جھونک رہی تھی۔ یہ مائیں بھی نا ایم ٹیلنگ یو بڑی ہی کوئی تیز دماغ کی ہوتی ہیں۔ جان بوجھ کر مجھے الٹے مشورے دیے۔ وقت تو انہیں مجھ سے ہی پڑے گا نا۔ ویسے ایک راز کی بات بتاؤں تمہارے نائٹ میر والی صبح جو پوریاں اور نہاری تم نے کھائی تھی وہ بھی بازاری تھی صرف پراٹھے اور آملیٹ تمہارے چاچو نے بنائے تھے۔“ وہ مسلسل بڑبڑائے جا رہی تھی۔ سولیم مسکائی، مجھے پتا ہے والی نظروں سے اسے دیکھا جبکہ کہا۔

”دعا دماغ تو تمہارا ابھی ہے نا، کیوں نہیں استعمال کیا ہر وقت چاچی کو بلیم مت کیا کرو اور یہ منہ بنانا بند کرو اور مجھے بتاؤ کیا میں بھی کسی کو انوائٹ کر سکتی ہوں۔“

دعا نے سرتاپا اسے گھورا۔

''تم ،تمہاری کونسی دوست ہے جسے تم انوائٹ کرنا چاہتی ہو ہاں۔'' دونوں ہاتھ کمر پر باندھ کر تفتیشی افسر بن کر وہ اس کے سر پر آن کھڑی ہوئی تھی۔

''اف ہولوسا کو میں نے انوائٹ کرنا ہے اور کون ہے یہاں۔'' ریموٹ پھینک کر وہ سیل اٹھاتی کھڑی ہوئی تھی۔

''ہاں لوسا، کیا ہم مل سکتے ہیں۔ نہیں باہر نہیں ہمارے گھر۔ وہ دراصل آج چھوٹی سی۔'' (چھوٹی سی نہیں بڑی۔ دعا وہیں سے چیخی) سولیم نے نفی میں سر ہلایا اور بات وہیں سے شروع کی۔ ''پارٹی ہے تو میں چاہتی ہوں تم بھی آؤ مل بیٹھ بھی لیں گے اور وقت بھی اچھا گزر جائے گا۔''

''آں ڈاکٹر۔ دراصل میں پارٹیز میں نہیں جاتی تو۔''

سولیم نے اس کی بات کاٹ دی۔

''لوسا! تم کسی اور کی پارٹی میں نہیں جاتی ہو گی لیکن میری پارٹی میں تو آؤ گی نا۔ کم آن انکار مت کرو پانچ بجے میں تمہارا ویٹ کروں گی۔''

فون بند کر کے وہ جیسے ہی مڑی اسے زوردار جھٹکا لگا۔ دعا کھوجتی نظروں سے کمر پر ہاتھ باندھے اسے گھور رہی تھی۔

''آہ لڑکی تم نے مجھے ڈرا دیا۔'' دل پر ہاتھ رکھے وہ اس کی سائیڈ سے جانے لگی۔

''بیٹا جی! میں دیکھ رہی ہوں تم آج کل اپنی کرائم پارٹنر کو بھول کر دوسری عوام میں دلچسپی لے رہی ہو۔ مت بھولو یہ میں ہی ہوں جو تمہیں جھیل لیتی ہوں۔ کوئی دوسری ملی نا تو واللہ، دو دن ساتھ رہے گی چوتھے دن تمہیں لات مار کر جائے گی۔''

سولیم نے سینے پر بازو باندھ کر دبی مسکان سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

''تم جیلس ہو رہی ہو نا، ہاں دعا تم جیلس ہو رہی ہو اوہ مجھے یاد آیا کوئی کہتا تھا جیلس ورڈ اس کی ڈکشنری میں نہیں لیکن وہ جیلس ہو رہی ہے۔ کیا وہ ورڈ تھا نہیں یا اب پیدا ہو گیا۔'' ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے وہ سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ دعا کا حلق تک کڑوا ہوا۔

''جلے میری جوتی۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے مینیو لکھنے چلی گئی لیکن یہ بات سولیم ہی جانتی تھی کہ دعا اس کی کسی

دوسرے انسان کی طرف تھوڑا سا بھی جھکاؤ برداشت نہیں کر سکتی تھی تبھی لوسا کو اس طرح منانے پر وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھی کیونکہ وہ جانتی تھی سولیم کسی کو اتنی امپورٹنس نہیں دیتی تھی جو ہے جیسا ہے جیسا چل رہا ہے کی بنیاد پر زندگی جیتی تھی۔کوئی اگر پاس ہے تو ٹھیک ہے نہیں ہے تو بھی ٹھیک ہے وہ اپنی زندگی میں مگن رہنے والی لڑکی تھی۔رشتوں کو خوش رکھنے اور خوش رہنے والی لڑکی۔

''دعا میں کہہ رہی تھی کہ تم فش بھی آرڈر کر دینا۔لوسا کو بہت پسند ہے۔'' اس کی چہکتی چھیڑتی ہوئی آواز ان دیواروں میں گونجی تھی اور ایک اسی کی طرح نسوانی آواز سڈنی کے میٹرو سٹیشن میں گونج رہی تھی۔لہجہ مختلف تھا آواز مختلف تھی لیکن پہچان ایک ہی تھی۔

''براق! تم یہاں آئی مین تم ٹھیک ہو میں نے تمہارے بارے میں نیوز سنی۔'' وہ خوشی و حیرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بول رہی تھی۔منہ پر ہاتھ رکھا تھا اور آنکھوں میں نمی تھی۔

''لانگ ٹائم کیسی ہو؟'' وہ خود بھی اپنے محسوسات سمجھ نہیں پا رہا تھا۔سنبل کو اس حال میں دیکھنا کچھ اچھا نہیں تھا۔

''میں ٹھیک ہوں شاید۔'' اس نے ڈھیر ساری عوام کو دیکھ کر کہا۔

''کیا ہم بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟''

''ہاں کیوں نہیں۔'' وہ اس کے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔براق اسے نزدیکی کافی شاپ میں لے آیا۔

''تمہیں دیکھنا اچھا ہے لیکن تمہیں اس حال میں دیکھنا آئی مین اگر تمہیں برا نہ لگے تو میں جان سکتا ہوں تم ایسی کیسے ہو گئی۔''

گرم گرم بھاپ اڑاتا مگ اس نے ہونٹوں سے لگایا۔سنبل نے اپنے ان چھوئے مگ میں سے اڑتی بھاپ کو دیکھا جن میں ماضی کی تحریریں درج تھیں۔

''کیا تم انہیں پڑھ سکتے ہو؟'' اس نے آگے پیچھے دوڑتے ماضی کو دیکھ کر کہا۔

''نہیں، نہ تم انہیں پڑھ سکتے ہو اور نہ ہی دیکھ کیونکہ یہ میرا ماضی ہے۔یہ کہانی بڑی طویل ہے چھوڑ دو اسے تم بور ہو جاؤ گے۔''

دھوئیں کو ہوا میں تحلیل کر کے اس نے مگ کو منہ سے لگا لیا۔تمام فلم تمام کہانی اس کے حلق کے ذریعے دل میں

جا بیٹھی۔

"اگر تم مرکزی خیال سنا دو تو میں بور نہیں ہونگا۔ ٹرسٹ می۔" آنکھ مار کر وہ اسے ہنسنے پر مجبور کر گیا۔

"کچھ لوگ واقعی نہیں بدلتے تمہارا شمار بھی ان میں ہی ہوتا ہے۔"

"یو آر رائٹ۔ کم آن میں انتظار کر رہا ہوں یہ جاننے کیلئے کہ اتنی خوبصورت اور فٹ لڑکی مسخ کیسے ہو گئی۔"

سنبل کو یکدم وہ کافی زہر سے بھی کڑوی لگنے لگی۔ اس نے اس سیاہ کافی میں اپنا عکس تیرتے دیکھا اور کہنے لگی۔

"ڈائیورس پیپرز ملنے کے بعد میں اٹلی چلی گئی تھی۔ تم سے محبت نہیں تھی جو بھی تھا پیسے کیلئے تھا۔"

براق میں جانتا تھا، والی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"پھر میں جلد ہی حبیب کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ وہ ایک عربی آرٹسٹ تھا۔ اٹلی باقی سب کی طرح خوبصورت پینٹنگ بنانے آیا تھا۔ میری اور اس کی ملاقات ایک اوپن کیفے میں ہوئی پھر اس ملاقات نے کب محبت کا بیج بو یا مجھے پتا ہی نہ چلا۔ تمہاری طرف سے ملی گئی تمام رقم میں نے اس پر خرچ کر دی۔ وہ مجھے سعودیہ لے گیا۔ مجھ سے نکاح کیا پھر جب اس کا بیٹا ہوا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پتا چلا وہ پہلے سے شادی شدہ تھا اور اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا۔ ان دونوں کی اولاد نہیں تھی اور اسے کوئی ایسی لڑکی چاہیے تھی جو اس کی اولاد کو اس دنیا میں لانے کے بعد خود اس کی دنیا سے چلی جائے۔" سنبل نے آنسو نگلے۔ براق نے نارمل نظروں سے اسے دیکھا۔ "اس نے مجھے چھوڑنے کے بعد ایک شیخ کو بیچ دیا وہاں سے میں بکتی گئی پھر میں حامد کے پاس آ کر رکی۔ اس نے مجھے خریدا، شادی کی اور مجھے قید کر دیا۔ اب میں اس کی بیٹی کی ماں ہوں۔ وہ سنکی آدمی ہے مجھے مارتا ہے، پابندیاں لگاتا ہے اور میرے پیچھے اپنے جاسوس چھوڑ دیتا ہے۔ اسے دورے بھی پڑتے ہیں۔ ڈاکٹرز کہتے ہیں وہ دماغی مریض ہے اور اس مرض کا علاج وہ کرنا بھی نہیں چاہتا۔"

"اوہ سیڈ۔" وہ طنزیہ ہنسی۔

"کتنا آسان ہوتا ہے نا کسی کی زندگی کی مشکلات کو سننا۔ کسی کے دکھ کو جاننا اور کہہ دینا سیڈ۔ اداس کیا واقعی تمام عمر کی ریاضت کے لئے یہ چھوٹا سا لفظ کافی ہوتا ہے شاید نہیں کیونکہ جو تکلیف جس نے سہی ہوتی ہے اس کی گہرائی کا اندازہ بھی اسے ہوتا ہے جتنے پتھر چلنے والے کی راہ میں آتے ہیں دشواریوں کا اسے ہی علم ہوتا ہے ہم تو

بس فقط ایک لفظ سیڈ کہہ کر سائیڈ پر ہو جاتے ہیں ہلکی سی چبھتی ہوئی تسلی اور ہمارا کام ختم۔"

"ہاں تم نے ٹھیک کہا سیڈ یہ دنیا کا دوسرا نام ہی سیڈ ہے خیر تم سناؤ تمہاری کیا کہانی ہے۔ بلیوی میں اب بوڑھی ہو گئی ہوں اور ایک سنکی آدمی کی بیوی ہوں وہ جس کا جاسوس ہم دونوں کی ویڈیو بنا رہا ہے آج رات میں پٹنے والی ہوں۔"

بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اس نے بے جان سی آواز میں کہا تھا۔ براق نے چونک کر پیچھے دیکھا ۔وہ آدمی واقعی ان دونوں کی ویڈیو بنا رہا تھا۔ آنکھیں سکیڑ کر اس کا چہرہ دماغ میں سکین کرنے کے بعد وہ سیدھا ہوا اور اگلے ہی پل دھک سے رہ گیا۔

✿......✿......✿

"ڈاکٹر سولیم! میں چاہتا ہوں آپ براق شاہ کا علاج کریں۔"

جاتی سردیوں کی ایک خاص سی صبح میں وہ خاص موڈ کے ساتھ لان میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ یہ ان کی اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے پیچھے بنا پارک تھا اور اس وقت صبح کے چھ بج رہے تھے اور اس چھ بجے کی شبنم آلود نم گھاس پر سولیم شفیق کے ملائم پاؤں دھیرے دھیرے اٹھ رہے تھے۔ سبز گھاس اپنے اندر مسحور کن سی ٹھنڈک لیے ہوئے تھی جو اس وقت سولیم شفیق کے پاؤں کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے تازگی بخش رہی تھی۔

فریش موڈ کے ساتھ اس کا عبایا بھی فریش سا لیمن ییلو تھا اس لیمن ییلو عبایا کے ہم رنگ نقاب میں سے اس نے گہری سانس اندر کھینچی تھی۔ ایک طمانیت اس کے رگ و پے میں بس گئی۔

"آج آپ خوش دکھ رہی ہیں۔"

وہ مسکائی۔ انہیں محبت بھری نظروں سے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"وجہ جان سکتا ہوں؟" ساتھ چلتے مردانہ پاؤں لمحے بھر کو رک کر پوچھنے لگے۔

"بالکل۔" دو نسوانی پاؤں اٹھے۔ ایڑیوں پر گیلی گھاس کے ٹوٹے تنکے اور شبنم کی نمی دیکھی جا سکتی تھی۔

"تو پھر بتائیں۔" مردانہ قدموں نے بالکل ان نسوانی قدموں کے ساتھ خود کو روکا تھا۔

"آج میرے ایک پیشنٹ نے قلبی طور پر صحت یاب ہو جانا ہے اور یہ میرے لئے سب سے بڑی خوشی

ہے۔" گہرا سانس چھوڑ کر اس نے اپنی مسکراتی آنکھوں سے چاچو کو دیکھا۔

"ویل اینڈ گڈ۔ تو اس بات کی ٹریٹ دے رہی ہیں آپ۔ بتا رہاں ہوں۔ پہلے سے ابھی جا کر دعا کو بتا دیں ورنہ اس نے عین جانے کے سمے اپنے وہی رولے ڈالنے ہیں جو ہمیشہ کے اس کے ہوتے ہیں۔"

چاچو دعا کے عین نکلنے کے وقت کبھی میچنگ شوز کے نہ ملنے، گھڑی کے غائب ہونے، سٹولر میچ نہ کرنے یا کلچ میں سلیکشن سے از حد عاجز آ چکے تھے۔ دعا تھی اور اس کی تخریب کاریاں تھیں۔ انہوں نے جھرجھری بھری۔

"پتا ہے مجھے بیوقوف ہے میں ابھی ہی جا کر اسے بتا دوں گی۔" چلنے کا سیشن پھر سے شروع ہوا۔ گھاس کی نمی پھر سے ان کے پاؤں بھگونے لگی۔

"بل میں دو ننگا۔" اس نمی میں غور کرو تو براق کی تحیر زدہ آنکھیں دکھائی دیتی تھیں جن کا محور سنبل تھی۔

گلے پر بہت بڑا کٹ کا نشان، بازو جلا ہوا کان، ایک غائب اور الٹے ہاتھ کی آخری دو انگلیاں ندارد۔ اس نے اس کے دانتوں پر غور کیا۔ نیچے چند دانت جو گال کی وجہ سے چھپے ہوئے تھے وہ ٹوٹے نہیں انہیں جڑ سے نکالا گیا تھا۔

"سنبل۔" براق کے آواز پستیوں سے آئی۔ اس نے ایک بار پھر اس بوڑھی لڑکی کو دیکھا۔ پہلے غور نہیں کیا تھا اب اس کے "مارنے" ورڈ نے اسے تمام وہ چیزیں جو وہ دیکھ نہیں پایا تھا دکھا دی تھیں۔

اکثر ہوتا ہے نا ہم ان چیزوں کو ہی دیکھ پاتے ہیں جنہیں ہمیں دیکھنا ہوتا ہے۔ وہ چیزیں نظر ہی نہیں آتیں جو ہماری نظروں کے سامنے ہوتی ہیں آنکھیں صرف وہی دیکھتی ہیں دماغ صرف وہی سمجھتا ہے جو ہم اسے دکھانا سمجھانا چاہتے ہیں۔ براق کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ تو بس اپنی ایکس سے حال چال پوچھنے آیا تھا۔ اپنے دھیان میں اس نے غور ہی نہیں کیا اس کی حالت کا۔

کبھی کبھی زندگی کے راستے بہت طویل ہو جاتے ہیں۔ اتنے طویل کہ ننھا قدم بوڑھی ہڈیوں میں بدل جاتا ہے اور مسافت ختم نہیں ہوتی مجھے ہی دیکھ لو کیا تھا کیا بن گئی۔

اس کا فشار خون بلند ہونے لگا۔ سانس کی رفتار الگ تیز ہوئی۔ گردن کی رگ کھینچی۔ وہ جھٹکا کھا کر اٹھا۔ دو سیکنڈ میں وہ ویڈیو بناتا آدمی زمین پر خون تھوک رہا تھا اور پندرہ منٹ بعد ہی سنبل اور اس کی پانچ سالہ بیٹی براق

کے روم میں تھے۔

"ہمیں جانے دو براق! ہمارا ٹھکانا وہی ہے۔ وہ جیسا بھی ہے ظالم شکی یا سنکی میری بیٹی کا باپ اور میرا شوہر ہے۔ ہمارے سر پر کم از کم ایک سایہ تو ہے جس پر بھروسہ کر کے جس کے سہارے ہم جی رہے ہیں۔ وہ ہمیں شیلٹر دیتا ہے۔ کھانا کپڑا ہر ضروریات زندگی دیتا ہے اور کیا چاہیے ہوتا ہے انسان کو۔"

"مسیئر یسلی۔" براق نے تنے تاثرات کے ساتھ درشتی سے اسکی بات کاٹی۔

"مسیئر یسلی، ایک زندگی کیلئے ان سب کی ضرورت ہوتی ہے ان کی نہیں جواب تم میں نہیں ہے۔" اس کا اشارہ اس کے کٹے اعضاء کی جانب تھا۔

"لک سنبل۔" وہ اس کے دونوں شانے تھام کر جھکا۔ "وہ شخص تمہیں عزت نہیں دے سکتا اور جو عزت نہ دے سکے اس کے منہ پر تھوک کر چلے جاؤ۔" سانس بھر کر اس نے خود کو کام ڈاؤن کیا۔

"میں نے تمہاری پاکستان کی ٹکٹ کروادی ہے۔ تمہارے شوہر نے جتنے پیسوں میں تمہیں خریدا تھا وہ اسے شام تک مل جائیں گے۔ کل تمہارے ہاتھ میں طلاق کے کاغذات ہونگے۔ پاکستان میں تمہارے لئے گھر کل تک خرید دیا جائے گا۔ تمہارے نام پر جو بینک اکاؤنٹ ہے اس میں اتنی رقم ٹرانسفر کردی گئی ہے جتنے میں تم پوری زندگی آرام سے گزار سکو۔ پلس تمہاری بیٹی کے تمام تعلیمی اخراجات اور اس کی شادی کی رقم الگ۔ تم ان پندرہ دنوں میں اپنے ملک ہوگی اور جیسے چاہو زندگی گزارو گی جب تک تم یہاں رہ سکتی ہوں میں شام کو ہی واپس جا رہا ہوں۔" دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ خود کو کام ڈاؤن رکھے کہہ رہا تھا۔

"تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟" گیلی روتی آواز میں پوچھا۔ براق نے بچی کے مرجھائے چہرے کو دیکھ کر نظریں پھیر لیں۔

"کیونکہ میں ایسا ہوں۔" اپنے پیک بیگ کو دیکھا۔ قدم بڑھائے مگر ٹھٹک کر رک گئے۔ حیرت سے پلٹا سنبل کو دیکھا جو کہہ رہی تھی۔

"وہ تمہیں ضرور ملے گی تم اسے ڈیزرو کرتے ہو۔"

اور پھر براق کی آنکھوں میں ناگواریت در آئی۔

''میرا اس کے ساتھ بریک اپ ہو چکا ہے۔'' بچی کا لحاظ کرتے ہوئے اس نے چبا کر آہستہ آواز میں کہا۔
یکدم آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھومنے لگا جب رتیکا سرعام اپنے پروڈیوسر کے ساتھ نازیبا حرکت کر رہی تھی۔
اس دن وہ اور اسد ساتھ تھے۔ اسد نے ہی نیوز لگائی تھی جہاں سکرین کے کونے پر ایک سائیڈ پر رتیکا اور براق کی گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ ٹی شرٹس میں تصویر تھی تو دوسری جانب رتیکا اور اس کے پروڈیوسر کی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ نیوز سن کر براق کو غصہ تو آیا تھا لیکن برا نہیں لگا اور نہ ہی اس نے رتیکا کو کال کی تھی۔ وہ بس منٹوں میں فیصلہ کر گیا تھا اور اس کی آمد کا منتظر تھا۔
''میں رتیکا کی بات نہیں کر رہی، حیران مت ہو۔ میرا انکی شوہر نیوز کا دیوانہ ہے۔'' وہ تلخی سے مسکائی پھر سر جھٹک کر بات وہیں سے شروع کی۔
''میں اس کی بات کر رہی ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔ رتیکا تو افیئر تھا ختم ہو گیا وہ تو محبت ہے جس کی شروعات شاید تم بہت عرصے سے کر بیٹھے ہو بس سامنا کرنے اور ماننے سے گھبراتے ہو۔''
''یہ صرف تمہارے دماغ کا خناس ہے۔ تم واقعی بوڑھی ہو رہی ہو سنبل اور یہ بہت افسوس ناک بات ہے۔'' بیگ کی زپ بے وجہ کھول کر بند کی اور اسے کاندھے پر ڈال کر چلا گیا۔ سنبل نے اس کی پشت دیکھی اور پھر چھت پر نگاہیں گاڑ لیں۔ اس کی نظر میں لندن کا اپارٹمنٹ چمکا تھا جس میں وہ بیٹھی نظر آ رہی تھی جس کی بات ابھی اس نے براق سے کی تھی۔ وہ کیا کر رہی تھی۔ نظر کا کیمرہ زوم ہوا اور عکس واضح ہونے لگا۔
وہ کھڑکی میں رکھے گملے کے پتوں کی کانٹ چھانٹ کر رہی تھی۔ اس کا رنگ بالکل ان گلابی پھولوں جیسا کھل رہا تھا۔ گلابی سوٹ کا دوپٹہ ایک شانے پر اور اس کے بال دوسرے شانے پر جھول رہے تھے۔ چھوٹی سی قینچی ہاتھ میں پکڑے وہ پتوں کو نرمی سے شیپ دے رہی تھی اور ساتھ میں ایک نظر کھڑکی پر بھی ڈال لیتی جہاں سیاہ بادلوں کا راج تھا اور مینہ برسنے کو بے تاب تھا۔
''سولیم! کیا تم خبریں سن رہی ہو؟'' کھلے ٹراؤزر اور سویٹر میں دعا کافی کا مگ ہاتھ میں تھامے اس کے پاس آئی اور ونڈو سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا سیکنڈ ٹرم ختم ہوا تھا اس لئے چھٹیاں تھیں۔
''ہاں سن رہی ہوں۔'' ایک نظر دعا کو دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

"ہمم۔ کتنا برا ہوا نا براق کے ساتھ۔"

سولیم کے ہاتھ رکے نظریں گھومیں۔

"بیچارے پر فکسنگ کا الزام لگا سو لگا۔ اس کا لائسنس کینسل کرنے کی باتیں بھی ہو رہی ہیں۔ ہائے اتنا ہینڈسم باکسر اب میں کیسے دیکھ پاؤں گی۔ تمہیں پتا ہے اس کا ایکسیڈنٹ بھی ہوا ہے۔ وہ بیچارہ بہت سنجیدہ معاملے سے گزر رہا ہے۔"

وہ غائب دماغی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ یہ سب تو وہ بھی جانتی تھی اس لئے کوئی ری ایکشن نہیں دے پائی۔

"دعا! جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے نا تو ظالم کی یونہی واٹ لگا کرتی ہے۔ کاش تم اس کی فین نہ ہوتی تو تمہیں پتا چلتا اس ہینڈسم سے انسان کے پیچھے کیسا شیطان چھپا بیٹھا ہے۔"

"ہر کسی کو اپنے کئے کی سزا ملا کرتی ہے ہو سکتا ہے اس نے ایسا گناہ سرزد کیا ہو جس سے کی وجہ سے اس کو آج یہ دن دیکھنے پڑے۔"

دعا نے زور سے کافی کا مگ کھڑکی کی منڈیر پر رکھا۔ سولیم نے اسے گھور کر دیکھا۔

"ایک تو میں تم سے ہمدردی سمیٹنے آئی ہوں اوپر سے تم مجھے اس کے گناہ گنوا رہی ہو۔ کتنی مین ہو تم سولیم خانم اور خبردار یہ گھوریاں تم اسے دیکھا ؤ جو ان سے ڈرتا ہے میری تو ڈرے جوتی۔"

سولیم نے سینے پر بازو لپیٹے اور تیکھی نظروں سے دعا کو گھورنے لگی۔

"اور تم کیوں ہمدردیاں سمیٹ رہی ہو۔ وہ تمہارا ماموں کا پتر لگتا ہے یا تمہارا بھائی ہے۔"

"لاحول ولا، توبہ استغفار کرو۔ وہ میرا بھائی کیوں ہونے لگا۔ وہ تو میرا ہیرو ہے میسکولر باڈی والا ہینڈسم سی لک کے ساتھ پراؤڈی ایٹی ٹیوڈ والا ہیرو آہ۔ تم تو سائیڈ پر لگو۔"

سولیم اسے سنجیدگی سے دیکھتی رہی پھر اس کے لب ہلے۔ کانٹ چھانٹ اس نے بالکل چھوڑ دی۔

"کیا وہ تمہیں واقعی اتنا پسند ہے؟"

دعا اس کی ٹون بدلتے دیکھ قریب کھسکی۔

"بیا (بہت) بیا (بہت) بیا (بہت)"

سویلم نے اثبات میں سر ہلایا۔

”اور اگر میں کہوں اس نے پچھلے کچھ ہفتوں سے میرا جینا حرام کیا ہوا ہے، فون کالز کرنا، کلینک آنا، گھر آجانا، راستے میں ملنا، دھمکیاں وغیرہ دینا، بلا بلا بلا تو کیا کہو گی تم؟“

دعا کی آنکھیں ایکسائٹمنٹ سے پھیلیں۔

”پھر میں کہوں گی منہ دھو کر رکھو لیکن اگر ایسا ہے تو مائی گاڈ تم اس دنیا کی کتنی لکی لڑکی ہو۔ ہائے سویلم کیا یہ سچ ہے بولو جلدی ورنہ میرا دل تو گیا۔“

سویلم کے اندر کچھ ٹوٹا۔ ہلکی سی نمی ابھری پھر اس نے اپنا سر نفی میں ہلتا ہوا دیکھا۔

”ہاں میں بھی کہوں اس کپڑے کی تھان کو براق شاہ نے پسند کرنا ہے ناممکن ڈارلنگ، خوابوں کی دنیا سے نکل آؤ اور اگر تم نے آئندہ اس طرح کی مثالیں یا فرض کیے نا تو ایک میچ یہاں بھی لگ جانا ہے۔ جب دیکھو یہ فرض کرو وہ فرض کرو فرض ہی کرتے رہو۔“

وہ بدمزا سی وہاں سے گئی تھی۔ سویلم نے گہرا سانس لے کر نمی کو اندر انڈیلا۔ اسے دبئی جانا تھا۔ دس منٹ میں وہ وہاں تھی۔ سب چیک کر کے ڈیزائنز اوکے کر کے جب وہ اپنے کیبن میں آکر بیٹھی تو اس نے دروازہ کھڑکنے کی آواز سنی تھی۔ سر اوپر اٹھایا تو سامنے ٹکسیڈو میں کھڑے ایک وجیہہ نوجوان کو پایا۔

”ہیلو سویلم، میں اسد ہوں۔“

”میں پہچان گئی۔“ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ کوٹ کا بٹن بند کر کے بیٹھ گیا۔

”کہیے کیا لیں گے آپ؟“ اس نے انٹرکام اٹھا کر پوچھا۔

”آپ کے بیس منٹ وہ بھی تحمل کے ساتھ۔“

سویلم نے دو کپ کافی آرڈر کی، باہر سے بادلوں کی شدید گرج کی آواز آئی تھی۔

”فرمائیں۔“ دونوں ہاتھ باہم پھنسائے وہ نقاب کے پیچھے سے بولی۔

”آں۔ مس سویلم! میں یہاں ایک فیور کیلئے آیا ہوں اور امید کرتا ہوں آپ مجھے خالی ہاتھ نہیں لوٹائیں گی۔“

دروازہ کھلا، اس نے پھر نظریں اٹھائیں اور دھک سے رہ گئی۔ براق شاہ چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے مقابل بیٹھ رہا تھا۔

”ڈاکٹر سولیم! میں چاہتا ہوں آپ براق شاہ کا علاج کریں۔“

❁......❁......❁

”ڈاکٹر تنویر! میں چاہتا ہوں آپ براق کا علاج کریں۔“

اسد اس آواز پر چونکا، نگاہیں اٹھائیں دھندلکا سا نظر آیا۔ اس نے سر کو جھٹک کر پھر دیکھا۔ وہ فاروق تھے جو سفید اوور آل میں ملبوس ڈاکٹر سے بات کر رہے تھے جوان کا کبھی کا بہت گہرا و پرانا دوست تھا۔ اس نے دیکھا وہ ہاسپٹل میں بیٹھا ہے ہر طرف دل چیرنے والی خاموشی ہے اور ایک پراسراریت سی چھائی ہوئی ہے۔ اس نے بے ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ ڈاکٹر کی آواز اس کی سماعت میں گونج رہی تھی۔

”ویل فاروق، میں کوشش کر سکتا ہوں لیکن یہ سب ہے براق کے ہاتھ میں۔ وہ خود ریکور نہیں ہونا چاہتا بیماری کی سوچوں کی اس سطح پر اس نے خود کو پہنچا لیا ہے جہاں سے نکلنا کوئی آسان کام نہیں۔ تمہیں یقین کرنے میں دشواری ہوگی لیکن وہ ایستھما کا مریض بن چکا ہے۔ ڈاکٹر تنویر نے ان کے ڈگمگانے پر انہیں سنبھالا دیا۔ اپنے بیٹے کی پرواہ کرو اس سے پہلے کہ اسے کھو دو بہتر ہوگا اس کے ساتھ ایک ہیلدی چیٹ کرو۔ جانو وہ کیا چیز ہے جو اسے اتنا ریگریٹ کر رہی ہے۔ براق کا اس فیز سے نکلنا بہت ضروری ہے اس طرح چلتا رہا تو کچھ بھی متوقع ہے۔“ ڈاکٹر تنویر نے انہیں اسد کے ساتھ والی کرسی پر بٹھایا۔

”اللہ سے اچھے کی امید رکھو۔ انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

وہ اس کا شانہ تھپک کر آگے کو بڑھ گئے تھے۔ اسد نے فقط ان کے قدموں کی آوازیں سنی تھیں۔

”کیا وہ واقعی اسے اتنا پسند کرتا ہے۔“ فاروق کی آواز اسے دور کہیں سے سنائی دے رہی تھی۔ وہ خاموش رہا۔

”اگر وہ اسے پسند کرتا تھا تو کیوں اس کے ساتھ ایسا کیا گیا۔ یہ سب پچھتاوے میں ہو رہا ہے۔“ اسد نے آنکھیں زور سے میچیں۔ اس کی آنکھوں میں سولیم کا چہرہ آن سمایا۔ نیم مردہ سا چہرہ۔

”اگر پچھتاوا ہے تو پھر وہ کون ہے جس کے ساتھ یہ رہ رہا ہے۔“

''وہ۔'' اسد نے لب ہلائے۔'' وہ اس کی...... '' وہ جملہ مکمل نہیں کر پایا۔ کچھ جملے مکمل نہ ہی ہوں تو اچھا ہوتا ہے۔ کچھ باتیں پوشیدہ رہیں تو ہی بہتر ہے۔ اس نے کھلتے لب بند کر لیے۔ فاروق کو بے بس نگاہوں سے دیکھا پھر براق کے کمرے کی جانب تکنے لگا۔

''مجھے لگتا ہے مجھے اس سے ملنا چاہیے۔''

اس نے بات بدلی تھی۔ اس کی بدلتی بات اور ادھورے جملے پر فاروق دل گرفتگی سے مسکائے تھے۔

''مجھے آج پتا چلا براق کا کوئی بھائی یا بہن کیوں نہیں ہے۔'' اسد کے اندر کچھ ٹوٹا۔'' کیونکہ تم نے جو ہونا تھا اس کی زندگی میں......''

اسد نے ان کی بات کاٹی۔'' میں ہوں پھر بھی میں اس کا خیال نہیں رکھ سکا۔ وہ اس مقام تک پہنچ گیا اور میں بے بس ہوں۔ شاید اس کا کوئی بھائی یا بہن ہوتی تو شاید آج اسے یہ دن دیکھنے کی نوبت نہ آتی رشتے بہت معنی رکھتے ہیں انکل۔''

اس کی آواز میں صدیوں کی پیاس تھی۔ تشنگی تھی۔ فاروق نے اپنے بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد کیا۔

''میں تمہیں ایک بات بتاؤں اگر تم سننا چاہو تو......''

اس گھیرے میں ایک طمانیت تھی۔

''میں ہمہ تن گوش ہوں۔''

فاروق نے طویل تھکا دینے والا سانس بھرا۔

''میں بہت ریزرو سا بندہ تھا۔ شروع سے ہی نہ کوئی ساتھی تھا نہ جن۔ گھر میں بھی سب سے کٹا کٹا رہتا تھا۔ میں خود کو سب میں ان فٹ محسوس کرتا تھا۔ کیوں پتا نہیں شاید اس لئے کہ اس بولتی دنیا میں میں ہی خاموش طبع تھا۔''

انہوں نے وقفہ لیا کچھ سوچ کو زخمی سا مسکائے۔

''وہ میرے تائے کا بیٹا تھا۔ صرف وہ ہی میرا دوست کہہ لو یا ہمراز یا پھر بھائی جو تھا وہ تھا اپنے دل کی ہر بات اسے کر دینا۔ اس کی صلاح مشورہ لینا، اس کے ساتھ گھنٹوں باتیں کر کے بھی نہ تھکنا۔ ان شارٹ اس نے

مجھ میں اعتماد پیدا کیا۔مجھ سے ایسا رشتہ قائم کیا کہ میں اسے ہی اپنا سب کچھ ماننے لگا جو کہ میں نے غلط کیا۔اپنے بہن بھائیوں پر اس کو فوقیت دی۔اپنے انمول دن اس کے ساتھ گزارے۔ہنسنا ہنسانا اس کے ساتھ ہی روا رکھا اس میں خود کو اتنا مگن کر لیا کہ بھول ہی گیا۔دوست بھی بنانے پڑتے ہیں،رشتوں کو بھی نبھانا پڑتا ہے۔ایک دائرہ ہوتا ہے نا ہر چیز کا ہر کوئی اپنے مقام پر ہی اچھا لگتا ہے لیکن میں بیوقوف اسے ہی سب سمجھ بیٹھا پھر اس نے سمجھایا مجھے۔"

غور سے سنتا اسد ان کی گیلی آواز پر چونکا۔

"بیٹا کون ہے تو تیری کیا ویلیو ہے ہٹ جا راستے سے میری اپنی بھی زندگی ہے میں ہر وقت تجھے نہیں دے سکتا۔"

"وہ ٹھیک تھا کون کب تک ساتھ دیتا ہے۔اس نے بھی چھوڑ دیا۔نئے دوست بنائے نئے جاننے والے دنیا دیکھی اور اس میں مگن ہو گیا پھر میں فاروق تو شاید اسے یاد بھی نہیں رہا۔باتوں کا انبار لیے تجربوں کی تھال ہاتھ میں پکڑے منتظر ہی رہا۔کب وہ فارغ ہو،کب میری بات سنے پر پوری دنیا کیلئے وقت نکالنے والے کے پاس میرے لئے ٹائم نہیں تھا۔

"مجھے لگتا ہے سب سے بڑی جیت تبھی حاصل ہوتی ہے جب آپ شدید دکھ میں ہوں اور چہرے پر مسکان ہو اور آپ کی یہ مسکان آنسو گرنے نہ دے اور سب سے بڑی ہار وہ ہے جب اس مسکان کے پیچھے چھپے کرب کو آپ کا سب سے قریبی انسان پہچان نہ سکے۔"

ان کی آواز شدید بھراہٹ کا شکار ہوئی۔

"یہ واقعی دکھ آمیز ہوتا ہے۔ایسا ہونے میں تکلیف ہوتی ہے بہت زیادہ تکلیف۔تمہیں پتا ہے۔"

اسد کا سر میکانکی انداز میں نفی میں ہلا۔

"ایک وقت میں میں بہت،بہت پریشان تھا۔تکلیف میں تھا۔میرا دکھ بانٹنے کے لئے مجھے کوئی چاہیے تھا۔میں رویا،آنسو پونچھے اور اس کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ہم دونوں کے بیچ اتنا فاصلہ در آیا تھا کہ میرے لب اپنی مشکل بیان نہ کر سکے اور اس نے بھی چند ایک معمولی باتیں کیں اور چلتا بنا۔اسے میری سوجی ہوئی آنکھیں بھی نظر نہیں

آئیں۔ان میں چھپا کرب پوشیدہ آنسو بھی وہ نہ دیکھ سکا جو میرے ڈرائیور نے دیکھ لئے تھے۔اس دن میں نے ڈیسائیڈ کیا کونسا ہمراز کہاں کا دوست یہ دنیا بہت ظالم ہے۔یہاں ان کی طرح ہی بن کر رہنا پڑتا ہے۔بھلا تو نہ سکا لیکن دل کو سنبھالا دے دیا۔اب مجھے بھی فرق نہیں پڑتا کسی کے ہونے یا نہ ہونے سے تمہیں یہ سب اس لئے بتایا ہے کیونکہ تم کہہ رہے ہو، رشتے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔نہیں بیٹا، رشتے نہیں خلوص معنی رکھتا ہے۔دل نہیں جو کبھی بھی پھر جائے۔خلوص برقرار رہتا ہے دل پھر جایا کرتے ہیں۔

''تمہاری اور براق کی دوستی آج مثالی ہے۔کیوں، کیونکہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مخلص ہو۔اس مخلص پنے نے ہی تم میں محبت قائم رکھی ہوئی ہے۔اگر تمہاری دوستی میں اخلاص نہ ہوتا تا تو آج تم دونوں یوں ایک بدن کی مانند نہیں ہوتے۔تمہیں دیکھ کر میں کبھی کبھی سوچتا ہوں۔کاش تم ہوتے اس کمینے کی جگہ میرے بیٹے۔''

وہ پھیکا سا ہنسا۔ان کی تمام بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر وہ اٹھا۔

''لیکن مجھے اسے سبق سکھانا پڑے گا۔یوں اس نے باز نہیں آنا۔''

وہ بڑبڑاتا ہوا براق کے روم کی جانب بڑھا۔فاروق نے شکر کے بوجھ تلے سر جھکا دیا۔ان کا جھکا سر چمکتی سفید ٹائلز دیکھ رہا تھا۔جن میں اسد کے اٹھتے قدم واضح دکھائی دے رہے تھے۔ان کے کانوں نے دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنی۔

اسد نے ایک کاٹ دار نظر اس نالیوں میں جکڑے شخص پر ڈالی۔دل نیچے گرا تھا لیکن غصہ برقرار رکھتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالا دیا۔

نالیوں میں جکڑے شخص نے اپنی بے نور آنکھیں کھول کر اس دوستی کے چمکتے نور کو دیکھا اور پھر اس کے لبوں کے کنارے تھوڑے سے پھیلے۔

''بچ گیا۔'' سرگوشی تھی جو بستر پر پڑے شخص نے کی تھی۔اسد کی آنکھوں میں شعلے بھڑکنے لگے۔

''ہاں بدقسمتی سے۔'' آواز بھی آگ برسانے لگی۔

''میں نے پوری دنیا گھوم لی لیکن تجھ سا ڈھیٹ اور مستقل مزاج اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔شدید، پتا ہے نا شدید کا مطلب۔'' وہ چند قدم آگے بڑھا عین اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔نالیوں میں جکڑے شخص نے مسکراتی

نگاہیں اس پر گاڑیں۔

''شدید پچھتا رہا ہوں میں اس وقت پر جب تو میری زندگی میں آیا، میرا دوست میری جان کا وبال بنا اور میری زندگی کو عذاب بنا گیا۔ براق! ایک کام کیوں نہیں کرتا۔ چھری اٹھا اور اپنے گلے پر پھیر دے۔ کیوں اتنا خوار کر رہا ہے ہم سب کو بتا دے مجھے آج۔'' وہ غصے میں تیز آواز سے بول رہا تھا براق نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

''نہیں کر سکتا پھر تو بہت روئے گا۔''

''دیکھ سالے میرے ساتھ مسخرا پن نہ کر، میں آج بہت تپا ہوا ہوں۔ چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور میں جھوٹ نہیں بول رہا۔'' براق کے مسکراتے ہوئے کہنے اور پھر آنکھ مارنے پر تو وہ سرتاپا جل گیا۔ تبھی پھنکارا۔

''میں جانتا ہوں تو نہیں جائے گا۔'' اس کے لفظوں میں یقین تھا۔ اسد نے فیصلہ کن انداز میں سر ہلایا اور باہر کی جانب قدم اٹھا دیے۔

''اسد! سن اچھا سوری اسد۔ آہ آہ آہ ہ ہ۔'' سرگوشی میں بولتے ہوئے وہ اونچی آواز سے کراہا۔ اسد الٹے پاؤں مڑا تھا۔

''کیا ہوا ہے ہاں ٹھیک ہے ڈاکٹر ڈاکٹر۔'' پریشان آواز، متفکر لہجہ، آنکھوں میں ڈر۔ براق پورے دانتوں سے مسکایا۔ پہلے تو اسد سمجھا نہیں چونکا پھر جیسے ہی دماغ نے کام کیا اتنی زور سے دانت کچکچائے کہ لگا ابھی ٹوٹ جائیں گے۔

''کیا ہوا، واپس کیوں آیا۔ جانا چھوڑ جا پھر کیا ہوگا۔ مرا ہوا براق مزید مر جائے گا اور تم سب کی ٹینشن ختم۔ جانتا ہوں تم سب بہت ڈسٹرب ہو میری وجہ سے۔ ڈونٹ وری ایک دن میں تم سب کی پریشانی ختم کردونگا پرامس۔''

اسد وہیں ٹک گیا۔

''لعنت ہے تیری گھٹیا سوچ پہ اور مجھ پہ۔'' اس نے براق کا ہاتھ پکڑا۔

''کیا ہے ختم کردے اس تلخ چیپٹر کو اپنی زندگی سے۔ نارمل لائف جی نا، جیسے ہم سب جی رہے ہیں۔''

اس نے دیکھا براق کی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔

"کاش میں ایسا کر سکتا۔"

"تو کر سکتا ہے، کوشش تو کر بتا مجھے جو بھی اندر چھپا رہا ہے۔ میں ہوں نا یہاں پر تجھے سننے کیلئے۔"

اس کا ہاتھ دبا کر اس نے جیسے اپنے ساتھ کا احساس دلایا تھا۔ براق کا کان ننھے باڑ میں پھنس گیا۔

انسان کو ہمیشہ ایک ایسے دل کی ضرورت ہوتی ہے جو تحمل سے اسے سنے، سمجھے، جانے ایسا دل جو اس کی ہر خوشی وانبساط پر مسکائے ہر جلی کٹی سن کر اس کی تسکین کا باعث بنے۔ وہ دل جو اس کے لئے ایک راز باکس ہو جس میں وہ اپنی زندگی کے تمام اسرار و رموز انڈیل دے اور پھر بھی بے فکر رہے۔ اس احساس، اس تسلی کے ساتھ کہ یہ جو دل ہے صرف اس کا ہے اس کیلئے ہے اور براق جانتا تھا اسد کا جو دل ہے اس کا ہے صرف اس کے لئے ہے بے ضرر سا محبت بھرا دل۔

"وہ مجھے......" اس کے لب کپکپائے۔ "وہ مجھے بہت یاد آتی ہے۔"

اسد کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑی تھی۔ اندر بہت اندر کچھ زور کا ٹوٹا اور سب ختم کر گیا۔

✿......✿......✿

"تم شادی کرو گے اور پاکستان چلو گے یہ میرا حکم ہے۔"

دل کے درد دل میں دبا لینے سے چھپ نہیں جاتے۔ یہ ظاہر ہوتے ہیں۔ آپکے چہرے پر پھیلتی بے نوری سے، آنکھوں سے عیاں ہوتی بے نام سی نمی میں، درد کا لبادہ اوڑھے مسکراہٹ میں، شکست خوردہ سی چال اور خالی آواز میں۔ دل کے درد بڑے ہی جان لیوا ہوتے ہیں جان لے کر ہی چھوڑتے ہیں۔

نمی والے موسم میں اس نے اپنی نم دھندلی آنکھیں کھولیں۔ ہر چیز جیسے پانی میں تیرتی ہوئی سی نظر آئی۔ ایک نرم ہاتھ نے اس کی دونوں آنکھوں کے کونے صاف کیے اور ماتھے پر پیار ثبت کیا۔ براق نے کسمسا کر نگاہیں اٹھائیں اور ہولے سے مسکا دیا۔

"کیسا ہے میرا بیٹا؟" فردوس نے اس کے بال سہلاتے ہوئے ممتا سے چور لہجے میں پوچھا۔ وہ ڈسچارج ہو گیا تھا۔ گھر تھا، آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اللہ کا شکر ہے۔" دھیرے سے لب ہلائے اور کہنیوں کے بل اٹھ بیٹھا۔

"خوش رہا کرو بیٹا! انہیں ڈھونڈو، خوشیاں چاہ سے نہیں محنت سے حاصل ہوتی ہیں۔ رشتوں پر جتنی محنت کرو گے اتنی آسودگی ملے گی ورنہ تشنگی سے بھرپور زندگی حصے میں آئے گی اور تشنہ انسان میرے نزدیک بہت بدنصیب ہے۔"

وہ یہ سب سوچ پائیں، کہنا چاہتی تھیں لیکن اس کی مسکان نے انہیں روک دیا۔ وہ اسے اٹھتے ہی اپ سیٹ نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"تمہارے لئے سوپ لائی ہوں۔ فریش ہولو پھر اپنے ہاتھوں سے پلاؤں گی تم پیو گے نا؟"

براق نے اپنی بانہوں کا گھیرا ان کے گرد کیا۔

"آپ تو جان بھی مانگ لیں تو حاضر ہے۔" فردوس کا ماتھا چوم کر وہ اپنے سلیپر پہنتا کھڑا ہوا۔

"دیکھو زبان دے رہے ہو مکر مت جانا۔" موقع محل جان کر انہوں نے اپنا مطلب نکالنا چاہا۔

"استطاعت ہوگی تو ضرور آپ کی بات مانوں گا۔ ٹرسٹ می۔" واش روم کا دروازہ کھولا اور غڑاپ سے اس میں غائب ہوگیا۔

"کہاں ہے یہ نمک حرام۔" فاروق تلملاتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ فردوس نے چونک کر انہیں دیکھا تبھی دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ وہ ٹاول سے منہ پونچھتا باہر نکلا تھا۔ بدن پر سفید ٹراؤزر اور سیاہ بنیان تھا۔ لال انگارہ سے فاروق کو دیکھ کر وہ ٹھہر سا گیا۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟" ٹاول وہیں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر وہ ان کی جانب مڑا تھا۔ فاروق نے آگ بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ خاص کر گیلے تولیے کو۔

"کچھ براق شاہ، بہت کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہوا ہے نا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ نزدیک آئے۔ اس کی بالکل ناک کے پاس رکے اور پھر ہاتھ میں پکڑی بلیو فائل اس کی آنکھوں کے سامنے کی۔

"یہ سب کیا ہے۔ ہر ماہ اتنی خطیر رقم تم کس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرواتے ہو۔ بتاؤ مجھے۔"

"تمہارا راز میرے پاس ہے جب تک میں زندہ ہوں۔ یہ میرے سینے میں دفن رہے گا لیکن اس کے لئے

تمہیں معاوضہ دینا ہوگا۔وہ معاوضہ جو میں کہوں گا اور جب جب کہوں گا۔"

براق نے تھوک نگلا۔کانوں میں گونجتی آواز تھمی تو وہ بولنے کے قابل ہوا۔

"یہ......" اس کی آواز لڑکھڑائی۔فاروق سمجھ گئے دانت پیستے کھڑے رہے۔"یہ اس سب کا......" وہ بات پوری نہیں کر پایا حلق میں آنسو کا تلخ سا گولا اٹک گیا۔اس نے گہری سانس کھینچی۔آنکھیں میچ کر آنسوؤں کو پرے دھکیلا اور نم آنکھوں سے مسکایا۔

"یہ اس راز کو راز رکھنے کا معاوضہ ہے۔" اس نے نظریں جھکالی تھیں۔"میں جتنی رقم خرچ ہو چکی ہے اس کو پورا کر دوں گا۔"

فاروق کے گھونسے نے اسے بات پوری کرنے نہ دی۔وہ تحیر میں گنگ کھڑا رہ گیا۔فردوس آگے بڑھی تھیں۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔اس کی طبیعت پہلے ہی خراب ہے۔"

"میری بات کان کھول کر سن لو۔" انہوں نے یکسر فردوس کو نظر انداز کیا۔

"تم شادی کرو گے اور پاکستان چلو گے یہ میرا حکم ہے۔اپنی ماں کی طرف کیا دیکھ رہے ہو۔مجھے دیکھو یہ میرا حکم ہے۔"

انہوں نے باقاعدہ اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اپنے سامنے کیا۔

"یہ ناممکن ہے۔" کھائی سے آتی آواز سن کر انہوں نے اس کا گریبان پکڑا تھا۔

"تمہارا سارا بزنس اس وقت پاکستان میں سیٹل ہو چکا ہے۔سب پیکنگ مکمل ہے اور کل شام ہم سب بمعہ تم پاکستان کیلئے پرواز کرنے والے ہیں۔آئی سمجھ۔" اس کے سینے پر انگلی بجا کر وہ اسے یقین دہانی کے راستے پر لا رہے تھے جس کا سر مسلسل نفی میں ہل رہا تھا۔

"آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔"

"میں نے تمہاری منگنی ایشل کے ساتھ کر دی ہے۔ہاں وہی ایشل جو تمہاری خالہ زاد ہے زیادہ حیران ہونے کی بات نہیں ہے براق۔تمہاری من مانیوں کا دور اب چلا گیا۔"

اس کا گریبان چھوڑا اور پیچھے ہوئے فردوس نے سہمی نظروں سے کانپتے براق کو دیکھا۔

”آپ پاکستان کہتے ہیں میں چلوں گا ٹھیک ہے وہیں رہونگا لیکن یہ منگنی کی بات نہ کریں یہ میرے بس میں نہیں ہے۔“

فاروق اس کی بات اگنور کر کے مڑنے لگے۔اس نے لپک کران کا ہاتھ پکڑا۔

”میں آپ سے مخاطب ہوں آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔“اس کی آواز جانے کس چیز سے بلند ہوئی تھی لیکن جو بھی تھی وہ بھرپور گیلی تھی۔

”تم اپنی حدیں پھلانگ رہے ہو اب تم مجھ سے اونچی آواز میں بات کرو گے۔“

براق نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

”نہیں ایم سوری،لیکن آپ مجھے بھی تو سمجھیں نا۔“

”براق!میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔جو تمہارے ڈر اور خدشات ہیں ان کی وجہ معلوم ہے مجھے اور خبردار جو تم نے اس وجہ کو اپنے ساتھ پاکستان لے جانے کا سوچا بھی۔“

انگلی اٹھا کر وارن کرتے وہ دروازہ دھاڑ سے بند کرتے باہر گئے تھے۔ساتھ میں فردوس کو بھی آواز لگائی تھی۔جو جھٹ سے باہر کو لپکیں۔وہ سر پکڑے شل اعصاب کے ساتھ وہیں نیچے ہی کارپٹ پر بیٹھ گیا۔

کارپٹ کے سرخ رنگ کے دھاگے میں اس نے دیکھا ایک جہاز فضا میں پرواز ہو چلا تھا۔اس جہاز کی کھڑکی میں سے اس نے خود کو بھی بیٹھے دیکھ پایا۔اس کے ساتھ سب تھے اور وہ سب پاکستان کو روانہ تھے اس نے قرب سے آنکھیں میچ لیں۔

✿......✿......✿

”ہیلو منگیتر کیسے ہو۔“

جہاز نے پاکستان کی سرزمین پر اپنے پہیے اتارے اور بڑے مزے سے اس کی زمین کو چھونے لگا۔بہت سے ملکی وغیر ملکی لوگوں میں ان کا خاندان بھی شامل تھا جن کو ویلکم کرنے بہت سے لوگ آئے تھے۔سب سے بچتا بچاتا وہ اسد کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گیا۔

”تو طے ہوا واقعی آستین میں سانپ پالا ہوا تھا میں نے۔“اسد پر گہری چوٹ کر کے وہ سیل فون میں بزی

تھا۔ اسد نے اس چوٹ پر قہقہہ لگایا۔

''مجھے بھی آج ہی اندازہ ہو رہا ہے لیکن تو یہ بھی تو دیکھ یہ سانپ ہے کتنا ہینڈسم۔''

دبی مسکراہٹ کے ساتھ براق مسکایا تھا۔ آنکھوں میں نمی لبوں پر مسکراہٹ۔ کیا عجیب کمبینیشن تھا۔

سبھی قہقہوں سے معتبر۔

نم آنکھوں سے مسکرانا۔

''تو اور ہینڈسم ہو ہی نہ جانا۔'' اس نے سر اٹھا کر ڈرائیور کو دیکھا۔ باہر بھاگتے دوڑتے پاکستان پر وہ اپنے لبوں کا ایک کونا پھیلا گیا۔

''وہ کہاوت صحیح ہے نا، گھر کی مرغی دال برابر۔ جا کر لندن کی لڑکیوں سے پوچھ، کیسا ہیرا کھو چکی ہیں۔ وہ تیرے بھائی کے حسن کا دم بھرتے نہیں تھکتی تھیں۔ سب ایسے کیا باہر دیکھ رہا ہے۔ کچھ کھوج رہا ہے کیا۔'' وہ براق کے غیر متوجہ ہونے پر بولا تھا اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہاں سوچتا ہوں شاید وہ مجھے نظر آ جائے۔ پتا ہے ابھی میں نے ایک عبایا والی دیکھی تو سولیم کا خیال آیا۔ نجانے کیسی ہو گی۔''

''کچھ سوچ رہا ہے کیا؟'' اسد کے کہنی مارنے پر وہ چونکا۔ اپنے سوچ کو پرے دھکیلا اور پورا اس کی جانب مڑا۔

''اسد'' یہ پکار یہ طرز تخاطب، یہ لہجہ یہ آنکھوں میں چھپی آس۔ یہ زندگی کی سب سے بڑی خواہش۔ اسد نظریں چرا کر رہ گیا۔

''کچھ لوگ ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتے ہیں آتے ہیں، چلے جاتے ہیں لیکن سانسیں دے جاتے ہیں۔ وہ مجھے میری سانسیں دے گئی اور کتنی قابل رحم بات ہے۔ میں نے اس کی سانسیں کھینچ لیں۔ کاش وہ زندہ ہو اسد وہ زندہ ہے نا۔''

''زندگی سانسوں سے نہیں امید سے چلتی ہے۔ جب تک امید ہے آپ زندہ ہو۔ امید کے ٹوٹتے ہی سانسوں کی ڈوری بھی بھر بھرے دھاگے کی مانند ٹوٹ کر روح کو خاک کے پتلے سے جدا کر دیتی ہے۔ وہ بھی اسی

امید کے سہارے زندہ تھا جس کا اسد سے پوچھ رہا تھا۔"

اسد نے جبراً نفی میں سر ہلایا۔ براق نچلا ہونٹ دباتے ہوئے روتے دل کے ساتھ مسکایا۔ چہرے پر بھی دل کا حال رقم تھا۔ اس نے گھٹن زدہ سانس خارج کی۔

"بہرحال اپنے ڈیڈی کو بتا دینا، میں نے کسی سے کوئی منگنی نہیں کی۔ شادی تو دور کی بات ہے۔ زیادہ زور دیں گے تو میں نے غائب ہو جانا ہے پھر ڈھونڈتے پھرنا۔"

اسد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اس وقت جواب دینے کے قابل بھی نہیں تھا۔

گھر آ کر فریش ہو کر وہ ڈائننگ ٹیبل پر اصرار کرنے پر آیا تو اسے اپنی خالہ والوں کی فیملی بیٹھی نظر آئی جس میں اس کی خالہ، خالو اور ان کی بیٹی ایشل اور مناہل تھے۔ روحان شاید میساچوسٹس کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا۔ سب سے رسمی علیک سلیک کر کے اس نے کرسی سنبھالی اور نیپکن گود میں پھیلانے لگا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اس کی وجہ ایشل کی نظریں تھیں جو اس پر گڑی تھیں۔

"ہیلو منگیتر کیسے ہو۔ او ہیلو میں تم سے مخاطب ہوں۔"

پہلے تو براق سمجھ نہیں پایا پھر اس کا خود کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجانے پر چونک گیا۔ شدید ناگواریت کی لہر اس کے وجود میں ابھری۔

"میں نے صرف آپ سے محبت کی ہے۔ میں صرف آپ کو چاہتا ہوں آپ نہیں تو کوئی نہیں۔"

براق نے آواز کے ساتھ چمچ کو پلیٹ میں پٹخا اور دونوں ہاتھ آپس میں باندھ کر اس سے گویا ہوا۔

"میں تمہارا منگیتر نہیں ہوں، انفیکٹ میں کسی کو بھی اپنی فیانسی بنانا پسند نہیں کرتا کیونکہ میں اپنی سویلم سے بہت بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ بہتر ہو گا میری زندگی میں دخل اندازی نہ کرو۔"

نیپکن پھینکا، پلیٹ پرے کھسکائی اور کرسی دھکیلتا یہ جا وہ جا۔ ڈائننگ ٹیبل پر چند لمحے کی گھٹن بھری خاموشی پھیل گئی۔ پھر اس کثافت کا اثر زائل کرنے والے فاروق بولے۔ ان کا مخاطب اصغر تھا۔

"میں نے بتایا تھا براق کا اس کے لئے یہ سب قبول کرنا ابھی اتنا آسان نہیں پلیز۔ آپ مائنڈ نہ کرنا اسے تھوڑا وقت دو وہ سنبھل جائے گا۔"

اصغر کا ہاتھ تھامتے وہ مفاہمتی لہجے میں بولے۔اسد کشمکش میں تھا تبھی سر جھکائے بیٹھا تھا۔براق کے پیچھے اس وقت جانا مطلب فساد کو دعوت دینا تھا۔

چڑھتے سورج میں وہ اپنی گاڑی بھگائے دے رہا تھا۔کہاں جا رہا تھا اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا لیکن ہاں وہ اس سورج کی مانند ہی جل رہا۔تھا مئی کے اوائل دنوں کا آغاز تھا۔گرمی نہیں تھی لیکن آ رہی تھی۔

اور اس آتی گرمی میں براق شاہ کوئلوں کی طرح ہی سلگ رہا تھا۔

''کیا ضرورت تھی وہاں سے یوں بھاگ آنے کی؟''اس کی پہلو میں بیٹھی اس کی عزیز ترین ہستی نے کہا۔

براق نے لب بھینچے سرخ آنکھوں سے اس دشمن جاں کو دیکھا۔

''بھاگ کر نہیں وارن کر کے آیا ہوں۔آپ نے دیکھا کیسے وہ مجھے اپنا منگیتر کہہ رہی تھی۔اس کی جرأت کیسے ہوئی۔مجھے ایسا کہنے کی بھی وہ سمجھتی ہے میرے ماں باپ کا ووٹ لے کر شیر ہو جائے گی تو وہ بہت بڑی غلطی پر ہے۔''

چلتی گاڑی کے سٹیئرنگ پر غصے سے مکا مارتا وہ اپنے اندر کی بھڑاس نکال رہا تھا۔

''اور اسے دیکھو ڈھیٹ اور دغاباز انسان کو چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔کیا وہ واقعی میرا دوست ہے۔''

شکی لہجے میں وہ سر جھٹک رہا تھا۔ایک نرم ہاتھ اس کے چوڑے ہاتھ کی پشت پر آن ٹھہرا۔ساری کلفت سارا چڑچڑاپن گویا پل میں غائب ہوا تھا۔اس کو اپنا دل ہلکا ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

''تم کچھ زیادہ ہی قنوطی ہو رہے ہو۔ریلیکس سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

براق نے گاڑی سائیڈ پر لگائے چہرے پر سورج کی سی زردی لئے اسے دیکھ کر بولا۔

''میں جانتا ہوں سب میری وجہ سے پریشان ہیں۔آپ بھی لیکن میں کیا کروں یہ سب میرے اختیار میں نہیں۔میں نہیں بھول سکتا سولیم کو۔''

''سولیم۔''اس لفظ پر اس کی آواز اتنی گیلی ہوئی جیسے پورا سمندر اس نام میں آن سمایا ہو۔اتنا پانی تھا اس لفظ میں کہ آسمان پر جلتا کوئلہ بھی اس کی زد میں آ کر پھیکا پڑ گیا تھا۔

''اس گناہ کو جو مجھ سے سرزد ہوا جو میں نے کر دیا۔میں نے اسے ہی مار دیا جس سے مجھے محبت تھی جو......''

اس نے وہ نرم ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کے مقام پر رکھا۔

''جو یہاں بستی ہے۔ آپ محسوس کر سکتی ہیں اسے یہاں یہ وہی مقام ہے جہاں وہ ہے جہاں آپ ہیں۔''

نرم ہاتھ نے ڈبڈبائی آنکھوں میں زیادہ اسے محسوس کیا۔ دل تو دھڑک کر نام ہی اسی کا لے رہا تھا۔ ہاتھ آہستہ سے کھینچا گیا۔

''تم پاگل، ہو نہیں شاید تم پاگل ہو رہے ہو۔ میں تمہارے لئے صحیح لفظ نہیں ڈھونڈ پا رہی لیکن مجھے کہنا پڑے گا تم اس کے پیچھے اپنے رشتے کھو رہے ہو۔ اپنی زندگی گنوا رہے ہو۔ اس نے کل بھی تم سے محبت نہیں کی تھی وہ اگر آج مل بھی جائے تو بھی وہ تم سے محبت نہیں کرے گی۔ سیراب کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دو براق۔ میں تمہاری ہمدرد ہوں اس لئے کہہ رہی ہوں۔ تم مزید تکلیف میں آ جاؤ گے ورنہ......''

جیسے سورج تپ رہا تھا ویسے ہی اس مہربان کے الفاظ بھی تپش میں لپٹے تھے۔ براق کا دل چھد گیا۔ آنکھیں تر گئیں۔

''مجھے اس کی محبت چاہیے بھی نہیں اب۔ مجھے تو بس......'' وہ رک گیا۔ کچھ لفظ ادا نہ ہی ہوں تو اچھا ہے۔

براق نے افق پر جگمگاتے گلابی و بنفشی ہالے میں مقید گولے کو دیکھا اور اپنا سر ندامت کے بوجھ سے جھکا لیا۔

''کاش وہ زندہ ہوں۔'' اس کے دل نے صدا لگائی۔

⁂

''کیا وہ زندہ ہے؟''

پورا دن سڑکوں پر خوار ہو کر وہ جونہی ڈھلتی شب میں گھر کو لوٹا تو سینے پر بازو باندھے اسد کو خود کا منتظر پایا۔

''ناٹ ناؤ۔'' اس نے تھکی سانس خارج کی تھی۔ اسد کا اس پوزیشن میں کھڑے ہونے کا لب لباب وہ اچھے سے سمجھتا تھا۔

''تم کہاں تھے، کہاں گئے تھے؟ فون کیوں آف تھا۔ یہ کیا حرکت کی تھی تم نے۔ صبح میز پر تم اپنے مینرز پھر سے کھوتے جا رہے ہو۔ تم نے آج مجھے شرمندہ کیا یہ کوئی ٹائم ہوتا ہے گھر آنے کا۔ کیوں خود کی جان پر ظلم کر رہے ہو بلا بلا۔''

ایسی سوچوں میں گھرا وہ اسے کراس کر کے جا رہا تھا جب اسد کی بات پر تھم گیا۔

"براق شاہ تو یعنی تم اب مجھے غلط بھی سمجھنے لگے ہو خود کو بھولنے کے ساتھ ساتھ تم مجھے بھی بھلاتے جا رہے ہو۔ کتنا ظلم کر رہے ہو نا۔"

شکستہ لہجے پر وہ چونکا۔ مڑ کر اسے دیکھا اسد کی باڈی لینگویج بڑی افسردہ دکھی۔

"غلط مت سوچو میرے بارے میں۔ میں تم سے بحث کرنے، وضاحت طلب کرنے یا سوال کرنے یہاں نہیں کھڑا۔ مجھے تو اس بات کا افسوس ہے کہ تم اپنا وعدہ بھول گئے۔ یاد ہے آج کی تاریخ میں ہمارا فٹ بال کا میچ تھا۔" براق فوراً دو قدم پیچھے ہوا۔ کھڑکیوں سے چھنتی چاندنی کی روشنی جیسے سپاٹ لائٹ کی طرح اس پر پڑ رہی تھی۔

"کیا میں یہ سمجھوں تم نے اپنی ہار تسلیم کر لی وہ بھی میچ کھیلے بغیر۔" وہ منہ بسورے شروع تھا۔ کبھی کبھی حالات تو جیسے چل رہے ہیں ویسے چلتے رہنے دینا ہی بہتر ہوتا ہے ورنہ معاملات بگڑتے دیر نہیں لگتی اور وہ براق کا خود سے بدزن ہونا قطعی افورڈ نہیں کر سکتا تھا تبھی چپ کا دامن تھامے رکھا۔

"اوہ ہاں بھولا کیوں مجھے یاد تھا مطلب ہے ہاں ہم ابھی میچ کریں گے۔ اوہ مت بھولو میں براق شاہ ہوں۔ ہار نے کبھی میرا چہرہ بھی نہیں دیکھا۔"

کھوکھلے قہقہے خالی آواز بے نور چہرہ پھیکی مسکراہٹ اسد نے بے چین دل کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔

"ولیٹس سی۔"

پندرہ منٹ میں وہ گراؤنڈ میں تھے۔ اسد تین گول کر چکا تھا جبکہ براق صفر۔ بلیو شارٹس اور بنیان پہنے وہ دونوں مصنوعی خوشی بھرے چہروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اب نہ پہلے جیسا مزا تھا اور نہ ہی جوش اب تو فقط دل کو بہلاوے کا سامان تھا۔

"ہے، ایسا چلتا رہا تو تم ہار جاؤ گے۔ دیکھو تم سے تو بھاگا بھی نہیں جا رہا تم واقعی بوڑھے ہو رہے ہو۔" اسد نے بدمزگی سے سر جھٹکتے ہوئے اسے کہا۔ براق پھولے سانس کے ساتھ دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ہانپا۔

"نہیں مطلب ہاں بوڑھا تو ہو رہا ہوں لیکن یہ کسرت چھوڑنے کی وجہ سے ایسا ہے۔ اگلے ہفتے کا رکھو میچ تمہیں چاروں شانے چت نہ کر دیا تو میرا نام بھی براق شاہ نہیں۔"

وہ وہیں ہانپتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ اسد نے بھی اس کے پاس جگہ بنائی۔

"ہاں رہنے دو تین سالوں سے یہی سنتا آ رہا ہوں۔ مجھے تو لگتا ہے اب نیا پارٹنر ہی ڈھونڈنا پڑے گا۔" اس نے ہنستے ہوئے بے سبب ہی یہ بات کہہ دی تھی لیکن براق نے اسے بہت دلگرفتگی سے لیا تھا۔

"تو تم بھی اب مجھے چھوڑ دو گے۔"

اسد ان لفظوں پر سٹپٹایا۔ براق کے چہرے کا حزن اور لہجے کی بے یقینی اسے اتنا بڑا دھچکا دے گئی کہ اسے لگا اس دھکے نے اس کے بدن کی تمام ہڈیاں توڑ دی ہیں جنکی آواز بخوبی سنی جا سکتی تھی۔

"کیا کہا؟ ایک بار پھر سے دھرانا ذرا۔" ٹوٹے مان کی کرچیوں سے کھنکتے لہجے میں پوچھا۔

"تم مجھے چھوڑ رہے ہو۔ تمہیں کوئی دوسرا ساتھی مل گیا ہے نا تبھی تم مجھ سے بور ہونے لگے ہو۔ اسد! میں تمہیں اپنی کرس زدہ لائف میں قید کر کے نہیں رکھ سکتا۔ تم واقعی آزاد ہو جہاں چاہے جا سکتے ہو۔ شادی کرو فیملی بناؤ، نئے دوست بناؤ، خوش رہو میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ زندگی جینا تمہارا حق ہے۔"

کیا وہ اندھا تھا یا بہرا جو مقابل کی آواز میں پنہاں درد کو نہیں جان سکتا تھا۔ آنکھوں میں ٹھہری نمی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسد نے اپنے اندر اٹھتے ابال کے طوفان کو تھمایا اور ایک جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر گیا۔ چند قدم ہی آگے گیا تھا کہ واپس پلٹا ایک زوردار ٹھوکر اسے مڑ کر دیکھتے براق کے کندھے پر رسید کی اور موٹی گالی دے کر یہ جا وہ جا۔

"اسد رک۔" اس کے اس اقدام نے براق کو کچھ بہت غلط ہونے کا سائرن دیا۔ وہ اس کے پیچھے لپکا تھا لیکن جیسا کہ اسد نے کہا وہ بوڑھا ہو رہا تھا تبھی اس کے قدموں کو نہیں پکڑ سکا تھا۔

طیش بھرے انداز میں اس نے اپنے کمرے کا درواہ بند کیا۔

"اسد میری بات سن۔" فردوس اس بھونچال پر کمرے سے نکلیں۔

"کیا ہوا ہے؟" براق کو اسد کا دروازہ پیٹتے دیکھ کر پوچھا۔ انداز میں عجلت کے ساتھ پریشانی بھی تھی۔

فاروق نے آج رات گھر نہیں آنا تھا وہ کسی ضروری کام سے بھوربن گئے ہوئے تھے۔

"اسد ناراض ہو گیا......" اس کی بات درمیان میں رہ گئی۔ جب وہ دروازہ کھول کر جینز شرٹ میں گلے میں

مفلر ڈالے چھوٹے سے چمڑے کے ہینڈ بیگ کے ساتھ باہر آیا۔ براق کی نظریں اس کے بیگ پر جا پھسلیں۔
باہر چاندنی اپنے عروج پر تھی۔ تھوڑی زرد روشنی پھینکتا نور کا گولا بھی کھڑکی سے اندر جھانک رہا تھا۔
"اسد کہیں جا رہے ہو تم؟" فردوس نے اس کی تیاری کی بابت پوچھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔
"جی آنٹی، ابھی تو فی الحال دوسرے شہر جا رہا ہوں پھر چند دن بعد واپس لندن چلا جاؤں گا ہمیشہ کیلئے۔" وہ کہہ فردوس سے رہا تھا لیکن نظریں اس پر ٹکی تھیں۔ براق نے حواس باختگی سے ماں کی طرف دیکھا جو اس چاندنی چھلکاتی رات میں گویا تھیں۔ ان کے لفظوں میں عجلت بھرا تفکر تھا۔
"تم ہمیشہ کیلئے جا رہے ہو لیکن کیوں۔ اسد تم چلے جاؤ گے تو ہمارا کیا ہو گا۔ ہمارا وہ ایک فیملی کی طرح رہنے والا پلان، وہ مستقبل کے خوشگوار منصوبے ان سب کا کیا میرا کیا۔"
اسد آگے بڑھا ان کو گلے سے لگایا جب بولا تو لگا اس کے لفظ براق کو لہولہان کر گئے ہیں۔
"ان سب کیلئے آپ کا بیٹا ہے نا۔"
"ویسے بھی میں کیوں اس کے ساتھ رہ کر بور ہوں۔ مجھے بھی اپنی لائف شروع کرنے کا پورا اختیار ہے۔ اس کے ساتھ اس کی "کرس" زدہ زندگی میں رہ کر میں کیوں اپنی زندگی برباد کروں۔"
لفظ تھے یا تیر براق کی آنکھیں لہولہان ہو گئیں۔ ضبط سے ہونٹ بھینچے۔ فردوس نے اسے شانوں سے پکڑ کر ہٹایا۔
"براق نے کچھ کہا ہے نا یقیناً اس نے ہی کچھ کہا ہے۔ کیوں براق کیا کہا ہے تم نے اسد کو۔" لہجے میں سختی لئے انہوں نے جامد کھڑے براق کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ اس نے لب تر کئے اور پھر نمی بھری آنکھوں سے اسد کو دیکھا۔
"موم! اسے کہو مت جائے۔" اسد فردوس کی سائیڈ سے نکلنے لگا تھا براق نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔ "میں اس کے بغیر کچھ نہیں، اگر یہ چلا گیا تو براق کا خول جو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں یہ بھی چلا جائے گا۔"
اس "چلا جائے گا" کا مطلب وہ دونوں بخوبی سمجھتے تھے۔ اسد نے ایک بار دل سے بھرپور لعنت خود کو دی اور خود کو شدید ملامت کی کہ کس کی دوستی میں پھنس گیا۔
"مجھے ڈائیلاگ بازی انتہا سے زیادہ ناپسند ہے۔" کڑوے منہ کے ساتھ وہ کینہ توز نگاہوں سے اس ڈرامہ

باز شخص کو دیکھ کر بولا۔

''اور واقعی آنٹی یہ ہمیں بھولتا جا رہا ہے۔ اسے کہہ دیں مجھے فاروق انکل نے ارجنٹ بلایا ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں جس دن مجھے اسے چھوڑنا ہوگا نا میں نے بتانا بھی نہیں غائب ہو جانا ہے۔''

اور یہ بات تو وہ تینوں جانتے تھے کہ وہ دن کبھی نہیں آنا جب اسد نے براق کو چھوڑ دینا ہے۔ براق نے اس کا ہاتھ کھینچ کر خود سے لگایا۔ فردوس چپکے سے وہاں سے گئی تھیں۔

''مجھے لگا تو واقعی مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔'' وہ اسے خود میں بھینچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ باہر پھیلی چاندی اب دونوں پر سپاٹ لائٹ کی مانند پڑ رہی تھی۔ دور سے دیکھنے پر وہ کسی گھریلو ڈرامہ کا اموشنل سین معلوم ہوتا تھا۔

''اور میں نے کہا نا تو ہمیں بھولتا جا رہا ہے۔'' اسد نے آزاد ہونا چاہا براق نے اجازت نہیں دی۔

''بوڑھا ہو گیا ہے پر جان تیرے میں اب بھی باقی ہے۔''

براق نے زور کا قہقہہ لگایا۔ اسد کو چھوڑا اور محبت پاش نظروں سے دیکھتا گویا ہوا۔

''بڈی! میرے ان سفید بالوں پر نہیں جاؤ میں اب بھی تمہیں پچھاڑ سکتا ہوں۔''

''ہاں ہاں جیسے ابھی پچھاڑا۔ بہت شکریہ ایسے پچھاڑنے کا اب میں چلتا ہوں۔ مجھے خاصی دیر ہو رہی ہے۔'' ریسٹ واچ پر نظر ڈال کر وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا۔

''میں ڈراپ کر دوں۔''

اس کے لہجے کی بے چینی کو وہ بھانپ گیا۔

''شکریہ! باہر ڈرائیور موجود ہے میں کل شام انشاء اللہ انکل کے ساتھ آؤں گا اپنا خیال رکھنا۔'' اسد کے کندھے کو تھپکتے ہوئے وہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ براق نے سکھ کا سانس لبوں سے خارج کیا۔

''تم واقعی مجھے میرے رشتوں سے دور کر رہی ہو۔ سولیم تمہارے جانے سے میں بہت شکی ہو گیا ہوں۔''

براق نے بالکل بھی نہیں سوچا بس اس کے آس پاس کوئی بول رہا تھا۔ اس آواز کو اگنور کر کے وہ کمرے کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا اور جیسے پھولوں کی برسات اس پر ہو گئی۔ اس چاندنی رات میں بہار آ گئی۔

وہ اس کی کھڑکی میں دونوں ہاتھ دائیں بائیں جمائے کھڑی جانے کس چیز کو تک رہی تھی۔ براق نے بالکل

احتیاط سے دروازہ بند کیا اور دبے قدم بلی کی چال میں اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا۔ مسکراہٹ دبائی اس کی پشت پر جھک کر اپنے ہاتھ دائیں بائیں اس کے ہاتھوں پر جمائے اور چہرہ اس کے بالوں پر ٹکا لیا۔

''میں آپ کو ہی یاد کر رہا تھا۔ آپ کا سرپرائز دینے کا انداز اچھا ہے۔''

دونوں کی نگاہیں انگنت پھیلے ستاروں پر تھیں۔

''میں تم سے خفا ہوں۔'' اس نے دیکھا دو ستاروں میں براق کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ خوف کے ہلکوروں میں ڈوبتی ہوئی دو گریفائیٹ آنکھیں۔

''کیوں؟'' ویسا ہی خوف زدہ سا سوال تھا۔

اس نے اپنے ہاتھ کھینچے اور سیدھی ہوئی۔ ایسا کرنے میں وہ براق کے سینے سے ٹکرائی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتی دروازہ بجنے لگا اس کی آنکھوں میں ڈر ابھرا۔

''میں نہیں چاہتی کہ ابھی میرے بارے میں تمہارے گھر والوں کو کچھ پتا چلے، حالانکہ اسد کو معلوم ہے۔''

''براق! ڈنر کر لو تم نے دوپہر کو بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ صبح بھی ایسے ہی اٹھ کر چلے گئے۔'' فردوس نے باہر سے ہی آواز لگائی تھی۔

''موم! میں روم فریج سے کچھ لے لوں گا۔ آپ کا شکریہ۔'' اس پر نظر ٹکائے وہ فردوس سے مخاطب تھا جو اوکے کہہ کر شاید چلی گئی تھیں۔

''ناراض کیوں ہیں۔'' براق کی سوئی اٹک گئی تھی۔ اب ہلتی کیسے۔

''تم نے اسد کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ کوئی اپنے رشتوں پر شک کرتا ہے بھلا تم ایسے تو نا تھے۔''

براق نے آزاد سا سانس خارج کیا اور ڈھیلا ہوا۔

''مجھے اس پر ریگرٹ ہے میں اس سے معافی مانگ لوں گا اس یقین دہانی کے ساتھ کہ آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ اوہ کم آن، کبھی تو مجھ پر یقین کیا کریں۔ آپ کی یہ شکی نگاہیں اب آپ میرے ساتھ ظلم کر رہی ہیں۔''

گردن کھجاتا وہ پیچھے ہٹا۔

''تم ہر بار یہ کہتے ہو پھر کچھ نہ کچھ ایسا کر جاتے ہو تو میں کیسے یقین کروں۔''

وہ اس کے پیچھے آئی تھی۔ کھلے بال ڈارک پرپل قمیض شلوار ہلکے رنگ کا دوپٹہ جو چلتے سے زمین پر گر رہا تھا۔ براق نے افسوس زدگی سے سر جھٹک کر اسے دیکھا پھر اس کا ہاتھ تھام کر صوفے پر بٹھا دیا اور خود روم فریج کی جانب گیا۔

"آپ جانتی ہیں میں آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا اس لئے کہتی جائیں جو کہنا ہے میں سن رہا ہوں بغیر کسی بات کے برا منائے لزانیہ یا ایپل پائی؟"

فریج کھول کر اس میں جھانک کر پوچھا۔

"تمہیں پتا ہے۔" مسکراہٹ دبائے اس نے کہا۔

براق نے ایک ہاتھ میں لزانیہ دوسرے میں مشروم سیلڈ لئے کہنی سے فریج کا ڈور بند کیا اور صوفے کے سامنے شیشے کی میز پر یہ سامان رکھ دیا پھر وہ دوبارہ فریج کی جانب بڑھا۔ اس کے عین اوپر بنے کبڈ کو کھولا۔ ایک پلیٹ چمچ اور کانٹا نکالا۔ ایک گلاس اٹھایا۔ فریج سے واٹر بوٹل نکال کر اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھی اسے یہ سب کرتا دیکھ رہی تھی۔ براق نے لزانیہ نکال کر پلیٹ میں ڈالا اور چمچ اس کے منہ کی جانب بڑھا۔ اس نے وہ بائیٹ لے لیا دوسرا بائیٹ براق کے منہ میں تھا۔

"میں ابھی پوچھنے والی تھی میری پلیٹ تم کچھ زیادہ ہی رومان پرور نہیں ہو رہے اور تم بھول رہے ہو میں کھانے کے دوران اور بعد میں پانی نہیں پیتی۔"

براق نے اس کی اور پانی کا گلاس بڑھایا تھا جسے وہ پیچھے کرتے ہوئے بولی۔ براق ہنس دیا نمی سے بھری مسکراہٹ۔

"رومان پرور نہیں بس میں ہر رشتے کو اس کی صحیح جگہ پر رکھنے کی سعی کر رہا ہوں تا کہ جن جن کو مجھ سے شکایت ہے وہ خوش ہو سکیں۔ دیکھیں اب یہ زیادتی ہے آپ ایسے ہنسیں گی تو میں کھا نہیں پاؤں گا ٹھیک ہے پھر ہنستی رہیں۔"

پھولے منہ کے ساتھ اس نے لزانیہ سے بھرا چمچ اپنے منہ میں ڈالا تھا۔ پرنور چاند نے اس منظر کو ملول کے ساتھ دیکھا اور شمس کو بتانے بھاگ گیا۔ تیز کرنوں کے ساتھ دمکتا سورج بیتابی کے ساتھ فوراً اس پیغام کو سنتا آیا

اور اپنی شعاعیں یہاں وہاں بکھیرتا کھلی کھڑکی سے اندر جھانکنے کی سعی کرنے لگا۔

براق نے ان شعاعوں کے آنکھوں میں پڑنے کی وجہ سے کسمسا کر پلکیں اٹھائیں۔ گردن موڑ کر اپنے دائیں جانب دیکھا اور یکدم جھٹکا کھا کر اٹھا۔ واش روم کا دروازہ بجایا۔ وہ خالی تھا بالکونی کی سمت لپکا تو دل کو سکون سا ملا۔ اس کے برعکس سورج بجھ سا گیا۔ اس کی دمکتی شعاعوں کی روشنی ترحم کے ساتھ پھیکی پڑ گئی۔

''آپ یہاں ہیں۔''

براق کی آدھی بات اس نے اچک لی۔

''اور میں نے سمجھا آپ چلی گئیں، رائٹ تمہارا کوئی حال نہیں۔ براق نے جوگنگ اور کسرت چھوڑی سو چھوڑی اپنوں کو سمجھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ کچھ مت کہنا تمہارے سیل پر میسج آیا تھا فاروق انکل چاہتے ہیں تم آج ان کے آفس جاؤ وہ شام کو لوٹیں گے۔''

وہ کہنے کو آگے بڑھا تھا۔ اس کے ٹوکنے پر سر ہلاتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

''ہم دونوں ساتھ جائیں گے۔'' براق کی نئی فرمائش تھی۔

آفس ویسا ہی تھا جیسا ہوتا ہے لیکن چونکہ فاروق خود کلاسی تھے تو انٹیریر کے ساتھ ساتھ اسٹاف بھی کلاسی ہی دکھتے تھے یا پھر یہ ان کا گرے رنگ کا یونیفارم تھا جو سب کو مشترک دکھاتا تھا۔ پورا دن آفس میں فائلوں میں سر دیئے وہ سرِشام جب سب کو فارغ کر کے نکل رہا تھا تو اس کے آفس سے اسے کال آئی تھی۔

''سر! جو نئی پراڈکٹ ہم نے انٹروڈیوس کرائی تھی اس کا خاصا اچھا رسپانس آیا ہے ان بیف سے بنے ''یو ایف اوز'' کو بچوں نے بہت پسند کیا ہے اس کے لئے جو ہم نے کوپنز کا پیٹینز رکھے تھے ان میں ونر بچوں کی لسٹ آ گئی ہے۔ ہم نے ساٹھ سکولز میں ابھی سیمینار رکھا تھا تو ساٹھ ونر بچے ہیں۔ رنرز اپ کو وہیں ان کے گفٹ ہیمپر پہنچا دیئے تھے باقی ونر بچوں کے سرپرائز گفٹس ان کے گھروں پر ارسال کرنے ہیں۔ ایک بار آ کر آپ ان کی لسٹ چیک کر لیتے تو بہتر ہوتا۔''

براق نے لمبی چوڑی بات سنی اور ٹھیک ہے کہہ کر گاڑی کا رخ موڑ لیا۔ پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد وہ اپنے آفس میں تھا جو فاروق نے یہاں سیٹل کروایا تھا اور جس کو واپس لندن موقع ملتے ہی سیٹل کرنے کا وہ ارادہ

رکھتا تھا۔ میٹنگ روم میں وہ کرسی پر جھولتے ہوئے ان بچوں اور ان کے لیے تعین کیے گئے گفٹس ڈسکس کر رہا تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا اور پراجیکٹر آن تھا جن پر ان بچوں کی تصاویر وقفے وقفے سے نمودار ہو رہی تھیں۔

کوئی انسٹھوی تصویر تھی جس پر براق چونکا تھا۔ براق تو براق اندر آتا اسد بھی ٹھہر گیا۔ دروازہ ہولے سے بند کیا اور براق کے سامنے آبیٹھا جو حیرت و جوش کے ملے جلے تاثر سے کھڑا ہوا تھا۔ اس بچے کی تصویر میں اسے اتنی کشش محسوس ہوئی کہ وہ اس کے بالکل سامنے جا کھڑا ہوا۔

وہ ہو بہو براق جیسا تھا۔ ویسی گریفائیٹ آنکھیں اسی طرح کی ستواں ناک وہی ہونٹ وہی چہرے کا سٹرکچر اور تو اور مسکان بھی وہی موٹا سیاہ چشمہ لگائے وہ ونرکا سلیش پہنے مسکرا رہا تھا۔ بس اس کا نیچے کا ایک دانت تھا جو ٹوٹا ہوا تھا۔ براق نے جھٹ سے اپنا سیل آن کیا اس کی تصویر کلک کی اور۔

''اس کا نام کیا ہے اور عمر؟''

اپنے مینیجر سے پوچھ کر خود کا سیل کھولنے لگا۔

''سر! اس کا نام۔'' اس آدمی نے لیپ ٹاپ سے سرچ کیا۔ پراجیکٹر پر اب اس کے نام کے ساتھ عمر بھی آنے لگی۔

''عبداللہ عمر سات سال کے قریب تر ہے۔''

اسد نے عجیب دل کے ساتھ براق کو دیکھا جو اپنے سیل میں خود کی تصاویر کا سات سال والا فولڈر کھول رہا تھا۔ جس میں اس کی اس ایج کی تصویریں تھیں۔

اس کی آنکھیں جیسے یہ فولڈر کھول کر چمک اٹھیں۔ وہ بار بار اپنی اور عبداللہ کی تصویر کو میچ کرنے لگا اور جیسے یہ کام کرنے میں وہ بالکل نہیں تھک رہا تھا انبساط، سرور، خوشی۔ اس نے اسد کو آتے نہیں دیکھا تھا تبھی اس پراجیکٹ مینیجر کی جانب بڑھا۔

''عادل! دیکھیں یہ بچہ بالکل میرے جیسا ہے نا۔ اس کا چہرہ ہو بہو میری طرح ہے۔ سٹرینج واقعی اس دنیا میں ایک شکل کے کئی لوگ ہوتے ہیں جب میں نہیں ہوں گا تو یہ میرا چہرہ لیے دنیا میں ہو گا قدرت کا کیا عظیم نظام ہے یہ۔''

وہ پرجوش تھا۔ بہت پرجوش۔ عادل نے اس کی سیل میں جھانکا جو براق نے عین اس کی آنکھوں کے سامنے کیا تھا۔

"سر! اللہ آپ کو لمبی عمر دے اور یہ تو واقعی آپ جیسا ہے اسد سر دیکھیں۔"

میٹنگ روم میں بیٹھے سب اشتیاق میں پڑ گئے تھے۔ براق اسد نام پر چونکا اسے دیکھا مسکرایا اور ایک سیکنڈ میں اس کے سر پر پہنچا۔

"کیا عجیب اتفاق ہے نا۔"

اسد نے سیل کی جانب دیکھا پھر براق کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلا گیا جبکہ اس کے ہاتھ بے چینی سے آپس میں پیوست تھے۔

"سر کا اگر بیٹا ہوتا تو بالکل اس جیسا ہوتا۔"

کسی ایک نے تصویر دیکھ کر کہا تھا۔

⁂ .... ⁂ .... ⁂

"سر کا اگر بیٹا ہوتا تو بالکل اس جیسا ہوتا۔"

چمکیلی صبح کی ڈھلتی شام میں یہ الفاظ بار بار اسد کے دماغ میں گونج کر اس میں تلاطم برپا کر رہے تھے۔ ایک خفیف سا خیال تھا جو اس کے رگ و پے میں دوڑ کر اسے بے چین کیے دے رہا تھا۔ وہ جس کے لئے پریشان و مضطرب ہو رہا تھا۔ اس نے تو اس بات کو محسوس تک ہی نہیں کیا۔ اسد جانتا تھا، وہ ڈسٹرب ہے وہ کافی دنوں سے بے انتہا ڈسٹرب ہے لیکن وہ پھر بھی خود کو قابو میں پائے ہوئے ہے۔ شاید اس لئے کہ وہ اپنے پیرنٹس کو پریشان نہیں کرنا چاہتا یا پھر یہ طوفان کے آنے سے پہلے کی خاموشی ہے۔ جو بھی ہے اس سب میں سب سے زیادہ جو شخص پریشان ہے وہ اسد ہے۔ ابھی بھی وہ سب ٹی وی کے آگے بیٹھے کوئی سپیس کی نیوز دیکھ رہے تھے۔ سنگل سیٹر پر براق ہاتھوں میں بھنی ہوئی مونگ پھلی کھا رہا تھا۔ اس کے بالکل ساتھ رکھے ویسے ہی سنگل سیٹر پر اسد کے ہاتھ میں مونگ پھلی کا باؤل تھا جو وہ صبح ہی بھوربن سے لایا تھا جبکہ دونوں کے عین سامنے ڈبل صوفے پر فردوس اور فاروق ہاتھوں میں کافی کے مگ تھامے بیٹھے تھے۔ سب کی نظریں ٹی وی پر تھیں اور کمرے میں اس میل اینکر

کی بھاری آواز گونج رہی تھی جو کسی مارس پروجیکٹ کے بارے میں بتا رہا تھا۔
سب خاموش تھے۔سب کی نگاہیں ایک ہی سمت میں دیکھ رہی تھیں پھر اس دیکھنے کے ارتکاز کو کمرشل نے توڑا۔اس سے پہلے کوئی تبصرہ کرتا فاروق نے گلا کھنکھارا تھا۔گلا کھنکھارنے کا مطلب سب متوجہ ہو جاؤ سب نے اپنی گردنوں کا رخ ان کی جانب کیا۔فاروق نے آواز میوٹ کی اور کہنے لگے۔
''میں نے کل مشل کو ڈنر پر انوائٹ کیا ہے۔''
براق کا مونگ پھلی کھاتا ہاتھ سلو موشن میں حرکت کرنے لگا۔وہ مونگ پھلی کا دانہ جو ابھی فاروق کی بات کے بعد اس نے منہ میں ڈالا تھا۔زہر کی طرح کڑوا لگنے لگا۔اس کا منہ بنا وہ مزید کہہ رہے تھے۔
''اور یہ ڈنر براق اور مشل کے درمیان ہوگا کل تم اس کے ساتھ پی سی پہنچ جانا میں کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ براق! اپنا منہ بند ہی رکھو تم مجھے خود سے عاجز مت کرو۔میں تمہارا باپ ہوں دشمن نہیں جو تمہاری بربادی کا سامان کرونگا۔گرواپ بیٹا ماضی میں جینے والے اسے سینے سے لگا کر خیالات کی دنیا میں زندہ کرنے والے کبھی بھی خوشی بھری زندگی نہیں گزار سکتے۔اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اس کی یادوں کے سہارے زندگی گزار لوگے تو تم بہت بڑی غلط فہمی میں جی رہے ہو۔اگر تم یہ سوچتے ہو کہ وہی تمہاری سب سے بڑی خوشی ہے تو غلط کوئی دوسرا ہمیں خوش نہیں رکھ سکتا لیکن ہاں وہ ہماری اس خوشی کو خوش فہمی میں ضرور بدل سکتا ہے تم جس کے سہارے پر بیٹھے ہو نا وہ تو شاید خود بھی اس دنیا میں نہیں۔''
براق کے ہاتھوں میں مونگ پھلی کے دانے کانپنے تھے۔اس کے وجود میں پھرتی چونٹیاں پھر سے زندہ ہو کر اسے کاٹنے لگیں۔آنکھوں کی برقرارمی میں اضافہ ہوا اور چہرے کے عضلات سکڑ سے گئے۔فاروق کے بولنے کے دوران اسد اور فردوس دونوں کی نگاہیں براق پر جمی تھیں۔اب اس کا اگلا اقدام کیا ہوگا،کیا وہ چیخے گا چلائے گا یا پھر آج کی رات براق کے ساتھ سب پر بھاری پڑنے والی ہے۔
''لیکن میں خوش ہوں بہت خوش اور ضروری تھوڑی نا ہے میں تب بھی کامیاب لائف جی پاؤں گا جب شادی کرونگا ڈیڈ یقین کریں،میں جو زندگی جی رہا ہوں نا وہ بہت حسین ہے بس آپ اس سے واقف نہیں۔''
اسد نے بے چینی سے پہلو بدلا۔فاروق چونکے فردوس کو اس کے لفظوں میں پوشیدہ معنی کی بو آئی۔

''اگر تم مجھے الو کا پٹھا سمجھتے ہو تو سمجھتے رہو میں تمہاری ماں تمہاری اس حسین زندگی سے واقف ہیں۔ اسد کی جانب مت دیکھو اس نے ہمیں کچھ نہیں بتایا۔ یہ میں ہوں جس نے سب پتا کیا اور کیا تمہیں لگتا ہے میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل تھا۔''

ٹھنڈے خالی کافی کے مگ نازک سی کرسٹل کی میز پر پڑے تھے۔ جس کے نیچے بنے سٹینڈ پر گلابی رنگ کے بلی کے کھال جیسے فر والا بڑا سا کشن دھرا تھا جس کے بال بہت بڑے اور ملائم تھے۔

براق نے اپنا ہاتھ خالی کیا مونگ پھلی کے دانے اس نے گول کرسٹل کے باؤل میں ڈالے جو اس کے صوفے کے بازو پر رکھا تھا پھر گلہ صاف کرتا ہوا بولا۔

''جب آپ کو معلوم ہی ہے تو پھر یہ سب کیوں؟''

''تا کہ تم اس سیراب سے نکل سکو۔ براق مجھے مجبور مت کرو میں نہیں چاہتا کوئی انتہائی قدم اٹھاؤں۔ تم نے پینتیس سال اپنی زندگی کو برباد کیا ہے اور یقین جانو تمہاری اس بربادی کا کریڈٹ میں ہر بار خود کو دیتا ہوں کیونکہ تمہارے اس بگاڑ پنے میں سب سے زیادہ ہاتھ میرا ہے تو مجھے میری غلطی کو سدھارنے دو اور وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ اب سے تمہیں کرنا بھی وہی ہے جو میں کہا کرونگا۔''

براق نے جھکے سر کے ساتھ لب بھینچے۔ فردوس کا دل اس اعتراف پر بھر سا آیا۔ اسد اب بھی اس ڈھیٹ کی جانب دیکھ رہا تھا لیکن اندر سے وہ بھی مشل کو براق کے ساتھ دیکھ کر بے سکون ہو گیا تھا۔

''سوری ڈیڈ، یہ میرے بس میں نہیں۔'' اس نے جھکا سر اٹھا کر قطعی لہجے میں کہا۔

''تم میری بات رد نہیں کر سکتے براق۔'' فاروق کو اس کی ہٹ دھرمی پر طیش آیا تھا۔

''میں مجبور ہوں۔'' وہ جھکے سر کے ساتھ سپاٹ آواز میں کہہ رہا تھا۔ فاروق یکلدم کھڑے ہوئے، فردوس نے فوراً ان کا ہاتھ تھاما تھا جسے انہوں نے جھٹک دیا اسد مٹھیاں بھینچے بیٹھا رہا۔

''تمہاری مجبوری میں نے جڑ سے نہ نکال دی تو میرا نام بھی فاروق حسان شاہ نہیں۔ اس سولیم نامی کیڑے کو دماغ سے نکالو۔''

فاروق کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی جب براق ان سے ڈبل طیش میں کھڑا ہوتے ہوئے دھاڑا تھا

”کیڑا نہیں ہے وہ۔ آپ میری سولیم کو اس قدر توہین آمیز انداز میں نہیں پکار سکتے۔ وہ پاکیزہ ہے۔ وہ میری محبت ہے آپ اس طرح اس کی تو بے عزتی نہیں کر سکتے۔“

اسد نے کھڑے ہوتے ہوئے براق کو تھاما تھا۔ فاروق اس کی سرخ جلی ہوئی آنکھوں میں اپنی بپھری ہوئی آنکھیں گاڑے کھڑے تھے۔ انہوں نے دیکھا براق کی ٹھوڑی کانپی ہے۔

”ریلیکس ریلیکس۔“ اسد اس کا بازو سہلاتے ہوئے دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا۔

”کیسے ریلیکس ہوں یار، دیکھا نہیں تو نے انہوں نے سولیم کو کیسے پکارا۔ کیا یہ انہیں زیب دیتا ہے۔“

”اپنی حد میں رہو براق۔“ فاروق انگلی اٹھاتے آگے بڑھے تھے۔

”آپ چاہیں مجھے مار دیں لیکن آئندہ میری سولیم کے بارے میں ایسے الفاظ نہ سنوں۔ پلیز یہ میری برداشت کے باہر ہوتا ہے۔“

گیلی آواز، گیلی آنکھیں، سرخ چہرہ۔

”وہ تمہاری سولیم نہیں تھی وہ شاکر کی بیوی تھی۔“

”نہیں۔“ وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ در و دیوار لرزنے لگے۔

”وہ صرف میری تھی۔ صرف میری آپ...... آپ اتنی سخت بات نہیں کہہ سکتے۔ آپ مجھے یوں زخم نہیں دے سکتے۔“ وہ زخمی شیر کی طرح دھاڑا تھا۔ ہانپتا ہوا بولا۔ اسد نے اسے دونوں بازوؤں سے تھاما ہوا تھا۔

”اگر اتنی ہی محبت تھی براق تو اس بچی کے ساتھ وہ ظلم کیوں کیا۔“

”بس کر دیں انکل۔“ صبر کرتے اسد کا پیمانہ بھی چھلک پڑا۔

”رحم کریں، ایسا ظلم مت کریں اس کے ساتھ پلیز۔“

پھٹی آنکھیں، کھلا منہ، بہتے آنسو، ساکن دل، جامد سانس، ٹھنڈا وجود۔ وہ تڑپ گیا۔

”میں نے کچھ نہیں کیا۔“ وہ شدت سے دھاڑا۔ ”میں نے کچھ نہیں کیا۔ کچھ نہیں میں نے کچھ نہیں کیا۔“

”براق۔“ اسد نے اسے جھنجھوڑا تھا۔ ”براق! ہوش میں آ براق۔“

اسد کی آواز اسے دور کھائی سے آئی تھی۔ اتنی دور سے کہ وہ اسے ٹھیک سے سن بھی نہیں پا رہا تھا تبھی اپنی کہے

جا رہا تھا۔

”میں نے کچھ نہیں کیا۔“

”براق ہوش میں آرہا ہے یا نہیں۔ سوری بڈی پھر اس ٹھنڈے پانی کا مزا لے۔“

اس نے جگ میں بھرا پانی براق کے منہ پر انڈیل دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ مندی مندی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اسد خشمگیں نگاہوں کے ساتھ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ صبح کی پرنور کرنیں کھڑکی سے چھلک کر اندر گر رہی تھیں اور وہ اس سے اپنے بیڈ پر تھا۔ اس نے بھاری دماغ کے ساتھ اپنے ہاتھ سر پر رکھے۔

”لیس بے بی دن چڑھ آیا ہے، اپنے فضول سے خوابوں کی دنیا سے باہر نکلو اور میرے ساتھ جوگنگ پر چلو۔ یہ جو تم پر بڑھاپے کا خول چڑھا ہے نا اسے اتارنا ہے میں......“

براق نے اپنے گیلے وجود پر نظر ڈالی پھر غصے سے اسد کو دیکھا۔

”یہ کوئی تمیز ہوتی ہے اٹھانے کی پورا گیلا کر دیا مجھے۔“ وہ بیڈ سے اترتا ہوا کہہ رہا تھا۔

”میری تمیز تہذیب ابھی دیکھی کہاں ہے تو نے اولڈ مین اب ٹائم ویسٹ نا کر اور جلدی ریڈی ہو کر آ۔“ وہ عجلت میں کہہ رہا تھا۔ براق منہ بناتا ہوا واش روم میں گیا۔ اسد نے گہرا سانس خارج کیا۔ ٹراؤزر کی پاکٹ سے براق کی ڈرا کھولی اور اس کی دوائی بدل کر فاروق کو ”ڈن“ کا میسج کیا۔

✿......✿......✿

”آپ کا نام کیا ہے؟“

اس سورج کی کرنوں سے بھری صبح میں وہ دونوں اسلام آباد کی سڑکوں پر چہل قدمی کرنے خود کے باغ میں جاگنگ کرنے کے بعد جب گھر لوٹے تو پسینے سے شرابور تھے۔ براق تو شدید تھکن کا شکار تھا البتہ آج اسد بھی تھکن زدہ محسوس ہوتا تھا۔ وہ دونوں پاکستان کی گرمی جو پہلی بار دیکھ رہے تھے۔

ڈائننگ ٹیبل پر اشتہا انگیز ناشتہ پڑا تھا۔ وہ دونوں چل کر آگے پیچھے آ کر بیٹھے۔ فاروق اور فردوس کو وش کرنے کے بعد براق نے جوس کا گلاس اٹھایا اور لبوں سے لگا لیا۔

فاروق نے گلا کھنکھارا تھا۔ براق کے ہاتھ میں جوس کا گلاس لرزہ۔ اس نے سست روی سے سپ لے کر

فاروق کو دیکھا جو کہہ رہے تھے۔

"میں نے مشل کو ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے۔"

براق کی آنکھیں ں۔ پھیلی دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ وہ اپنے بدصورت خواب کو صورت نہیں دے سکتا تھا۔ ایک ہی سانس میں جوس ختم کر کے اپنا بریف کیس اٹھاتا کھڑا ہوا۔

"اچھا میں چلتا ہوں آج ایک اہم میٹنگ ہے۔ (سوری اللہ) شام کو بھی دیر سے لوٹوں گا۔ اللہ حافظ۔"

آندھی طوفان کی طرح وہ دھڑکتے دل کے ساتھ وہاں سے گیا تھا۔ وہ تینوں کھلے منہ کے ساتھ اسے جاتا دیکھتے رہے۔ چند ثانیے کا وقفہ ہوا پھر تینوں کے لبوں سے ہنسی کے فوارے پھوٹنے لگے۔

"یہ چوہا کب سے بن گیا۔" فاروق نے اس کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"برے دن ہیں انکل۔" اسد کو براق کے حرکت سے تھوڑی شرمندگی محسوس ہوئی۔ (واقعی چوہا بن گیا ہے کمینہ)

"خبردار آپ دونوں نے اگر میرے معصوم بیٹے کا مذاق اڑایا تو......" فردوس نے انہیں وارن کیا۔

"اچھا اور جو ابھی ہنسی تھیں آپ؟" فاروق نے مسکراتے لبوں کے ساتھ پوچھا۔

"وہ تو فطری تھا لیکن اب مذاق نہیں اور فاروق بند کریں نا اب یہ سب۔ منع کر دیں مشل کی فیملی کو براق اسے ایکسپٹ نہیں کر پائے گا۔"

اسد نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

"آنٹی! بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں براق کبھی بھی مشل کو خوش نہیں رکھ پائے گا۔ یہ دونوں کے ساتھ زیادتی ہوگی۔"

فاروق نے پرسوچ چہرے کے ساتھ دونوں کو دیکھا۔

"پھر بتاؤ آپ دونوں، میں کیا کروں کیا؟ ہمیشہ کیلئے اسے ایسے ہی چھوڑ دوں؟ کب تک ہم سب اس کے ساتھ رہ پائیں گے۔ زندگی اتنی لمبی وفا نہیں کرتی بیٹا! وہ آج ہمارے سہارے توانا پھر رہا ہے نہیں تو اب تک خود کو برباد کر چکا ہوتا۔"

فاروق کا اشارہ اس کی میڈیسن کی طرف تھا۔ وہ ضرورت سے زیادہ سلیپنگ پلز اور اینٹی ڈپریشن لیتا تھا جو اس کے لئے واقعی ٹھیک نہیں تھا تبھی فاروق نے ان کی جگہ ڈاکٹر کی کنسلٹ کردہ میڈیسن رکھوائی تھیں۔

"آپ صحیح ہیں انکل! اللہ ضرور کوئی نہ کوئی بہتر سبب نکالے گا لیکن پلیز آپ یہ مشل ٹاپک کلوز کردیں۔"

پرسوچ انداز میں کہتے پھر وہ اکتایا تھا۔

"ٹھیک، کردیتا ہوں اور کیا کروں اس نے تو ویسے بھی مجھے ذلیل کروانا ہے۔"

پرملول سے فاروق ٹوسٹڈ بریڈ پر جیم لگا کر کھانے لگے تھے۔ دوسری طرف براق تیز تیز فٹ پاتھ پر چل رہا تھا۔ ہاتھ میں بھورے رنگ کا چمڑے کا بریف کیس تھا۔ نیوی بلیو ٹکسیڈو کے ساتھ اس نے بالوں کو جیل سے جما رکھا تھا اور مضطرب دکھتا تھا۔ اس کے قدم تیز تھے اور چال میں ہیجان تھی۔ وہ چلتے چلتے یکدم کسی سے بری طرح ٹکرایا۔

"اف، آہ میرا چشمہ۔"

براق سوچوں کے سمندر سے باہر نکلا اور چونک کر اس بچے کو دیکھا جو براق کے پاؤں تلے مسلا گیا اپنا سیاہ موٹے فریم والا چشمہ دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر گہرا قرب اور آنکھوں میں اداسی دکھتی تھی۔

"اوپس، سوری مجھے پتا نہیں چلا۔" براق نے جونہی کہتے ہوئے سر جھکایا تو بری طرح چونک گیا۔ یہ تو وہی ننھا براق تھا جس سے ملنے کیلئے اس نے سکول کے پرنسپل سے اپائنٹمنٹ لی تھی۔

"آ......آ......آپ......نن......نے میرا......چچ۔" وہ اڑ گیا پھر زور لگا کر بولا۔ "چشمہ توڑ دیا۔"

"مجھے افسوس ہے۔" پتا نہیں یہ جملہ اس نے بچے کے ہکلانے پر کہا تھا یا عینک کے ٹوٹنے پر جو بھی تھا براق اداس ہوا تھا۔

"آ......آپ کے اداس ہونے سے میرا چشمہ ٹھیک تھوڑی نہ ہو جانا ہے۔" وہ ناخوش سا اپنی یونیفارم کی ٹائی سے اس کے دوسرے شیشے کو جو اس افتاد سے بچ گیا تھا صاف کر کے چلتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں اسے ٹھیک کروا دیتا ہوں میرے ساتھ چلو۔" براق نے ہاتھ بڑھا کر پیشکش کی تھی۔ بچے نے ہاتھ جھٹک کر فوراً اسے رد کیا۔

"نہیں میں اجنبیوں سے بات نہیں کرتا۔آپ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔"

وہ برق رفتاری سے چلنے لگا تھا۔"اگر جو بڑی ماما کو پتا چل گیا تو پھر ڈانٹ پڑے گی۔"

براق اب کے محظوظ ہوا اور اس کے پیچھے ہولیا۔گھر سے وہ اس قدر پریشانی میں نکلا کہ گاڑی لینا بھول گیا۔

وہ تو راستے میں یاد آیا پھر ڈرائیور کو کال کرنے کی بجائے اس نے اپنی تنہائی کے ساتھ واک کرنا ہی پسند کیا اور اس

فیصلے نے اس سے یہ حسین اتفاق کروادیا۔

"ہم اجنبی کیسے۔تمہارا چہرہ بالکل میرے جیسا ہے۔آنکھیں بھی دیکھو۔"

براق نے اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب کیا۔اس بچے کی گریفائیٹ آنکھیں خوشی و حیرت کے ملے جلے

تاثر سے پھیلیں۔منہ بھی کھل گیا۔

"بلاشبہ یہ حقیقت ہے تم دیکھ سکتے ہو۔"

بچہ پہلے اسے شاک میں دیکھتا رہا پھر اس کے ماتھے پر تیوریاں ابھریں۔گردن اکڑائی اور چلنے لگا۔براق

نے ناسمجھی سے اسے جاتے دیکھا۔

"کیا ہوا؟"

"مجھے ایسے لوگ ہرگز نہیں پسند جو میری چیٹنگ کریں۔آپ نے میرا چشمہ توڑا،میرا چہرہ چرایا یہ لیں پکڑیں

اسے بنوا کر دیں بغیر چشمے کے میں دیکھ نہیں سکتا۔میں ادھر......"

اس نے فیصل مسجد کے احاطے میں لگے درختوں کے جھنڈ تلے بنے سیمنٹ کے بینچوں کی طرف اشارہ کیا۔

"بیٹھا ہوں۔آپ اسے بنوا کر لے آئیں لیکن آنا جلدی مجھے سکول سے دیر ہو رہی ہے۔"

براق نے ریسٹ واچ کی طرف دیکھا۔ساڑھے نو بجے کونسا سکول لگتا تھا۔وہ اس کا چشمہ پکڑ کر قریبی

مارکیٹ کی جانب چل دیا۔بیس منٹ بعد وہ آیا تو وہ بچہ پاؤں ہلاتا اپنا لنچ باکس کھولے بیٹھا تھا۔براق اس کے

سامنے بینچ پر آکر بیٹھا اور نیا نکور بنا چشمہ اس کی جانب بڑھایا۔

"تمہارا چشمہ عبداللہ۔"

بچے نے جھٹکے سے چہرہ اٹھایا جس پر فقط ایک سوال رقم تھا۔

''آپ کو میرا نام کیسے پتا چلا؟''

''اوہ کم آن، مجھے پتا ہے جو ابھی تم نے کوئز کمپٹیشن جیتا ہے وہ میری کمپنی کا ہی تھا اس لئے میں جانتا ہوں تمہارے بارے میں۔''

عبداللہ اس کی بات سن کر اپنا لنچ باکس اب خالی کرنے لگا تھا۔ اس کی نگاہیں لوگوں کے ٹولوں پر تھیں۔ خصوصاً فیملیز پر جن میں ایک ماں ایک باپ اور ان کے بچے ہوتے تھے۔ براق نے اس کی نظروں کے ارتکاز میں دیکھ کر اس سے پوچھا۔

''آپ نے سکول نہیں جانا۔''

''میں نے بنک کیا ہے اور آپ نے آفس نہیں جانا۔''

''میں نے بھی بنک کیا ہے۔''

''سکول سے بنک کیوں کیا۔''

''میں اپنی مام سے ناراض ہوں۔''

''اور آپ نے بنک کیوں کیا۔''

''میں اپنے ڈیڈ سے ناراض ہوں۔''

دوبدو جواب دیتے ہوئے دونوں نے لوگوں کے ٹولوں سے نظر ہٹا کر ایک دوسرے کو چونک کر دیکھا۔

''اپنی مام سے کیوں ناراض ہو۔ ہماری باتیں آپس میں ملتی ہیں۔'' سوال پوچھ کر وہ پر جوش سا بولا تھا۔

''اب آپ میرے الفاظ بھی چوری کر رہے ہیں۔ ویل میں ان سے اس لئے ناراض ہوں کیونکہ مجھے ان سے محبت ہے۔''

برا منہ بناتے ہوئے اس نے عجیب بات کی تھی لیکن براق نے اس کی بات کی تائید کی۔

''صحیح کہا۔ میں بھی اس لئے ناراض ہوں کیونکہ مجھے ان سے محبت ہے۔''

بچے نے پھر سے لوگوں کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

''عبداللہ! کیا میں پوچھ سکتا ہوں تم کتنے سال کے ہو اور کس سٹینڈرڈ میں پڑھتے ہو۔'' اس کی توجہ پانے کی

غرض سے براق نے یہ سوال کیا تھا لیکن اگلے ہی پل وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے متاثر بھی ہوا۔

''کوئز کمپیٹیشن والی انفارمیشن سے آپ کو پتا چل تو گیا ہوگا کہ میں تقریباً سات سال کا ہوں اور تھری سٹینڈرڈ میں پڑھتا ہوں۔''

''امم ہاں۔'' براق نے ماتھا کھجایا۔'' سات سال کے اور تھری میں؟''

بچے نے اس نظروں سے اسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو، مجھے آپ کا یہ سوال ہرگز پسند نہیں آیا لیکن بولا تو لہجہ عام سا تھا۔

''میں فیل ہو گیا تھا۔''

براق اس کی ہمت وجرأت کا قائل ہوا۔اس کی ڈھکی چھپی شرمندگی کے اثر کو زائل کرنے کے لئے بولا۔

''میں بھی ایک دفعہ فیل ہوا تھا اور یہ میرا راز ہے جواب تک کوئی نہیں جانتا سوائے اس اسد کے۔ وہ میری ہر چیز میں گھستا ہے کسی بات کو راز ہی نہیں رہنے دیتا۔''

اسد نام پر جہاں منہ میں کڑواہٹ گھلتی تھی وہیں آنکھوں میں محبت اُمڈ آتی تھی۔

''تو پھر آپ مجھے اپنا راز کیوں بتا رہے ہیں؟ ویسے وہ موٹی علیشہ بھی بالکل آپ کے اسد انکل جیسی ہے میری ہر چیز میں گھستی ہے۔ میرا دل کرتا ہے میں اسے غائب کر دوں لیکن پھر وہی بات مجھے اس سے بھی محبت ہے اور یہ میرا راز ہے۔ زیادہ خوش نہ ہوں آپ نے مجھے اپنا راز بتایا۔ میں نے بھی بتا دیا اب آپ کا کوئی ادھار نہیں میرے پاس۔''

وہ بریڈ کے سلائس کترتے ہوئے بے نیازی سے چند لفظ ہکلاتے کہہ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی ہکلاہٹ ختم ہو رہی تھی لگتا تھا۔ وہ بالکل انجان لوگوں سے بات کرتے ہوئے ہی ہکلاتا تھا۔ وہ تھا نہیں شاید اس میں کانفیڈنس کی شدید کمی تھی۔ براق کو بے ساختہ اس پر پیار آیا۔ یہ بچہ معصوم کی حد تک معصوم تھا۔

''ٹھیک ہے تو گھر جانے کا کیا پروگرام ہے؟''

''میں ابھی گھر نہیں جاؤں گا وہاں موم ہونگی۔ بڑی موم ہونگی، وہ موٹی علیشہ ہوگی میں آج غائب رہونگا تاکہ ان سب کو میری۔''

وہ کچھ کہتے کہتے رکا تھا۔ براق نے چونک کر اس کے چہرے پر پھیلے اداسی کے رنگ دیکھے۔ ایسی کیا بات تھی جو اتنا معصوم بچہ اداس تھا۔

"اوہ مجھے یاد آیا، آج تو میں نے بھی گھر نہیں جانا، وہاں ڈیڈ ہونگے، اسد ہوگا اور وہ ایشل بھی تو ہوگی۔ میں نے کہا تھا ڈیڈ سے کہ وہ میرا ڈنر پر انتظار نہ کریں میں نے دیر سے آنا ہے۔ عبداللہ! آپ کا کہاں جانے کا پروگرام ہے۔"

"میں یہیں رہونگا آپ جا سکتے ہیں۔"

اس نے اپنا بیگ کندھے سے اتار کر پہلے ہی بینچ پر رکھ دیا تھا۔ اب وہ اس کی سائیڈ پاکٹ سے واٹر بوتل نکال کر لبوں پر لگا رہا تھا۔

"کیا ہی اچھا ہو اگر ہم دونوں ساتھ وقت گزاریں۔ مطلب یہیں آپ نے تو میرا نام بھی نہیں پوچھا عبداللہ۔"

بچے نے بیزاری سے اسے دیکھا پھر بولا تو جیسے تھکا ہوا سا تھا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"براق شاہ۔" دوسروں کے ساتھ بیزاری سے پیش آنے والا آج جب اپنے لئے بیزاری دیکھ رہا تھا تو بجائے اس کے برا منانے مسکرا رہا تھا۔ کیوں؟ یہ تو اسے بھی معلوم نہیں تھا۔

❁.......❁.......❁

"تمہیں نہیں لگتا تمہیں اب غصہ تھوک دینا چاہیے۔"

یہ عبداللہ سے ملنے کے چار دن بعد کی بات تھی۔ اس کی اینٹی ڈپریشن کی جو گولیاں وہ لے رہا تھا وہ کام نہیں کر رہی تھیں یا شاید انہیں بدلا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ ایک تو وہ کافی دنوں سے سویلم کی یادوں کے گرداب میں پھنسا تھا اوپر سے اس نے جو بند باندھ رکھا تھا فاروق اور فردوس کی وجہ سے وہ آج ٹوٹنے کے مراحل میں تھا۔ پر اپر میڈیسنز بھی اس نے لینا چھوڑ رکھی تھیں۔ اب اس کی جو حالت تھی وہ تمام چیزوں کا مجموعہ تھی۔

وہ بری طرح اپنی گردن کو ناخنوں سے کھجا رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو چلا تھا اور آنکھیں متورم۔ اسے لگنے لگا جیسے بدن میں موجود چونٹیاں اسے کاٹنے لگی ہیں۔ اس نے چلانا شروع کیا۔ اس کی چیخیں پورے شاہ لاج میں گونجنے لگیں۔ اس گونج کی آواز باہر بیٹھے فاروق اسد اور فردوس کے کان جلا رہی تھی۔ وہ تینوں ایک ہی پوزیشن میں لب بھینچے بیٹھے تھے۔ صرف ایک شخص تھا جو آنسو بھی بہا رہا تھا اور وہ تھی فردوس۔ ان کی آنکھوں سے تو اتر سے احساس کی لڑی ٹوٹ کر بکھر رہی تھی۔ وہ براق کے پاس جانا چاہتی تھیں لیکن اسد اور فاروق نے ان کو روکا ہوا تھا۔ براق کا درد اس کی تکلیف کا اندازہ انہیں اب ہو رہا تھا۔ بیس سال اپنے بیٹے کو خود سے جدا کر کے رکھنا اس کی طرف سے بے پرواہی برتنے کا خمیازہ انہیں اب ستائے دے رہا تھا۔

انہیں رہ رہ کر افسوس ہوتا کہ کاش وہ فاروق کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑی ہوتیں تو آج براق کی یہ حالت نہ ہوتی۔ ان کا بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا اور ان تمام تکالیف سے بچا رہتا۔ دوسری جانب فاروق کا دماغ شدید زلزلوں کی زد میں تھا۔ انہیں براق کی اس انتہا حالت کا اب احساس ہو رہا تھا۔ وہ بار بار خود کو ریگریٹ کر رہے تھے کہ کیوں نہ انہوں نے فردوس کی بات مان کر براق کو اتنی آزادی نہ دی ہوتی۔ اسے باہر پڑھنے پھر وہیں مستقل قیام کے لئے اجازت نہ دی ہوتی۔ اگر وہ شروع سے ہی باپوں والی تھوڑی سختی جو ہر اولاد کا حق ہے اس پر رکھتے تو وہ آج اس موت کی سی تکلیف میں نہیں ہوتا۔ ان کا دماغ جمع تفریق کرنے لگا۔ براق کی یہ حالت سولیم کی گمشدگی کی وجہ سے ہے۔ وہ اسے ڈھونڈ لیں گے ان کی آنکھیں عزم سے چمک رہی تھیں پھر یکدم ان کی جوت بجھی اگر وہ واقعی مرگئی ہوئی تو؟ یہاں پر اس خیال پر وہ ہار رہے تھے۔ انہوں نے نگاہ گھما کر سوں سوں کرتی فردوس اور ٹھس بیٹھے اسد کو دیکھا۔

''اس کے ساتھ ایسا کب تک ہوتا ہے؟'' مخاطب اسد تھا، بولے تو آواز شکستہ تھی۔ باہر آسمان بالکل اماوس کی رات کی مانند سیاہ اور تنہا تھا۔ اس رات کی تنہائی ان تینوں کے سینوں میں اندھیرا پیدا کیے دے رہی تھی۔

اسد سرخ آنکھوں سے ضبط کئے بیٹھا تھا۔ اس کا دل اپنے دوست اپنے بھائی کے درد سے پھٹنے کے قریب تھا۔ درد تیزاب کی مانند اس کے بدن میں پھیلتا۔ اسے جلائے دے رہا تھا پچھتاوے ہچکولے لینے لگے۔ دکھ گردن جکڑنے لگا۔

''اس سے پہلے اس دکھ کے پھندے سے وہ مر جاتا۔'' فاروق کی آواز کسی زندگی کی طرح اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ اس نے دیکھا، دکھ کا پھندا ہولے ہولے ڈھیلا ہو کر اس سے جدا ہونے لگا ہے۔

''بہت بار۔'' بولنے کے سبب گردن ہلی، پھندا اور ڈھیلا ہوا بالکل ٹائی کی ناٹ کی طرح۔ بولا تو آواز پاتیوں جیسی تھی۔

فاروق کی آنکھوں کی سرخی بڑھی۔ فردوس کے رونے میں شدت آئی۔

''مجھے نہیں پتا مجھے میرا بیٹا پہلے جیسا چاہیے۔ آپ کہیں سے...... بھی کہیں سے بھی سولیم کو ڈھونڈیں اور لے آئیں۔ میں اپنے بیٹے کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ فاروق یہ اب میری برداشت سے باہر ہے۔'' انہوں نے بیحد بھاری آواز کے ساتھ کہا۔

رات کی سیاہی آج پوری طرح شاہ لاج میں اتری ہوئی تھی۔ کالی طاقتوں کی مانند اس نے کوئی نحوست سی اس گھر میں انڈیل دی تھی۔ دور سے ہی دیکھنے پر اس اندھیرے میں ڈوبے گھر سے خوف آئے اور جو بھی وہاں سے گزرے اس کی دہشت سے سرپٹ دوڑ جائے۔

اسد کے دکھ اور پچھتاوے کا پھندہ فردوس کی بات سے پھر کسنے لگا۔ فاروق نے دل گرفتگی سے کہا۔

''اللہ سے بہتری کی امید رکھو فردوس۔ اللہ بڑا کریم ہے وہ کوئی نہ کوئی سبب ضرور نکالے گا۔ اسد! مجھ میں ہمت نہیں جا کر اسے دیکھو ٹھیک ہے۔''

فردوس سے کہنے کے بعد انہوں نے اسد کو مخاطب کیا۔ صبح کے تین بجے براق کی آوازیں تھمی تھیں اور تین بج کر پانچ منٹ پر بھاری شکستہ قدموں کے ساتھ اسد اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر گیا تھا۔

دروازہ کھلا اور اسد کا دل ٹکڑے ہو گیا۔ اندر کا منظر اتنا گھٹن زدہ تھا کہ اسے خود کی سانس بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے بے اختیار اپنا سینہ مسلا اور دھندلی آنکھوں کو رگڑ کر سامنے دیکھا۔ سب واضح ہوتا چلا گیا۔ وہ کروٹ میں خود کو بچے کی طرح سمیٹے زمین پر لیٹا تھا۔ اس کے اردگرد کمرے کی تباہی کا سامان پڑا تھا۔ کانچ کے ایک دو ٹکڑے پتا نہیں کہاں چبھے تھے کہ اس کا تھوڑا سا خون براؤن کارپٹ میں جذب ہوا دکھتا تھا۔ اس کے بالوں کا گچھا بھی وہیں اس کے نزدیک پڑا تھا جو شاید اس نے ہیجان میں کھینچ نکالا تھا۔

اسد طویل مسافت طے کر کے اس کے پاس پنجوں کے بل بیٹھا۔اپنے جمے ہاتھ بدقت تمام اس کی جانب بڑھا کر اسے سیدھا کیا اور بمشکل خود پر بند باندھا۔اس کا سینہ اور گردن ناخنوں سے زخمی تھے۔اس کی کان کی بالی پر خون جما تھا جو کان کے زخمی ہونے سے نکلا تھا۔ہونٹ سفید مردے کی مانند سخت اور پیوست تھے اور پلکوں پر ڈھیر سارے ندامت کے موتی۔

اسد نے اس کا زخمی ہاتھ اٹھایا اور ٹھٹک گیا۔براق کے بدن سے نظریں ہٹا کر اس نے آس پاس دوڑائیں تو طیش غیظ وغضب کی ایک لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔اس کے آس پاس ڈھیر سارے خالی انجیکشنز پڑے تھے اور خالی شیشیاں بھی گری ہوئی تھیں۔اسد نے جھٹ اس کے بازو کی جانب دیکھا جس میں سے خون رس رہا تھا پھر اس کی نظر اس شربتی رنگ کی سیاہی مائل شیشی پر پڑی۔اس نے جھک کر اس سلنڈر نما دو انچ جتنی بوتل کو اٹھایا۔اس کا لیبل پڑھا اور ایک زوردار گھونسا بے ہوش براق کے منہ پر مارا۔وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔یونہی ہوش و خرد سے بیگانہ پڑا رہا۔

اسد اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑے بیٹھا رہا۔وہ کیوں نہ جان سکا براق کے اس سلو پوائزن لینے کے بارے میں۔کیا وہ اتنا غافل ہو گیا تھا کہ اس کی آنے والی موت سے باخبر نہیں ہو سکا۔اس کا دوست اس کا بھائی اس کی جان آہستہ آہستہ اپنی رگوں میں زہر انڈیل رہا تھا اور وہ جان نہ سکا۔وہ انجان رہا۔اسد نے آگے بڑھ کر اس کی گردن سے اسے اٹھا کر خود سے لگایا اور ڈھیر سارے آنسو اپنے حلق میں اتار لیے۔

پو پھٹ چکی تھی۔سرخی مائل سفیدی نے رات کی سیاہی کو نگلا اور اس کی نحوست ختم کر کے ایک نور سا چاروں اور پھیلا دیا۔بلاشبہ واقعی اندھیرے کے بعد سویرا ہوتا ہے۔پاکیزہ سا سویرا جس میں مؤذن کی صدائیں آسمان میں پھیل کر ایک سحر سا طاری کر دیتی ہیں جس میں نیکی و بھلائی کی جانب بلانے کی دعوت دی جاتی ہے۔دکھوں،رنج،پریشانی،مسائل کو ایک سائیڈ پر رکھ کر اس رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کیلئے مدعو کیا جاتا ہے جس کے پاس ان تمام دنیاوی چیزوں کا حل موجود ہے جو سب پر قادر ہے اور سب کو عطا کرنے،سننے کیلئے بیٹھا ہے۔اس پرنوری صبح جس میں پنچھی اپنے رب کی حمد وثناء کر کے آسمانوں کی وسعتوں کو ناپتے اور خود کے لئے رزق تلاش کرتے ہیں۔غول کے غول اپنے اپنے گھونسلے چھوڑ کر اللہ کی بنائی ہوئی زمین کی رعنائی کو دیکھنے کیلئے اڑتے

ہیں۔ ان بہت سوؤں میں سے ایک ننھی سی چڑیا اڑ کر براق شاہ کی کھڑکی کے پاس آئی اور اپنی چونچ بجانے لگی۔ وہ اس بے خبر، بے سدھ سوئے شخص کو اٹھانے لگی جو اسے کوئی قدیم زمانے کا بھٹکا ہوا درویش معلوم ہوا۔ جو نجانے کہاں سے یہاں آ گیا تھا۔ چڑیا نے دیکھا جب وہ درویش اس کی صدا سے نہ اٹھا تو وہ گردن موڑ کر اس چمکیلے گولے کو دیکھنے لگی جو کب سے اس سے مخاطب تھا اور کہہ رہا تھا۔

''یہ درویش میری روشنی سے ہی اٹھے گا تم ہٹو پھر دیکھو میں کیسے اسے اٹھاتا ہوں۔''

ننھے پرندے نے مسکرا کر منہ پھلائے افشاں بھری تھال کو دیکھا اور اپنا وجود تھوڑا سا کھسکایا۔ روشنی کی کرن جو راستے کی منتظر تھی جھٹ سے اس قدیم درویش کے چہرے پر جا سمائی۔ وہ کسمسایا اور آنکھیں کھول دیں۔ گریفائٹ آنکھیں زرد روشنیوں میں چمکنے لگیں۔

روشنیوں کا بادشاہ بولا۔ ''دیکھا میں نے کہا تھا نا۔''

ننھے پرندے نے اپنے پر ہلائے اور آسمان کا رخ کیا۔ براق نے اس اڑتی چڑیا کو دیکھا پھر اپنی گردن پکڑ کر دائیں بائیں ہلانے لگا۔ ایک نظر کمرے کی ابتر حالت پر ڈالی پھر اٹھ کر واش روم میں گھسا۔ لانگ شاور کے نیچے کھڑے ہو کر وہ جیسے ساری تھکاوٹ دور کر رہا تھا لیکن یہ تھکاوٹ دل کی تھی کیسے ختم ہوتی۔

باتھ گاؤن پہن کر وہ باہر آیا۔ کمرے کی حالت درست کی پھر براؤن تھری پیس کے ساتھ اس نے وائٹ ٹائی کا انتخاب کیا۔ بال جیل سے جمائے، پرفیوم چھڑکا بھنور کا کٹ جو ماضی کی کہانی تھی اسے ہاتھ سے چھوا۔ یکدم نظر کان کی بالی پر پڑی اس پر خون جما ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ویپ ٹشو نکال کر اس بالی کو آہستہ سے رگڑ کر صاف کیا۔ ٹشو ڈسٹ بن میں ڈال کر وہ جونہی ہاتھ دھونے کی غرض سے مڑا وہ سامنے کھڑی تھی۔ ہاتھ سینے پر بندھے تھے اور آنکھوں میں غصے کی رمق تھی۔ براق نے اسے تحمل سے دیکھا، نظر انداز کر کے نکل جانا چاہا لیکن وہ سامنے آ گئی اور وہ شیشی براق کی آنکھوں کے سامنے لہرائی جو آج کل اس کی پسندیدہ ڈوز تھی۔ براق نے نظریں جھکائے رکھی۔ اٹھنے کی سکت ہی نہیں تھی۔ اس میں وہ آنسو گرائے اس کا جھکا سر برداشت کرنے لگی۔

اس کے آنسو ان دونوں کے درمیان گرے تھے۔ براق نے تڑپ کر چہرہ اٹھایا۔ آنسوؤں سے لبالب آنکھیں متورم چہرہ ناراض سا انداز۔ وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔

”تم جھوٹے ہو، بہت بڑے جھوٹے دھوکے باز، مکار فریبی۔ بزدل۔ تم ہر بری چیز ہو براق شاہ۔“
براق کو اس کے الفاظ تکلیف نہیں دے رہے تھے اس کی تو نگاہیں ان ٹوٹتے موتیوں پر تھیں جو اس کا دل جلا رہے تھے۔
اس نے شیشی براق کے سینے پر ماری۔
”مجھ سے آئندہ بات مت کرنا میرا اور تمہارا تعلق ختم۔“
وہ جانے لگی تھی۔ براق نے اس کی کلائی تھام لی۔ یہ اس کی برداشت کی حد تھی یہاں پر وہ ٹوٹتا تھا۔
”آج آپ نے یہ بات کردی آئندہ کی تو......“
سخت لہجہ اختیار کیے وہ دھیمی آواز میں اسے دیکھتا کہہ رہا تھا۔ سوا نیزے پر پہنچے افشاں کے گولے نے کھسیا کر یہ منظر دیکھا اور آنکھ کے اشارے سے اپنی روشنی کی کمان کو ادھر سے کھسک جانے کو کہا۔ وہ خود بھی تھوڑا اہلا تھا۔
”تو کیا ہاں۔“ اس نے کلائی چھڑوانے کی کوشش کی لیکن گرفت مضبوط تھی۔
”تو میں خود کو ختم کرلوں گا۔“
روشنیوں کا ہالہ چادر کی طرح سمٹ کر کھڑکی میں جا پہنچا۔ اب کمرے میں صرف اس کا عکس دیکھا جا سکتا تھا۔
”ہاں تم کر سکتے ہو۔“ وہ فوراً تیوری ڈال کر بولی۔ ”حرام چیزوں کی اتنی لت جو ہے تمہیں، تم کرلوگے۔“
براق نے مرچوں بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ طعنہ ہر ایک سے توقع کر سکتا تھا لیکن جو سامنے کھڑی ہستی تھی اس میں اس کی جان بستی تھی۔ اس کے منہ سے سنا گیا طعنہ گویا جلتے بدن پر تیزاب کا کام کر گیا تھا۔ اسے اپنی جان کی بات پر شدید غم ہوا۔
محبت غم ہے اور غم ایک ایسی تلوار ہے جو ڈائریکٹ دل پر وار کرتی ہے۔ جانتی ہے نا اسی سے تو تمام بدن کا کنکشن ہے یہاں پر ضرب لگائی تو اپنی مرضی کا زخم پایا۔ ہاں ٹھیک ہے شاید خوشی کی ایک چھوٹی سی پھوار ان زخموں کو بھر دے گی لیکن کیا وہ ان نشانات کو مندمل کر سکے گی جو دل پر لگ کر بدن کو بدصورت بنا گئے۔ اتنا بدصورت کہ جب آئینے میں اپنا عکس نظر آتا ہے نا تو وہ بھی بدصورت داغوں سے بھرا دکھتا ہے۔ ڈھیر سارے بدصورت داغ جو محبت کی عنایت ہیں اور جو اس وقت براق شاہ کے دل پر لگ کر اس کے چہرے کو ان داغوں سے جھلسا رہے تھے۔

"آپ کچھ بھی کہہ سکتی ہیں۔"

آواز میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں تھیں۔ مقابل کو اپنے لفظوں کی سنگینی کا احساس ہو گیا۔ وہ ڈھیلی پڑی تھوڑا سا برا بھی لگا۔

اس نے لب کھولنے چاہے لیکن وہ اس کا ہاتھ چھوڑے باہر جا رہا تھا۔ اس نے بے بسی سے اس انسان کو جاتے دیکھا جو اسے اس دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا تھا جو اس کی بہت پرواہ کرتا تھا۔ اسے خود پر غصہ آیا۔

کمرے سے باہر نکل کر اس نے ایک گہرا سانس بھرا۔ دل پر لگی چوٹ کے داغ چہرے سے ہٹا کر پیاری سی مسکان سجائی۔ آنکھوں میں چمک اور چال میں معمولیت پیدا کرتا وہ ڈائننگ ٹیبل پر آیا جہاں خطرناک قسم کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"السلام علیکم۔"

بھرپور سلام کر کے اس نے تینوں پر طائرانہ نگاہ ڈالی جو بغیر جواب دیے اپنا اپنا بریک فاسٹ شروع کر چکے تھے۔ فردوس شدید برہم اور خفا لگتی تھیں۔ فاروق طیش میں اور اسد پراسراریت کی حد تک سپاٹ۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے چپ چاپ اپنی سیٹ سنبھالی۔ وہ بریک فاسٹ نہیں کیا کرتا تھا۔ فقط دودھ کے گلاس کے ساتھ وائٹ ہنی لیتا تھا۔ اب بھی اس نے جگ سے دودھ گلاس میں انڈیلا، شہد کا جار اٹھایا اور اس کا ڈھکن کھول کر چمچ بھرنے لگا۔ یہ سب کرتے اس کی نگاہیں جاویدہ مورتیوں پر تھیں جو کوئی طوفان لانے کی پیشین گوئی کر رہی تھیں اپنی خاموشیوں کے عوض۔

براق نے جھٹ سے چمچ گلاس میں ڈالا۔ جار کا ڈھکن بند کیا اور شہد دودھ میں ملانے لگا۔ اسے اس دل دہلا دینے والی خاموشی سے کوفت ہو رہی تھی۔ وہ جلد از جلد اس خاموشی کی تصویر سے اپنا رنگ مٹانا چاہتا تھا۔ ابھی اس کی چمچ دودھ میں گھوم ہی رہی تھی کہ فاروق کی کرسی کھسکانے کی آواز آئی۔ اس نے جھنجھلائی نظروں سے انہیں دیکھا جو لب بستہ اٹھ کر جا رہے تھے۔ ان کے اٹھتے ہی فردوس بھی اٹھی تھیں۔

"ضرور کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے۔" اس کی نگاہ رینگ کر سپاٹ بیٹھے اسد پر پڑی جو سلوموشن میں اپنی بریڈ کھا رہا تھا۔ براق نے گلاس لبوں سے لگایا۔ جونہی فاروق اور فردوس نے ڈائننگ ہال کا دروازہ عبور کیا براق کا دل زور کا

دھڑکا۔ اسد نے اپنی عقاب سی نگاہیں جو اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ براق نے جھٹ دودھ کا گلاس لبوں سے لگایا تھا۔ اسد کی چبھتی تیز نظریں جانے کیا کھوجنے چاہنے میں مگن تھیں پھر ابھی گلاس آدھا بھی ختم نہیں ہوا تھا جب اس نے تیز دانت کچکچانے کی آواز سنی۔

"حد ہے براق، حد ہے۔ توبہ ہے تیرے ڈھیٹ پنے کی اور سفاکی کی۔ تجھے لگا تو کچھ بھی کرے گا ہم بے خبر رہیں گے ہاں تو اتنا گھٹیا انسان ثابت ہوگا میں نے سوچا نہ تھا۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے منہ سے کف نکالتا چیخا تھا۔ براق نے گلاس لبوں سے ہٹایا الجھن بھرے انداز میں اسے دیکھا۔ اس کی نظریں کہہ رہی تھیں وہ کیا کہہ رہا ہے؟

"یہ تو حرام سے دور گیا ہے۔ یہ تو نے اپنی برائیاں ترک کی ہیں۔ اوہ ہاں، میں بھول کیسے گیا جسے ایک بار حرام کی لت لگ جائے وہ کیونکر اسے چھوڑے گا۔"

براق کا ماتھا انگنت لائنیں بنانے لگا۔

"مزا تو اسی چیز میں ہے نا جو منع ہے لذت تو اسی چیز میں ہے جس سے فاصلہ کا حکم ہے تو پھر کیوں بھئی کیوں براق شاہ دی ان بیٹ ایبل انسان۔ کیوں اس منع چیز سے دستبردار ہوگا۔ جھوٹا ہے براق شاہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہر قدم پر ہر عمل کے ساتھ تو نے نہ صرف مجھے دھوکے میں رکھا بلکہ انکل آنٹی کے ساتھ سولیم کے ساتھ بھی جھوٹ بولا۔ تو......تو وہی پرانا براق ہے جسے بس اپنی پڑی ہے۔ اپنی تکلیف اپنا دکھ باقی سب جائیں بھاڑ میں۔ اگر کسی سے محبت ہوتی نا تجھے تو اتنی گھٹیا حرکت نہ کرتا۔"

براق نے آدھے بھرے گلاس کو دیکھا پھر اسد سے مخاطب ہوا۔ "میں نے کیا کیا ہے اسد؟"

سپاٹ کسی بھی جذبے سے عاری آواز پر اسد نے انجیکشن کا سلنڈر اور ایک سیلڈ شربتی رنگ کی شیشی ٹیبل پر اچھال دی۔ براق نے سانس روک کر اسے دیکھا تھا جو پھسلتی ہوئی براق کی سائیڈ سے نکل کر نیچے گر گئی تھی۔ قدموں میں بچھی سکن کلر کی کارپٹ نے اسے ٹوٹنے سے بچا لیا تھا۔

براق نے گلا کھنکھارا۔ اسے تر کرنے کیلئے پھر سے گلاس لبوں سے لگانے لگا لیکن اسد نے اس کے ہونٹوں سے لگنے سے پہلے ہی اسے چھین لیا۔ براق نے ہینڈز اپ والے انداز میں ہاتھ اٹھائے۔

"میں کچھ بکواس کر رہا ہوں۔"

"موم ڈیڈ کو پتا ہے؟" اس کی آواز میں ڈر ہلکورے لینے لگا۔

"کاش انہیں پتا ہوتا۔" براق کے لبوں سے زندگی بھرا سانس خارج ہوا۔

"یہ حرام نہیں ہے حلال ہے اور یہ مجھے سکون دیتی ہے جب وہ بہت یاد آتی ہے۔"

اسد ایک پل کو چونکا لیکن اس کا شدید دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہ دودھ سے بھرا گلاس اس کے چہرے پر اچھال دے۔ ایک عورت کے پیچھے وہ اپنے بہت پرانے پکے رشتے بھول گیا تھا جو اس کے ہر سانس کے ساتھی تھے۔

"ہاں یہ حلال ہے لیکن جو اس سے مشترک چیز ہے وہ حرام ہے۔ تو اسے لے رہا ہے لیتا رہا تو تو ختم ایک اور حرام چیز براق شاہ، تو اپنی غلطی کو تاویل میں ریپ کر کے صحیح ثابت نہیں کر سکتا جو غلط ہے وہ غلط ہے۔ ٹرائے اینڈ انڈرسٹینڈ۔ تو ایک کے پیچھے اتنوں کو اذیت نہیں دے سکتا۔ یہ میرے ہاتھ دیکھ۔" اسد نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔

"رحم کر خود پر بھی اور ہم پر بھی۔ اگر تو باز نہ آیا تو یاد رکھنا تیرا میرا ساتھ اسی دن ختم ہو جانا ہے۔"

"اسد یہ مجھے سکون دیتی ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ کر ایک ایک لفظ توڑ کر چبا چبا کر بولا۔

اسد حیرت و ملامت سے اسے دیکھے گیا۔ ایک ساعت گزری پھر وہ یکدم مڑا اسکے قدم باہر کی اور تھے۔

"اسد پلیز۔" براق وہیں سے اونچی آواز میں بولا لیکن اسد نے نہ سنی۔ وہ اس سے خفا ہو گیا تھا اور اس کی خفگی جائز بھی تھی۔

براق نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرایا پھر بریف کیس اٹھاتا باہر کو گیا تھا۔ ڈرائیور کو گاڑی سے نکال کر اس نے کیز تھامی۔ بریف کیس کو پیچھے گرایا اور گاڑی زن سے بھگاتا روڈ پر ڈال گیا۔ اس کے ہاتھ مسلسل اسد کا نمبر ڈائل کر رہے تھے جو بند جا رہا تھا۔ اس نے میسج ٹائپ کیا۔

"تمہیں نہیں لگتا تمہیں اب اپنا غصہ تھوک دینا چاہیے۔ ٹھیک ہے جیسا تم کہو گے میں ویسا کرونگا۔"

چند گھنٹے گزرے جواب نہیں آیا۔ براق کا دل اداس ہوا۔ وہ پھر سے اس کا نمبر ملانے لگا لیکن وہ اب بھی آف جا رہا تھا۔ اس نے ایک اور میسج ٹائپ کیا۔

''اب بہت ہو گیا اسد۔ اگر تو نے شام تک مجھے جواب نہ دیا تو میں نے یہاں سے چلے جانا ہے۔''
میسج ٹائپ کر کے سینڈ کر کے بھیج کر اس نے سیل ڈش بورڈ پر اچھال دیا۔

۞......۞......۞

''وہ جانتا ہے مجھے اس سے محبت ہے اسی بات کا وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔''
ڈھلتے سورج کی زرد روشنی میں وہ ٹراؤزر ٹی شرٹ میں اسد کا انتظار کرتے کرتے سڑک پر پیدل مارچ کرنے لگا تھا۔ اس کے دل میں غبار تھا اور چہرے پر اکتاہٹ۔ آٹھ گھنٹے ہو گئے تھے اور اس کا فون اب تک آن نہیں ہوا تھا۔ وہ نہ ہی آفس میں تھا اور نہ ہی اپنے فارم ہاؤس۔ فاروق کو بھی اس کا نہیں پتا تھا۔ پتا ہوتا تو بھی وہ اسے نہ بتاتے۔ اس کے والدین اسکے کم اسد کے زیادہ تھے۔ دونوں نے اس سے بائیکاٹ کیا ہوا تھا تبھی گھر کی خاموشی اور اسد کی پریشانی میں وہ چلتا ہوا کافی آگے آ گیا۔ سورج کی زردی میں چلتا زرد سے براق کی گریفائیٹ نگاہیں ننھے براق پر پڑیں جو ٹرالی میں ڈھیر سارا سامان لدے اسے گھسیٹے کہیں جا رہا تھا۔ پہلی ملاقات کے بعد وہ آج اسے دکھ رہا تھا۔ اس نے اس سے ملنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی مزید اس کے بارے میں جاننے کی لیکن اب جبکہ وہ اسے نظر آ گیا تھا تو براق کے قدم اس کی جانب اٹھنے لگے تھے۔
''عبداللہ۔'' براق کی پکار پر عبداللہ نے چہرہ اٹھایا۔
''ہیلو۔'' وہ لحظہ بھر رک کر ٹرالی کھینچ کر پھر سے لیجانے لگا۔ براق کو اس کی تربیت میں خلا نظر آئی۔
''حالانکہ مجھے لگا تھا تم مجھے سلام کرو گے۔ ہر مسلمان کو ہر بار ملنے پر سلام کرنا چاہیے۔ اس سے محبت بڑھتی ہے۔'' سنجیدگی سے کہتا وہ اس کے ساتھ ہی چلنے لگا تھا۔ عبداللہ نے پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا براق نے ہاتھ بڑھا کر اس کی بھاری ٹرالی پکڑنی چاہی لیکن ننھے ہاتھوں نے ایسا کرنے نہ دیا۔
''یہ میرا بوجھ ہے اسے میں ہی اٹھاؤں گا کیونکہ قیامت کے دن بھی اپنا بوجھ مجھے خود ہی اٹھانا ہوگا۔''
براق نے اپنا ماتھا کھجایا۔ حضرت عمر کی لائن تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ اس نے سنائی تھی۔ سنانے کا مطلب تھا وہ یہ سب جانتا ہے۔
''ہمم گڈ، تو پھر مجھے سلام کیوں نہیں کیا۔''

''السلام علیکم۔'' وہ اینٹوں پر پھر سے اسے گھسیٹنے لگا تھا۔

''وعلیکم السلام۔کیا میں تمہیں جوائن کر سکتا ہوں؟''

اس کے ساتھ چلتے ہوئے وہ اطراف میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔اگلی بات پر چونک گیا۔کسی دلکش دور کی یاد جھماکے سے آئے تھی لیکن وہ خود کے جذبات پر کنٹرول کر گیا۔

''آپ آل ریڈی کر چکے ہیں۔کیا آپ پریشان ہیں آپ کا چہرہ بتا رہا ہے آپ پریشان ہیں۔''

براق نے طویل سانس خارج کی۔سڑک پر ہوا کے زور سے پتے سرسرائے تھے۔

''ہاں میں ہوں تم یہ سامان کہاں لے کر جا رہے ہو۔''

ایک شاپ نما بلڈنگ میں عبداللہ کو جاتے دیکھ اس نے پوچھا تھا۔وہ دونوں ہاتھوں سے ٹرالی کو کھینچتا اندر آیا۔سامنے ہی بڑے سارے گہرے سرخ رنگ کے کاؤنٹر کے پیچھے گرے بالوں والی بوڑھی عورت بیٹھی تھی جس کی آنکھوں پر سنہری فریم والے گلاسز تھے اور گالوں پر ڈمپل نما گڑھے کاؤنٹر کے پیچھے سفید دیوار پر انگریزی حروف میں ''آؤ مدد کریں'' لکھا تھا۔

وہ لکھائی بالکل سیدھی اور سرخ رنگ سے ہی لکھی گئی تھی۔ساتھ میں ایک چھوٹی سی فیملی کا خاکہ بنایا گیا تھا اور کچھ کھانے کی اشیاء کا بھی کاؤنٹر کے آگے تین لمبی لائنز تھیں۔ایک میں بوڑھے دوسرے میں جوان اور تیسرے میں بچے کھڑے تھے۔عبداللہ بچوں والی لائن میں آ کر کھڑا ہو گیا یہ لائن چھوٹی تھی۔

''اوہ،تو تم یہ سامان ڈونیٹ کرنے آئے ہو۔تمہاری موم ڈانٹیں گی نہیں۔یہ سب تم نے اسی ویک اینڈ پر تو خریدا تھا میں نے دیکھا تھا۔''

سورج مکھی جیسے سلکی بالوں والی عبداللہ جتنی بچی نے اس کے سامان میں جھانکتے ہوئے کہا۔ساتھ میں اپنی باخبری کی رپورٹ بھی کی۔

''وہ مجھے نہیں ڈانٹتی ہیں۔'' سامنے دیکھتے ہوئے عبداللہ نے کہا تھا۔براق نے اس کے لہجے کے غیر معمولی پن کو صاف محسوس کیا۔

''سچ میں تو کیا میں تمہارا اولاف لے سکتی ہوں وہ مجھے بہت پسند ہے۔'' بچی نے چمکتی ہوئی آنکھوں اور

پر امیدی سے پوچھا۔ عبداللہ نے سامان میں جھانکا وہ وہاں نہیں تھا۔

''ہاں تم کل لے سکتی ہو۔'' عبداللہ کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ عبداللہ تو عبداللہ براق بھی دنگ رہ گیا۔

''اوہ تھینک یو تم بہت سویٹ ہو۔'' اس بچی نے زور سے عبداللہ کا گال چوما تھا۔ وہ خون جیسا سرخ پڑ گیا سامان ڈونیٹ کر کے وہ باہر بھاگا تھا۔ براق اس کے پیچھے گیا۔

''ٹھیک ہے یہ راز ہی رہے گا تم مجھ سے تو مت بھاگو میں نے کونسا تم کو کس کی ہے۔ عبداللہ کم آن یار۔''

اپنی تمام تر کلفتیں بھول کر وہ محظوظ سا عبداللہ کے پیچھے تھا۔ ایک درخت کے نیچے آ کر عبداللہ نے سانس لیا تھا۔ اس کا تنفس پھول گیا تھا۔ براق نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں پھر نزدیکی بیکری سے واٹر بوٹل لے آیا۔

''میں آپ سے نہیں اس نینا کے پیچھے کھڑی روبا سے بھاگا تھا۔ آپ کو پتا ہے وہ بہت چچڑ ہے۔ میرے پیچھے پڑی رہتی ہے اوپر سے علیشہ کی دوست ہے۔ اسے جھوٹی جھوٹی خبریں دیتی ہے اس سے پہلے وہ مجھے دیکھتی۔ میں علیشہ کو ایک کی چار لگاتی اور وہ مجھ سے ناراض ہوتی میں بھاگ آیا۔''

براق نے اسے بوتل تھمائی، سیل کھلی ہوئی تھی اس نے پانی لبوں سے لگا لیا۔

''علیشہ کون ہے؟ دلچسپی بھی عجیب شے ہے کبھی کسی چیز میں ہو جاتی ہے تو کبھی کسی انسان میں۔ کبھی ایک موم کا ٹکڑا اپنی جانب توجہ مبذول کروا لیتا ہے تو کبھی آسمان پر اڑتا پرندہ۔ براق شاہ کو اس سے عبداللہ اور اس کی باتوں میں دلچسپی ہو رہی تھی۔

یہ سوال تھا کہ کیا اس نے اس ننھے بچے کے چہرے پر عجیب سی چمک دیکھی تھی۔

''سوری! میں اپنے گھر کی لیڈیز کے بارے میں نہیں بتاتا۔'' براق نے فوراً ہاتھ ہینڈز اپ کے سے انداز میں اٹھائے۔

''آپ کیوں پریشان ہیں، بتائیں۔'' وہ دونوں بڑے سے گھنے درخت کے نیچے رکھے بینچ پر بیٹھ گئے جس کے پتے اطراف میں ہوا کے دباؤ سے گرے ہوئے تھے۔ براق کا چہرہ اترا۔

''وہ جانتا ہے مجھے اس سے محبت ہے اور اسی بات کا وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسے پتا ہے اس کے علاوہ میرا کوئی دوست نہیں اور اسی بات پر اکڑ جاتا ہے اگر تو اسے لگتا ہے وہ یوں غائب ہو جائے گا اور میں اس کے لئے پریشان

ہوں گا تو وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہے۔میں براق شاہ ہوں میں کسی کے لئے پریشان نہیں ہوتا۔"

غصہ اور بھرے پن سے کہہ کر اس نے جھٹکے سے سانس نکالی۔گویا اندر کا غبار نکال رہا ہو۔ہاتھ میں پانی کی بوتل تھامے اس ننھے بچے کے پلے کچھ نہیں پڑا تھا۔براق نے اسے دیکھا پانی پیتے وہ الجھن کا شکار لگتا تھا۔

"میں اسد کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔وہ ناراض ہو کر کہیں چلا گیا ہے میں اسے ہی ڈھونڈنے آیا تھا تم سے مل گیا۔"اس نے وضاحت کرنا مناسب سمجھا۔

"وہ آپ سے کیوں ناراض تھے؟"سوال میں اشتیاق اور تشنگی سی تھی ایسے جیسے وہ بھی کسی کی ناراضی کی سزا بھگت رہا ہو۔

"مجھے پینک اٹیکس ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ مجھ سے ناراض تھا۔"براق جانتا تھا اسے سمجھ نہیں آئی ہو گی پھر بھی کہہ دیا۔

"اوہ تو پھر آپ انہیں مت ڈھونڈیں وہ خود ہی آجائیں گے۔جیسے میں ناراض ہو کر چھپ جاتا ہوں اور پھر واپس چلا جاتا ہوں وہ بھی آپ کے پاس واپس آجائیں گے۔"

دور آسمانوں پر اللہ کی ثناء بلند ہوئی تھی عبداللہ کھڑا ہو گیا۔

انشاءاللہ۔"

براق بیٹھا رہا چنار کا پتا اس کے قدموں سے اڑ کر ہوا میں بلند ہوا اور اڑ کر تھوڑی مسافت طے کر کے اسد کے قدموں میں جا گرا جو دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے اداس سا بیٹھا تھا۔دور سے دیکھنے پر وہ کوئی ناکام عاشق نظر آتا تھا لیکن درحقیقت وہ براق کے لئے اداس تھا۔اس کی باڈی لینگویج دور سے دیکھنے والے کو یہ اعلان کرنے کے لئے کافی تھی کہ وہ گناہ گار تھا۔اس سے گناہ ہوا تھا اور اسے چھپانے کیلئے اس نے بہت بڑی قیمت چکائی تھی۔اس نے دیکھا ایک چرمرا سا چنار کا پتا اس کے قدموں میں کسی فقیر کی طرح دھرا ہے۔اس کی جلد بڑھاپے کی وجہ سے خاصی پتلی اور رگیں واضح ہیں۔ان رگوں کے جال میں اسے وقت کی کچھ بھول بھلیاں دکھنے لگیں۔

کچھ ایسی داستان جو خفیف سی لطف آمیز مبالغہ بھری دیوانگی سے بھرپور اور کریلے سے بھی زیادہ کڑوی و ناپسندیدہ تھی۔اسد کو اس میں ماضی کا بچا ہوا حصہ دکھنے لگا۔اس نے طویل سانس کھینچی اور خود کو ان بھول بھلیوں میں بھٹکنے

دیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ سولیم کے سامنے بیٹھا ہے اور اسے کہہ رہا ہے کہ وہ براق کا علاج کرے۔

"مسٹر اسد! کیا آپ کو نہیں لگتا میں اس پیشکش کیلئے موزوں نہیں ہوں۔ اس شہر میں اور بھی بلکہ بہت سے مایہ ناز ڈاکٹر ہیں جو آپ دوست یا سر یا بھائی کا علاج کر سکیں آپ کو ان کے پاس جانا چاہیے میرے خیال سے۔"

بڑے ہی تحمل سے سورج کی مسحور کن روشنی کے ہالے میں بیٹھ کر اس نے کہا تھا جو کھڑکی سے چھن کر آ رہی تھی اور اپنے زرد دانتوں کا دائرہ اس عبایا والی پر بنا کر اسے کسی جگہ کی ملکہ کا سا تاثر دے رہی تھی۔ زرد افشاں سے محروم میز کے اس پار اسد نے تھکان بھری سانس بھری۔

"میں آپ کے پاس بہت امید سے آیا ہوں۔ مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹائیں۔ یقیناً یہ کیس آپ کیلئے بہت بہتر ثابت ہونے والا ہے اور اعتماد رکھیں اس بار براق کے طرف سے کوئی بھی ناپسندیدہ فعل نہیں ہوگا۔ وہ سب جو اس نے کیا جسٹ فار ایڈونچر کیا۔ اس بار معاملہ سنجیدہ ہے وہ بیمار ہے۔ آپ اپنی تسلی کے لئے خود اپنی موجودگی میں اس کے سارے ٹیسٹ کروا سکتی ہیں۔ بخدا اگر ایک میں بھی جھول نظر آیا میں اسے کسی اور ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا۔"

زرد دانتوں کے چمکتے ہالے میں گھری اس معصوم لیکن کرخت تاثر والی آنکھوں کے ساتھ بیٹھی سولیم کو قائل کرتے ہوئے اس نے دل میں ہزاروں گالیاں اس کمینے انسان کو دی تھیں جس کی خاطر اسے یہ جھوٹ بولنے پڑ رہے تھے۔

"اف، براق تمہیں اللہ پوچھے۔"

سولیم نے اپنے ہاتھ باہم پھنسائے، ڈرامائی وقفہ لیا۔ کچھ سوچا بہت گہرا پھر جب وہ بولی تو اسد کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔

"ٹھیک ہے میں اس بارے میں سوچوں گی۔"

بے صبرا اسد آگے کو جھکا، ٹیبل پر ہاتھ رکھا اور بے چین لہجے میں پوچھا۔

"پر ڈاکٹر آپ کی یہ سوچ کتنے عرصے پر محیط ہوگی۔ میرا مطلب ہے براق بیمار ہے اور بیماروں کو زیادہ انتظار کروانا اچھا نہیں ہوتا۔"

سولیم نے انٹرکام اٹھایا۔ چونک کر اسد کی بات سنی اور اثبات میں سر ہلا کر کہنے لگی۔

”صحیح کہا۔ آپ مجھ سے شام کو رابطہ کر سکتے ہیں۔“ اسد سے کہنے کے بعد وہ انٹرکام میں سے ابھرتی آواز کی جانب متوجہ ہوئی۔

”میکل دومنٹ میرے پاس آؤ اور جینی سے فائلز لیتی آنا۔“

یہ اشارہ تھا کہ اب میں بزی ہوں۔ اسد بہت اچھا والے انداز میں سر ہلا کر کھڑا ہوا اسے وش کیا اور ڈور دھکیلتا چلتا بنا۔ سولیم میکل کی منتظر رہی۔ خوامخواہ ہی اسے براق کے وہم ہونے لگے تھے جیسے ابھی ہوا تھا کہ وہ اسد کے ساتھ آیا ہے اس نے جھرجھری لے کر لاحول ولاقوۃ پڑھی۔

۞......۞......۞

”مجھے یقین نہیں آتا وہ مان گئی۔“

نیلے آسمان پر قرمزی سے دھبے ادھر ادھر پڑے ہوئے تھے۔ ہوا میں خنکی کا عنصر غالب تھا اور چہار طرف تازہ کھلنے والے پھولوں کی مہک رچ بس رہی تھی۔ ان پھولوں سے مہکتے موسم میں اس نے شاکر کا نمبر ملایا تھا جو دوسری جانب ہی اٹھا لیا گیا۔

”کیسی ہو؟“ رسمی علیک سلیک کے بعد اس نے تھکن سے چور آواز میں پوچھا۔ وہ ابھی ابھی آپریشن تھیٹر سے باہر آیا تھا اسی مخصوص لباس میں تھا۔

”میں تو اچھی ہوں لیکن لگتا ہے آپ تھکے ہوئے ہیں۔“

شاکر اس کے درست اندازے پر مسکایا۔ سر کو پلاسٹک کی ٹوپی سے آزاد کیا اور کمر کو کرسی پر سیدھا کر دیا وہ واقعی تھکا ہوا تھا۔

”ہاں جی، تھکا ہوا ہوں ابھی تیسرا آپریشن کر کے فارغ ہوا ہوں اور الحمدللہ تینوں کامیاب رہے۔ آپ بتائیں کیسے یاد کر لیا آج مجھے؟“

وہ ہنسی۔ دھیمی مدھری ہنسی جیسے بانسری سے نکلتے مدھم دل لبھانے والا راگ ہو شاکر نے خود کو اس آواز کے ساتھ بہنے دیا۔

''اللہ ایسی ہی کامیابیاں دے آپ کو۔ میں نے ایک مشورہ لینا تھا اس سلسلے میں یاد کیا ہے۔''

اس نے یاد کو ذرا کھینچا۔ اب شاکر ہنسا تھا۔ بھاری آواز میں محظوظ سا۔

''جی ضرور بندہ حاضر ہے۔ جو پوچھیں گی خلوص دل سے جواب دوں گا۔''

سولیم نے اس مہکتے موسم کو دیکھا۔ اس کی تازگی اندر اتاری پھر اس نے خود کو کہتے سنا۔

''اگر ہم برائی کا بدلہ برائی سے دیں یا پھر اس برائی سے دور بھاگیں اس صورت میں جبکہ وہ برائی اپنی انجام کو پہنچی ہو اور اسے ہم سے مدد درکار ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

شاکر نے بڑی توجہ سے اس کے الفاظ سنے۔ ساتھ ہی اس نے میز کی سائیڈ دراز سے اپنا شیڈول نکال کر چیک کیا۔ اگلے مہینے کی بیس تاریخ کو اس نے فارغ ہونا تھا۔ اس کی بے چینی بڑھی۔

''برائی سے دور رہنا اچھی بات ہے۔ برائی کے ساتھ برائی کرنا ظاہر ہے بچگانہ ہے جبکہ انجام کو پہنچی ہوئی برائی زیادہ خطرناک ہوتی ہے اس سے جتنا دور رہا جائے اتنا اچھا ہے۔'' نپے تلے انداز میں کہہ کر وہ اس کی آواز کا منتظر تھا۔

''احتیاطاً اچھی ہے۔ جواب مجھے پسند آیا تم اچھے انسان ہو۔'' شاکر نے دواؤں سے بھرے ماحول سے ذرا پرے مصنوعی پھولوں کی خوشبو والے کمرے میں گہری سانس بھری۔

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا پہیلیوں کا سلسلہ ترک کر کے ہم ڈائریکٹ اصل موضوع کی جانب آئیں۔ سولیم! مجھے تمہاری اب بہت فکر ہونے لگی ہے۔ میں جلد ہی آنے کی کوشش کرونگا پلیز خود کو کسی مشکل میں مت ڈالنا۔''

سولیم نے اس کی مخلصی پر تشکر سے آسمان کی جانب دیکھا۔

''نہیں، میں نہیں ڈالوں گی فکر مت کرو۔ ہم انشاء اللہ اگلے ماہ ملیں گے۔''

اس سے پہلے کہ شاکر کچھ کہتا دعا اس کے سر پر آدھمکی۔

''کون کس کو ملنے والا ہے۔ ہاں اچھا جی تو شاکر میاں سے بات ہو رہی تھی۔''

اس سے پہلے وہ فون جھپٹ کر شاکر سے اول فول کہتی اس نے کال ہی ڈسکنیکٹ کر دی۔

''تمیز نام کی کوئی چیز نہیں ہے تم میں، ایسے بھی کسی کا سیل ہاتھ سے کھینچتے ہیں۔'' سولیم نے واپس اس سے اپنا

سیل چھین کر کہا۔ دعا کے منہ کے ہزاروں کے حساب سے زاویے بنے۔

''مجھ میں تمیز نہیں اور تم جو بدتمیزوں کی طرح (ایک تو اس میسنی کی گھوریاں آج تو میں نے بات مکمل کر کے رہنی ہے) چھپ چھپ کے شاکر سے بات کر رہی تھی۔ وہ کیا تمہیں نہیں پتا لڑکوں سے اس طرح بات کرنا کتنا نازیبا فعل ہوتا ہے۔''

''چٹاخ۔'' چاچو کا تھپڑ اس کا سرسن کر گیا۔

''اور تمہیں نہیں پتا اس طرح کی بے ہودہ باتیں کرنا کتنی غلط بات ہے اور تم شاکر پر شک کر رہی ہو۔ چچ چچ چچ۔ ترس کھاؤ خود پر دعا خانم۔ شاکر جیسا انسان اس پوری صفحہ ہستی میں نہیں ہے۔''

دعا بل کھا کر مڑی۔ آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے (مصنوعی) اور دانت اتنی زور سے کچکچائے کہ جیسے ٹوٹ ہی گئے ہوں۔

''ہاں بالکل نہیں ہے ٹھرکی نا ایک ہی پایا جاتا ہے اور خبردار۔''

وہ سولیم کی جانب مڑی۔

''اگر جو تم نے اس کے ساتھ دل لگی کرنے کی سوچی بھی۔''

سولیم نے بے اختیار سر پر ہاتھ مارا اور چاچو نے۔

''ہے تو آسیہ کی بیٹی ناشکی القلب۔'' سوچا پھر ان کی سوچ کو بریک لگی۔ جب دعا ان کی جانب مڑی۔

''اور آپ جو ہر وقت مجھے مارتے رہتے ہیں میں بتا رہی ہوں اگلی بار پولیس کو فون کر دینا ہے ہائے میرے اصل والدین۔''

پاؤں پٹختی رونی صورت کے ساتھ وہ اندر کو بھاگی تھی۔ چاچو نے اسے ''اس کا کچھ نہیں ہو سکتا'' والے انداز میں دیکھا اور سولیم کی جانب مڑے۔

''کیا آپ کو بھی لگتا ہے مجھے شاکر سے بات نہیں کرنی چاہیے۔''

''ویل۔'' وہ نزدیک آئے۔ ''مجھے لگتا ہے تمہیں صرف اس سے ہی بات کرنی چاہیے۔''

آنکھ مار کر وہ معنی خیزی سے مسکرائے تھے۔ سولیم کا چہرہ سرخ ہوا اس سرخ چہرے میں کسی اور کا چہرہ بھی

چھلکنے لگا۔فرق فقط اتنا تھا یہ حیا سے لال چہرہ تھا اور وہ شراب سے۔

”مجھے یقین نہیں آتا وہ مان گئی۔وہ اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہے۔کیا اسے اتنی بھی عقل نہیں کہ جو ٹیسٹ اس نے اپنی نگرانی میں کروائے ہیں وہ پیسوں سے میری مرضی کے مطابق ڈھل جاتے ہیں۔“

لڑکھڑاتی زبان اور وجود کے ساتھ وہ بار سے وائن کا گلاس تھامتا اسد کے سامنے کاؤچ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھا۔

”اس نے اپنے لئے گڑھا کھود لیا ہے۔تم دیکھو میری آنکھوں میں وہ اسے اس گھر میں میرے ساتھ دیکھ رہی ہیں۔واہ کیا دلفریب منظر ہے۔“

وہ اپنی تخیل پر خود ہی ہنسا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں کچھ ان کہا سا تھا۔ان دیکھا، ان جانا سا، جو اسد کو کھٹکا۔

”کیا واقعی تو نے اس خود کی گرل فرینڈ بنا کر چھوڑ دینا ہے۔کیا یہ چیلنج ہے یا انا کا مسئلہ؟“

اسد کے کھوجتے لہجے نے اسے قطعی نہیں چونکایا۔وہ اس کے قریب آیا۔اپنی بوجھل گریفائیٹ آنکھیں اس کی سیاہ پتھریلی آنکھوں میں گاڑیں اور بھاری بہکی آواز میں بولا۔

”چیلنج ہے جان چیلنج۔“ پھر وہ یکدم اس سے دور ہوا۔

”اسے لگتا ہے وہ خود کو مجھ سے دور رکھ سکتی ہے۔کیا یہ یقین کرنے والی بات۔ہے براق شاہ سے کون خود کو دور رکھ سکتا ہے۔سننے میں ہی عجیب لگتا ہے ہے نا لیکن مجھے لگتا ہے میں اسے خود سے نزدیک رکھ سکتا ہوں اور یہ بڑی دلچسپ بات ہے اس میں مزا ہے اور یہ مزا شروع ہوتا ہے اب سے۔“

✿......✿......✿

براؤن کلر کی پینٹ کے ساتھ اس نے نیوی بلیو بٹنوں والی ٹی شرٹ پہنی تھی۔اس ٹی شرٹ میں سے اس کے گلے میں پہنی سیاہ موتیوں والی چین نظر آ رہی تھی۔گردن پر کھدا ٹیٹو بڑا واضح تھا اور چمکتی آنکھوں میں چھپی شرارت بھی۔وہ اس وقت سولیم کے سامنے براجمان تھا۔کسی انجانے آدمی کی تاثر دیتے ہوئے پریشانی و ڈپریشن کا ڈھونگ رچاتے ہوئے مچھلی کا جال میں پھنسانے کی سعی کرتے ہوئے۔

”ہمم۔“ اس کی فائلز کا مطالعہ کرتے ہوئے وہ اس کی جانب دیکھنے لگی جو اس کے دیکھتے ہی الرٹ ہوا تھا۔

"تم واقعی مریض ہوتو گویا وقت کا چکر چل پڑا۔ مجھے اچھا لگا تمہیں اس سے بھی بڑی سزا ملنی چاہیے تھی۔ مجھے افسوس ہے اتنے تھوڑے میں تم بچے۔ کاش تمہاری ہڈی پسلی ٹوٹی ہوتی یا کم از کم ایک آنکھ ہی ضائع ہو جاتی۔"

براق نے اپنے پاس سے سولیم کے الفاظ سوچے اور اسے جھر جھری چڑھی اس کی آنکھ۔ اف۔ لیکن اس کے برعکس اس نے نگاہ اس کی نگاہ میں ڈالی۔

"فکر مت کرو تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ تمہارا معاملہ زیادہ پیچیدہ نہیں۔ ہمیں فقط چار سیشن درکار ہیں اس کے بعد تم تندرست ہو گے۔"

پیشہ ورانہ انداز میں بول کر وہ گویا اسے ساکت اور مضمحل کر گئی۔ کوئی تلخ کلامی نہیں، کوئی ذاتی عناد نہیں کسی قسم کا ٹونٹ یا ناپسندیدگی کا شائبہ نہیں۔ وہ اسے حیران سے زیادہ پریشان نظروں سے دیکھنے لگا۔ جو اپنی جگہ چھوڑ کر اس کے پاس آ رہی تھی۔

"جو تمہارے ساتھ ہوا واقعی غلط ہوا۔ تمہاری نیک نامی پر یہ ایک بڑا سوال ہے لیکن برا وقت بھی اچھے وقت کو متعارف کروانے آتا ہے جیسے اندھیرے کے بعد روشنی یقینی ہے۔ ویسے ہی مشکل کے بعد آسانی بھی۔ اللہ نے چاہا تو ضرور ایک دن تم اپنا مقام پھر سے واپس پا لو گے لیکن اس کے لئے تمہیں خود کو اس پچھتاوے اور ڈپریشن کے فیز سے نکالنا ہو گا جنھوں نے تمہیں بیمار دکھانا شروع کر دیا ہے۔"

وہ جھکی۔ شہادت کی انگلی اس نے براق کی نشان زدہ بھنور والی آنکھ کے نیچے رکھی اور اس کی جلد کو تھوڑا سا نیچے کھینچ کر اس پر لائٹ ڈالی گریفائیٹ آنکھیں حقیقی تاثر سے ساکت تھیں۔ سفید روشنی نے اسے منور کر دیا تھا۔ بالکل خلا میں بسے روشنیوں کے گولے کی طرح۔

پھر اس نے سٹھتوسکوپ سے اس کی دل کی دھڑکن سنی جو کچھ زیادہ ہی تیز ہو رہی تھی۔ بے ہنگم سا شور تھا ان میں، بے ترتیبی سی بے ترتیبی تھی۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں میڈیسن لکھ دیتی ہوں۔ پندرہ دن تک استعمال کرو پھر دوسرے سیشن میں دیکھتے ہیں کتنا فرق پڑا ہے۔" وہ مڑی اور اپنی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے وہ دوسرے پیشنٹ کو طلب کرتی اسے براق کی آواز سنائی دی۔

''ڈاکٹر! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔''

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے چونکی۔

''میں سن رہی ہوں۔''

''کیا میں سمجھ سکتا ہوں کہ اب میں قابل بھروسہ ہو گیا ہوں۔ آئی مین کہ آپ نے مجھے میرے گزشتہ رویے کے لئے مجھے معاف کر دیا ہے۔ مجھ سے ناراض تو نہیں آپ؟''

آواز میں ہچکچاہٹ مگر توازن لیے وہ پر امیدی سے پوچھ رہا تھا۔ عبایا کے پیچھے اس کے لب مسکائے۔

''مجھے یقین کرنے دو کہ تم یہ سمجھ رہے ہو ہمارے بیچ ناراضی ٹائپ کا سین ہو سکتا ہے۔ نہیں بھلا میں تم سے ناراض کیوں ہونے لگی۔ کون ہو تم؟''

اور یہ طمانچہ تھا جو بہت زور کے منہ پر لگا تھا۔ اس کا چہرہ منٹ کے ہزارویں حصے میں سرخ ہوا جسے اس نے فوراً کنٹرول کیا۔ یہ وقت غصہ اور جذبات دکھانے کا نہیں تھا اس کا سر اثبات میں ہلا۔

''درست میں کون ہوں۔ واقعی آپ مجھے نہیں جانتیں۔ پھر سے معافی چاہتا ہوں آپ کا وقت برباد کرنے کیلئے۔ چلتا ہوں۔''

سولیم نے اسے سرد نگاہوں سے جاتے دیکھا پھر آنکھیں بند کر کے سب ٹھیک ہے کے سے انداز میں سر کو دائیں بائیں جنبش دی۔ کھڑکی سے چھن کر آتی سنہری روشنی اس کے ہلنے سے دائیں بائیں بکھر گئی تھی۔

''کیسا ہے میرا بچہ۔'' دروازہ کھلا اور ان لفظوں پر وہ چونک گئی۔

''چاچو وٹ آ سرپرائز۔'' وہ ان کی جانب لپکی اور خود کو ان سے لگا لیا۔

''بہت اہم کام کے سلسلے میں آیا ہوں۔ پہلے فٹافٹ کافی منگواؤ۔''

سر ہلاتی نقاب نیچے کھینچ کر اس نے انٹرکام اٹھایا تھا۔

''خیریت۔ جلدی سے بتا دیں ورنہ میں نے دعا بن جانا ہے۔''

چاچو ہنسے تھے۔

''تم نے مجھے پھر جواب نہیں دیا تھا اور یہ سوچ تھوڑی پریشان کن تھی اس سے زیادہ اس کی آواز کیا تم مجھے

اپنے فیصلے سے آگاہ کرسکتی ہو جو ہوگا اس کا احترام کیا جائے گا۔"

وہ سمجھ گئی۔کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے ابھی بھی سرسرا کر آتی ہوا نے اس کی الجھن طاہر پر عیاں کی تھی۔وہ اس کی ماتھے کی شکنوں پر پرسوچ ہوئے۔

"یہ یقیناً دعا کا کام ہے اور آج وہ پزے کو ترسے گی۔"

نتیجہ پر پہنچتے ہوئے انہوں نے سزا بھی سنائی تھی آواز میں قدرے برہمی کا عنصر غالب تھا۔

"ایسا مت کریں ہو سکتا ہے ٹیکنیکل پرابلم ہوئی ہو۔"

وہ دعا کی سزا سے پریشان ہوئی تھی۔اف، کیا وہ اس کے بغیر پزا کھا پائے گی۔جھٹ اس کے دماغ کے پردے پر اس کی رال ٹپکاتی للچائی نظریں اور مسکین چہرہ ابھرا تھا۔وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"واقعی ٹیکنیکل پرابلم ہی تھی اور کیا ہی گھٹیا خیر اس ٹیکنیکل پرابلم کا علاج تو آج ہوگا۔تم وہ بتاؤ جسے مٹایا گیا تھا۔"سولیم نے گہرے سانس کے ساتھ کافی کا بڑا سارا گھونٹ بھرا اس کی نسبت چاچو پرسکون سے اسے دیکھے گئے۔

"مجھے بھی ایتھوپیا کافی کا ٹیسٹ پسند ہے یقیناً میں اسے ساری زندگی پی سکتی ہوں۔"اس نے شاکر کی پسند کی کافی کا نام لیا۔وہ اس وقت ایسپریسو سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

چاچو نے جھٹ اپنی سیاہ کافی پر نظر ڈالی پھر اتنی ہی تیزی سے اسے دیکھا۔آنکھوں میں خوشی کے دیپ چہرے پر گلال سجائے وہ اسے گلے لگا گئے۔

"تم نے آج مجھے بہت خوشی دی ہے تم میری سب سے پیاری اولاد ہو۔"

ان کے گلے لگے وہ مسرور سی اپنے بند دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی جہاں کے اس پار وہ مضطرب سرخ چہرے کے ساتھ گاگلز لگائے اور چہرے کو ماسک میں چھپائے ہوا کی رفتار سے وہاں سے جا رہا تھا۔پارکنگ میں پہنچ کر اس نے اتنی زور سے اس کے بونٹ پر مکا مارا کہ وہاں ڈب پڑ گیا۔

"وہ مجھے نہیں جانتی وہ مجھے واقعی نہیں جانتی۔"

اس نے سیاہ گاڑی کے چمکتے بونٹ پر اپنی سرخ جلتی آنکھیں دیکھیں۔ان میں اشتعال تھا بے چینی تھی

برداشت ولگام تھا۔اس کا سیل بجنے لگا۔اسد کالنگ، جھپٹنے کے سے انداز میں اس نے سیل اٹھایا اور کال پک کی۔

''وہ مجھے نہیں جانتی۔اس نے کہا میں کون ہوں کیا تم یقین کر سکتے ہو وہ کس زبردست انداز میں مجھے اگنور کر رہی ہے۔حتیٰ کہ وہ یہ بھی بھول گئی ہے کہ میں نے اس کی زندگی حرام کر دی تھی۔وہ سب کچھ بھول کر مجھ سے کہتی ہے میں کون ہوں؟''

اسد نے جم کے شور میں اس کی گیلی برداشت سے تھرتھراتی آواز تحمل سے سنی اور اٹھ کر اپنے کیبن کا شیشے کا دروازہ بند کر دیا۔

''تو کیا ہوا اگر اس نے یہ کہہ دیا اور یہ سچ ہی تو ہے کیا وہ تمہیں جانتی ہے؟ حتیٰ کہ کیا تم اسے جانتے ہو؟''

''میں جانتا ہوں۔'' وہ گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھا۔''میں ہی اسے جانتا ہوں۔وہ کون ہے، کیا کرتی ہے، کہاں سے آئی ہے۔سب کچھ میں سب کچھ سے واقف ہوں۔'' وہ بول رہا تھا مزید بولتا لیکن اسد کی بات نے اس کی زبان روک دی۔

''کیا واقعی کسی کو جاننے کیلئے ان سب کی ضرورت ہوتی ہے؟''

وہ لاجواب ہوا تھا۔گڑبڑایا چند پل تھا اور جب بولا تو آواز کے ساتھ لفظ بھی کمزور تھے۔

''مطلب۔ہاں کسی کو جاننے کیلئے اس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ سب بھی ضروری ہے۔''

''اور کیا وہ یہ سب بھی جانتی ہے؟''

براق نے گہرا سانس بھرا وہ اتنی مقدار میں اس کے لبوں سے باہر آیا کہ ماسک کو نم کرتا ہیٹر سے گرم گاڑی میں ٹھنڈ پھیلا گیا۔

''پھر وہ واقعی مجھے نہیں جانتی اور یہ افسوس ناک ہے۔'' اس کے لفظ بھی برف کے ٹکڑوں کی مانند نکلے تھے سرد جمے ہوئے اداس۔

''ہاں یہ درست ہے۔اب اپنا موڈ ٹھیک کرو۔جذبات کو لگام لگاؤ اور دس منٹ میں پہنچو۔آج میرا تمہارے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کا موڈ ہے۔'' براق کا قہقہہ برجستہ تھا۔

❁......❁......❁

"ڈاکٹر تم میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتی تم جانتی ہو میں کتنا خطرناک ہوں۔"

بہار کے ساتھ سردی تھی۔ ہواؤں کے ساتھ نمی تھی۔ پھولوں کے ساتھ شبنم تھی۔ نیلے آسمان پر گدلے پانی کے بوجھ سے لدے بادلوں کے ساتھ قوس قزاح تھی۔ لندن تھا اور اس میں ایک فلیٹ تھا۔ اس فلیٹ میں ایک دعا تھی اور اس کا کدو جیسا سوجا ہوا موڈ تھا۔ یہ عجیب وغریب موسم تھا۔ اور اس سے زیادہ عجیب وغریب صورتحال تھی۔

"میں یہ ظلم برداشت نہیں کرونگی۔ میں اس کے خلاف آواز اٹھاؤں گی۔ آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے۔"

سنگل سیٹر پر وہ دھاری دار سیاہ وسرخ سویٹر پہنے لال ناک کے ساتھ للچائی نظروں سے دیکھتی مسلسل بولے جارہی تھی۔ اس کی ناک کی عین سیدھ میں ڈبل صوفے پر چاچو پلس سویلم اپنے درمیان لارج پزا ودھ ڈپ اور ساسجز رکھے بیٹھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اپنی اپنی ڈیوٹی تھی اور وہ دعا کو چھیڑے کھائے جارہے تھے۔

"یہ کتنا لذیذ ہے نا سویلم۔ اس کی ڈو یہ مشروم اور چیز۔" انہوں نے فورک سے اس کا بائیٹ اٹھایا۔ میلٹی چیز اس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔ اس کے تو کیا ہی کہنے۔

"اور چاچو یہ موزریلا۔ اف، مجھے تو اس سے پیار ہے۔"

دعا نے دانت کچکچائے۔

"حد ہے ظلم کی۔ آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں میں بھوکی ننگی ہوں۔ ابھی آرڈر کرونگی ایک نہیں دو دو پزاز۔"

وہ اٹھنے لگی تھی چاچو کی گرج پر دبک کر بیٹھ گئی۔

"اگر ایک انچ بھی ہلی اپنی جگہ سے تو آج کے ڈنر کے ساتھ کل کا بریک فاسٹ بھی تمہارا کینسل۔"

چاچو نے اسے میسج ڈلیٹ کرنے پر سزا دی تھی اور کیا واقعی ظالم سزا تھی۔ نو ڈنر نو ٹی نو سیل (وہ ان کی تحویل میں تھا کل صبح تک) اور نو آؤٹنگ گھر کا سارا کام حتیٰ کہ کھانا بھی اسی نے بنانا تھا۔ باقی ڈسٹنگ اور لانڈرنگ تو وہ کرتی ہی تھی۔ واش روم تو ہمیشہ سے اس کے حصے میں ہی تھا۔

"آہ بیچاری دعا آہ۔"

"میرے اصل ڈیڈی ہوتے نا تو وہ اتنے خرانٹ ہرگز نہ ہوتے جتنے آپ ہیں۔" رونی صورت کے ساتھ وہ

بولی تھی۔ سزا میں یہ بھی شمار تھا کہ جب وہ اپنی ہر دل عزیز چیز سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے تو اس شودی دعا نے ان کے سامنے عین سامنے بیٹھنا ہے۔

"ہاں بالکل کل جب تمہاری سزا ختم ہو گی نا تو ڈھونڈ لینا انہیں جا کر۔ سو لیم دیکھو تو اس زنگر کا چکن کتنا کرسپی ہے۔ واللہ شیف کے ہاتھ چومنے کا دل کر رہا ہے۔"

دعا نے لب مسلتے ہوئے سینے پر ہاتھ باندھے۔

"کوئی نہیں دعا۔ کنٹرول اپنا ٹائم آئے گا مس گلیز کے ساتھ میں نے گنجے ہوتے انسان کو دیکھا۔ میڈم سیز کے ساتھ سفید اور آل پہنے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالتے گنگناتے ہوئے میں ڈاکٹر طاہر کو کاریڈور میں چہل قدمی کرتے پکڑا۔ کوئی نیام نامی لڑکی سے آدھی رات جب میں پانی پینے جا رہی تھی تو ٹین اجر کی طرح کھسر پھسر کرتے ہوئے سنا نا ان کے الفاظ شرمناک تھے۔ میں نہیں بتا سکتی اوہ ہاں ڈاکٹر جبین کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر طاہر آجکل جلدی چلے جاتے ہیں۔ یہ تب سے ہے جب سے انہوں نے مجھ سے فلیٹ رینٹ پر لیا۔"

اس کا دماغ خطرناک باتیں سوچ رہا تھا اور وہ اس پر مسکائے جا رہی تھی۔ وہ یہ سب سوچتی رہی چونکی تب جب آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی گئی۔

"ہے تم لڑکی اٹھو فوراً یہاں سے اور سونے جاؤ۔"

ایک اور حکم وہ سراپا احتجاج ہوئی۔

"کیا سات بجے کون سونے جاتا ہے۔"

"تم جاؤ گی اور ابھی جاؤ گی۔"

طاہر اس کی خطرناک سوچوں سے واقف ہو گئے تھے گھبرا کر یہ آرڈر دیا۔ اس نے اپنی بنی شوز میں قید پاؤں کو زور سے کارپیٹ پر اتارا اور کھڑی ہو گئی۔

"کل کا سورج کسی کیلیے بڑا گرم ثابت ہونے والا ہے۔" اپنے کمرے کی جانب جاتے ہوئے وہ چیخی تھی۔

"میں بتا رہا ہوں اگر اس نے اپنی اس شکی ماں کو ایک لفظ بھی الٹا سیدھا کہا تو میں نے اس کی پاکٹ منی بند کر دینی ہے۔" وہ اس کی دھمکی سے مغلوب ہو کر گھبرا کر بولے تھے۔ باہر رات اتر آئی تھی۔ لندن کا گرے موسم

اپنی شان سے پھیلا تھا۔

''سچ میں چاچو آپ کو لگتا ہے اس سے اسے فرق پڑے گا۔نا جانے کتنوں کی جاسوس بنی بیٹھی ہے اور مستقل کتنے کما رہی ہے۔آپ کو پتا ہے وہ بیچاری روبی اس سے بھی ہر ماہ یہ پچیس ہزار لیتی ہے اور اس کے بوائے فرینڈ کی دو چار لگا کر ان کی لڑائی کرواتی رہتی اور تو اور اپنے پروفیسر کی وائف کو بھی آجکل اپنا کلائنٹ بنایا ہوا ہے اس نے۔'' ڈیو کے سپ بھرتی وہ اس کے کرتوت بتا رہی تھی۔طاہر کے چہرے پر فخرانہ تاثر ابھرا۔

''ہاں واہ کتنی ٹیلنٹڈ ہے میری بیٹی۔'' پھر سویلم کے چہرے کی جانب دیکھا تاثر غائب ہوا اور سخت لہجے میں بولے۔

''مطلب یہ تو بیہودگی کی حد ہوگئی ہے۔صبح کھینچوں گا میں اسے۔احتیاط لازم ہوتی ہے بندہ پھنس پھنسا جائے۔''

وہ چپکے سے وہاں سے گئے تھے۔سویلم نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا پھر جلدی سے بچا ہوا پزا فریج میں رکھا اور کافی کا مگ تھامتی بالکونی میں آگئی۔دعا نے دروازہ لاک کیا ہوا تھا مطلب آج اسے کمرا بدر ہونا تھا اس کی سزا۔

باہر آسمان سیاہ تھا۔چاند ندارد لیکن بادلوں کے ساتھ ٹمٹماتے تارے ضرور تھے۔خنکی بھری ہوا دور سے ہوا کے دوش سے اٹھ کر آتی پھولوں کی مہک۔اس کا سیل بجا ٹر کا لنگ۔

''کہو کیسے فون کیا؟'' بالکونی میں اوول شیپ جھولے میں بیٹھ کر باہر دوڑتی زندگی کو دیکھ کر مخاطب ہوئی تھی۔

''میں نے احتجاج کیلیے فون کیا ہے۔میں اس بات پر کیسے یقین کر سکتا ہوں کہ آپ نے مجھے صحت مند قرار دے دیا جبکہ آپ جانتی ہیں میں کس ذہنی اذیت سے گزر رہا ہوں۔'' اس کی آواز میں جوش بھرا اشتعال تھا۔سویلم کے ماتھے پر بل پڑے۔

''تم صحت مند ہو ٹر اول روز سے تھے۔مجھے بچہ مت سمجھو تمہارے خود ساختہ ڈپریشن کی وجہ سے اگر میں نے بنا کچھ کہے تمہارا علاج کیا ہے تو اسے میری اچھائی جانو۔میں ہرگز ان ڈاکٹرز میں سے نہیں ہوں جو بلاوجہ مریض سے پیسے بٹورتے رہیں۔''

وہ لاجواب ہوا اتنا کہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا۔بڑی مشکل سے اس نے اپنے لہجے پر کنٹرول پایا تھا۔

”یہ غلط فہمی ہے کوئی بہت بڑی غلط فہمی۔ میں شیزوفرینیا کا مریض تھا۔“

”تم نہیں تھے کبھی بھی نہیں بلکہ وہ براق ہے جو واقعی میں اس کا مریض ہے۔“

”ڈاکٹر وہ تمہیں دھوکہ دے رہا ہے وہ ایک نمبر کا ایکٹر ہے۔“

اسے براق کے نام سے غصہ آیا تھا۔آگ بھرا غصہ۔جب اسے براق کے علاج کا پتا چلا تھا دی مائنڈ میں اس کے چکر بڑھ گئے تھے۔سولیم کے ساتھ اس نے گفتگو کو طول اور اپنے مرض کو بڑھانے کی ہر طرح کی سازش کی تھی جو کہ ناکام جا رہی تھی۔

”اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے ٹرکر۔ میں نے تمہیں اچھا جانا تھا لیکن تم بھی وہی نکلے جو ہر کوئی ہوتا ہے دھوکے باز۔ چیٹر تم نے مجھے مایوس کیا۔“

وہ دانت کچکچاتا رہ گیا۔

”اگر تمہیں پتا تھا میں بیمار نہیں ہوں تو کیوں پھر میرا علاج کیا۔اسی دن منہ پر کہہ دیتی۔“ وہ اسے شرمندہ کروانا چاہتا تھا جو کہ فضول تھا۔

”میں نے کہا میں ان ڈاکٹرز جیسی نہیں ہوں جو بلاوجہ مریض کے پیسے بٹورتے ہیں۔ میں نے جتنی ضرورت تھی اتنا تمہارا علاج کیا۔اب مجھے لگتا ہے مزید حرام ہوگا تو تمہیں صحت یاب قرار دے دیا۔آج کے بعد تم تندرست ہو۔“

ٹرکر نے اپنے دل میں اٹھتے غبار کو کنٹرول کیا۔

”تم میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتی ڈاکٹر۔تم نہیں جانتی میں کتنا خطرناک ہوں۔“

”تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟“

وہ اس کا گہرا سانس بخوبی سن سکتی تھی۔

”میں تمہاری عزت کرتا ہوں ڈاکٹر۔ بہت عزت۔ میں نے اگر کسی کو عزت کے قابل جانا ہے تو وہ تم ہو۔ میں چاہتا تو بہت پہلے بہت کچھ کر لیتا لیکن تمہارے گرد جو ایک پاکیزگی کا ہالہ ہے نا اس نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔ میں صرف دھمکی ہی دے سکتا ہوں۔“

سولیم کو اس کے لفظوں پر یقین کرنا پڑا۔اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا اور وہ بول بھی نہیں رہا تھا۔

''ہمم۔تو پھر یہ دھمکی بھی کس سبب اور ڈپریشن کا کیا ناٹک بھی کیا تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو جو جان بوجھ کر خود کو مریض ڈیکلیئر کرتے ہیں۔''

وہ ہنسا تھا۔اس کی ہنسی معنی خیز تھی۔

''ڈاکٹر یہ ایک لمبی کہانی ہے اور تمہارے لیے پریشان کن۔بس یوں جان لو اس سب کا تعلق براق سے ہے۔''

کال بیجان ہو گئی تھی بیشک ہر ایک چیز کو ختم ہونا تھا پھر وہ جاندار ہو یا بیجان۔اپنی آنکھیں سکیڑ کر وہ فضا میں دیکھنے لگی۔کہانی جتنی بھی لمبی ہو اس کا لب لباب وہ جان گئی تھی۔ٹرکر کی براق کے ساتھ ویڑیبل بیر تھا اور وہ براق کو ممکنہ طور پر نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔اس نے جان لیا تھا کہ براق اس میں انٹرسٹڈ ہے تبھی وہ اس کے ذریعے براق کو دکھ دینا چاہتا تھا۔کتنا تیز اور فالتو دماغ چلتا ہے نا ان انگریزوں کا وہ تضحیک سے مسکراتے ہوئے یکدم چونکی۔اسے کچن میں سے آوازیں آرہی تھیں۔دبی ہوئی محتاط آوازیں اس نے خود کو جھولے سے اٹھایا۔کافی کا جائنٹ مگ مضبوطی سے تھاما۔آج اگر براق شاہ ہوا تو وہ اس کا سر پھاڑ دے گی۔

خطرناک عزائم کے ساتھ وہ بلی کی چال چلتی ہوئی اندھیرے میں ڈوبے اوپن ایئر کچن میں آئی مگر اس سے پہلے کے وہ مگ کو ہوا میں اچھالتی مخصوص چھبتی ہوئی سمل سے گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔دعا اور اس کی یہ فضول سی سمیل۔آنکھیں چندھیا کر اس نے دعا کو تلاشنا چاہا۔جیسے ہی اس نے سر کو نائنٹی ڈگری پر گھمایا نظروں کے عین سامنے دعا خانم فرش پر بیٹھی ہوئی ملیں۔سولیم نے سوئچ بورڈ آن کر دیا۔

منظر کچھ یوں تھا۔دو پلیٹس رکھی تھیں۔ایک میں پزا اور دوسری میں سنیکس تھے۔تیسری پلیٹ میں چیز بالز اور اناپ شناپ بھرا تھا جو اسے پہچاننے میں دقت ہوئی۔دعا خانم کے منہ میں پتا نہیں کیا چبتا ہوا رک گیا تھا جبکہ ڈیو سے بھرا گلاس فضا میں بلند تھا یعنی اسے منہ میں لینڈ کیا ہی جا رہا تھا کہ چھاپہ پڑ گیا۔اس نے بدقت تمام نوالے کو نگلا اور میسنی سی شکل بنا کر سولیم کو دیکھنے لگی۔

''تمہارا ابھی کوئی حال نہیں۔تھوڑی دیر اور رک جاتی میں بلانے ہی والی تھی تمہیں اور یہ کیا انہیں گرم کیوں

نہیں کیا۔ ٹھنڈا کھا رہی ہو گلا خراب ہو جائے گا۔"

"ہاں۔" دعا نے نخوت سے سر جھٹکا۔"اتنی تم چنگی صبح سے ایک نوالہ نہیں کھایا۔"

سولیم نے درمیان میں ٹوک کر اس کی تصحیح کی۔"دوپہر سے۔"

وہ آ کر اس کے برابر بیٹھ گئی۔ اب باہر سے دیکھنے پر کچن خالی معلوم ہوتا تھا۔ وہ دونوں کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی تھیں۔

"ہاں جو بھی بھوک سے پیٹ میں چوہوں نے جنگ شروع کر دی تھی اور ابھی تم آنے والی تھی۔"

اس نے زور سے برگر کا نوالہ لیا چیز ربڑ کی طرح اس کے دانتوں سے چپکنے لگی۔

"کیونکہ میں چاچو کے سونے کا انتظار کر رہی تھی۔ اگر انہیں پتا لگ جاتا تو تم تو تم میں نے بھی کام سے جانا تھا۔ لاؤ دو میں گرم کرتی ہوں۔"

دونوں پلیٹیں اور اس کے ہاتھ سے ماندہ بچہ کھچا برگر اٹھا کر اس نے اوون کے پاس رکھا تھا۔

"ہاں کرو کرو تا کہ اس کی سیٹی سے مور کے کان والے میری ڈیڈی اٹھ کر آ جائیں اور میں صبح تک مردہ ملوں۔"

سولیم نے اسے ملامتی نظروں سے دیکھا پھر فلیم آن کیا۔ اس پر پراٹھوں والا توا احتیاط سے رکھا۔ ایک باؤل لیا اس میں بنا آواز کے پانی بھرا۔ کھانے سے بھری پلیٹ اس ہاف بھر باؤل میں رکھی اور باؤل کے سائز کی پلیٹ اس پر ڈھک دی ایسے کہ سٹیم باہر نہ نکلے۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو۔ میرا سارا کھانا خراب ہو گیا یا اس میں پانی چلا گیا تو......" دعا نے وہیں سے دبی آواز میں احتجاج کیا۔

"میں بالکل بھی حیران نہیں ہوئی دعا۔"

بمشکل پانچ منٹ بعد اس نے پلیٹ کو اٹھایا۔ ہلکی سی بھاپ باہر نکلی۔ اس کے ساتھ ہی دعا کی آنکھیں سات مرلے میں پھیل گئیں۔ پلیٹ میں موجود پزا بالکل فریش لگ رہا تھا۔ برگر کی چیز میلٹ ہو کر پلیٹ کی سطح کو چھو رہی تھی۔ اس نے بائیٹ لی اور خود کو امم کرنے سے روک نہیں پائی۔

کھانا اندر تک گرم تھا۔ واقعی گرم پزا بھی اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے۔

✿......✿......✿

''آہ طلحہ آہ تمہیں اللہ پوچھے۔''

رات کی چاندنی صبح کے نور میں گھل گئی۔ لندن کا گرے موسم چھٹ گیا نیلے سمندر جیسے آسمان پر پریوں جیسے سفید ورنگ برنگے پرندے غوطہ زن ہونے لگے۔ تتلیاں معطر فضا کو حسین بنا رہی تھیں۔ درختوں پر کھلتے شگوفے مسحور کن تھے۔ بلاشبہ یہ ایک حسین صبح تھی۔ ایک حسین ادراک کو خود کی گود میں سموئے۔

جم کا یہ گوشہ خالی تھا۔ صبح کی پرنوریت میں یہ قدرے تاریک تھا۔ زمین پر فوم بچھا تھا جس کا رنگ سیاہ تھا۔ فوم کے دائیں جانب بالکل سیدھ میں ڈھیر سے پنچنگ بیگ قطار میں لگے تھے۔ سامنے اینٹوں والی دیوار تھی جس پر لکھا تھا ''ہٹ می اف یو کین''

باقی جگہ خالی تھی۔ اس فوم کے بالکل درمیان میں براق بیگز کی جانب چہرہ کیے آنکھیں بند کر کے کھڑا تھا۔ اس نے بلیک جینز شرٹ پر گرے گھٹنوں تک آتا پتلا جرسی نما ہڈی پہنا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ قینچی کی صورت سینے پر بندھے تھے۔ کان کھلے تھے۔ ان کھلے کانوں نے وہ چاپ سنیں۔ پیچھے سے وار کرنے والے کو اس نے دونوں ہاتھوں سے قابو کیا۔ وہ گھوم کر سامنے آیا اور براق کے ہاتھوں پر کنٹرول کرنا چاہا لیکن خود کی تھامتی کلائیوں کو براق نے جھٹکے سے چھڑوایا اور بائیاں پاؤں اڑا کر اس لڑکے کو نیچے گرا دیا۔ اس لڑکے نے براق کی گردن کو تھاما تھا۔ براق نے قلابازی کھا کر گردن چھڑوائی اور اس کے وجود کو اپنی ٹانگوں کی گرفت میں لے لیا۔ وہ لڑکا مچلا لیکن آزادی ناممکن تھی۔ تبھی اس نے زمین پر تین بار ہاتھ مارا۔ براق نے اسے چھوڑا اور اپنے دونوں ہاتھ اسے اٹھنے کیلئے پیش کئے۔ وہ لڑکا اس کے ہاتھ تھامتا کھڑا ہوا۔

''ویل ڈن۔'' اس وش پر براق نے اس کی پشت تھپتھپائی۔

''یو ٹو۔'' گلوز ہینڈ ریپ کو اتار کر دوبارہ باندھتے ہوئے اس نے اسد کو آتے دیکھا اور مسکرا دیا۔

''گڈ مارننگ۔'' ہمیشہ کی طرح تھری پیس میں ملبوس اسد نے اسے دل سے وش کیا۔

''گڈ مارننگ صبح صبح؟''

وہ بیگز کو پیٹنا شروع ہو چکا تھا۔

''ہاں تم سناؤ پریکٹس کیسی جا رہی ہے۔ اس متین کی حالت سے تو لگ رہا ہے تم نے اسے کافی ٹف ٹائم دیا۔ ویسے رات کو تم آئے کیوں نہیں۔ میں نے تمہارا ویٹ کیا؟''

براق متین والی بات پر مسکرایا تھا۔ اگلی پل اس کی مسکراہٹ تھمی۔ اس کے ساتھ ہاتھ بھی رخ اسد کی جانب موڑا۔

''میں نے کل چہل قدمی کرنے کو ترجیح دی۔ میں خاصا تھک گیا تھا۔''

''سمجھ گیا لیکن تمہیں احتیاط کرنی چاہیے۔ میڈیا کی نظر پڑ گئی تو فضول کی ٹینشن ہو گی۔ ابھی تم ریسٹ پر ہو اور جو فلسنگ کی آواز ہے ابھی تھمی نہیں۔ اوہ میں بتانا بھول گیا تمہارا کیس جیت کی جانب گامزن ہے۔ کچھ عرصے میں یہ داغ بھی مٹ جائے گا۔ لوس نے ہمیں اچھی امید دی ہے۔ انفیکٹ میں نے خود جا کر چیک کیا ہے کیا ہوا تم ڈسٹرب دکھ رہے ہو۔''

وہ اس کی عدم توجہ کو پہچان گیا تھا۔ اس کے چہرے پھر بھی ناقابل فہم سے تاثرات سے۔

''ہوں، ہاں، نہیں تو۔ بس ایسے ہی سر میں کچھ درد ہے۔'' وہ بال کھجاتا بینچ پر بیٹھ گیا۔ اسد نے اس کے برابر جگہ بنائی۔

''نہیں کچھ ہے جو تمہیں پریشان کر رہا ہے۔ ڈونٹ ٹیل می کہ تو اب مجھ سے بھی چھپائے گا۔''

اس نے انجان نظروں سے اسد کو دیکھا۔

''رحیکا کی کال آئی تھی۔ وہ چاہتی ہے میں اسے معاف کر دوں اور اس کے ساتھ شادی کر لوں اور میں شاید اس بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

اسد نے خون کا گھونٹ بھرا۔

''اور تم نے کہا تھا کہ تم ماضی میں جھانکنے والے نہیں ہو۔ ایک بار کسی کو بھول گئے تو بھول گئے۔''

براق نے ہینڈ ریپ کھولتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں الجھی ہوئی لگیں۔

''اسد! میں نے یہ نہیں کہا میں اس سے شادی کرونگا۔ میں اپنی فیلنگز کو لے کر بہت کنفیوز ہوں۔ میرا اس کی طرف رجحان بھی کسی وجہ سے تھا اور......''

وہ تھا۔ اسد نے کندھے اچکائے۔

"اور؟ کیا اور؟ یہی کہ وہ "اور" اب تمہاری زندگی میں ہے اور اب تمہیں رتیکا کی یا اس "اور" سے ملتی جلتی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ براق، مت بھولو ہم دلوں کے دوست ہیں جنہیں دل کی خبریں باآسانی مل جاتی ہیں۔"

"واٹ نانسنس۔" وہ یکدم گھبرا کر کھڑا ہوا۔ اسد کو تو وہ کم از کم گھبرایا ہوا ہی لگا۔

"کیا تمہیں لگتا ہے میں اس وہ کیا نام ہے اس کا ہاں سولیم کو پسند کرتا ہوں۔ سیریسلی تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو۔ وہ اور میں دو ایسے دریا ہیں جو کبھی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں مل سکتے۔ ہماری لہریں اتنی تیز ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ کبھی دیکھا ہے تم نے دو دریا کو آپس میں ملتے ہوئے۔ دیکھنا پھر آنا میرے پاس۔"

وہ کھڑا ہوا تھا۔ ہینڈ ریپ کو دور پھینکتے ہوئے وہ گردن کی رگیں ابھار کر بول رہا تھا۔ اسد ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے دیکھے گیا اس کے چپ ہونے پر بولا۔

"ہاں میں نے دیکھے ہیں نا دو دریاؤں کو آپس میں ملتے ہوئے۔ آپس میں ملنے جڑنے سے پہلے وہ دونوں بہت سرکش و باغی ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دشمن ایک دوسرے کو تباہ و برباد کر دینے والے۔ دوسرے کو ختم کر کے اپنی جگہ بنانے والے، ایک دوسرے سے شدید نفرت کرنے والے۔"

براق اس کے بولنے کے درمیان ہی بول رہا تھا۔ اسد کے الفاظ بھی بہے جا رہے تھے۔

"ایک دوسرے سے جنگ کرنے والے لیکن جب وہ آپس میں جھگڑ کر، لڑ کر، چنگھاڑ کر، تھک کر مل جاتے ہیں نا تو ان سا پرسکون کوئی نہیں ہوتا۔ وہ پھر فلو میں بہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھ کر ہر خامی و اچھائی جان کر وہ ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں اور ایسا ہو جانا ان کی زندگی کو جنت سا لطف دیتا ہے۔"

کھڑا براق اس کے پاس واپس آ کر بیٹھا۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے دو مختلف دریا آپس میں مل سکتے ہیں۔ نہیں مطلب تم نے دیکھا ہے؟"

"دیکھ رہا ہوں پر امید ہوں لیکن کیا براق میں نے اس "اور" سے مراد سولیم لی میرا مطلب ہے کیا میں نے اس کا نام لیا تھا؟"

براق چونکا اتنی زور سے کہ اسے اپنے دل کی ایک بیٹ مس ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ شدید لاجواب ہوا تھا

اسد کو دیکھے گیا۔

''میں نے سولیم کہا سیلیا نہیں؟''

اس نے سنبھلتے ہوئے اپنی موجودہ گرل فرینڈ کا نام لیا۔ اسد نے نفی میں سر ہلایا۔

''ہم۔ پھر یہ سراسر غلطی ہے تم نے دیکھا نہیں میں نام لیتے ہوئے بھول رہا تھا اور بہت ملتا جلتا ہے دونوں کا نام سولیم، سیلیا۔ سچ آ سیم نیم نہیں۔''

''ہاں صحیح کہا۔''

اسد نے ایکسرے کرتی نظروں سے اس کے واقعی کنفیوز چہرے کو دیکھا۔ براق اس کی نظروں سے مغلوب ہو کر ہینڈ ریپ اٹھانے لگا۔ سرخ انگ کے کپڑے میں اس تتلی کا عکس نمایاں ہونے لگا جو دعا کے سر پر منڈلا کر اسے پریشان کر رہی تھی۔ وہ بار بار اسے خود سے ہاتھ جھلا کر دور کرتی وہ پھر اڑ کر اس کے سر کے چکر کاٹنے لگ جاتی۔

''اف، اف۔ لو اور چکر لو میرے سر کے۔ اللہ کرے میرے اندر خدانخواستہ جتنے بھی مرض ہیں وہ تمہیں لگیں تم ایک ماہ تک بستر سے نہ اٹھ سکو۔''

''ہے دعا تم ٹینس لگ رہی ہو۔ کیا بات ہے؟'' میکل نے اسے تتلی سے جھگڑتے ہوئے پایا تو اپنا اورنج کلر کا بیگ تھامتا وہیں آگیا۔ دعا نے بڑی ہی افسوس نظروں سے میکل کو دیکھا۔

''تم پر مجھے بڑا افسوس ہے۔ بک ہا، میرے خواب دیکھنا چھوڑ دو۔'' سرد آہ بھر کر اس نے میکل کے سر پر بم پھوڑا۔ بے چارے کو نیا نیا دعا خانم پر کرش ہوا تھا۔

''کیا ہوا دعا کیا تم کہیں جا رہی ہو؟'' آواز میں ڈر سموئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ دعا نے ترس کھاتی نظریں اس پر ڈالیں۔

''میکل! حال قریب میں میری شادی ایک بھینسے سے ہونے والی ہے۔ فقط ایک سال بعد۔ یہ کتنے دکھ کی بات ہے نا اس لئے وارن کر رہی ہوں میرے خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ میں نہیں چاہتی تمہارا دل ٹوٹے تم میرے پیارے دوست ہو۔''

میکل کا اس کے لفظوں پر خون نچڑ گیا۔اس نے جھٹ دائیاں ہاتھ بڑھا کر اس تتلی کو پروں سے پکڑا اور پاس سے گزرتی جیوڈش لڑکی کو دے دی جو فرط خوشی سے میکل کے گال پر لپ گلوز کا نشان چھوڑ کر اپنے فرینڈز کو وہ نارنجی رنگ کی دھاری دار تتلی دکھانے بھاگی تھی۔

"دعا!تمہیں خدا کا واسطہ۔ایک بھینسے سے شادی مت کرو۔تم کسی انسان سے بھی تو کر سکتی ہونا بلکہ وہ کوئی اور کیوں میں بھی تو ہو سکتا ہوں۔تم کیسے ایک جانور کے ساتھ پوری زندگی گزارو گی۔"

دعا کا منہ اس کی آنکھیں اس کے ہاتھ میکل کی بات پر کھلتے چلے گئے۔

"بھینسے؟جانور؟"

اس نے زوردار چپیڑ میکل کے کندھے پر ماری۔

"الو،گدھے کے دماغ والے۔بھینسے سے مراد کوئی جانور نہیں بلکہ میرا موٹا کزن ہے۔آہ طلحہ آہ۔تمہیں اللہ پوچھے بلکہ تم سے زیادہ اس میکل کو تم پاگل ہو جانور سے کون انسان شادی کرتا ہے۔"

وہ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔میکل نے اس کے مردانہ ہاتھ سے لگے تھپڑ کی وجہ سے اپنا کندھا سہلایا اور منہ میں باآواز بلند بڑبڑایا جیسی دعا ویسے اس کے دوست۔

"لوگ آجکل جانوروں کے ساتھ افیئرز اور نا قابل یقین حرکتیں کرتے ہیں تو میں نے سوچا شاید شادی کا ٹرینڈ بھی نکل گیا ہو۔ایسے نا تھوڑا کوئی گھوڑا پیدا ہو جاتا ہے تو کوئی بندر۔"

دعا نے ایک اور چپیڑ اس کے کندھے پر رکھی۔

"تم کر لینا کسی بندریا سے شادی اور اللہ تمہیں ایک بندر سے نوازے۔آمین۔بدتمیز انسان۔چھی،کیسی باتیں کرتے ہو تم ایسا تھوڑی نا ہوتا ہے۔"وہ بے یقینی سے کہتی واک کرنے لگی۔میکل پھر کندھا سہلا کر دعا کے کندھے سے کندھا ملا کر چلنے لگا جسے دعا نے خرانٹ انداز میں جھٹک کر پرے کیا۔

"ہوتا ہے۔دعا ہوتا ہے رکو میں تمہیں ویڈیوز دکھاتا ہوں تمہیں کیا پتا کیا کیا ہو رہا ہے۔"

وہ جوش سے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے ڈفرنٹ سائیٹس کھول کر دکھانے لگا۔دعا نے پہلی پوسٹ پڑھ کر ہی جھرجھری لی اور اس سے آگے نکل گئی۔وہ تیز تیز چل رہی تھی اس کے قدموں کے نیچے کی زمین بدلنے لگی۔

یونیورسٹی کی اینٹوں کی جگہ چکنے لندن سٹریٹ کے فرش نے لے لی۔ دعا کے بوٹوں کا رنگ بدل کر کیمل رنگ کے ڈیزرٹ شوز نے لے لی جن کا سائز بڑا تھا۔ اس کی ییلو جینز بلیو جینز میں بدلی۔ سکائے رنگ کی شرٹ نے کاہی رنگ کی ٹی شرٹ کا رنگ اوڑھا۔ پس منظر میں سے بھاگتے دوڑتے طلباء ہٹے اور چہل قدمی کرتے لوگ آ گئے۔ چھوٹے قدم بڑے میں تبدیل ہوئے اور تیز تیز چلتی دعا کا وجود مضطرب سے براق میں ڈھل گیا۔ وقت کی کتاب میں سے سٹیکر اترا اور دعا کی جگہ براق کا سکیچ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

وہ بڑے قدموں کے ساتھ منہ پر ماسک لگائے چل رہا تھا۔ صبح اسد کے ساتھ ہوتی بحث نے اس کے اندر کھلبلی مچا دی تھی۔ مہنگا واٹر پروف میک اپ جس نے اس کے چہرے کو بیمار بنا دیا تھا کروا کر وہ سولیم کے پاس جا رہا تھا۔ ابھی ایک دن پہلے وہ اس سے ملا تھا۔ ایک دن بعد وہ اسے خود کو اس سے ملنے سے روک نہ پایا تھا حالانکہ اس کا دوسرا اسیشن پندرہ فروری کو ہونا تھا۔ پندرہ فروری جو بڑا عجیب دن تھا کچھ بھیانک اور ڈرا دینے والا ان قلاب کا دن۔

براق نے آنکھیں بند کیں اور اس کے دروازے پر ناک کیا۔ یس کی آواز کے بعد اس نے خود کو سولیم کے سامنے بیٹھا پایا جو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں پریشان تھا۔ سوچوں کا ہجوم تھا دماغ میں میرے اندر اشتعال ہے ابال ہے۔ بہت ساری غلط چیزیں ہیں۔ میں بہت غلط انسان ہوں ڈاکٹر اور میں کچھ غلط کرنے کا سوچنا نہیں چاہتا۔''

سولیم جو اسے غصے سے ٹوکنے والی تھی، جھڑکنے والی تھی اس کے مضطرب انداز پر رک گئی۔ وہ اسے الجھا ہوا لگا وہ اس کی بے ربط گفتگو کو سننے پر خود کو آمادہ کرنے لگی۔ آج پس منظر میں آج کھڑکی سے دھوپ چھن کر نہیں آ رہی تھی۔ شریر بادلوں نے نیلے آسمان کو پھر گرد آلود کر دیا تھا۔ نیم خنک ہوا ہر سو پھیل رہی تھی۔ یہی ہوا اس کے کیبن کو آرام دہ اور پرسکون بنا رہی تھی۔ کھڑکی کے پار لگے درخت کی ٹہنی مچل مچل کر اس کی سطح کو چھو رہی تھی۔ اس سے ایک آواز پیدا ہوتی تھی جو دلفریب تھی لیکن بہت مدھم سی۔

''میری ایکس نے کل مجھے پرپوز کیا۔ حتیٰ کہ وہ جانتی ہے میں اس میں اب انٹرسٹڈ نہیں ہوں یا شاید میں کبھی نہیں تھا۔ میں کسی کے عکس کو اس میں ڈھونڈ رہا تھا۔ کسی سے بچنے کے خاطر لاشعور میں، میں اپنے جذبات اس

سے کنیکٹ کر رہا تھا۔ پھر کچھ ہوا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ لیکن میں نے اسے معاف کر دیا اب وہ جو" کسی" ہے وہ مجھے کل سے جب سے میں نے اس سے بات کی ہے مجھے پنچ کر رہی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں کیا کروں۔ میری پریشانیوں کا دائرہ بڑھتا جا رہا ہے۔"

سولیم نے سفید نقاب میں سے اسے دیکھا۔ اس کی بادامی آنکھیں بے تاثر تھیں۔ اسے یعنی براق کو ان آنکھوں میں رعب نظر آیا۔ وہ اس کی لمبی پلکوں کا سایہ سفید نقاب پر دیکھنے لگا۔ اس نے خود کو جھٹکا اور سولیم کیلئے بالکل متوجہ پایا۔

"تم پریشان ہو اور پریشانی ہر کسی پر آتی ہے۔ میں نے تمہیں جو میڈیسن......"

براق نے اس کی بات درمیان میں کاٹ دی۔

"ضروری نہیں ڈاکٹر، ہر بیماری کا علاج میڈیسن سے ہو۔ کچھ علاج توجہ، محبت اور لفظوں سے بھی کیے جاتے ہیں۔ میں نے کہا میں مشکل میں ہوں۔ میں جس کو پھانسنا چاہتا تھا جس کے ساتھ افیئر چلانا چاہتا تھا اس سے ایک دن فیس ٹو فیس بات کر کے اب میں وہ سب نہیں چاہ رہا جو میں پہلے چاہتا تھا۔ میں اس کی...... میں......"

کیا بس یہیں تک سفر تھا۔ وہ تمام تر بدتمیزیاں جو وہ اس کے ساتھ کر چکا تھا اس کیلئے اسے فقط ایک صاف کسی بھی ہتک کے بغیر کی گفتگو چاہیے تھی۔ کیا وہ سولیم کے ساتھ نارمل لوگوں کی طرح بات کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ اول روز سے ایسا کرتا تو کیا براق وہ تمام چیزیں کر پاتا جو اس سے سرزد ہو چکی تھیں یا پھر اس کا دل اول روز سے ہی کچھ اور کی طلب میں تھا وہ نہیں جو وہ کہتا آیا تھا۔

وہ شدید الجھن میں بول کر یکدم چپ ہو گیا۔ سولیم اس کی دماغی حالت کو سمجھ کر سر ہلا رہی تھی۔

"تم ایکچوئلی چاہتے کیا ہو؟ مزید اس سے افیئر چلانا یا پھر یہ فقط وقتی ابال ہے یا پھر بات شادی تک ہے؟"

براق کی آنکھیں، ایسا لگا ابھی باہر آ جائیں گی۔ اس نے فوراً کرسی چھوڑی۔

"شادی؟" سولیم نے اثبات میں کندھے اچکائے۔

"ہاں جب محبت ہوتی ہے تو شادی تو کرنا پڑتی ہے نا۔"

"محبت؟" اب کے اسے چار سو چالیس والٹ کا کرنٹ لگا تھا۔

"محبت......نو......نو......کنفرم نو یہ فقط وقتی ابال ہے آئی گوٹ اٹ۔"

وہ الجھن کو نگلتے ہوئے اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"وہ کیا ہے میں جو ہوں یعنی براق شاہ وہ شادی......" اس نے آنکھیں گھما کر سوچا۔

"آں، شادی کو سائیڈ پر رکھیں۔ وہ کبھی محبت نہیں کرسکتا محبت کی تو گنجائش ہی نہیں۔ یہ ایک سٹوپڈ سا جذبہ ہے جو اچھے سے اچھے انسان کو پاگل بنا دیتا ہے۔ میں جو میں براق شاہ ابھی یا کبھی بھی پاگل نہیں بننا چاہتا۔ مطلب وہ جو لڑکی ہے ہاں وہ بہت اچھی ہے پیاری ہے معصوم ہے۔" وہ کھو کر بولنے لگا تھا اس کی آواز پانی کی طرح بہنے لگی تھی۔

"پاکیزہ ہے بہت ریزرو اور......" وہ بولتے بولتے یکدم رکا دماغ نے کام کیا اور اس کی ٹون بدل گئی۔

"مطلب وہ اچھی ہے لیکن اتنی نہیں کہ اس سے محبت کی جائے۔ کیا کوئی اتنا اچھا ہوسکتا ہے ڈاکٹر کہ اس سے محبت کی جائے؟"

سولیم نے مجھے کیا پتا یا ہوسکتا ہے والے انداز میں کندھے اچکا کر کہا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں یہ تو فیلنگز پر ڈپینڈ کرتا ہے وہ کس کو کتنا قبول کرتی ہیں۔ سچی ہیں یا نفس کا بہلاوا مجھے اس سب کے بارے میں کیا پتا۔"

(ہاں واقعی تمہیں کیا پتا ہوگا خشک لکڑی) اس کے منہ کے زاویے بدلے۔

"درست کہا اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کوئی میڈیسن کوئی سیرم۔"

"میں دے رہی تھی تم نے کہا کچھ علاج میڈیسن کے بغیر بھی ہوسکتے ہیں۔" وہ اس کی بات اسے لوٹاتے ہوئے کاغذ پر قلم گھسیٹنے لگی۔ براق کے منہ کے زاویے بگڑے۔

"تم نے میرا لنچ ٹائم برباد کردیا۔"

"اس کے لئے میں ایکسٹرا پے بھی تو کر رہا ہوں۔"

اس نے دل میں سوچا اور اس سے کاغذ جھپٹنے کے سے انداز میں لے کر چلا گیا۔

”یہ واقعی پاگل ہو گیا ہے۔مکافات عمل۔“

۞......۞......۞

”کیا ایک ماہ کے لئے نیوزی لینڈ؟“

یہ سین ہے اس کے ایکوریم فلور کے لاؤنج کا جس میں وہ ہاتھ میں وائن سے بھرا گلاس تھامے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے اسد براجمان ہے۔ٹانگ پر ٹانگ جمائے ہاتھ میں پائن ایپل کا سلش تھامے اور وہ براق کو بغور سن رہا ہے۔موسم کا حال یہ ہے کہ باہر مسلسل کن کن بارش برس رہی ہے۔اس کی سوندھی سوندھی سی خوشبو لاؤنج میں موجود دیوار گیر کھڑکی سے اندر آرہی ہے جو لان میں کھلتی ہے۔لان کی گیلی مٹی تازہ نکلتی گھاس اور مکس پھولوں کی مہک اس کھڑکی سے اندر آ کر ان دونوں کی باتیں سن رہی ہے۔انہوں نے سنا اسد براق سے کہہ رہا تھا۔

”میں چاہتا ہوں تم اس ماہ ریسٹ کر کے پھر سے رنگ میں آؤ۔ڈین نے تمہارے لئے آفر دی ہے جسے میں نے فی الحال یہ کہہ کر مسترد کر دیا ہے کہ تم ابھی بیمار ہو لیکن کب تک براق۔چار ماہ سے تم نے کوئی میچ نہیں کھیلا۔اب بھی تمہارا دماغ الجھا ہوا ہے۔کیوں ٹرکر کو خوش فہمی دے رہے ہو کہ تم اس سے ڈر گئے۔کھڑے ہو ابھر و دکھاؤ اسے براق شاہ کو کوئی بیٹ نہیں کر سکتا۔چار پانچ برینڈ کے ایڈ بھی منتظر ہیں تمہارے۔تم یہ کیوں نہیں سمجھ رہے اس داغ نے بیشک تمہارے کریئر کو میلا کیا ہے لیکن اس سے تمہارے کام پر کوئی فرق نہیں پڑتا جو تمہیں چاہتے ہیں وہ تمہیں چاہتے ہیں انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم کیا سروائیو کر رہے ہو۔“

زہر کو گلے میں انڈیلتے ہوئے وہ پر سوچ تھا۔اس کی آواز اس سے زیادہ سوچ کن تھی۔☆

”ٹرکر کا کریئر تباہ ہے تم جانتے ہو اور وہ بھی یہ جانتا ہے کہ مجھے اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ ہے جو مجھ سے چھپ کر میری پیٹھ پر وار کرنا چاہتا ہے۔وہ سولیم کو نقصان پہنچانے کا سوچ رہا ہے اور واللہ اگر اس نے ایسا کیا تو یہ واجب القتل والی بات ہے میں اسے مار دوں گا۔“

اسد کے اکسانے پر بھی وہ نہیں اکسا تھا۔اس کے متضاد اس نے جو بات کہی تو وہ اسد کو اچھو لگا گئی۔

”ہر وقت بکواس کرنا ضروری ہوتی ہے۔میں میچ اور ایڈز کی بات کر رہا ہوں اور تم مرنے مرانے کی باتیں کر رہے ہو۔اپنے کریئر پر فوکس کرو۔چار ماہ کوئی کم عرصہ نہیں ہوتا۔براق اور تمہیں لگتا ہے وہ سولیم کا بال بھی بیکا

کر سکتا ہے۔"
وہ اسد کی بات پر بوجھل پن سے ہنسا۔ نشے کا خمار اس کی آنکھوں میں تھا۔
"درست کہا لیکن اگر اس نے ذرا بھی کوئی کوشش کی تو وہ جان سے جائے گا۔"
اسد نے کمال ہے کے سے انداز میں ہاتھ پھیلائے۔
"اور تم تمہارا کیا تم بھی تو اسے برباد کرنا چاہتے تھے نا۔ گرل فرینڈ بنانا گھٹنوں پر گرانا وہ سب کہاں گیا۔"
"وہیں ہے بالکل یہیں ہے اور تصیح کرو خود کی میں نے کبھی بھی اس کو گھٹنوں پر گرانا نہیں چاہا۔ وہ تھوڑی ضدی ہے اور یہ ضد اس پر جچتی ہے اس وجہ سے ہی میں اس کی جانب متوجہ ہوا تھا لیکن کیا تمہیں نہیں لگتا یہ سب بہت ہو گیا۔ یعنی اب اس سب کا کچھ ہونا چاہیے۔ میں اپنی کہانی کو ڈریگ کروانا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں وقت کی لہریں اس میں سے خوشبو دار ریل لے کر ان مٹ قوس قزاح بنائیں جو دیکھنے میں ہی بھرپور لگے۔ یادگار دائم آب حیات کی طرح۔"
اسد نے بغور اس کی باتیں سنیں ان کے درمیان موجود سوندھی مہک بھی یہ سن کر انگشت بدنداں ہوئی تھی۔ اسد نے احتیاط سے سیل نکال کر ریکارڈر کا بٹن پش کیا۔ موقع تھا کیوں گنواتا۔ پوچھنے کا عمل شروع کیا وہ سب پوچھا جو اس کے اندر کافی عرصے سے کھٹک رہا تھا۔
"یعنی کہ تم کہہ رہے ہو تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے؟"
براق نے شربتی رنگ کا مشروب اپنے حلق میں انڈیلا۔ سامنے پڑی ٹیبل سے اس نے بوتل کے ڈھکن کو پھر سے کھولا۔ خالی ہوتے گلاس کو بھرا اور ڈرامائی وقفہ لے کر بولا۔
"اس سے کس کو محبت نہیں ہو گی۔ وہ ہے ہی اتنی پیاری تم نے اسے نقاب میں دیکھا ہے لیکن میں نے اس کی تصاویر۔"
براق نے اپنا سیل اٹھا کر اونچا کیا۔
"اس میں بھر رکھی ہیں۔ ہاں وہ ایک ہے جو میں نے اس کے سیل سے چرائی ہے لیکن میں نے اس ایک کو ڈفرنٹ فلٹر سے سیو کر کے رکھ لی ہیں۔ وہ بہت تیز ہے اپنی کوئی تصویر سیل میں نہیں رکھتی اور تمہیں پتا ہے اس کے

میسیجز بھی کمال کے خالص اردو میں تھے۔ واللہ مجھے ایک لفظ سمجھ نہیں آئی۔ مجھے اس کا وٹس ایپ کا سٹیٹس اچھا لگا۔ جو میں تمہیں نہیں بتاؤں گا لیکن اس سب سے میں نے ایک اندازہ لگایا ہے وہ انتہائی خالص اور شریف انسان ہے لیکن اس شرافت میں ایک چیز ہے جو آڑے آرہی ہے۔ پوچھو کون۔''

ٹوٹی پھوٹی جھولتی آواز میں وہ صوفے سے ٹیک لگا کر اسد کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ پس منظر میں دیوار پر بہت بڑی ماؤنٹ مکیلیے کی تصویر لگی جس پر برف گر رہی تھی۔ اس گرتی برف کے بالکل نیچے ویسے ہی سنوئی چنار کے سفید پتوں والا گلدان تھا جس کے اندر مرجھائے ہوئے خزاں کے نقلی پھول لگے تھے۔ گلدان قدیم یونانی طرز کے گلاس کی مانند تھا۔

اسد نے اس کے پوچھنے پر بھنوں کو جنبش دی۔ براق نے اپنی بالی مضطرب انداز میں سہلائی۔

''شاکر، اس کا کزن۔ اس کا ٹریک تھوڑا پھسلن ہے جو میں چاہتا ہوں سمود ہو جائے۔''

''اور تم ایسا کیوں چاہتے ہو؟ دیکھو براق۔ مجھے سب کچھ ڈیٹیل میں بتا دو تا کہ جو کنفیوژن ہے وہ کلیئر ہو جائے۔ کل تک تم اس کے دشمن بنے بیٹھے تھے آج تم اس کے اسیر دکھ رہے ہو۔ کیا ہے یہ سب؟''

براق نے ایک اور گلاس خالی کیا۔ گلے کو تھوڑا کھنکارا اور آنکھیں میچیں۔ یقیناً اس کا گلا اوور ڈرنک کرنے سے دکھ گیا تھا۔ اس کے اندر کچھ متلانے بھی لگا تھا لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔

''یہ غلط ہے میں اسے پہلے دن سے ہی پسند کرتا تھا جب میں نے اسے ایکوریم کے پیچھے دیکھا تھا وہ مجھے ایک گمشدہ جل پری لگی تھی۔ ایک فرشتے کی مانند۔ میں اسے چھونا چاہتا تھا، چرانا چاہتا تھا لیکن وہ سیکنڈ میں میری نظروں سے اوجھل ہوگئی اور میں چاہ کر بھی اپنے آپ کو جنبش نہیں دے پایا۔ اس وقت اس کے جانے کے بعد مجھے لگا یہ سب ایک خواب ہے۔ ایک ایسا خواب جس نے میری موجودہ زندگی کو خالی کر دیا تھا۔ میں حتیٰ الامکان اسے ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ نہیں ملی۔''

تیز ہوا چلی اور درختوں کے بوسیدہ پتے لان سے گول دائروں میں اڑ کر لاؤنج کے اندر آگئے۔ یہ کہانی دلچسپ تھی ہوا کے ساتھ انہیں بھی اس میں انٹرسٹ ہونے لگا تھا۔

''پھر ایک دن ایسا ہوا جب میں اپنی امید کھو چکا۔ اس کا عکس کسی اور میں تلاشنے کی سعی کرنے لگا (یہاں وہ

رتیکا کی بات کر رہا تھا) وہ یکدم میرے سامنے آ گئی لیکن واللہ جب وہ سامنے آئی میں نے خود کو بہت ملامت کیا کتنی ضدی لڑکی ہے وہ اف۔"

"میں اچھا انسان ہوں یہ جو سب مس کری ایٹ ہوا تھا۔ اس کی بے وجہ کی ضد سے ہی ہوا تھا۔ بلیومی میں اسے اداس یا پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن تم خود بھی تو دیکھو۔ وہ مجھے اگنور کر رہی تھی اور کیا غضب کا کر رہی تھی اوپر سے کہتی ہے مجھے جانتی نہیں۔ ویل یہ بات درست ہے وہ مجھے نہیں جانتی۔"

اس نے گلاس میں موجود بچا مشروب گلے میں انڈیلا۔

"تو پھر وہ سب کیا تھا جو رتیکا کے ساتھ تھا۔"

براق اس سوال پر ہنسا۔ "سولیم سے ملنے سے پہلے ہم دونوں دوست تھے پھر بعد میں یہ سین نکلا تھا اس کی وجہ بھی رتیکا کی آواز تھی جو بالکل سولیم جیسی تھی۔ سلی سی بات ہے لیکن جب جب وہ کہتی تھی کہ براق مجھے تم سے محبت ہے۔ مجھے لگتا تھا سولیم مجھ سے کہہ رہی ہے۔"

بے ڈھنگا سا قہقہہ لگایا۔

"یہی بات تھی جو مجھے اس سے گھنٹوں باتیں کرنے پر اکساتی اور یہی وجہ تھی اس سے بار بار محبت کا اظہار کرنے کی جس سے تو خار کھاتا تھا۔"

اسد اس کمینے پر ہنسا۔

"تو اب تم قبول کرتے ہو تمہیں اس سے محبت ہے۔"

"ویل...... ایوت (ہاں)۔" اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"اس سے شادی کرو گے؟"

براق نے چونک کر اس دیکھا پھر کچھ سوچ کر جواب دیا۔

"ایوت (ہاں)"

اسد کے لبوں پر کمینی مسکان تھی۔ دل بول رہا تھا جگر میں تو اول روز سے ہی جانتا تھا اس نے آہستہ سے سیو کے بٹن پر انگلی رکھی اور اڑتی ہوا کو دیکھا جو گول گول گھومتی ہوئی سولیم کے گرد دائرہ بنانے لگی۔ اسے اس کہانی میں

دلچسپی ہوئی تھی تبھی وہ اس کے مین کردار کو دیکھنے چلی آئی جو بالکونی میں بیٹھی تھی۔اس کے سامنے والے کین کے جھولے پر چاچو اور ساتھ دعا بیٹھی تھی۔تینوں کے ہاتھ میں اپنے اپنے نام کا جائنٹ کافی سے لبریز مگ تھے۔فرق اتنا تھا کہ دعا کے ہاتھ میں کیپوچینو تھی جبکہ چاچو اور سولیم ہمیشہ کی طرح بلیک کافی ودھ آؤٹ شوگر اینڈ ملک لیے بیٹھے تھے۔

”کیا ایک ماہ کیلیے نیوزی لینڈ، یار ڈیڈی کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہم لوگ بھی چلیں آپ کے ساتھ۔“

دعا نے جیسے ہی طاہر کا نیوزی لینڈ ورک شاپ کے لئے جانے کا سنا وہ ایکسائٹمنٹ سے اچھل پڑی۔

”اور تمہارے سمسٹر کا کیا؟“

اچھلتی دعا سولیم کی یاد دہانی پر ٹھس کر کے بیٹھ گئی۔بارش کی ننھی ننھی بوندیں ان کے سروں پر کھلی سرخ سفید امبریلا سے پھسل کر اطراف میں گر رہی تھیں۔قطرے قطرے سے دریا بنتا ہے ان کے پاؤں میں آدھ انچ جتنا پانی اکٹھا ہو چکا تھا۔بارش نے پورے لندن کو بھگو دیا تھا۔

”ہک ہا، ہم سٹوڈنٹ اور ہماری زندگی۔چلو سولیم دل چھوٹا نہ کرو ہم نے ہزار بار کا دیکھا لندن ہی واپس گھول لینا ہے۔“

گہری سانس بھر کر خود کو دلاسا دیتے ہوئے وہ گرم بھاپ اڑاتی کافی کے گھونٹ بھرنے لگی۔

”خبردار جو میری موجودگی کے بغیر ایک قدم بھی باہر نکالا تو۔تمہیں نہیں پتا ماحول کتنا خراب ہے۔“

دعا نے اپنا ڈائیلاگ چوری کرنے پر طاہر کو گھورا اور بولی۔

”نہیں پتا۔میں کونسا نیوز رپورٹر ہوں جو گلی گلی جا کر دیکھتی پھرتی ہوں کہ ماحول کتنا خراب ہے اور ایک بات تو بتائیں اگر ایک قدم باہر نہیں نکالنا تو میں سمسٹر کیسے دوں گی۔ہاں۔“

طاہر نے اس کا بے تکا جواب سنا اور سولیم سے مخاطب ہوئے۔

”اسے یہاں سے لے جاؤ۔یہ میرا بلڈ پریشر ہائی کر دیتی ہے۔ابھی جو اس نے کارنامہ کیا ہے نا اس پر میں کیسے برداشت کر کے بیٹھا ہوں مجھے پتا ہے۔ایک کی چار لگائی ہے اس نے اپنی ماں پر اور اس چوہدرائن کو دیکھو آفیشل جاسوس میرے پیچھے لگوا دیا۔شکر ہے ویزا نہیں ملا ورنہ ہمارے سروں پر ہوتی۔“

آفیشل جاسوس پردعا کو اچھو لگا تھا۔اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

''کیا اتنی تذلیل اتنی بے یقینی۔میں آج ہی ان آسیہ خانم کی جاب سے ریزائن کرتی ہوں۔''

''ہاں اب تو تم کرو گی ہی تمہارا بھانڈا جو پھوٹنے والا ہے۔''

سولیم نے اس کے چہرے کے سرخ ہونے کا کیا۔خوب اندازہ لگایا تھا۔وہ اور گلال ہو گئی۔گہرا سانس بھر کر چند سیکنڈ اسے حلق میں ہی روکا پھر جھٹکے سے کچھ الفاظ نگل کر بولی تو آواز میں آئی ڈونٹ کیئر والا عنصر غالب تھا۔

''مکھیوں کی بھنبھناہٹ نے کان میں درد کر دیا۔آں ہیلو ہاں طلحہ کیسے ہو؟''

سیل کے گنگنانے پر وہ اسے اٹھا کر اندر چلی گئی۔سولیم نے بھنویں اچکاتے ہوئے اسے دیکھا پھر چاچو کی جانب رخ کیا جو اس سے کہہ رہے تھے۔

''ابھی جانے میں بیس پچیس دن ہیں تب تک میں آپ کا اور دعا کا نکاح کروانا چاہتا ہوں۔میری بات ہوئی تھی شاکر کے پیرنٹس اور آپ کی مما سے بھی۔انشاءاللہ وہ میرے جانے سے تین چار روز قبل آجائیں گے۔ آپ خوش ہیں؟''

وہ اس کے کنفیوز ہونے پر پوچھنے لگے۔سولیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

✿.........✿.........✿

''لوسا! میں چاہتی ہوں تم شادی کر لو۔''

زمین و آسمان عجیب انداز میں گردش کر رہے تھے۔ہواؤں کا رخ بدلا ہوا تھا۔موسم کی جو بن عجب ہی نرالے تھے۔پھول بوٹے لہک لہک جا رہے تھے۔آج ایک بہترین دن تھا۔

اس بہترین دن میں وہ سیلیا کے ساتھ روڈ سائیڈ پر گاڑی پارک کیے کھڑا تھا۔گاڑی سے تھوڑی دور آئس کریم وین تھی جس میں سے وہ دو ہارٹ کی شیپ کی کون لے کر بھاگتا ہوا گاڑی میں آن بیٹھا۔ایک سیلیا کو تھمائی دوسری سے خود مستفید ہونے لگا۔

''آج کا موسم خوشگوار ہے تھوڑا رومانٹک اور شریر سا۔تم کیا کہتے ہو؟''

بند گلے کا سیاہ گھٹنوں تک چھوتا ٹاپ پہنے وہ بالوں کی ٹیل پونی باندھے بیٹھی تھی۔وہ خالص امریکن تھی جس

کے نقوش تیکھے سے تھے اور رنگت گوری بالکل آٹے جیسی۔

"تم سے اتفاق کرتا ہوں یہ موسم واقعی تمہاری طرح رومانٹک ہے۔"

وہ اپنی تعریف پر مسکرائی تھی۔آج کل وہ براق کے گھر ہی قیام پذیر تھی۔

"تعریف کیلئے شکریہ۔" آئس کریم کی بائیٹ لیتے ہوئے اس نے براق کو دیکھا پھر بولی تو آواز میں ہچکچاہٹ تھی۔

"اگر تم برا نا مانو تو میں کیا تم سے ایک پرسنل سوال پوچھ سکتی ہوں؟"

"پوچھو۔تم میری گرل فرینڈ ہو آفٹر آل۔"

سیلیا ایک ڈاور تھی پانی کی دنیا میں رہنے والی، اس کو تسخیر کرنے والی۔ براق نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور پھر یہ تھا جو اس نے پوچھا۔

"سوال دو ہیں۔ نمبر ون یہ جو تمہاری بھنور پر کٹ ہے یہ فیشن کے طور پر بنوایا ہے یا قدرتی؟ دوسرا سوال رتیکا کا کیا سین ہے۔آئی مین میں نے سنا تھا تم دونوں جلد ہی شادی اناؤنس کرنے والے ہو۔کیا اب بھی ایسا ہے؟"

براق اس کے سوالات پر ہنسا ہنستا چلا گیا۔سیلسا کھسیا گئی۔

"مجھے یقین کرنے دو کہ یہ سوال بلکہ یہ بیکار سوال تم نے پوچھے ہیں۔ حالانکہ تمہارے پاس اس سے اچھا موقع تھا۔ مجھے افسوس ہے تم نے گولڈن چانس گنوا دیا۔ مجھے حیرانگی ہوئی یہ جان کر کہ تم مجھے فالو نہیں کرتی حالانکہ آدھی دنیا ہے جو براق شاہ کی حرکت پر بھی نظر رکھتی ہے۔وہ جو میں دکھانا چاہوں بہر حال یہ کٹ باکسنگ میچ کی عنایت ہے۔ یہاں میری خوبصورت پرسنگ تھی رہی رتیکا کی بات تو اس کا چیپٹر کلوز ہو گیا ہے۔ ہاں ہم فرینڈ ضرور بن سکتے ہیں اور میں اس بارے میں سوچ بھی رہا ہوں۔"

تفصیل سے بتانے کے بعد اس نے کون ختم کر کے ہاتھ صاف کیے جبکہ سیلیا کی ابھی موجود تھی۔

"صرف فرینڈ کا ہی سوچنا گرل فرینڈ بنانے کے بارے میں سوچا تو میں نے تمہیں پانی میں ڈبو دینا ہے۔"

براق نے اس کی دھمکی پر قہقہہ لگایا تھا۔سیلیا اس کی ہنسی میں کھو گئی براق اس کے کھونے پر چونکا۔

"میں سرپرائز نہیں ہوا میرے بہت سے اسیر ہیں۔" اس نے اپنی گریفائیٹ بیباک نظروں سے اسے

دیکھتے کہا۔گاڑی کے شیشے کھلے تھے۔مسحور کن تیز ہوا ان دونوں سے ٹکرا رہی تھی۔براق نے سیلیا کا ہاتھ پکڑ کر اسے سہلایا۔وہ اس کے نزدیک آئی اس کی بھنور پر انگلی پھیرنے لگی۔

"تم کس کے اسیر ہو؟" کہہ کر وہ اس کی بھنور کو سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ اٹریکٹو لگتا ہے۔" اس کا اشارہ براق کے زخم کی جانب تھا۔اس نے اپنے لبوں پر مسکان کو بٹھایا۔وہ کس کا اسیر تھا یہ ایک راز تھا ایسا راز جو وہ خود سے بھی کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کرتا اس کے کانوں نے بھیانک آواز سنی۔ایسی کہ وہ بری طرح جھٹکا کھا گیا۔اس کے حواس منتشر ہونے لگے وہ آواز جسے اس نے ڈرا دیا تھا وہ یہ تھی۔

"دعا! آہستہ چلو یار کون والا بھاگ نہیں رہا۔" اور وہ آواز سویلیم کی تھی جو سامنے سے چلی آ رہی تھی۔بینگنی رنگ کا اس کا عبایا ہوا کے دوش پر اڑ رہا تھا۔ہمیشہ کی طرح چین والا پرس اس کے کندھے پر لٹکا جھول رہا تھا اور وہ سیدھے کندھوں کے ساتھ پاؤں تک آتی گرم فیروزی فراک میں بھاگتی لڑکی سے مخاطب تھی جس کا نام دعا تھا اور جو کون کھانے کیلئے مری جا رہی تھی۔براق نے جھٹ سے سیلیا کو گلے سے لگایا اور اپنا منہ اس کے کندھے میں چھپا لیا۔سیلیا اس افتاد پر گھبرائی تھی۔

"براق تم ٹھیک ہو؟"

"ششش۔بالکل چپ۔" بٹن دبا کر اس نے ڈور لاک کیے اور ونڈو کا شیشہ فولڈ کر دیا۔محبت کے خوف کی ابتدا آج سے ہو چلی تھی۔وہ خوف جس میں کسی اپنے کا کھو جانے کا ڈر ہو۔اس کی نظروں میں گرنے کا اس کا خود کو ملامتی نظروں سے دیکھنے کا خوف۔آج پہلی بار براق شاہ اس خوف سے روشناس ہوا تھا۔یہ دلفریب تھا۔

"دعا! کتنی بے صبری ہو تم۔"

تیز تیز بھاگتی دعا یکدم ان لو برڈ کو دیکھ کر تھمی۔

"سویلیم! دیکھو کیسے ایک دوسرے سے چپکے بیٹھے ہیں۔انہیں کوئی بتائے یہ پبلک پلیس ہے ان کا بیڈ روم نہیں۔"

"توبہ ہے دعا۔" سویلیم نے اسے ٹوکا۔"تمہیں اس سے کیا،کون کیا کرتا ہے کیا نہیں تم چلو۔تمہارا کون والا

بھاگ نہ جائے۔"

سولیم نے اسے وہاں سے گھسیٹا۔

"کیوں نہیں مجھے کیا میں اس معاشرے کا فرد ہوں۔ایک ذمہ دار شہری۔ مجھے ان کے خلاف آبجیکٹ کرنے کا حق ہے۔شرم ہی نہیں آتی اپنی گرل فرینڈز کو لے کر گلی محلے کو آلودہ کرتے ہیں۔" وہ چیخ پاسی کون خریدتے ہوئے انہیں دیکھ کر بولی جو فقط بیس قدم ہی ان سے دور تھے۔

"بہتان مت لگاؤ ہوسکتا ہے وہ ہزبنڈ وائف ہوں۔" سولیم نے اپنی پنک فلاور والی کون پکڑتے ہوئے کہا۔

"ہا۔اگر ہزبنڈ وائف ہیں بھی تو کیا یہ ان پر سوٹ کرتا ہے کہ اس طرح سرعام لوگوں میں رومانس کریں پھر ان میں اور جانوروں میں فرق کیا رہ گیا۔"

بچے ہوئے پیسے لیتے ہوئے سولیم چونکی۔دعا کی بات کی گہرائی نے اسے محظوظ کیا۔

"میں حیران ہوں کہ تم نے مجھے حیران کیا۔کم آن اچھے والا حیران۔"

دعا کی تکتی آنکھوں پر اس نے جھٹ سے کہا۔وہ لوگ چہل قدمی کو نکلے تھے۔یہ آئیڈیا دعا کا تھا جب بھی چاچونائٹ شفٹ کرتے وہ دونوں لندن کی گلیاں چھاننے نکل جاتے اور لانگ واک سے مستفید ہوتے ہوئے ڈھیر سارے باتیں کرتے۔

"گھر کی مرغی دال برابر والا کام ہے۔"

پھر اس نے ان کے حرکت نہ کرنے پر آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

"کہیں یہ مر تو نہیں گئے کیا مجھے کنفرم کرنا چاہیے۔" اس کا تجسس عود کر آیا۔سولیم نے گہرا سانس بھرا۔

"اوف دعا اف۔فضول بولا کرو ہر وقت کوئی ضرورت نہیں چلو یہاں سے۔مجھے دی عبایا بھی جانا ہے لوسا سے بہت اہم بات کرنی ہے۔"

لوسا کے نام پر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"ہم میں بھی فری نہیں مجھے بھی ایلی سے ملنا ہے۔"

وہ دونوں وہاں سے چلنے لگے۔ان کی پشت یہاں سے دکھتی تھی۔سیلیا نے نا سمجھنے والے انداز میں براق کو

دیکھا۔شیشہ ایک انچ جتنا بند تھا جس سے وہ ان کی باتیں سن سکتا تھا جونہی اسے ان دونوں کی آوازیں آنا بند ہوئیں اس نے اپنا منہ اس کے اکندھے سے ہٹالیا اور سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔سویلم کی پشت دیکھتے ہوئے وہ اپنے ملے جلے جذبات پر کنٹرول کر رہا تھا۔

''تم ٹھیک ہو؟''

''ہاں بس میں تمہاری خوشبو کی گہری سانس لینا چاہتا تھا۔بائے داوے نائس پرفیوم۔''

بات بناتے ہوئے اس نے گاڑی سٹارٹ کی۔جاتے جاتے وہ ایک سخت غصے سے بھری نظر بہت دور جاتی سویلم پر ڈالی اور ریس دے دی۔

فقط پندرہ منٹ میں وہ دی عبایا میں تھی اور سب کچھ دیکھ بھال کر لوسا کے ساتھ بوتیک کے باہر رکھی کرسیوں پر بیٹھی تھی۔ان کے سامنے گول وڈن سٹائل کی میز رکھی تھی۔سروں پر ویسی ہی امبریلا تھی اور آنکھوں نے بالکل سامنے دو ڈمی عبایا پہنے کھڑے تھے جن کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ان کی میل اینٹرنس کے انتہائی دائیں جانب تھی جو براق کے گھر سے نظر آتی تھی۔یوں تو پورا دی عبایا دکھتا تھا لیکن یہ جگہ خاص تھی۔کیونکہ یہاں سویلم پائی جاتی تھی تبھی ٹیلی سکوپ کا رخ اس جانب تھا اور وہ اس میں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔وہ آواز نہیں سن سکتا تھا لیکن سویلم کو دیکھنا اس نے معمول بنا لیا تھا اور تبھی وہ سیلیا کو شاپنگ مال ڈراپ کر کے وہ گھر آیا تھا اور اب اپنی گریفائیٹ آنکھیں لینز میں لگائے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''لوسا! میں چاہتی ہوں تم شادی کر لو۔''

سویلم کی بات پر وہ ایسے مسکائی جیسے کسی بچے کی بات پر مسکایا جاتا ہے۔

''بلیو می، تم خوش رہو گی زندگی کے کینوس پر جو گہرے رنگ چھایا ہے نا وہ مٹ جائے گا اس کی جگہ شوخ دلفریب رنگ لے لیں گے۔تم قدم تو اٹھانے کا سوچو اور اب تو تم صحت مند بھی ہو۔''

وہ اسے سمجھانے کی حتی الامکان کوشش کر رہی تھی جس کا چہرہ کہہ رہا تھا۔وہ بالکل سمجھنا نہیں چاہتی۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے میرے اندر کا گند کونسا ختم ہو جانا ہے۔ڈاکٹر میرا پاسٹ مت بھولو۔'' لفظوں میں مایوسی و شکستگی۔سویلم نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"نہیں بھول رہی میں بلکہ اس سے فرق بھی نہیں پڑتا سوری تمہارا معاشرہ ہے تمہیں برا لگ سکتا ہے یہاں پر اس چیز کا اثر شادی پر نہیں پڑتا یہاں یہ سب چلتا ہے۔"

"ٹیگ۔" لوسا نے اس کی بات کاٹی۔

"یہاں پر ٹیگ ضرور چلتا ہے۔امیر غریب کارڈ عزت و وقار کا ٹیگ اور جو مجھ پر ٹیگ لگا ہے نا پروفیشنل ہونے کا وہ کوئی عام نہیں۔ یہ ایسا ہے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے خار کھائیں کجا کہ شادی کرنا کسی میں اتنا ظرف نہیں ہوتا۔"

سولیم خاموش نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔اسے لوسا کیلئے پریشانی ہونے لگی تھی لیکن خود پر اسے یقین تھا۔ اگر وہ اسے منا لیتی ہے تو کوئی نہ کوئی تو اسے مل ہی جانا تھا۔ ہر کسی کا جوڑ ہوتا ہے تو پھر لوسا کیلئے کیوں نہیں امید مثبت ہونی چاہیے۔"

"تم سے اتفاق کرتی ہوں اور نہیں بھی کسی کے جج کرنے پر زندگی نہیں گزرتی۔لوگ ہر انسان کو اس نظر سے دیکھتے ہیں جس سے وہ دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کی نظر میں وہی صحیح ہوتا ہے جسے انہیں سمجھنا ہوتا ہے۔سیم غلط وہ جسے وہ غلط جاننا چاہتے ہیں لوگوں کی پرواہ کرنا چھوڑ دو اپنی پرواہ کرو اپنی پرواہ۔زندگی سہل کر دیتی ہے جو تم سے خار کھاتا ہے اسے چھوڑ دو جو دوست ہے اس سے جڑ جاؤ۔گارنٹی تم خوش رہو گی خوشی چاہو گی۔" وہ اسے اس حد تک سمجھا رہی تھی جس تک سمجھا سکتی تھی۔

"میری بات مان لو میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے تمہیں اس گندگی سے نکالنا ہے لیکن میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا جب تک تم خود نہ چاہو پلیز۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر التجا پر اتر آئی تھی۔کسی کو اندھیروں سے نکالنے کیلئے التجا کی جائے تو اس میں قباحت ہی کیا۔

"تم اچھی ہو سولیم۔تمہاری سوچ اچھی ہے پر یہ میرے لئے بہت مشکل ہے مجھے آزمائش میں مت ڈالو۔" وہ کہہ رہی تھی۔"مجھ میں اب برداشت ختم ہے۔"

سولیم نے گہرا سانس بھرا۔

"ٹھیک ہے پھر تم سیل فون کا استعمال ترک کر دو۔انٹرنیٹ سے دور رہو صرف لینڈ لائن پر اکتفا کرو میں

فورس نہیں کروں گی۔"

لوسا کو اس کی بات سے جھٹکا لگا تھا۔

"لیکن یہ مشکل ہے بلکہ ناممکن۔"

وہ کھڑی ہو گئی۔ نقاب کو دو انگلیوں سے ٹھیک کیا۔

"تو پھر میرے لئے بھی یہ مشکل بلکہ ناممکن ہے میں تمہیں سمجھانے سے باز نہیں آنے والی۔ سوری بٹ میں نے تمہاری شادی کروا کے رہنی ہے اور وہ دعائیں لینی ہیں جو اس کے بعد تم مجھے دینے والی ہو۔" وہ آنکھ مار کر دی عبایا کے اندر چلی گئی تھی۔ گریفائیٹ آنکھوں سے محروم ٹیلی سکوپ کے لینز نے وہ عجیب و غریب نظارہ دیکھا تھا جس کے دیکھنے کی امید نہیں تھی۔ ان لینز میں سے نظر آ رہا تھا کہ وہ جو اس کہانی کا ہیرو اور ولن بیک وقت تھا۔ عجیب بے چینی میں گھرا تھا۔ اس کے قدم تیزی سے لاونج کے فرش پر دھمک پیدا کر کے اپنے کمرے میں آئے تھے۔ اس کے پیچھے اسد بھاگتا ہوا آتا دکھ رہا تھا۔ وہ بھی براق کی طرح عجلت میں تھا۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ بھی تو سہی مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔"

اسد نے اس کی کہنی پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔ سہانے موسم میں بارش کی بوندیں کھلی کھڑکی سے آتی پردوں کو بھگو رہی تھی۔ ان بوندوں میں اشتیاق تھا تجسس تھا۔

"بہت، بہت، بہت برا ہوا ہے۔ میں مسخ ہو رہا ہوں میں جس نے اس کا چہرہ مسخ کرنے کی دھمکی دی تھی فقط اس لئے تا کہ اس کا رجحان کسی کی جانب نہ ہو اور وہ مجھ سے خوفزدہ رہ کر میری پابند رہے۔ آج، آج اس نے مجھے اپنا پابند رہنے کا گیم کھیلا ہے وہ مجھ پر اپنا خوف طاری کر رہی ہے تم یقین کر سکتے ہو اس بات پر؟"

اگر اسد اول روز سے اسے آبزرو نہ کرتا یا اس دن وہ اس کی مدہوشی میں سنی باتیں نہ جان لیتا تو ضرور اس وقت پزل ہو جاتا لیکن ابھی سچویشن بالکل کلیئر تھی۔ مطلع صاف تھا۔

"مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں۔ کم آن، رحیکا سے ڈرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" جان بوجھ کر اسے چھیڑنے کی غرض سے اس نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ براق بری طرح چانکا۔

"رحیکا؟" اس کی آنکھوں میں اچنبھا تھا۔ سنبھلا تاثرات کنٹرول کیے اور بولا تو آواز اپنی معلوم نہ ہوتی تھی

پرائی پرائی بیگانی سی لگتی تھی۔

"میں بہت ڈر گیا تھا مجھے لگا اگر آج اس نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھ سے دور چلی جائے گی۔نہیں میں اسے کھونے سے نہیں ڈرا، میں تو اس بات سے ڈرا کہیں میرا کردار مشکوک نہ ہو جائے۔"

پہلے خود قبول کر کے کہ وہ اسے کھونے ڈر گیا تھا پھر انکار کیا تھا اس کا دماغ واقعی کام پر نہیں تھا۔

"براق جسٹ کام ڈاؤن میں سمجھ سکتا ہوں۔"

اسد کی بات پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں تم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ بہت خوفناک ایکسپیرینس تھا اور میں اس سے دوبارہ سامنا نہیں کرنا چاہتا۔"

اس نے گہرا سانس چھوڑا۔میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔سیلیا آئے تو اسے بول دینا مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔"

اسد شانے اچکا کر لبوں پر مسکراہٹ سجائے باہر آ گیا۔آخر کار وہ ہونے جا رہا تھا جو کبھی ہونے کی امید وہ سب کھو چکے تھے۔

❁......❁......❁

محبت کی ابتدا خوف سے ہوتی ہے اور یہ ابتدا اب شاید پراپر طریقے سے ہو چکی تھی۔وہ جو کہتا تھا کوئی اسے تسخیر نہیں کر سکتا کب کا دریافت شدہ تھا۔اس کی گمشدہ ذات کا سرا سولیم شفیق کے ہاتھ میں آ چکا تھا لیکن دونوں ہی اس بات سے بے خبر تھے۔براق کو لگتا تھا وہ اسے صرف پسند کرتا ہے لیکن کوئی سوچے اگر آپ کسی کو فقط پسند ہی کرتے ہیں تو اس کے لئے اتنا خوار ہونے کی کیا ضرورت۔اسے اتنا تنگ کرنے کی کیا وجہ۔درحقیقت وہ سولیم کو اپنی گرل فرینڈ نہیں بلکہ اپنا بنانا چاہتا تھا۔یہ بات وہ خود سے مخفی رکھ رہا تھا لیکن عیاں ہو ہی گئی۔ایسی باتیں چھپتی بھی کب ہیں۔آپ چاہے اپنے بدن کے کسی بھی گوشے میں اس راز کو دفنا دیں۔یہ پھر بھی جاویدہ ہو کر ناسور کی طرح ہر عضو میں پھیل جاتا ہے اور پھر سب کو خبر ہو جاتی ہے کہ یہ انسان مریض ہے محبت کا مریض۔یہ ڈیپینڈ اس پر کرتا ہے اگر وہ خود اس حقیقت کو تسلیم نہ کرے یا پھر جانتے بوجھتے اسے نہ مانے۔براق کے ساتھ یہی معاملہ تھا وہ اس وقت کبوتر بنا ہوا تھا جو پہلے ہی شکار ہو چکا تھا۔

وہ اس سے سولیم کے سامنے بیٹھا تھا۔اس کی نظریں اپنے سیل کی سکرین پر تھیں۔ وہ بلیو جینز پر سیاہ چھوٹے گول گلے والی ٹی شرٹ پہنے بیٹھا تھا جس کے باعث اس کی چین نظر نہیں آ رہی تھی۔ ٹی شرٹ پر اس نے سیاہ سفید بلاکس والی بٹنوں والی شرٹ پہن رکھی تھی اور جس کے بٹن کھلے تھے۔ سولیم اس وقت مٹی رنگ کے سادہ عبایا میں تھی۔ مٹی رنگ میں اس کی بادامی آنکھیں کھل رہی تھیں۔ براق کو اس کا یہ رنگ پسند آیا۔

''تو مسٹر براق شاہ! کیسا فیل کر رہے ہیں آپ؟ ان پندرہ دنوں میں آپ میں کافی امپرومنٹ آئی ہے ویل ڈن'' وہ اس کی تازہ ہوئی رپورٹس کا جائزہ لینے کے بعد بولی۔ براق نے سیل نیچے رکھا اور چونکنے کے سے انداز میں اسے دیکھا۔

''شکریہ ڈاکٹر اینڈ ایم سوری۔''

سولیم نے اس کے شکریہ کے بعد معافی پر اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ماتھے پر بل پڑے۔ ان بلوں کے مطلب تھا کیا مطلب؟ براق نے گہرا سانس بھر کر فون رکھا اور اور آنکھوں میں زمانے بھر کی معصومیت طاری کر کے بولا تو آواز میں بھی ٹھہراؤ سا تھا۔

''میں اپنے سابقہ رویے کی وجہ سے معافی چاہتا ہوں۔ میں نے جو کیا وہ ناقابل معافی تھا۔ پھر بھی آپ نے بڑا ظرف دکھاتے ہوئے میرا علاج کرنے کی حامی بھری جبکہ میں اس فیز سے گزر رہا ہوں کہ میرا دل کرتا ہے خود کی جان لے لوں۔ میرا فیم میری شہرت کریئر سب کچھ دیکھا جائے تو تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ زندگی کی وہ واحد چیز تھی جو میں نے تصور کی تھی اور کیا آپ یقین کر سکتی ہیں اب مجھے اس سے بھی فرق نہیں پڑ رہا۔ میرا خودکشی کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ میں برباد ہو گیا ہوں یا میرے نام پر کیچڑ لگ گیا ہے یہ تو بس ایک بے ضرر سی خواہش بن گئی ہے شاید میں خود میں چھڑی جنگ سے عاجز آ گیا ہوں اس لئے۔''

سولیم خاموشی سے اسے سنے گئی اس کا کام ہی اسے سننا تھا۔

''تم اب بھی الجھے ہوئے لگتے ہو؟''

براق نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ دونوں آنکھیں ملیں جھکنے والی نظر سولیم کی تھی۔ اسے اس کی ان گریفائیٹ رنگ کی آنکھیں نہایت سفاک و خود غرض لگتی تھیں۔ وہ ان سے کبھی بھی نظر نہیں ملا پائے گی اسے یقین تھا۔

"میں ہمیشہ سے ہی الجھا ہوا ہوں ڈاکٹر۔ سلجھنے کی کوئی راہ ہی نہیں۔ میری زندگی میری کہانی بہت پیچیدہ ہے اگر آپ نے اسے پڑھ لیا نا تو خوف کھا جائیں گی میں آپ سے ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں کیا آپ مجھے میری غلطیوں کیلئے معاف کر سکتی ہیں؟"

ہلکے ہیٹر کی گرمائش میں وہ اس کے مٹی رنگ کے عبایا کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ ضرور آج باہر سورج نکلا تھا تبھی پرندوں کے اتنے چہچہانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"شاید تم بھول گئے ہو جب میں نے تمہارا علاج کرنا شروع کیا تھا تو میں نے کہا تھا میں تمہیں نہیں جانتی۔ ماضی میں جو ہوا، جو تم نے کیا اس کی بھرپور سزا تمہیں مل رہی ہے۔ تمہارا نام کام سب گیا۔ تم خطرناک بیماری کے شکار ہو گئے ہو۔ تمہاری آنکھوں کے گرد حلقے ہیں۔ تم پچھتاوؤں میں گھر گئے ہو اوپر بیٹھے منصف نے پہلے سے ہی تمہارے لئے سب منتخب کر دیا۔ اب میرے معاف کرنے یا نہ کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑنے والا۔"

بڑے آرام سے اس نے براق کے منہ پر پھر سے ان دیکھا تھپڑ مارا جو اس نے محسوس بھی نہیں کیا البتہ وہ پھیکا ضرور ہوا اس بات پر کہ اسے نام کام پھر ملنے والا ہے اور یہ جو سو کالڈ بیماری ہے جز وقتی ہے نقلی ہے اگر سامنے بیٹھی لڑکی کو یہ سب پتا چل گیا تو کیسا ہوگا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا چور نظروں سے سویلم کو دیکھا۔

"فرق پڑے گا۔ میں نے بہت برے طریقے اور الفاظ آپ پر استعمال کیے ہیں آپ اس وجہ سے بہت پریشان رہی ہیں۔ میں جانتا ہوں برائی جب اچھائی پر غالب ہوتی ہے تو انسان گھبرا جاتا ہے۔ آپ گھبرا گئی تھیں اس گھبراہٹ کیلئے مجھے معاف کر دیں۔ میرا یقین کریں میں صرف آپ کی کال کیلئے ہی آپ کا فون......"

اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتا سویلم نے درشتی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"مسٹر براق شاہ آپ شاید یہاں علاج کیلئے آئے ہیں پرانے گلے سڑے مردے اکھاڑنے نہیں سو بہتر ہوگا یہ ٹاپک کلوز کر دیا جائے۔"

براق نے خود پر غصہ کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مجھے لگا تھا ایک میچور ٹاک سے جو تناؤ ہم دونوں کے بیچ ہے وہ ختم ہو جائے گا میں نے آپ کو اور پیشنٹس کے ساتھ نہایت تحمل اور شائستہ پایا ہے۔ مجھے یہ فیل ہوتا ہے جب آپ مجھ سے اکھڑ لہجے اور تندہی والے انداز

میں بولتی ہیں آپ کو نہیں لگتا۔“

سولیم نے عاجز آ کر پھر اس کی بات کاٹی۔

”نہیں مجھے کچھ نہیں لگتا۔ میں دو میڈیسن چینج کر رہی ہوں۔ اب اتنی ہائی پوٹینسی کی ضرورت نہیں آپ یہ میڈیسن فارمیسی سے لے لیں۔“

براق نے بے دلی سے اس کے ہاتھ سے نسخہ پکڑا۔

اکھڑ پلس روڈ پلس ال مینیرڈ۔

کرسی پیچھے کو کھینچ کر وہ باہر آ گیا تھا۔ فارمیسی سے میڈیسن لیتے ہوئے اس نے یونہی اپنا سر موڑ کر پیچھے کی جانب دیکھا اور جھٹکا کھا گیا۔ وہ شاکر تھا جس کے ہاتھوں میں سرخ ادھ کھلے گلابوں کا بڑا سارا بکے تھا اور جو ڈریس اپ ہو کر سولیم کے کمرے میں جا رہا تھا۔ براق نے زبان لبوں پر پھیری، عجلت میں دوائیں پکڑیں اور پارکنگ میں آ گیا۔

”مجھے کیا وہ جب مرضی ان سے ملنے آئے آفٹر آل وہ اس کا کزن ہے (پھر اس کے ہاتھ میں بکے کیوں تھے اور وہ ڈریس اپ کیوں تھا کیا وہ اسے پرپوز کرنے والا ہے؟)“

دماغ کے بولنے پر گاڑی کو انلاک کرتے اس کے ہاتھ تھمے۔ اس نے دوائیں ونڈو سے اندر اچھال کر اپنے قدم واپس موڑے۔

”تو کیا ہوا اگر اس کے ہاتھ میں بکے تھا اور وہ ڈریس اپ تھا وہ کافی دور سے آیا تھا وش کیلئے گلاب لے آیا ہوگا اور رہی ڈریس اپ کی بات تو وہ تو میں بھی ہوں۔ اس کا یہ مطلب تھوڑی کہ میں انہیں پرپوز کرنے والا ہوں۔“ اپنی آواز پر وہ خود ہی چونکا تھا۔ پرپوز لفظ پر بڑی شادمانی سی ہوئی تھی اسے نجانے کیوں۔

”اگر ایسا ہے تو پھر اندر کیوں جا رہے ہو؟ واپس چلے جاؤ یا پھر تم ڈر گئے ہو ایک بار پھر سے۔“

”کوئی ڈر کوئی خوف نہیں میں کسی سے نہیں ڈرتا سمجھے تم۔“

وہ ریسپشن پر پہنچ چکا تھا اور اونچی آواز میں جھڑکنے کے سے انداز میں بولا تھا۔ آس پاس لوگوں اور ریسپشن گرل نے اسے بڑے ہی عام انداز میں دیکھا تھا۔ یوں بھی وہ سب جانتے تھے یہ پاگلوں کا کلینک تھا۔

یہاں پاگل ہی آتے تھے۔ براق نے ان سب کو نظر انداز کیا۔ سیڑھیاں پھلانگیں اور تیسرے کمرے کے سامنے آ کر رک گیا جس کے باہر کرسیوں پر دونوں دیواروں کے ساتھ بیٹھے لوگ اخبار اور میگزین پڑھنے میں مگن اپنی باری کے انتظار میں تھے۔

''اگر ایسا ہے تو پھر شاکر کا چہرہ بار بار تمہاری آنکھ کے پردے پر کیوں ابھر رہا ہے۔ جاؤ اور جا کر سیلیا کے ساتھ انجوئے کرو۔ رات بھی تم نے اس بیچاری کو ٹائم نہیں دیا۔ وہ کتنا مائنڈ کر رہی ہو گی۔ ویسے بھی سولیم شاکر کے ساتھ کمفرٹیبل ہو گی۔ تمہارے ساتھ تو وہ کافی ریزرو رہتی ہے۔''

براق نے دروازے پر ناک کی۔

''میں جا رہا ہوں دیکھو تم مجھے۔''

اور پھر وہ دروازہ دھکیل کر اندر آ گیا۔ اندر کا منظر اسے دہلا گیا۔ وہ دونوں بھلے ہی دور بیٹھے تھے لیکن آپس میں ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ براق کو اندر آتے دیکھ سولیم نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''وہ میں......'' اسے دیکھ کر براق نے جھٹ دروازہ بند کیا اور بالکل شاکر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

''وہ میں ایک چیز سے بھی بہت پریشان ہوں اس کی میڈیسن بھی لکھ دیں مجھے۔'' وہ دیکھ شاکر کو رہا تھا بات سولیم سے کر رہا تھا۔ گلاب میز کی وسط میں پڑے تھے اور تازی بنی کافی بھی۔

''تمہارے ہاتھ سلامت رہیں تم نے اچھی کافی بنائی ہے۔'' شاکر نے ایک گھونٹ بھرتے ہوئے بیساختہ کہا۔ براق نے فوراً کافی کے کپوں کی جانب دیکھا پھر سولیم کو۔

''او بس معافی چاہتا ہوں تم اپنے مریض کو ڈیل کر سکتی ہو۔''

براق نے گرے رنگ کا ربڑ کپڑے کا ماسک ناک پر جمایا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے اس کے نتھنے پھول پچکنے لگے تھے اللہ جانے کیوں؟

''میں نے جو میڈیسن لکھ دی ہیں اس میں سب چیزوں کا علاج ہے۔ بے فکر ہو کر پندرہ دن تک اسے استعمال کریں۔'' وہ اسے کہنے کے بعد شاکر کی جانب متوجہ ہو گئی تھی مطلب تھا گیٹ آؤٹ۔

''نہیں ڈاکٹر میری جو کنڈیشن ہے وہ میری فائل میں نہیں یعنی یہ مختلف نوعیت کی بیماری ہے جو مجھے پریشان

کر رہی ہے اور اس کا علاج مجھے ہر صورت کروانا ہے۔ مجھے آپ کا وقت درکار ہے اگر آپ فری ہیں تو۔"

کہانی پتا نہیں کہاں سے بن رہی تھی۔ لفظ نجانے کہاں سے نکل رہے تھے۔ سولیم نے صبر سے شاکر پر نظر ڈال کر براق کی جانب سر اٹھایا۔

"ٹھیک ہے بولیں جو کہنا میں سن رہی ہوں۔"

براق نے ماسک کے پیچھے سے لبوں کو تر کیا۔

"یعنی یہ بیماری ایسی ہے کہ میں کسی کے سامنے ڈسکس نہیں کر سکتا۔ مجھے پرائیوٹلی آپ سے بات کرنی ہوگی۔"

کافی کے گھونٹ بھرتے شاکر کے لبوں پر مسکان آئی۔ ڈاکٹر بننا آسان تھوڑی تھا مریض کی مائنر سی چیز کا بھی دھیان رکھنا پڑتا تھا اور سب سے زیادہ اس کے قائل ہونے کا۔

"ٹھیک ہے پھر کل آپ آجایئے گا۔ ابھی میں بزی ہوں کافی سارے پیشنٹس کی اپائٹمنٹ ہے۔"

براق نے ہاتھ پریشانی سے مسلے۔ سانولے سے پرکشش شاکر کو دیکھا۔

"کیا تم واقعی ان سرخ گلابوں اور بے سنورے آدمی کے ساتھ سولیم کو چھوڑ کر جانے والے ہو؟" دماغ نے پھر اپنی ٹانگ اڑائی تھی۔ وہ کنفیوز ہوا۔

"اچھا یعنی کل۔" اس کے لب پرسوچ انداز میں ہلے۔ "آج کسی طرح پوسیبل نہیں، میں چاہتا ہوں رات کو مجھے سکون کی نیند آئے۔

سولیم نے بہت تحمل سے اسکی بات سنی۔ کاغذ اٹھایا۔ انگریزی کے چند حروف لکھ کر اسے پکڑا دیا۔

"یہ لے لینا اس سے واقعی تحمل کی نیند آئے گی۔"

براق کی نظریں پھر ان سرخ گلابوں کا طواف کرنے لگیں۔ بے دلی سے وہ پیلی پرچی سولیم کے ہاتھ سے پکڑی اور کھڑا رہا۔ سولیم نے استفہامیہ انداز میں شانے اچکائے۔

"ہاں آں میں جانے ہی والا ہوں۔ دراصل مجھے کچھ یاد آرہا تھا وہ سوچ رہا ہوں۔ ہاں یاد آیا میرا ایک دوست کا بریک اپ ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار ہے میں نے اسے آپ کا بتایا ہے وہ

ضرور کل وزٹ کرے گا۔ کیا آپ کل اسے اپنی اپائنمنٹ دے سکتی ہیں؟"

سولیم نے میز پر ناخون بجائے شاکر کی کافی بس ختم ہی ہونے والی تھی۔

"ضرور۔ باہر ریسپشن سے رجوع کریں۔" سپاٹ سے انداز میں کہہ کر اس نے اپنی کافی کا کپ اٹھایا۔

"صحیح، پھر میں چلتا ہوں واقعی آج کافی مریض ہیں کیا میں نیکسٹ کو بھیج دوں۔"

سولیم نے سپ بھر کر وال کلاک کی جانب اشارہ کیا۔

"اٹس لنچ ٹائم۔"

براق نے گھڑی کے ہندسوں کی جانب گردن گھمائی پھر آنکھیں بند کر کے خود کو ملامت کی۔

"یس۔ اوکے۔" وہ سر ہلا کر سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"پھر میں چلتا ہوں۔"

"پلیز۔" تلخ کافی کو حلق میں ڈالنے کے بعد وہ اس سے کہنے لگی۔ براق سر ہلاتا باہر آیا دروازہ بند کرنے سے پہلے ان دونوں سرخ گلابوں اور کافی کے کپوں پر نظر ڈالی پھر اسے بند کر دیا۔

سولیم نے گہری سانس بھری شاکر کا قہقہہ اس نے جاتے ہوئے بخوبی سنا تھا۔

"آہ براق آہ تف ہے تم پر۔" اس نے باہر آتے ہوئے خود کو ملامت کی۔

"سنیں، اس کے بعد جس کا بھی نمبر ہے وہ فوراً اندر چلا جائے۔ ڈاکٹر کے گیسٹ آئے ہوئے ہیں ہوسکتا ہے پھر وہ چیک اپ نہ کریں۔"

جاتے جاتے اس نے زبردست طریقے سے تنبیہہ کی تھی جس کی باری تھی وہ فوراً اٹھ کر دروازے کے پاس رکھی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔ براق نے سراہتے ہوئے سر ہلایا اور چابیاں اچھالتا دی مائنڈ سے باہر نکل آیا۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ سرخ گلاب تھے اور ان گلابوں کے سامنے وہ دونوں بیٹھے تھے۔

"مجھے تمہارا سرپرائز اچھا لگا۔ چاچو نے کہا تھا تم آنے والے ہو لیکن اتنی جلدی آنے والے ہو اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔" وہ مسکراتے ہوئے اس سے کہہ رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ کی کھنک آواز میں گونجتی محسوس کی جاسکتی تھی۔

”ہاں دراصل میں تمہارے لئے پریشان تھا۔تم نے مجھے ڈرا کر جو رکھا ہوا تھا۔سولیم!ہم کسی بھی رشتے سے پہلے بہترین دوست ہیں اور مجھے نہیں لگتا دوستوں سے کچھ چھپانا چاہیے۔پلیز مجھے بتاؤ تمہیں کیا پریشانی ہے میں ہر ممکن کوشش کرونگا تمہاری مدد کرنے کی۔“

سولیم نے اسے مغموم نظروں سے دیکھا۔کچھ لوگ واقعی بہت اچھے ہوتے ہیں۔اتنے کہ ان کا ہونا کسی انعام سے کم نہیں لگتا۔سولیم خود کو اس سے بہت قیمتی سا محسوس کر رہی تھی۔

”شاکر! میں بہت سٹرونگ ہوں مجھے مشکلوں سے نکلنا آتا ہے اور میں اپنی مدد خود کرتی ہوں تبھی تو دیکھو جیتی ہوئی ہوں۔ہاں ہم بہترین سے بہترین تر دوست ہیں اور مجھے اس بات پر بہت خوشی ہے کہ تم جیسا دوست میری زندگی میں ہے لیکن ٹرسٹ می، میں اب اس مشکل سے نکل آئی ہوں اور کیا تمہیں نہیں لگتا نائیٹ میر کو دھرانا نہیں چاہیے انہیں رات کے اندھیرے میں دفن کر کے اپنی صبح کی روشنی کو بیداغ کر کے رکھنا چاہیے۔“

شاکر نے گہری مسکان کے ساتھ کافی کا آخری گھونٹ بھرا۔

”تم مجھے ہر وقت سرپرائز کرتی ہو لیکن یہ قلق تمام عمر رہنے والا ہے کہ اس ڈراؤنے خواب سے میں تمہاری نکلنے میں ہیلپ نہیں کر سکا۔ویل۔“اس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر مار کر پشت کو کرسی کی بیک پر دھکیلا۔

”میرے یہاں آنے کا ایک اور بہت اہم مقصد ہے۔پتا نہیں انکل نے تمہیں بتایا یا نہیں لیکن میں یہاں ہم دونوں کے فیوچر پلان کیلئے بھی آیا ہوں۔سب چاہتے تھے ہم دونوں کچھ ٹائم ساتھ بتا کر یہ فیصلہ کرلیں کہ آیا ہم آپس میں سوٹ کرتے ہیں یا نہیں۔سو میں چار دن یہاں ہوں اس کے بعد واپس چلے جانا ہے۔تب تک کوئی فیصلہ کرنا ہوگا سولیم، ڈونٹ ٹیل می کہ تم شرما رہی ہو۔تمہاری آنکھیں ہلکی گیلی ہو کر جھک گئی ہیں۔ہاں تم شرما رہی ہو کم آن یہ میرے دل کی بیٹس مس کر رہا ہے۔“

وہ اس کے آپس میں پیوست ہاتھوں اور جھکی نظروں سے صحیح تکا لگا گیا تھا اور اس چیز نے اسے جتنا سرشار کیا تھا زندگی میں کسی چیز نے نہیں کیا تھا۔

”ہا، میں اور شرماؤں گی بھول ہے تمہاری اور یہ ہماری فیملی والے بھی نا کتنے عجیب ہیں۔سارا بچپن ساتھ گزارا۔بڑے ساتھ ہوئے اور اب بھی کہتے ہیں کہ وقت ساتھ بتا کر پتا کرلو ایک دوسرے کو سوٹ کرتے ہیں یا

نہیں۔ویسے تم کہاں ٹھہرو گے؟"

اس یکدم ٹاپک بدلنے پر وہ ذو معنی سا مسکایا۔

ان دونوں کی باتیں جاری تھیں۔گلاب کے پھول میز کے وسط میں پڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ان کی آنکھوں میں ایک اور چہرہ بھی تھا۔جو بہت الجھا ہوا پریشان سا تھا اور عجلت میں بھی دکھتا تھا۔

"کم آن اسد پک اپ دی کال۔" یہ کوئی دسویں بار تھا جب وہ اسد کا نمبر ملا رہا تھا اور وہ انگیج جا رہا تھا۔اس نے گاڑی ٹاور برج کی سائیڈ پر روکی اور پیدل چلنے والوں کی سائیڈ پر آ کر چلنے لگا۔اس کا دل الجھا بے چین تھا۔وجہ کیا تھی وہ جان نہیں پا رہا تھا یا پھر جان گیا تھا لیکن اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"تو سولیم شفیق تم آج شاکر کے ساتھ اچھا وقت گزارو گی۔"

لوگوں کے درمیان چلتے سر پر ہڈی ڈالے کانوں میں تیز میوزک چھوڑتی ہینڈ فری لگائے وہ اپنے قدموں کو دیکھتا چل رہا تھا۔اس کے قدم بھی بے سمت کے مسافر تھے۔

"وہ تمہیں پرپوز کرے گا اور تم اس سے شادی کر لو گی۔ہاں تم یہی کرو گی۔تم ایسی لڑکی ہو جو شادی کر سکتی ہے ایک آدمی کے ساتھ پوری زندگی گزار سکتی ہے اور میں وہ ہوں جو......" وہ رک گیا تھا۔برج کے گرل پر اس نے اپنا وزن گرا کر ٹھاٹھیں مارتے سمندر کو دیکھا۔تیز ہوا کے جھونکے اس کے پانی کو اوپر اوپر اٹھا رہے تھے۔پانی پر اڑتے پرندے اس ہوا سے خائف تھے۔اس کے سبب وہ اپنا شکار پکڑنے سے محروم تھے۔براق کی نظروں میں سمندر اڑتے پرندے چلتے بحری جہاز ہوا اٹھتی لہریں سولیم شاکر سب گڈ مڈ ہونے لگا۔

"میں وہ ہوں جو اس سمندر کی جانب ہوں جس کی کوئی منزل کوئی ٹھکانہ نہیں۔سب کو خود میں سما کر جو تنہا اور ویران کھڑا رہتا ہے۔میں کیا چاہ رہا ہوں کیا سوچ رہا ہوں مجھے کچھ اندازہ نہیں۔بس اتنا معلوم ہے کہ مجھے تم بہت اچھی لگنے لگی ہو۔اتنی کہ میں تمہیں کسی کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔حتیٰ کہ تمہارے سائے کے ساتھ بھی نہیں یہ پاگل پن ہے لیکن بہت مایوس کن اور دلفریب ہے۔مجھے اس احساس میں مزا آنے لگا ہے اس کا انجام کیا ہونا ہے یہ سوچ میرا پیچھا نہیں کرتی۔میں بس لمحہ موجود میں رہ کر خوش اور پریشان رہنا چاہتا ہوں اور یہ بالکل ناقابل فہم سی بات ہے۔"

اس کی نظریں دور سمندر میں کچھ تلاشنے لگی تھیں۔ صبح کا سورج شام کے سائے میں ڈھل کر بجھنے لگا۔ اچھلتا بے چین پانی تھم کر پرسکون جھیل کی مانند ہو گیا۔ ہواؤں نے اپنی شدت کم کی اور آسمان پر موجود بادل ہلکے ہلکے ٹپکنے لگے۔ وہ وہیں کھڑا رہا۔ اس کے کانوں میں بجتا میوزک تھما نہیں تھا۔ اس کے گانوں کی لسٹ کافی طویل تھی جو ابھی مزید چلنی تھی۔ اس سے پہلے شام کے سائے اندھیرے میں ڈوبتے کسی نے اسے زور سے پکڑ کر کھینچا تھا۔ چہرے پر لگتے گھونسے نے چودہ طبق روشن کر دیے تھے۔ یہ غیر متوقع تھا تبھی وہ سنبھل نہیں پایا، لڑکھڑا گیا۔

''سالے زندگی اجیرن کر دی ہے میری۔ صبح سے کتوں کی طرح ڈھونڈ رہا ہوں اور موصوف یہاں کھڑے سن سیٹ کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ کوئی شرم کوئی حیا ہوتا تو اسی پانی میں ڈوب مر۔'' اسد منہ سے کف نکالتے ہوئے اس پر بھڑا تھا۔ براق نے ٹپٹا کر ہینڈ فری کانوں سے نکالی اور اس کی سلواتیں سنیں۔

''میں نے کیا کیا ہے؟''

وہ حقیقتاً پریشان ہوا۔ اسد نے تضحیکی انداز میں تالیاں بجائیں۔

''واقعی تم نے کچھ نہیں کیا پھر یہ ہزار کالز کیوں کیں۔'' اس نے اپنا سیل اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

''اور اگر کر بھی لی تھیں تو خود کا سیل بند کر کے غائب ہونے کی کیا ضرورت تھی۔''

''تم غلط ہو میرا سیل آن تھا۔ ہو سکتا ہے، سگنل پرابلم ہوئی ہو۔'' براق نے ہینڈ فری سے نکلتی آواز اس کے سامنے کی اسد نے خون کا گھونٹ پیا۔

''کیا مصیبت پڑ گئی تھی جو یوں غائب ہوا۔ کیوں کیا تھا مجھے فون؟''

براق نے پھر سمندر کی جانب نگاہ دوڑائی۔

''ایک چیز پوچھنی تھی۔''

''سن رہا ہوں بول۔''

''کیا واقعی رتیکا مجھے یا میں اس کو سوٹ کرتا ہوں یعنی کیا مجھے اس سے شادی کر لینی چاہیے؟''

اسد کا دل کیا اسے سمندر میں دھکیل دے۔ اب تک وہ چڑیل اس کے دماغ سے نہیں نکلی تھی لیکن کسی کو کیا پتا تھا وہ رتیکا نام میں کس کا نام چھپائے پوچھ رہا تھا۔

”ہاں تو اسے ہی سوٹ کرسکتا ہے۔ اس سے شادی کر۔ بچے پیدا کر اور میری پرسکون لائف سے تو دو گیارہ ہو جا جلدی کر۔ وہ تو ایسے کڑوے انداز میں بولا کہ براق کا حلق بھی کڑوا ہو گیا۔

”ہا، یہ تیری بھول ہے کہ میں نے تجھے چھوڑنا ہے۔ جب آخری سانس ہو گی نا تب بھی تجھے پاس رکھنا ہے۔“

وہ چلنے لگے تھے۔ اسد نے سرد آہ بھری کہا کچھ نہیں۔

”اسد! میں کچھ عجیب نہیں ہو گیا۔ نہیں میرا مطلب ہے کہ میرا جو رعب دبدبہ تھا وہ جاتا جا رہا ہے مطلب میں کچھ بدل سا گیا ہوں۔ ہے نا۔“ برتج پر ہوا کے چلنے کی وجہ سے آوارہ پتے آکران کے قدم چومنے لگے۔ اسد نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

”رعب دبدبہ اور تیرا یہ آج تک کا سب سے گھٹیا جوک تھا۔“

اسد کے گاڑی کھولنے پر وہ اندر بیٹھا ماسک سے منہ کو آزاد کیا۔

”بی سیریس یار۔“

”نہیں تو کیا تجھے میرے منہ سے لگ رہا ہے میں مذاق کر رہا ہوں نہیں نظر آ رہا ہے کہیں اگر ہاں تو بتا۔“

براق نے اپنے اندر کے باکسر کو بڑی مشکل سے کنٹرول کیا تھا۔ یہ وہ انسان تھا جس کا جبڑا توڑنے کی وہ سکت نہیں رکھتا تھا بلکہ یہ وہ انسان تھا جس کے خیالوں میں وہ بے پناہ ہڈیاں توڑ چکا تھا۔ ابھی ابھی اس نے اس ساتھ بیٹھے شخص کا بازو توڑا تھا اور دل کو سکون ملا تھا۔

”ویسے ایک چیز ہے جو تجھ میں بدلی ہے اور وہ گرل فرینڈز کی رفتار کا کم ہونا جس حساب سے تیری گرل فرینڈز بدلتی تھیں نا اتنے تو لوگ کپڑے بھی نہیں بدلتے ہوں گے۔“

وہ اپنی ہی بات پر ہنسا تھا۔ براق جو خوشی سے اس کی جانب متوجہ ہوا۔ تلخی سے منہ موڑ گیا۔

”بکواس بند کر اپنی۔“

”براق شاہ اور بدلنا ہاہاہا۔“

اسد اب بھی ہنس رہا تھا اور اس کا یہ ہنسنا دور جاتا تا ور برتج بخوبی سن اور دیکھ رہا تھا۔

❁......❁......❁

یہ سب بہت عجیب ہے لیکن یہ سب بہت اچھا ہے اور میں اس سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔

سہانی صبح سہانی خبر لے کر آئی تھی اور وہ خبر ایسی تھی کہ کھڑکی میں بیٹھی کن سوئیاں لیتی چڑیا نے جونہی اسے سنا پورے عالم میں پھیلا دیا۔ ہر کوئی اس خبر کو سن کر انگشت بدنداں تھا۔ کوئی خوش تھا تو کوئی افسردہ۔ جو افسردہ تھے وہ بجھ سے گئے تھے جیسے کہ سورج جیسے کہ ہوا جیسے کہ آسمان لیکن جو خوش تھے وہ خوشی سے دمک اٹھے تھے۔ مہک رہے تھے جیسے کہ پنچھی جیسے کہ پیڑ پودے جیسے کہ وقت جیسے کہ طاہر۔

"میں بہت خوش اللہ تم دونوں کو سلامت رکھے۔"

صبح ہوتے ہی شاکر نے طاہر کو گرین سگنل دیا تھا۔ سولیم تو پہلے ہی دے چکی تھی اب بس فارمیلٹی باقی بچی تھی۔

"بس انکل، اب سولیم کے ساتھ ڈنر پر پوچھ کر آپ کو فائنل بتا دوں گا ویسے مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ انہیں کوئی اعتراض نہیں۔"

سپیکر میں سے گونجتی خوشی سے لبریز شاکر کی آواز انہیں آسودہ کر گئی تھی۔

"میری بچی بہت اچھی ہے۔ تم لکی ہو جو اس نے تمہیں چوز کیا۔" ٹائی کی ناٹ باندھتے وہ فخریہ کہہ رہے تھے۔ شاکر ہنسا تھا۔

"ہنڈرڈ پرسنٹ رائٹ۔ میں واقعی بہت لکی ہوں پہلے پہل جب یہ بات چلی مجھے خوف لاحق ہو گیا تھا کہیں سولیم انکار نہ کر دے لیکن اللہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے مجھے سولیم کو دے دیا۔"

طاہر کے ہاتھ تھمے۔ چہرے پر کچھ تحریریں ابھرنے لگیں۔

"ہیلو انکل کہاں آپ ہیں؟"

"ہوں ہاں۔" وہ چونکے چونک کر سیدھے ہوئے۔

"بس کچھ سوچ رہا تھا۔ شاکر! کیا تم میری بیٹی کو خوش رکھ سکو گے۔ بالکل ویسے جیسے میں رکھتا ہوں۔ تم وعدہ کرو اسے ایک آنچ بھی نہیں آنے دو گے۔ ہر تکلیف ہر دکھ ہر مصیبت سے اسے بچا کر رکھو گے۔ میں نے اپنی بیٹی کو بہت نازوں سے پالا ہے۔ شاکر، میں اس کی آنکھ میں ایک آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ یہاں پر میری برداشت ختم ہو جائے گی۔"

وہ بول رہے تھے۔اس سے پہلے شاکرانہیں یقین دلاتا عہدو پیان کرتا ان کی باتیں سنتی دعا نیچے کچن روم میں آگئی جہاں سولیم آج کے پہننے کیلئے عبایا چوز کر رہی تھی۔

''کیا تم واقعی شاکر سے شادی پر آمادہ ہو؟''

الماری میں سر دیے سولیم اس کی بات سن کر چونکی۔مڑ کر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''یہ کس قسم کا سوال ہے؟''

بالکل سادہ نہ فارسی نہ کورئین اور نہ ہی روسی۔بالکل سادہ قسم کا اردو کا سوال کہ کیا تم واقعی شاکر سے شادی پر آمادہ ہو؟

''اگر نہیں سمجھ آ رہی تو میں ریپیٹ کر دیتی ہوں۔''

سولیم نے کتھئی رنگ کا عبایا نکال کر بیڈ پر رکھا اور الماری کا پٹ بند کر دیا۔

''اس کی کوئی ضرورت نہیں۔تم جو کوئی بات سمجھ لو اور کیا مجھے اس سے شادی پر راضی نہیں ہونا چاہیے جبکہ وہ اچھا ہے۔سلجھا ہوا شریف ہے اور سب سے بڑی بات مجھے پسند کرتا ہے۔''

دعا اس کے قریب آئی اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔

''اور کیا تم اسے پسند کرتی ہو بالکل اسی نوعیت کا جس نوعیت کا وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔''

''دعا۔''سولیم نے اس کے ہاتھ دبائے۔''کیا ہو گیا ہے تمہیں،کیسے سوال پوچھ رہی ہو؟''

''سولیم کیا تم مجھے جواب نہیں دے سکتی؟''

اس نے گہری سانس بھری۔''کسی سے شادی کیلئے ضروری نہیں کہ پہلے اس سے محبت کی جائے یا یہ بھی ضروری نہیں کہ جب محبت ہو تو شادی ہو۔میں اپنے بڑوں کی مرضی پر چلنے والی ہوں۔وہ جو سوچ رہے ہیں بہترین سوچ رہے ہیں۔آج نہیں تو کل میں نے کسی سے تو شادی کرنی ہی ہے نا تو کیوں نا وہ شاکر ہو جسے ہر کوئی میرے لئے خاص کر اموں اور چاچو پسند کر رہے ہیں۔دعا!بڑوں کا جو فیصلہ ہوتا ہے نا گولڈن ہوتا ہے۔سونے کی طرح چمکتا پائیدار اور جو ہم فیصلہ کر لیتے ہیں ضد کر کے بھوک ہڑتال کر کے وہ ہیرے جیسا ہوتا ہے جس کی چمک بھلے ماند نہ پڑے لیکن جب وہ ٹوٹتا ہے تو پھر جڑتا نہیں۔اپنی شکل اپنا اصل اپنا مقام کھو دیتا ہے اس کی کوئی اہمیت

نہیں پہنچتی پھر سونا جبکہ ہر شکل ہر حالت میں ڈھل جاتا ہے۔“

اس کی لمبی چوڑی وضاحت پر دعا نے جو پوچھا اس پر سولیم کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔

”تو یعنی کہ تم اس سے محبت نہیں کرتیں؟“

”نہیں میری ماں، اب مجھے ریڈی ہونے دو۔ دیر ہو رہی ہے آج ویسے بھی کچھ اہم کام نپٹانے ہیں میں نے۔“ وہ اپنا عبایا لے کر واش روم میں گھسی تھی۔

دوسری جانب باتھ روم کا دروازہ کھلا اور وہ بڑے ہی اچھے موڈ میں باہر نکلا۔ بالوں میں کومب کرتے خود پر پرفیوم کی بوچھاڑ کرنے کے بعد اس نے اپنی کھڑکی کو سلائیڈ کیا۔ ننھی ننھی بارش کی بوندوں نے اس کے چہرے کو چوم لیا۔ ایک استراحت سی اس کے رگ و پے میں دوڑ گئی۔ یہ موسم بھی آج کل کتنا بے ایمان ہوا پڑا تھا کبھی کسی ماضی کے جوان بادشاہ کے کمان سے نکلے تیر کی طرح سورج کی سنہری روشنیاں عالم کو منور کرتی تھیں تو کبھی فیری ٹیل کی طرح ننھی بوندیں موتیوں کی صورت زمین پر گرتیں اسے نم کر دیتی تھیں۔ ابھی بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا جب وہ جاگنگ کر رہا تھا تو صبح کا اجالا نیلی روشنی ہر سو پھیلی تھی اور اب جب وہ فریش ہو کر موسم کا حال جاننے کیلئے کھڑکی کے پاس آیا تو بوندوں نے اٹکھیلیاں کرتی بچیوں کی طرح اس کا سواگت کیا۔ وہ مسرور ہو گیا۔ اس نے اس گرے رنگ سے نگاہ بچانے کیلئے ابھی قدم واپس موڑنے کا سوچا ہی تھا کہ اسے اپنی کھڑکی پر ایک گلہری نظر آئی جو اپنی زبان میں شاید اسے کچھ کہنے کی سعی میں تھی۔ براق نے چونک کر استعجاب سے اسے دیکھا اور اپنا ہاتھ اس کے سر پر لے گیا۔ گلہری نے بڑے مزے سے خود کو سہلانے دیا۔

”تمہیں پتا ہے میں اپنے جذبات سے آگاہ ہو گیا ہوں لیکن یہ کس قدر مشکل ہے کہ میں اسے کہوں میں اسے پسند کرنے لگا ہوں۔ میں یہ بات خود کو بھی کیسے کہوں میں جب بھی خود سے اعترف کرنے بیٹھتا ہوں دنیا جہان کی باتیں میری کوتاہیاں سر تان کر میرے سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں اور سولیم اس کی غصے سے لبریز آنکھیں یہ سب مجھے ڈرا رہی ہیں لیکن ایز یو نو کہ میں ایک فائٹر ہوں اور میں ہار نہیں ماننے والا تو میں اس بات کو پس پشت ڈال کر اپنے اندر وہی ابال پیدا کر کے کھڑا ہوتا ہوں جو میری ذات کا خاصہ ہے۔ ویسے میں کتنی فضول اور بے تکی باتیں کرنے لگا ہوں جس کا کوئی علاج نہیں۔ مجھے ضرور اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا ہوگا ہے نا؟“

"تم صحیح کہتے ہو تمہاری کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ تم بے ربط سے جملے بولنے لگے ہو۔ ویسے تم سولیم کے ساتھ جچتے ہو۔"

براق نے بوکھلا کر گلہری کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"ششش۔ کیا کر رہی ہو۔ کسی نے سن لیا تو یہ ابھی راز ہے اور اس کا علم ابھی کسی کو نہیں ہونا چاہیے خاص کر اسد کو۔"

"ہا" گلہری کی آنکھیں حیرت سے کھلیں۔ "کیا تمہیں واقعی نہیں یاد کہ تم اس کے سامنے اعتراف کر چکے ہو۔ اس نے پرسوں تمہارے ڈرنک ہونے کا فائدہ اٹھایا اور تمہاری ساری باتیں ریکارڈ کر لیں اور یقین کر لو جو نشے میں منہ سے نکلتا ہے وہ سچ ہوتا ہے۔"

براق کو ایک ہزار والٹ کا جھٹکا لگا۔

"کیا اس کمینے نے مجھ سے سب اگلوا لیا۔ ایسی گھٹیا حرکتوں کی میں اس سے ہی توقع کر سکتا ہوں بڑا ہی ڈھیٹ انسان ہے کیا تم مجھے بتا سکتی ہو۔ اس نے میری ویڈیو بنائی یا آواز ریکارڈ کی۔"

ننھی بوندوں کی بوچھاڑ میں بھگتی گلہری نے ذہن پر بوجھ ڈالا۔ آنکھوں کو دائیں بائیں اوپر نیچے جنبش دے کر کچھ سوچا اور دماغ پر زور ڈال کر بولی۔

"اس نے تمہاری آواز ریکارڈ کی تھی۔ یقیناً لیکن سنو وہ بہت اچھا ہے اور تم سے بہت پیار کرتا ہے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اس کا شک درست ہے تو اس کے چہرے پر ایک الوہی سی مسکان تھی۔ اس سے جھگڑنا نہیں بس ایسے ہی رہنا جیسے تمہیں کچھ معلوم نہیں۔ وہ ضرور تمہارے اور سولیم کے راستے ملائے گا۔ تم اس کے سامنے ہوش و حواس میں اعتراف کر لو۔"

براق نے ایکسائٹمنٹ سے خود کو مزید آگے کیا۔

"یہ سب بہت عجیب ہے لیکن یہ سب بہت اچھا ہے اور میں اس سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ یہ احساس بالکل نیا لیکن بہت قدیم معلوم ہوتا ہے۔ اس میں بیک وقت کڑواہٹ و شیریں ہے فراق و وصل ہے خوف و یقین ہے کیا مجھے اسے کہہ دینا چاہیے۔"

”تمہیں اسے فوراً کہہ دینا چاہیے۔“
پاس سے گزرتی ہوا نے رک کران کی باتیں سنیں اور جھٹ اپنی زبان کھول دی۔گلہری اور براق نے اس کی جانب دیکھا جو تھمی ہوئی تھی اور جانے کو پر تول رہی تھی۔
”اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے تمہیں ایک ساعت کا بھی انتظار نہیں کرنا چاہیے۔میری مانو تو آج ہی کہہ دو نہیں تو کل بس اس سے زیادہ دیر مت کرنا فیصلوں میں دیری ناکامیاں لاتی ہے اور مجھے نہیں لگتا تم ناکام ہونا چاہتے ہو۔“
وہ اپنی بات مکمل کر کے اڑ گئی گلہری نے ناگواریت سے اسے جاتے دیکھا۔
”بالکل بھی اس کی بات سے اکتفا نہیں کرنا براق شاہ، یہ پاگل ہے اور پاگلوں کی باتوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔جلد بازی سب خراب کر دیتی ہے پہلے تم سیلیا کو فارغ کرو پھر سولیم کا دل جیتو اور پھر اپنی بات کہو۔میری مانو تحمل سے چلو گے تو بازی تمہاری ہے ورنہ پھر مات کیلئے تیار رہو۔“
اس نے بھی بات مکمل کر کے جست لگائی تھی۔ جتنے منہ اتنے مشورے۔ براق نے گہرا سانس بھرا اور کمرے سے باہر آیا۔اس کا رخ کچن کی جانب تھا۔پیٹ نے آواز دی تھی کچھ کھانا تو تھا۔وہ فریج کھول کر کھڑا ہوا تھا جب اسے اپنے سینے پر ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا۔اس نے نگاہ جھکائی۔پتلی جلد والے دودھ جیسے ہاتھ اس کی براؤن ٹی شرٹ پر تھے۔
”تم کہاں تھے کل رات، میں نے تمہیں مس کیا۔“
وہ اس سے چپک کر کھڑی ہو گئی تھی۔اس کی ٹھوڑی براق کے کندھے پر تھی۔براق کو یہ سب آج بڑا عجیب اور پریشان کن لگا۔وہ ان کمفرٹیبل ہوا لیکن اس نے سیلیا کو پیچھے نہیں کیا۔
”مجھے کل کچھ کام تھا اور آج بھی ہے۔میں......“
اس کی بات تھمی، لب رکے اور اس کی وجہ سیلیا کے ہاتھ تھے جو اس کی ٹھوڑی سہلاتے ہوئے لبوں تک آ گئے۔براق نے دودھ کی بوتل کھلے فریج کی جالی پر رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ ہٹایا۔اب اسے ناگواریت ہونے لگی تھی۔

”سیلیا! پلیز مجھ سے دور ہو جاؤ میں اس وقت موڈ میں نہیں ہوں۔“

براق نے اس کے دونوں ہاتھ ہٹا کر رخ اس کی جانب کیا۔ فریج کا ڈور وہ بند کر چکا تھا۔

”کیا ہوا ہنی! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔ تم مجھ سے کافی دنوں سے کٹے کٹے سے ہو۔ کیا مجھ سے کچھ غلطی ہو گئی ہے؟“

وہ براق کے گریز سے پریشان ہو گئی تھی۔ اسے اچانک اپنے حسین دن نظر آئے جب وہ اس پر اپنی جان چھڑکتا تھا اور اپنا پورا وقت اس کے ساتھ گزارتا تھا۔ اس کے دل میں وہم پلنے لگا۔ اگر ان دونوں کا بریک اپ ہو گیا تو کیا وہ اس سے بیزار ہو گیا ہے۔ کیا وہ اسے جلد چھوڑ دیگا۔ سلیلیا کے دل میں ہزاروں سوال اٹھے لیکن وہ پوچھ نہ پائی کہ اسے جواب سے ڈر لگنے لگا تھا۔

”تم سے غلطی نہیں ہوئی۔ شاید مجھ سے ہوئی ہے۔ سیلیا! میں آج کل کسی معاملے کو لے کر بہت کنفیوز ہوں اس لئے تم سے فاصلے پر ہوں۔ جونہی میں کسی نتیجے پر پہنچا تمہیں ضرور اطلاع کرونگا۔“

وہ سائیڈ سے نکل کر کاؤنٹر کی جانب آیا۔ اسے کسی چیز کی تلاش تھی۔ کیا، یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

”کیا اس کا تعلق میرے سے ہے۔ کیا یہ خوفناک بات ہے؟“

براق نے مڑ کر اسے دیکھا۔

”نہیں، اس کا تعلق تم سے نہیں لیکن ہاں یہ بہت زیادہ خوفناک بات ہے۔ اتنی کہ سوچنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔“

اس نے اپنا ہاتھ سامنے کیا جس پر چھوٹے چھوٹے سے بال ابھر گئے تھے۔ سیلیا نے ماتھا کھجایا۔

”تم مجھے ڈرا رہے ہو اور میں ڈرنا نہیں چاہتی۔ میں خوش رہنا چاہتی ہوں اس لئے تمہیں آفر کر رہی ہوں۔ کیا ہم شاپنگ پر چلیں، گروسری کا سامان جو ختم ہو گیا ہے وہ بھی لے لیں گے اور آؤٹنگ بھی ہو جائے گی۔“

براق نے اس کی آفر پر سوچا اور اثبات میں گردن ہلائی۔

”ضرور، ہم ضرور چلیں گے۔“

❁......❁......❁

"تم پریس کانفرنس کرو گے اور پوری دنیا کے سامنے اعتراف کرو گے کہ تم نے مجھے جان بوجھ کر پھنسایا ہے اور تمہارا ایکسیڈنٹ جھوٹا تھا۔ تم سیشنز لے رہے ہو کیونکہ تم پاگل ہو چکے ہو اور تم باکسنگ چھوڑ رہے ہو۔"

چھوٹی چھوٹی بوندوں میں وہ ہاتھ میں شوارما پکڑے تیز تیز چل رہی تھی۔ اس کے دانت مسلسل مایو سے بھرے شوارمے کی بائیٹ چبا رہے تھے۔ دوسرے ہاتھ میں کوک تھی۔ کھلے مرون ٹراؤزر پر سی گرین ٹی شرٹ اور لمبا مرون کوٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے دونوں کندھوں پر بیگ کو جھلائے وہ دی عبایا میں اینٹر ہوئی تھی۔ وہ چلتی ہوئی سولیم کے کمرے کی جانب آئی۔ اس دوران سب نے اس کی ٹی شرٹ پر پینٹ ہوئے مرون لپ سٹک کا نشان دیکھا تھا جو ٹیڑھا تھا۔ دروازہ کھڑکا کر وہ اندر آئی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کا منہ سوجا ہوا تھا۔ سولیم نے پیشنٹ کو ڈیل کرتے ہوئے اس کے سوجے چہرے کو دیکھا اور اپنے کام میں مگن رہی۔

"ٹھیک، میں مس ڈینس اب آپ بالکل تندرست ہیں مزید علاج کی کوئی ضرورت نہیں اللہ آپ کو ہمیشہ تندرست رکھے۔"

بھورے بالوں والی فربہ مائل عورت اس سے ہاتھ ملا کر باہر گئی تھی۔ اس کے جاتے ہی سولیم نے اپنا رخ شوارمے کے آخری بائیٹ کے ساتھ کوک کے سپ لیتی دعا کو دیکھا۔

"تمہیں ہزار بار منع کیا ہے۔ یہ کوک وغیرہ مت پیا کرو، ہڈیوں کو نقصان پہنچتا ہے ان سے مگر مجال ہے جو تم کسی کی بات مانو اب بتاؤ یہ منہ پر بارہ کیوں بجے ہیں۔"

دعا نے پھر سے کوک کی کین لبوں سے لگائی۔ اسے پورا خالی کیا اور سپاٹ آواز میں بولی۔ "میرے مارکس اس لیا سے کم آئے ہیں۔ اس کا جبڑا توڑ آئی اب وہ کل اپنے مدر کو لے کر آئے گی پروفیسر وان چاہتے ہیں میں کل ڈاکٹر طاہر کو لے کر آؤں اور میں ایسا ہرگز نہیں کرنے والی کیونکہ مجھے میری پاکٹ منی عزیز ہے۔ اب تم بتاؤ کل میرے ساتھ چل رہی ہو یا میں کسی اور کا بندوبست کروں۔"

سولیم کا منہ پورا کھل گیا۔ حیرت وصدمے کے مارے وہ کچھ بول ہی نہ پائی۔ چند ساعتیں لگیں اسے سنبھلنے میں پھر جب وہ بولی تو آواز میں اشتعال تھا۔

"تم نے کہا تم نے لیا کا جبڑا توڑ دیا؟" سوال تھا اشتعال بھرا سوال۔

”ایوت (ہاں)۔“

”دعا! میرا دل کر رہا ہے میں تمہارا منہ توڑ دوں۔ یہ کوئی بات ہوتی ہے کیسے تم نے اس کا جبڑا توڑا۔ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی۔“

دعا نے اپنی سرد نگاہیں اٹھائیں۔

”کیا تمہارا توڑ کر دکھاؤں؟ ہمت بڑی ہے مجھ میں ہمت کی بات مت کیا کرو اور سیدھے سیدھے جواب دو تم میرے ساتھ جا رہی ہو یا نہیں۔“

سولیم نے غصے سے سرخ ہوتا چہرہ لئے اسے دیکھا۔

”تم کوئی بچی نہیں ہو جس کے دفاع کیلئے میں تمہارے ساتھ جاتی پھروں گی۔ اپنے مسئلے خود سلجھایا کرو اور یہ کوئی بات نہیں ہوتی کسی سے بھی جارحانہ رویہ اختیار کرنے کی۔ اس نے محنت کی اور تم سے زیادہ نمبر حاصل کر لئے تم بھی محنت کرتی اور اس سے زیادہ نمبر حاصل کر لیتیں۔“

دعا نے اس آنٹی کا خطاب خون کے گھونٹ پی کر سنا۔ اس کے لب کھلنے ہی والے تھے کہ دروازے پر ناک ہوئی۔ سولیم نے نقاب چڑھایا یس بولا اور بول کر پچھتائی۔

وہ اپنا گرے ماسک اتارتے ہوئے اندر آ رہا تھا۔ اتفاق تھا کہ کیا اس نے بھی کتھے رنگ کی ٹی شرٹ کے ساتھ نیلی جینز اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ دعا اس کو دیکھ کر منہ کھولے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

”گڈ نون، ڈاکٹر کیسی ہیں آپ؟“

وہ دروازہ بند کر کے اندر آیا اور کرسی سنبھال کر بیٹھ گیا۔ مڑ کر اس نے کھڑی ہوئی پرکشش سی لڑکی کو دیکھا تھا جسے وہ پہچان گیا تھا جس کے چہرے پر اس کے لیے پسندیدگی کے تاثرات تھے۔ سولیم کو براق کا دعا کو گھورنا ناگوار لگا۔ اس نے گلا کھنکھارا وہ دونوں چونکے۔

”بب...... براق شاہ۔“ دعا کے لب آہستہ سی چیخ میں جنبش ہوئے تھے۔ سولیم نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

”براق شاہ، او مائی گاڈ ہاں آپ براق شاہ ہی ہیں۔ پتا ہے میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں آپ کا کوئی بھی میچ میں مس نہیں کرتی میں۔ بہت ٹائم سے آپ کو فالو کرتی آ رہی ہوں پاؤٹ بنائیں نا۔“

پوز بنا کر وہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھی تھی اور کلک کلک کے ساتھ جانے کتنی تصاویر لے لی تھیں۔سویلم نے اپنا سر تھاما تھا۔براق کو اتنے عرصے بعد یہ جوش یہ استقبال عجیب سا لگا۔اس نے بمشکل اپنے لبوں کو کھینچا۔صاف ظاہر تھا وہ تصاویر نہیں بنوانا چاہتا تھا۔سویلم کو تضحیک کا احساس ہوا۔

"دعا! بس کرو اور گھر جاؤ چاچو کے اٹھارہ فون آ چکے ہیں۔تمہیں ارجنٹ بلوایا ہے انہوں نے شاید طلحہ آیا ہے۔"

"جب سورج پاس ہو تو کوئلے کو کون پوچھے میں تو کوئی نہیں جا رہی۔" براق کا سر کھاتے ہوئے اس نے کہا تھا۔سویلم کو اس پر افسوس ہوا۔

"دعا! یہ میرے پیشنٹ ہیں مجھے انہیں ڈیل کرنے دو میں نے باقی مریضوں کو بھی دیکھنا ہے۔"

(ہاں تو تم باقیوں کو دیکھو میں اسے دیکھتی ہوں) اس نے یہ بات دل میں کہی تھی۔کاش وہ زبان کا بھی استعمال کر سکتی۔بدلے میں سے اس نے اپنی کرسی چھوڑی اور سویلم کو دیکھ کر تمہیں تو میں دیکھ لوں گی والے انداز میں منہ پر ہاتھ پھیرا اور دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

"آفرین سویلم آفرین۔"

"ایم سوری براق شاہ، یہ شاید تمہاری فین ہے۔"

(یہی تو تم میں اور اور لڑکیوں میں فرق ہے سب میری فین ہیں اور میں تمہارا)

"اٹس او کے میں نے مائنڈ نہیں کیا۔"

"تمہارا وقت ضائع ہوا۔تم بتا سکتے ہو جو بتانا چاہتے ہو میں سن رہی ہوں۔اس کے بعد دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔"

(کیا واقعی تم وہ سن پاؤ گی جو میں کہنا چاہتا ہوں)

"ویل، جس چیز کے لئے میں نے آپ کا ٹائم لیا وہ خاصی خطرناک ہے۔میں آپ سے ڈسکس کرنا چاہتا ہوں لیکن شاید ایسا کرنے میں مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے۔میں فیصلہ نہیں کر پا رہا آیا مجھے آپ کو بتانا چاہیے یا واپس چلے جانا چاہیے۔"

اپنی الجھن کو دل میں دبا کر وہ بارش کی سوندھی سی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے بولا تھا۔سویلم نے سپاٹ انداز

میں اسے دیکھا۔

جو چیز پریشان کر رہی ہو اس سے چھٹکارے کیلئے کوئی نا کوئی سدباب کرنا ہوتا ہے۔ تیز بجلی کے کڑکنے کی آواز آئی تھی۔ کھلی کھڑکی سے اس کی سفید دودھیا روشنی نے اندر جھانکا تھا۔ ایک پل کو وہ پورا روم چاندنی روشنی میں نہا گیا۔ اس روشنی میں جو چیز سب سے زیادہ چمکی تھی، وہ براق کی آنکھیں تھیں۔ اس کی آنکھوں کے رنگ نے اس بجلی کو ویلکم کیا تھا۔

''اگر تمہیں لگتا ہے تم اس کے ساتھ سروائیو کر پاؤ گے تو ایز یو وش تم جا سکتے ہو۔ اگر نہیں تو لفظوں میں جان ڈالو میں سننے کیلئے تیار ہوں۔ آفٹر آل میں تمہاری ڈاکٹر ہوں۔''

''تمہاری'' لفظ تمہاری نے اس کے دل کے اندر شگوفے کھلا دیے تھے۔ بھلے کسی بھی حوالے سے اس نے تمہاری تو کہا۔ کچھ لفظ واقعی انمول ہوتے ہیں انہیں کاغذ پر نہیں دل پر تحریر کیا جاتا جیسے اس تمہاری لفظ کو اس نے کیا تھا۔ چاہے کسی بھی سینس میں کہا۔ کیسے بھی موڈ میں کوئی بھی حوالہ لیکن ''تمہاری'' کہا اس لفظ تمہاری نے براق کے دل کی دنیا کو زیرو بم کیا تھا۔ اس کا دل اس زور سے دھڑکنے لگا کہ وہ گھبرا گیا۔ اگر سولیم نے اس کی آواز سن لی تو یہ راز جان لیا تو...... اس نے لبوں پر زبان پھیری۔

''ڈاکٹر میں......'' دانتوں سے نچلے لب کو چھڑواتے ہوئے اس نے سولیم کو دیکھا۔ باہر سے تیز بارش کی آواز آنے لگی تھی۔

''میں کسی کے خوف میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ کوئی ہے۔ جو مجھے ڈرانے لگا ہے میں کچھ بھی کرتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے اگر اس نے مجھے دیکھ لیا، دیکھ کر مجھ سے نفرت کرنی شروع کر دی مجھ سے ناراضی اختیار کر لی تو...... حالانکہ میں جانتا ہوں وہ یہ سب نہیں جانتی اور شاید وہ مجھے پہلے سے ہی ناپسند کرتی ہے لیکن میں پھر بھی اس سے خوف زدہ ہوں اور یہ نہایت شرمناک بات ہے۔''

ہچکچاہٹ کے ساتھ رک رک کر وہ واقعی شرمندہ لگ رہا تھا۔ سولیم نے سارا معاملہ جان لیا۔

''یعنی کہ اس سب کا تعلق لڑکی سے ہے اور تم اس سے......''

اس سے پہلے کہ وہ بات پوری کرتی اس کا سیل اس برستی بارش کی آواز کو چیرتا ہوا اسے روک گیا۔ نمبر دیکھ کر

اس نے پہلی فرصت میں کال اٹینڈ کی تھی۔ رسمی علیک سلیک کے بعد وہ کہہ رہی تھی۔

''دیکھیں مجھے لانگ لاسٹنگ شادی چاہیے میں یہ چند سال یا چند ماہ کے رشتے کی قائل نہیں وہ میری سب سے اچھی دوست ہے اور میں اس کیلئے بہتری چاہتی ہوں آپ پلیز جتنی جلدی ہو سکے کوئی اور رشتہ ڈھونڈ دیں مجھے پائیداری چاہیے شکل وشباہت یا وقتی ریلیشن نہیں۔''

دوسری طرف کی بات سن کر اپنی کہہ کر پھر انکی سن کر اس نے ''آپ کے کام میں برکت ہو'' کہہ کر کال کاٹی تھی۔ براق نے پوری توجہ سے اس کی بات سنی۔ سن کر وہ تھوڑا ا ایکسائیٹڈ ہوا۔ دماغ نے جوہری بتی جلائی۔ اس پر اس نے ''براوو'' کہا تھا۔ سولیم نے سیل رکھ کر پھر اسے دیکھا اور بات وہیں سے شروع کرنا چاہی لیکن براق نے معذرت کے ساتھ اسے ٹوک دیا۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا جس بارے میں آپ بات کر رہی تھیں اس کی میں ڈیٹیل جان سکتا ہوں۔ نہیں واللہ کوئی غلط انٹینشن نہیں ہے کچھ بہت مثبت ہے جو آپ کے بتانے کے بعد ہونے جا رہا ہے۔''

سولیم کی سرد نظریں اسے بھنویں اچکانے پر مجبور کر گئی تھیں۔ مٹی کی سوندھی مہک ہر سو پھیل گئی لگتا تھا جیسے پورا دی مائنڈ کچی مٹی میں ڈھل گیا ہو۔

''سوری بٹ میں اپنی ذاتیات میں کسی کو شریک نہیں کرتی۔ میں نے تمہاری بیماری کو جان لیا ہے یہ میڈیسن ہیں ان کا بھی استعمال باقی کے ساتھ شروع کر دو۔ ایک گولی ہے دن میں کسی بھی ٹائم لے سکتے ہو۔''

براق نے بڑی افسوس والی نظروں سے اس کے کتھئی رنگ کے عبایا کو دیکھا جس میں اس کا نظر آتا تھوڑا سا ماتھا آنکھیں ناک کی ہڈی اور ہاتھ بہت چمک رہے تھے۔ اس کا رنگ خوبصورت تھا یکدم ''آئیس کوئین'' کا لفظ اس کے دماغ میں سولیم کیلئے ابھرا۔

''میں نے کہا ہے اگر آپ سن لیں تو بہتر ہوگا ٹھیک ہے آپکی ذاتیات میں، میں نہیں گھستا مجھے گھسنا بھی نہیں ہے شاید لیکن میرا ایک دوست ہے کیون فرنان ڈچ ہے اپنی دودھ بنانے کی فرم ہے اس کی۔ چالیس سال کا ہے سات سال اس کی شادی رہی۔ اس کے بعد ان کی علیحدگی ہو گئی۔ نہیں کیون بہت اچھے کردار کا انسان ہے (لک کہہ کون رہا ہے) میں گارنٹی دیتا ہوں (پھر تو ڈیفینٹلی کریکٹرلیس انسان ہوگا۔ اُف سولیم یہ تم میں دعا کی روح

کہاں سے گھس گئی)

وہ تو اس کی بیوی تھی جس نے طلاق کا مطالبہ کیا اس کی اپنے سابقہ بوائے فرینڈ سے انڈرسٹینڈنگ ہو گئی تھی دوسری اور اہم بات جس کے سبب طلاق ہوئی وہ یہ تھی کہ کیون کی بیوی کو بچے پسند نہیں تھے۔اس وجہ سے ان کی کوئی اولاد بھی نہیں۔اب ڈھائی سال سے وہ سنگل ہے بٹ کسی اچھے ساتھی کی تلاش میں ہے وہ جو اس کا ساتھ دے۔اسے خوش رکھ سکے اور اسے چھوڑ کر نا جائے۔اگر آپ کہیں تو میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔''

سولیم نے غور سے دعا کی روح کو خود میں سے نکال کر اسے سنا۔سن کر تھوڑی دلچسپی ہوئی لیکن وہ محتاط تھی کہ یہ براق کا دوست تھا یعنی اس جیسا گھٹیا وہ قائل نہیں ہوئی لیکن اس نے خود کو ہونے پر مجبور کیا کہ یہ میرج بیورو کے چکر اور آئے دن لوگوں سے ملنا اسے پریشان کر گیا تھا۔

''ہم۔تو پھر اس کی فیملی میں کون کون ہے؟''

براق نے سوچ کے انداز میں نگاہیں سیلنگ پر ڈالیں پھر جھٹ بولا۔

''وہ خود اپنی فیملی ہے آئی مین اس کی فیملی میں وہ ہے اور بس لیکن اگر دوستوں اور کلیگ کو شمار کریں تو اس کا سرکل انتہائی بڑا ہے۔''

سولیم نے کچھ سوچتے ہوئے اسے کہا۔''ٹھیک ہے تم مجھے اس کا نمبر دے دو۔باقی معلومات میں خود نکلوا لوں گی۔''

معلومات کے نام پر براق کی آنکھیں پھیلیں۔

''معلومات مطلب انویسٹی گیشن؟''

''آف کورس شادی بچوں کا کھیل نہیں ہوتا۔اس کیلئے اگلے بندے کی تمام معلومات چاہئیں ہوتی ہیں وہ کیا کرتا ہے، کیا پہنتا ہے، کہاں جاتا ہے، کدھر رہتا ہے اس کا قانونی ریکارڈ گرل فرینڈز کی گنتی معاشرے کا مقام لوگوں کی رائے، اس کی جاب کی ڈسکرپشن سرمایہ فیملی کریکٹر سب کے بارے میں انفارمیشن نکالنی پڑتی ہیں۔''

سولیم کے اندر واقعی دعا کی روح گھس گئی تھی۔براق کا جانچنے کیلئے اس نے سخت نظروں سے اسے دیکھ کر یہ سب کہا کہ آیا اس نے جو بتایا وہ جھوٹ تو نہیں تھا اور براق کی حالت سے اسے شبہ ہوا وہ تھوک نگل کر زبان

ہونٹوں پر پھیرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''اور اگر اس سب کے بارے میں سرخ لائیٹ ملے تو؟''

''تو بات وہیں ختم۔''

اس کا سر انتہائی مراقبے کی حالت میں ہلا۔

''ٹھیک ہے پھر آپ انویسٹی گیشن کروائیں۔ میں چلتا ہوں وقت دینے کیلئے شکریہ۔''

وہ کھڑا ہو گیا تھا اور عجلت میں معلوم ہوتا تھا۔ سولیم کے ہاتھ سے پریسکرپشن لیتے ہوئے وہ اس کے کمرے سے باہر آیا۔ آتے ہوئے اس نے سولیم کی آواز سنی تھی۔

''ہیلو ڈیکچ میں تمہیں نمبر اور نام سینڈ کر رہی ہوں اس آدمی کے بارے میں تمام معلومات مجھے کل تک چاہیے۔''

''اف، آفرین براق آفرین۔''

موسلا دھار بارش کو دیکھ کر پارکنگ میں جاتے ہوئے اس نے کیون کا نمبر ملایا تھا جو مصروف جا رہا تھا۔ اس نے زور سے گاڑی کو ہاتھ مارا اور پھر اس کا نمبر ملایا اب کی بار کال رسیو کر لی گئی تھی۔

''ہیلو کیون کہاں ہے مجھ سے ارجنٹ مل۔ ہاں سب ٹھیک ہے نہیں فون پر نہیں بتا سکتا میں تجھے ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں وہاں پانچ منٹ میں پہنچ۔ میری کال آرہی ہے میں ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں جلد از جلد پہنچ۔''

کال کاٹ کر اس نے آنے والا دوسرا نمبر دیکھا تو ماتھے پر ہزاروں جال ابھر آئے۔ ان جالوں میں الجھتے ہوئے اس نے کال رسیو کی تھی۔

''کیوں فون کیا ہے؟''

''کیسے ہو براق شاہ۔ ابھی تک ہاسپٹل میں ہو میڈیا کے مطابق یا پھر ڈسچارج ہو گئے ہو۔''

اس تضحیک بھرے لہجے پر براق کا خون کھولا تھا۔

''ذکر! مدعے پر آؤ فون کس لئے کیا مجھے۔''

وہ ہنسا تھا۔

''ایسا ہے اگر تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے میں مدعے پر آجاتا ہوں۔تم پریس کانفرنس کرو گے اور پوری دنیا کو بتاؤ گے کہ تم نے مجھے جان بوجھ کر پھنسایا ہے تمہارا ایکسیڈنٹ جھوٹا تھا تم سیشنز لے رہے ہو کیونکہ تم پاگل ہو چکے ہو اور تم باکسنگ چھوڑ رہے ہو۔''

''ہووووو.......ہا.......'' براق اس کے لفظوں پر دل کھول کر ہنسا اتنا کہ اس کی آنکھوں کے کنارے نم ہونے لگے۔

''تمہیں کہیں میرے چہرے پر بیوقوف لکھا ہوا ملتا ہے ہاں میں سیشنز لے رہا ہوں لیکن اس لئے نہیں کہ میں پاگل ہو چکا ہوں بلکہ اس لئے تاکہ میں تم جیسے پاگلوں کو ڈیل کر سکوں۔سٹیمنا بوسٹ اپ کرنا پڑتا ہے بیٹا۔''

اسے ٹرکر کے تیز سانسوں کی آواز آئی تھی شاید اس کے نتھنے پھول پچک رہے تھے۔

''ہاں مجھے واقعی تمہارے چہرے پر بیوقوف لکھا نظر آتا ہے اور میرا نہیں خیال کہ کوئی بیوقوف اپنی سب سے مطلوب ترین ہستی کو نقصان پہنچوانا چاہے گا۔''

بجلی ایک بار پھر سے کڑکی تھی۔اب کے اس کی شدت زیادہ تھی اتنی کہ اس نے پارکنگ لاٹ میں بھی اس کی گرج ایسے سنی جیسے وہ کھلے آسمان کے نیچے کھڑا ہو۔

ٹرکر کی بات پر وہ پہلی بار چونکا تھا اتنا کہ اس کے اندر نے کچھ بہت غلط ہونے کا اشارہ دیا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا بکواس کر رہے ہو۔'' اس نے دبی آواز میں کہا۔گاڑی کا لاک کھولا اور اسے سٹارٹ کیا۔ٹرکر نے وہ آواز بخوبی سنی تھی۔

''تھم جاؤ براق شاہ، اگر اس موسم میں میرے لبوں سے نکلنے والی بات سنی تو ضرور تم نے اگلے سفر پر روانہ ہو جانا ہے۔یہ بکواس نہیں حقیقت ہے اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو تم نے اپنی ڈاکٹر کو کھو دینا ہے۔''

''بکواس بند کرو۔'' وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ بجلی کی کڑک بادلوں کی گرج اور بوندوں کی آواز اس کی چنگھاڑ میں دب گئی۔

''تمہاری زبان کھینچ لوں گا اگر تم نے اپنے گھٹیا حلق سے سولیم کا نام بھی لیا۔ٹرکر، اگر کتے کی موت نہیں مرنا تو واپس لے لو اپنے الفاظ نہیں تو تم میرے قہر سے واقف ہو۔''

اس کی آواز کی شدت پر ٹرکر بھی چونکا تھا۔اس کا دل بھی عجیب سا ہوا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔بساط تو بچھ گئی

تھی۔کھیل شروع تھا اس کھیل میں نقصان کس کا ہونا تھا یہ تو وقت کو ہی معلوم تھا۔

”کام ڈاؤن براق شاہ!تم جیسے کنٹرولڈ انسان کو یہ جذباتیت سوٹ نہیں کرتی اور مجھے بتاؤ کیا میں نے سولیم کا نام لیا وہ تم ہو جس نے اسے دہرایا میں نے تو ڈاکٹر کہا تھا۔تمہارا فرسٹیشن۔“

براق نے چکنے آدھ انچ پانی میں ڈوبتے روڈ پر جارحانہ انداز میں یوٹرن لیا۔قسمت تھی کوئی وہیکل نہیں تھی ورنہ ایکسیڈینٹ متوقع تھا۔

”میرے ساتھ لفظوں سے مت کھیلو ٹرکر،کیونکہ جو کھیل پھر میں کھیلوں گا تمہاری سات پشتیں یاد کریں گی۔یاد رکھو میں بدلا نہیں۔“

ٹرکر نے اس کے ٹائروں کے چرچرانے کی آواز کی شدت سے محسوس کی۔

”یہ تو وقت بتائے گا۔“

براق نے اس کی کال کاٹ دی۔کیون کو میسج کیا وہ کل اس سے ملے گا اور پھر گاڑی کا رخ انجانی سمت میں موڑ لیا۔

⭘......⭘......⭘

”مجھے نہیں پتا تھا محبت اتنی خطرناک ہوتی ہے۔“

برستی بارش میں فلیٹ میں پہنچنے کے بعد اس نے اپنا گیلا چھاتا سٹینڈ میں رکھا۔کوٹ شوز اتار کر ریک میں رکھے سلیپر اٹھا کر پہنے اور سینما بنے لاؤنج میں آ گئی جہاں دعا اپنے شوز پاؤں میں پہنے انہیں صوفے پر اکٹھا کیے بیٹھی تھی۔اس کے ہاتھ میں بڑا سارا بٹر پاپ کارن کا پیک تھا جس میں سے وہ ایک ایک نکال کر کھا رہی تھی۔ساتھ میں ڈھیر سارے نگٹس اور ونیلا کریم لیٹس پائی کا باؤل بھی رکھا تھا۔اس کے ساتھ لوبسٹر پڑا تھا جو کہ ان چھوا تھا۔ان چھوا اس لئے تھا کہ وہ دعا کا سٹف ٹوائے تھا جسے وہ شدید غصے میں اپنے سامنے تو رکھتی ہے لیکن ہاتھ نہیں لگاتی۔یہ اس کا اپنے کیکڑے کے ساتھ بھی غصہ ظاہر کرنے کا طریقہ تھا۔سولیم نے سرد سانس گیلی فضا میں خارج کی اور اس کے ساتھ جگہ بنا کر بیٹھ گئی۔

”دعا!کیا تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو؟“

یہ سوال بے تکا تھا کیونکہ اس کا جواب وہ دونوں جانتے تھے۔ سامنے بڑے سے ایل ای ڈی پر اوینجرز کے سیزن کی طرح اس مووی کا بھی اختتام ہونے والا تھا۔ دعا نے ففٹی پر موجود والیوم کو سو پر کر دیا۔ سولیم نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"دعا! میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔" اس نے ریموٹ کھینچ کر آواز گھٹائی اور دعا کے گھٹنوں کا رخ پکڑ کر اپنی جانب کیا۔

"بدتمیزی مت کرو لیڈی اور اپنی حد میں رہو۔" اس نے اپنے گھٹنے چھڑوانے کی سعی کی لیکن ناکام رہی۔

"میں بدتمیزی کروں گی ہنی! تب تک جب تک تم مجھے بات نہیں کر لیتی۔"

اس نے دعا کا منہ بھی اپنی جانب موڑنا چاہا جو وہ پورا پھیر چکی تھی۔

"میں کسی انجان عورت سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔ مہربانی کر کے میرے گھٹنے چھوڑو میں نے کسی انجان عورت کو معاف نہیں کیا۔"

اس نے پھر سے اس کے ہاتھ جھٹکنے چاہے لیکن ناکامی نے پھر منہ چڑایا۔ (آہ دعا آہ آفرین ہے تم پر اپنے گھٹنے نہیں چھڑوا پا رہی تمہیں تو چلو بھر پانی میں ڈوب جانا چاہیے) اس نے خود کو کوسا۔

"تم جو بھی کہو میں آج غصہ نہیں کرونگی (ہاں غلطی پر جو ہو میڈم کو ریگریٹ ہے ویل ڈن) اور میں تمہارے گھٹنے نہیں چھوڑنے والی کیونکہ جو اپنے ہوتے ہیں نا وہ کسی بھی حالت میں ساتھ نہیں چھوڑتے۔"

دعا نے جھٹکے سے اسے دیکھا اور تڑخ کر بولی۔

"ہاں ساتھ نہیں دیتے لیکن دھوکا ضرور دیتے ہیں۔ باتیں ضرور چھپاتے ہیں۔ تم نے مجھے مایوس کیا سولیم خانم۔"

وہ جانتی تھی اس بات پر دعا تڑپے گی اور اس کا اندازہ ٹھیک رہا۔ جان بوجھ کر اس نے ایسا کہا تھا تا کہ وہ اپنا چپ کا روزہ تو کم از کم توڑے۔

"میں نے تمہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا دعا اور میں نے تم سے کچھ چھپایا بھی نہیں۔ بس مجھے بتانے کا موقع نہیں ملا۔"

دعا نے سر سے اونچے کر کے ہاتھ سے تالیاں بجائیں۔

''واؤ! موقع نہیں ملا میڈم کو بتانے کا جبکہ یہ محترمہ میرے ساتھ بیڈ شیئر کرتی ہیں، ٹیبل باتھ روم لان حتیٰ کہ خواب بھی شیئر کر لیتی ہیں۔ روٹ بھی ہمارا شیئر ہو جاتا ہے اور ان محترمہ کو بتانے کا موقع نہیں ملا۔ میں حیران ہوئی اور اب تم بھی ہو جاؤ کیونکہ میرے پاس بھی ہزار باتیں بہت بہت اہم ہزار باتیں ہیں جو میں نے تمہیں نہیں بتائیں اور اب میں بتانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتی۔''

اس نے پھر منہ سوجایا اور رخ موڑ لیا۔ سولیم مسکائی تھی۔

''کیا اب میں بھی ہاتھ اونچے کر کے تالیاں بجا کر واؤ کہوں کیونکہ تم نے بھی مجھ سے بہت بہت اہم ہزار باتیں چھپائی ہیں۔ ہم دونوں نے ایک سی غلطیاں کی ہیں۔ ہم دونوں برابر کے شریک جرم ہوئے نا۔''

دروازہ کھلا اور طاہر سلام کرتے اندر آئے لیکن سنگین ماحول دیکھ کر ٹھٹکے۔

''سب ٹھیک ہے؟''

دعا کا بالکل پھرا ہوا سات مرلے میں پھیلا منہ سولیم کا اس کے گھٹنے پکڑ کر بیٹھنا اور لوبسٹر کا دوسرے صوفے پر پڑا ہونا انہیں بہت گھمبیر سچویشن بتا رہا تھا۔ سولیم کو دیکھ کر پوچھا۔

''یہ مجھ سے ناراض ہے کیونکہ میں نے اس سے براق شاہ کا میرے سے علاج کروانے والی بات چھپائی۔''

طاہر کو بھی جھٹکا لگا۔ دلچسپی لیتے ہوئے وہ اپنا چمڑے کا مرون بیگ نیچے رکھ کر اس سے باز پرس کرنے لگے۔

''ہیں، براق شاہ تمہارے پاس زیر علاج ہے لیکن اس کا تو ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ جہاں تک میری معلومات ہے وہ اس وقت کومے میں ہے جلدی سے تمام بات بتاؤ مجھے۔ تمہیں سب پتا ہوگا۔''

دعا کو پہلی بار اپنے ڈیڈی پر فخر ہوا۔ آخر تھے تو اس کے ہی باپ۔ تجسس کے مارے اس نے جان بوجھ کر ٹیڑھا منہ اور ٹیڑھا کر لیا۔ کہیں بخشا ور یہ نا سمجھے کہ وہ اس کی کہانی میں انٹرسٹڈ ہے جبکہ وہی تو سب سے زیادہ انٹرسٹڈ تھی۔

سولیم نے سانس خارج کر کے خود کو یقین کروایا کہ یہ دعا کے ڈیڈی ہیں اور تمام بات ان کو بتا دی۔

''اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا لیکن اس نوعیت کا نہیں جو آپ سب لوگوں کو پتا ہے۔ ٹھیک ہے دنیا والوں کو اس نے یہ بتایا ہے کہ وہ کومے میں ہے جبکہ یہ بہت بری بات ہے لیکن اس کے نظریے سے دیکھا جائے تو یہ ٹھیک بھی

ہے۔وہ شیزوفرینیا کا مریض بن چکا ہے اس کے چہرے پر صدیوں کی بیماری کا شائبہ ہے اور وہ کنفیوز بھی ہے۔
نام خراب ہونا سکینڈل بننا کوٹ کچہری کے چکر اس سب میں اس کا چھپنا ہی بہتر تھا۔''

''ہاں۔'' چاچو نے پوری تفصیل سن کر اثبات میں سر ہلایا۔''قابل رحم ہے وہ۔''

سولیم نے کاندھے اچکا دیے جبکہ دعا کے دل میں کنفیوز لفظ سے کھد بد ہونے لگی تھی لیکن یہ اس کے ڈیڈی بھی نا پوچھ کے ہی نہیں دے رہے تھے۔اف،اب وہ کیا کرے۔

''چاچو! آپ لوگوں سے ایک گزارش ہے پلیز اس بات کو مخفی ہی رکھنا وہ میرا پیشنٹ ہے جلدی ریکور کر رہا ہے۔اس کا کیس ہڈن رکھنے کا ہم لوگوں نے اعتماد دلایا تھا۔میں نہیں چاہتی انفارمیشن لیک ہونے کی وجہ سے وہ پھر سے ڈپریشن میں چلا جائے۔''

چاچو نے اس کا کندھا تھپکا۔

''میری طرف سے گارنٹی ہے لیکن......'' پھر وہ سولیم کے قریب آئے اور اس کے کان میں پھسپھسانے لگے۔ان کی پھسپھساہٹ دعا نے بغور سنی تھی اور سن کر اسے شعلے لگے تھے۔

اس سے کچھ بعید نہیں۔

دعا نے کاٹ کھانے والے انداز میں طاہر کو دیکھا سولیم کے ڈھیلے پڑتے ہاتھ جھٹکے اور پاؤں پٹختی وہاں سے چل دی۔سولیم نے اسے مڑ کر دیکھا۔

''اب یہ مجھ سے پوری رات منہ بنائے رکھے گی۔''

''اس کو چھوڑو۔'' چاچو اس کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولے۔''میں نے کل شام کی تمہارے اور شاکر کیلئے ٹیبل ریزرو کروالی ہے۔تم دونوں آپس میں ڈسکس کر کے ہمیں نکاح کی ڈیٹ بتا دو تاکہ میں خاندان والوں کو انفارم کرسکوں۔''

سولیم نے حیا کی چادر اوڑھے چہرے کے ساتھ چاچو کو دیکھ کر کہا۔

''اس سب کی کیا ضرورت ہے۔آپ اور امی سب ڈیسائیڈ کرلیں۔اچھا ٹھیک ہے ایسے تو مت گھوریں چلی جاؤں گی میں کل۔''

وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی تھی۔ چاچو نے ہنستے ہوئے کندھے سے لگایا۔

''میرا بچہ تم سے ہی سیکھا ہے میں نے یہ۔ اب سوچ لو بیچاری دعا کو کیسا محسوس ہوتا ہوگا۔''

''ہو ہی نا جائے بیچاری وہ۔''

''صحیح کہا، ایک نمبر کی ڈرامہ باز ہے بالکل اپنی ماں کی طرح۔''

سولیم، ان کی گلاسز کے پیچھے چھپی آنکھوں میں سر اٹھا کر دیکھا۔ دونوں کا قہقہہ برجستہ تھا۔ یہ قہقہہ جلی بھنی دعا نے بھی سنا تھا جس کی آنکھوں میں براق کا چہرہ تھا اور وہ اسد کے سامنے آگ بگولہ سا بیٹھا تھا۔

''اس کی ہمت تو دیکھو۔ مجھے سولیم کی دھمکی دے رہا ہے۔ اسے نقصان پہنچانے کا کہہ رہا ہے۔ اسے لگتا ہے میرے ہوتے ہوئے وہ اسے تکلیف دے سکتا ہے۔''

اسد نے خاموش مسکراتی نظروں سے اس کے چہرے کی سرخی کا جائزہ لیا۔ وہاں سچ مچ والا غصہ تھا۔

''ہمم۔ ہمت بڑھ گئی ہے اس کی خاص کرتب سے جب سے تمہیں اچھالا گیا ہے لیکن وہ جانتا نہیں تم اس نائٹ میر سے نکل گئے ہو یہ اس کیلئے کسی شاک سے کم نہ ہوگا۔''

ابھی ابھی وہ دونوں اس روح افزاء خبر سے آشنا ہوئے تھے جس میں براق کے کیس کی فتح کا ذکر تھا۔ اس پر لگا الزام دھل چکا تھا۔ پورا میڈیا اس خبر کو پانی کی طرح لیک کر رہا تھا تاہم وہ ابھی رنگ میں آنے کیلئے اہل نہیں تھا۔ اب وہ اپنے باقی کام جاری رکھ سکتا تھا۔

''تم غلط ہو اس نے یہ خبر سنی ہے تبھی مجھے دھمکی دی ہے تم نے اس کے الفاظ پر شاید غور نہیں کیا لیکن اسد میں بتا رہا ہوں اگر اس نے کچھ ایسا ویسا کیا تو میں نے اسے مار دینا ہے۔'' بارش کی شدت ہنوز برقرار تھی۔ بجلیاں ابھی بھی کڑک رہی تھیں اس کڑکتی بجلی میں وہ موسم جیسا ہی تپا بیٹھا تھا۔

''مارنے کی وجہ تمہیں اس سے کیا وہ سولیم کے ساتھ جو بھی کرے تم تو ویسے بھی شروع سے ہی اس سے خار کھاتے تھے۔ ٹھیک ہے گرل فرینڈ بنانے والی بات الگ لیکن جو سبق تم اسے سکھانا چاہتے تھے وہ ٹرکر سکھا دے گا بات ختم۔''

براق کے اندر آتش فشاں پوری قوت سے اٹھا لیکن اسے دبانا پڑا کیونکہ سامنے اسد تھا۔

”اسد! حقیقت سے ہم دونوں ہی واقف ہیں اور جب تمہیں سب پتا ہے تو کیوں میرے اعصاب کا امتحان لے رہے ہو۔“

وہ بجلی کی گرج جیسی آواز میں کہہ رہا تھا۔

”اور ٹرکر کی اتنی اوقات نہیں کہ وہ میرے یا سولیم کے بیچ میں آئے۔ اس سے نفرت کرونگا تو نفرت کی سزا بھی میں ہی اسے دونگا۔ اس سے محبت کرونگا تو محبت کا انعام بھی وہ مجھ سے ہی لے گی۔ یہ ہم دونوں کا معاملہ ہے اس میں کسی تیسرے کی گنجائش ہرگز نہیں۔“

اسد نے ہتھیار ڈالنے والے انداز میں ہاتھ اٹھائے۔

”سو معاملہ یہاں تک آ پہنچا کسی تیسرے یعنی میری بھی کوئی جگہ نہیں۔“

اور یہ پہلی بار تھا جب وہ اتنے سخت موڈ میں مسکرایا۔

”سولیم کے معاملے میں لیکن ہاں میرے طرف سے کچھ بھی کیونکہ تو جان ہے۔“

”اب یہ تو جھوٹ ہے۔“ اسد نے مسکینی سی شکل بنا کر کہا۔ ”اب تو تم نے اپنی جان نکال کر کسی دوسرے میں انسٹال کر دی ہے اب میری کیا اہمیت۔“

براق نے گہری آہ بھری۔

”مجھے نہیں پتا تھا محبت اتنی خطرناک، اتنی بھیانک، ڈرا دینے والی، اتنی بیباک اور اتنی ظالم ہوتی ہے۔ تمہیں پتا ہے وہ مجھے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتی اور مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ میں اسے نظر بھر کر دیکھ سکوں۔“

”وہ اتنی محتاط لڑکی ہے کہ اسے نظر اٹھا کر دیکھنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔“

ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے تیز قدموں سے چلتے وہ اسد سے مخاطب تھا۔

”تو دیکھنا ضروری ہے مت دیکھ مجھے تو ویسے بھی یہ وقت کا ضیاع لگتا ہے۔“

براق کا اضطراب اسے مزا دے رہا تھا چھیڑتے ہوئے کہا۔

”خشک مزاج جو ٹھہرا۔ اویل میرے لئے اسے دیکھنا ضروری ہے۔ لائک آکسیجن یو نو۔“

کھٹ کر اس نے اپنے ہی لفظوں پر غور کیا۔

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا۔ٹین ایجرز والی حرکتیں چھوڑ دے گروا پ بڈی۔"
اس نے دوبارہ تیلی لگائی اب کہ آگ بھڑک گئی۔
"میں ٹین ایجرز والی حرکتیں نہیں کرتا۔اپنی ٹھوڑی ہتھیلی تلے ٹکائے ہر وقت اسے تکتا نہیں رہتا میں میچو ہوں تبھی سیل کا بیک کیمرا آن کر کے اسے دیکھتا جاتا ہوں۔آگے یہ اس پر منحصر ہے اگر وہ یہ سوچتی ہے کہ میں سیل یوز کر رہا ہوں۔"
اسد نے بڑی ہی ملامتی نظروں سے اسے دیکھا۔اب یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ براق ایسا کر سکتا ہے۔
"نہیں کیا واقعی تم اسے ایسے دیکھتے ہو؟"اس کے لہجے میں شک کا عنصر غالب تھا۔بے یقینی گھلی ہوئی تھی۔
"براق! مجھے یقین کرنے دو کہ یہ تم کہہ رہے ہو۔اب تم واقعی مجھے ڈرا رہے ہو مجھے آج ہی انکل سے بات کرنی ہوگی۔"
"خبردار۔"براق نے فوراً اس جذباتی کو روکا۔"خبردار،اگر جو تم نے ان دونوں کو بھنک بھی لگنے دی تو۔یہ معاملہ تمہارے اور میرے درمیان ہے اور یہیں رہے گا۔پہلے میں اس کے سامنے اعتراف کرونگا پھر اسے پرپوز کرونگا اور اس کے بعد یہ خبر پاکستان جائے گی۔میں نہیں چاہتا تمہاری طرح وہ جذباتی بھی بوریا بستر سمیٹ کر یہاں آجائیں اور سب پر پانی پھیر دیں میں کوئی میس نہیں چاہتا۔"
کوئی اور وقت ہوتا تو اسد میس لفظ پر اس کا منہ توڑ دیتا لیکن ابھی وہ سپرنگ کی طرح اچھلا تھا۔چیخ بیساختہ تھی۔
واٹ پرپوز، براق کیا واقعی تو اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔آمین شادی نکاح جسٹ ون وومین ہاں؟ تصدیق کر پہلی لڑکی تھی جو اسد کو اس کے لئے آنکھ بند کر کے پسند آئی تھی ورنہ تو عجیب وغریب نمونے ہی ہوتے تھے جنہیں دیکھ کر وہ جل جل جاتا تھا۔
"ہاں اس میں شاک والی کیا بات ہے۔سولیم کہتی ہے محبت کی منزل شادی ہے اور میں نے اس بارے میں بہت سوچا ہے۔دل نے ایک ہی بات کہی"میں اسے کھونا نہیں چاہتا اس کے علاوہ کسی کی گنجائش نہیں"تو جب اس کے علاوہ مجھے کوئی نہیں دکھتا نہ ہی فرنگی نہ ہی مینگلی۔میری نظر جب ہر جگہ اسے ہی دیکھنے کی متمنی ہے میرا دل اس کی آواز پر دھڑکتا ہے۔میں جب اس کے سامنے ہوتا ہوں تو پورا پورا خود کو اس کا سمجھتا ہوں جب وہ میرے

سامنے ہوتی ہے تو سر سے پیر تک میری لگتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہی ہوا نا کہ میں اس کی محبت میں گرفتار ہوں اور جب محبت ہے تو شادی کنفرم ہے۔"

اسد کا منہ پورا کا پورا کھل گیا۔ آنکھیں حیرت و بے یقینی سے دائیں بائیں پھیلنے لگیں۔ لفظ اپنا راستہ بھول چکے تھے۔ اسے بڑی دقت لگی بولنے میں لیکن جب بولا تو لفظوں میں دبا سا جوش تھا۔

"براق! یہ اتنی بھیانک باتیں کہاں سے سیکھی ہیں۔ کیا کوئی سیزن ہے مووی یا کوئی ناول۔ براق کہہ دے کہ یہ لفظ تیرے نہیں ہیں۔ اچھا ٹھیک ہے کر لیا یقین۔ اس گھونسے کو نیچے کر مطلب میرے لئے یہ سب ایکدم سے قبول کرنا بیحد مشکل ہو رہا ہے یعنی کل تک جس لڑکی کو تو ممکن حد تک ٹارچر کر رہا تھا جسے اپنی گرل فرینڈ بنا کر چھوڑ دینے کے چکروں میں تھا، جس سے انتقام لینے کیلئے یہ بیماری کا ڈھونگ رچایا ایکدم اسی سے محبت سمجھ نہیں آئی۔ کہانی میں جھول دکھ رہا ہے۔"

براق نے سپاٹ نظروں سے اسد کو گھورا اور بولا۔

"اول روز سے ہی میں نے سویلم کو خود کا جان لیا تھا۔ ہاں اعتراف کرنے اور اس حقیقت کا سامنا کرنے سے عاری تھا۔ رہی بات چھوڑ دینے کی تو اب تو سوال ہی نہیں اٹھتا لیکن پہلے بھی میں اسے چھوڑتا نہ وہ تاحیات میرے ساتھ رہتی چاہے جس رشتے سے بھی۔"

اسد نے اسکے لفظوں اور لہجے کی سچائی پر غور کیا۔ اپنے دل میں پنپتے خیال کو زبان دی۔

"اور اگر فرض کرو اس نے تمہارا پرپوزل ٹھکرا دیا تو؟ آئی مین جس قسم کی وہ ہے استغفراللہ اچھے والی قسم کہہ رہا ہوں۔"

براق کے سخت گھوری پر اس نے لفظوں کو درست کیا اور وہیں سے بات جوڑی۔

"وہ نہ مانی تو...... کیونکہ میں نے اسے بہت سٹر بن پایا ہے۔"

سوال ہی نہیں اٹھتا۔ وہ خود کھڑا ہو گیا تھا اسے نیند آئی تھی۔ "سویلم میرا پرپوزل ایکسپٹ نہ کرے سوال ہی نہیں اٹھتا مجھے یقین ہے مجھے انکار کا منہ نہیں دیکھنا پڑے گا۔"

"ایک اور ڈر، تف ہے تم پر۔" براق بھرپور یقین سے لبریز لہجہ بنا کر وہ ڈرتے دل کے ساتھ بیڈروم کی

سمت چل دیا۔ سیلیا کو اس نے صبح ہی فارغ کر دیا تھا۔ وہ مزید اب کوئی بے احتیاطی نہیں چاہتا تھا لیکن یہ اسد اور اس کی کچھ زیادہ ہی حقیقت سے بھری زبان۔اف۔

"مجھے تم پر یقین ہے لیکن تم نے مجھ پر نہیں کیا اس کا دکھ ہے۔"

ریسٹورنٹ کا ماحول سکون بھرا تھا۔ دیواروں پر مدھم جھولتی لائٹ جل رہی تھی۔ میوزک کی بہت ہلکی سی آواز ہر سمت گونج رہی تھی۔ ٹیبل بھرپور طریقے سے سجی تھی۔ سفید کور پر گولڈن نیپکن اور گولڈن کراکری تھی۔ گولڈن سٹینڈ پر شمعیں جل رہی تھیں۔ کرسیوں کی بیک اوول شیپ کی تھی جو سفید تھی اور اس کے کنارے چلکنے گولڈن سٹیل سے کور تھے۔ بہت ساری ٹیبلز چھوڑ کر کونے والی میز جس سے باہر کا فاؤنٹین نظر آتا تھا وہاں کی کرسی شاکر آگے کو کھینچ کر سولیم کو بیٹھنے کی دعوت دے رہا تھا جو اس نے مسکراتی آنکھوں سے قبول کی تھی۔ وہ اس سے گرے عبایا میں تھی اور شاکر سیاہ ٹکسیڈو میں۔

مینیو کا بوجھ آج سولیم کے کندھوں پر تھا۔ اپنی اور شاکر کی پسند سے واقف ہونے کی وجہ سے اس نے وہی کچھ منگوایا جو وہ دونوں کھا سکتے تھے۔ آرڈر دینے کے بعد ان دونوں نے یہاں وہاں کی غیر ضروری سی باتیں کی تھیں۔ پھر وہ دونوں اپنے اپنے پروفیشن پر آ گئے۔ دی عبایا پر بھی بات ہوئی اور شاکر کے بنتے اپنے خود کے ہسپتال پر بھی پاکستان میں پھیلتی پولیو کی کثرت اور اس کی روک تھام پر گفتگو کی گئی اور میڈیکل گفتگو میں ایڈز جیسی مہلک بیماری بھی شامل تھی۔ بڑھتی آبادی پر تبصرے ہوئے۔ پاکستان کے نئے وزیر اعظم کے اقدامات کو سراہا گیا۔ گھپلا کرنے والوں کی جیل میں موجودگی اور نیب کے کام کو شاباش دی گئی پھر انہوں نے اسرائیل اور عراق پر باتیں کیں۔ کشمیر کی آزادی پر اظہار خیال پیش کیا اور پھر پوری دنیا کی گھومتی پھرتی باتوں کے بعد وہ شاکر تھا جو اصل موضوع پر آیا۔

"اب اگر عالم اسلام اور باقی ممالک پر باتیں مکمل ہو گئیں تو کیا ہم اپنے فیوچر پر کچھ بول سکتے ہیں۔ آئی مین یہ سب سے اہم بات ہے جو آج ہر صورت ہمیں کرنی ہے اور جس کیلئے ہم یہاں موجود ہیں۔"

کھانا سرو ہونے لگا۔ ویٹر ڈشیز میز پر سجانے لگا۔ سولیم نے اس دوران نیپکن کھول کر اپنے گھٹنوں پر بچھائی

پھر وہ ویٹر کے جانے کے بعد بھی چپ رہی۔ اس نے کوکونٹ چکن اور گارلک ہرب رائس تھوڑے سے پلیٹ میں نکالے اور ان میں چمچ ہلانے لگی۔ شاکر اس کی لرزتی پلکوں اور کنفیوز سی حرکتوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہم اس پر بات کر سکتے ہیں۔"

اس نے بھی رائس اور چکن نکالتے ہوئے کہا۔ اسے سولیم کا خود کی پسند کے کھانے کو پہلے ٹیسٹ کرنا اچھا لگا وہ اس کی پراپر ہاں سمجھ گیا۔

"ویل، ہم اس پر بات کر سکتے ہیں لیکن یہ تھوڑا عجیب ہے بڑوں کو ڈیٹ فکس کرنی چاہیے۔ اصولاً تو......"

شاکر نے اس سے اکتفا کیا لیکن بائٹ لے کر بولا۔

"ہاں ایسا ہی ہونا چاہیے لیکن ہماری مصروفیت کے حساب سے ہی انہوں نے یہ فیصلہ ہم پر چھوڑا ہے اور مجھے نہیں لگتا اس میں کوئی قباحت ہے ہم اب بڑے ہو چکے ہیں فیصلے لے سکتے ہیں۔"

"صحیح کہا لیکن روایت بھی کوئی چیز ہوتی ہے یعنی کہ اگر وہ ہمیں ڈیٹ بتا دیتے تو ہم ایڈجسٹ کر لیتے۔"

شاکر کے چہرے پر بڑی ہی معنی خیز سی مسکان پھیلی۔ آگے جھک کر اس نے سولیم سے کہا تھا اور جو کہا اس پر سولیم نے بوکھلاتے ہوئے اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

"تو آپ چاہتی ہیں میں پراپر طریقے سے آپ کے پاس رشتہ بھیجوں۔ ڈھیر سارے پھولوں اور انگوٹھی کے ساتھ ہے نا۔"

"نن...... نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔ میں نے ایسا کب کہا۔ آپ کی امی نے میری امی سے مجھے مانگ لیا۔ وہ وہاں اسی طرح تو گئی تھیں تو اب یہاں اس سب کی کیا ضرورت۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ اسی وقت وہ لوگ نکاح کی ڈیٹ فکس کر دیتے۔"

شاکر ہنسا تھا۔ اس کی آواز تھوڑی اونچی تھی اور یہ تھوڑی اونچی آواز ہال میں آتے براق نے سنی تھی۔ وہ اسد اور کیون کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں آگے تھے۔ براق پیچھے تھا۔ اس آواز پر اس نے یونہی بس ایک پل کو گردن موڑ کر دیکھا۔ اسے سیاہ سوٹ میں بیٹھا شخص نظر آیا تھا۔ اس کی دوسری جانب کون بیٹھا تھا۔ وہ دیکھ نہ پایا۔

اسد اور کیون کے ساتھ اس نے بھی اپنی کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ ان کے آنے کا مقصد کیون کے ساتھ اس کی

شادی ڈسکس کرنا تھا۔

"ٹھیک کہا لیکن اب کیا کر سکتے ہیں۔ اب تو یہ ذمہ داری ہم دونوں پر ہے تو پھر بتائیں کب کی تاریخ رکھیں؟"

سولیم نے نقاب کے نیچے سے سپون نکالی اور چھت پر لگے جھلملاتے فانوس کو دیکھ کر شاکر کو دیکھنے لگی۔ اس کی بادامی آنکھوں میں حیا بھری بے بسی تھی۔

"آپ بتائیں؟"

"میرا کیا ہے میں تو آج کہہ دوں۔ زیادہ سے زیادہ کل اگر گھر والوں کا انتظار کریں تو یہ جو جمعرات آ رہی ہے اس دن۔"

اس نے کاندھے اچکا کر نارمل سے انداز میں کہا لیکن سولیم اس کی سنجیدگی پر چکرا کر رہ گئی۔

"اتنی جلدی۔ آئی مین ان کاموں میں تھوڑا وقت لگتا ہے پھر جس دن ہمارا نکاح ہونا ہے دعا کا بھی اس دن ہوگا وہ نہیں مانے گی اتنی جلدی اس نے آتے آتے بھی کہا تھا کہ دو ماہ بعد کا رکھوں تب اس کا لاسٹ سمیسٹر بھی ختم ہو جانا ہے۔"

"آپ دعا کی چھوڑیں اپنی بات کریں۔"

اس نے ٹھہر کر اس کی بات پر غور کر کے رک کر پوچھا۔

"دعا کا معاملہ میں نے انکل کے ساتھ بیٹھ کر حل کر دیا ہے اس کا نکاح سمیسٹر کے آف ہونے کے بعد ہی ہوگا۔"

سولیم شش و پنج میں پھنس گئی۔ چاول بمشکل حلق سے اتار کر اس نے چمچ پلیٹ میں رکھا۔ شاکر کی نظریں اس کی آنکھوں سے چمچ اور پھر آنکھوں کی جانب گئیں۔

"یعنی کہ فی الحال صرف نکاح ہوگا؟"

شاکر نے بھی اپنا چمچ پلیٹ میں رکھا۔

"نہیں رخصتی بھی ساتھ ہی ہوگی آپ یہاں سے ہمارے گھر جائیں گی۔"

وہ سناٹے میں آگئی۔ بہت مشکل سے خود کو بولنے پر اکسایا۔

"لیکن چاچو نے تو صرف نکاح کا کہا تھا اور ہم نکاح کو ہی ڈسکس کرنے آئے تھے نا۔"

"یقیناً ایسا ہے لیکن کیا آپ کو نہیں لگتا نکاح کا مطلب اختیار ہوتا ہے۔ جب آپ میری ہو جائیں گی تو یہ میرا حق ہوگا کہ میں آپ کو ہمارے گھر لے جاؤں اور اس میں کوئی قباحت ہی کیا ہے۔ میں نے انکل سے ہمیشہ ایک ہی بات کی ہے کہ میں سولیم سے نکاح کرونگا اور اسی دن اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا کیونکہ مجھے ان فرسودہ سی روایات میں کوئی دلچسپی نہیں۔ ہاں ہم بعد میں ریسپشن پارٹی رکھ لیں گے۔"

وہ بات کرتے ہوئے اس کی جھکی نظروں اور آپس میں پیوست گھبرائے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ سولیم بری پھنسی تھی۔ وہ صورتحال سے پریشان ہوگئی۔

"لیکن یہ پھر بھی بہت جلدی ہے ہماری فیملیز ہیں انہیں تو کچھ وقت درکار ہوگا نا۔"

شاکر نے ضبط سے سانس خارج کی۔

"سولیم، ہم دونوں یہاں ہماری فیملیز کی مرضی سے ہی بیٹھے ہیں۔ ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہی ہمیں شادی کی ڈیٹ فکس کرنی ہے۔ اب آپ بتائیں اس ویک یا پھر نیکسٹ ویک۔"

سولیم نے اپنے لبوں کو تر کیا۔

"ٹھیک ہم نیکسٹ ویک کا نکاح رکھ لیتے ہیں لیکن رخصتی میں ابھی نہیں چاہتی۔ دعا کے نکاح کے ساتھ ہی رخصتی بہتر رہے گی۔"

شاکر نے برہمی سے مسکراتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ سولیم کو غصے بھری بے بسی سے دیکھا اور جب بولا تو آواز قدرے ضبط بھری تھی لیکن جو اس نے کہا سولیم کے چودہ طبق روشن ہوگئے اور یہ تھا جو وہ کہہ رہا تھا۔

"جب آپ نے لندن آنے کا فیصلہ کیا تھا تب مجھے لگا میں آپ کو کھونے جا رہا ہوں۔ آئی ڈونٹ نو یہ محبت ہے یا انسیت کے جذبے کی انتہا لیکن مجھے ہر روز یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ میری زندگی میں دھندلائی جا رہی ہیں۔ کوئی ہے جو مجھے آپ سے کھینچنا چاہتا ہے بلکہ اس نے خواب میں مجھ سے آپ کو چھین بھی لیا تھا۔ وہ بہت عجیب خواب تھا۔ اس میں، میں کمزور تھا اور وہ طاقتور سب اس کا تھا۔ وقت پاور، پیشن اور آپ بھی سولیم آپ اس کے

بلانے پر اس کی سمت چل دی تھیں۔آپ نے میرے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نہیں تھاما آپ نے اس قدموں پر نشان رکھ دیے اس کی پکار کو پکڑا۔"

وہ کھو کر بہت عجیب لہجے میں بتا رہا تھا۔دور وہ کوئی تھا جو اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا راز و نیاز کر رہا تھا اور جس کی گریفائیٹ آنکھیں بار بار جانے کیوں اس سیاہ ٹکسیڈو والے شخص کی پشت پر پڑ رہی تھیں وہ اس کی پشت کے ذریعے اس شخص کو جاننا چاہتا تھا۔اسے اس شخص کے حصار میں چھپے وجود میں بھی دلچسپی ہونے لگی تھی۔وہ اسے دیکھنے کا بھی متمنی تھا اور اس کی یہ خواہش جلد ہی پوری ہوگئی۔سیاہ سوٹ میں ملبوس شخص نے اپنی کمر کو کرسی پر گرایا اور وہ دکھلایا جسے دیکھ کر گریفائیٹ آنکھوں میں تحیر ابھرا تھا۔چہرہ بھی سفید ہوا اس نے کب اپنی کرسی چھوڑی پتا ہی نا چلا۔

یہی وجہ ہے اس جلد بازی کی شادی کی سولیم جب آپ نے مجھے بتایا کہ کوئی آپ کو تنگ کر رہا ہے تو یقین کر لیں مجھے لگ رہا تھا میری جان نکل گئی لیکن میں نے صبر کیا اور اس وقت میرا صبر ٹوٹا جب آپ نے کہا کہ آپ اس کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا چاہتی ہیں۔میں آپ کے اس فیصلے کا احترام کرتا ہوں آپ میرے فیصلے کا احترام کر لیں۔"

کسی امید کسی چاہ کے زیر اثر اس نے سولیم سے کہا۔اس نے تھوک نگلا۔گریفائیٹ آنکھوں والا انسان سست روی سے ان کی ٹیبل کی جانب بڑھ رہا تھا۔وہ صرف چند قدم ہی دور تھا۔

وہ ایک خواب تھا شاکر، آنکھ کھلی اور ٹوٹ گیا۔یہ حقیقت ہے اور میں آپ کے سامنے ہوں آپ کی منکوحہ بننے کیلیے تیار ہم اگلے ہفتے ہی نکاح کر رہے ہیں اور اس کے بعد میں نے صرف آپ کا ہو جانا ہے۔کوئی بھی مجھے آپ سے الگ نہیں کر سکے گا۔ٹرسٹ می نکاح میں بہت طاقت ہوتی ہے اور اس طاقت پر اس مضبوطی پر یقین رکھیں۔"

"ڈاکٹر آپ یہاں؟"

خوشگوار سی آواز ان دونوں کی سماعت سے ٹکرائی۔شاکر نے رخ موڑ کر اور سولیم نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔براق ان دونوں کے اس طرح سے دیکھنے پر خجالت سے مسکرایا۔

''میرا مطلب ہے واٹ آ سرپرائز آپ کو یہاں دیکھ کر اچھا لگا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ صرف کلینک گھر گھر کلینک کرتی ہیں۔ کبھی اتفاق سے کہیں دیکھا ہی نہیں۔''

اس نے بڑی گہری نظر شاکر پر ڈال کر کہا۔ وہ اس کا کزن تھا لیکن کیا اتنا گہرا کزن تھا کہ اس کے ساتھ ڈنر کیا جائے۔

''بری بات براق، ایسا نہیں سوچتے پاکستانی کزنز میں بہن بھائیوں جیسا پیار ہوتا ہے کلین اپ یور مائنڈ۔''

''نہیں میں بھی انسان ہوں میرا بھی سرکل ہے اور مجھے نہیں لگتا لندن اتنا چھوٹا ہے کہ ہر کوئی ہر کسی کو ہر جگہ مل جایا کرے۔''

براق نے اس کی آنکھوں کے مرکز پر توجہ کرتے ہوئے کہا۔

''درست فرمایا، یہ آپ کے کزن ہیں نا آئی تھنک اس دن جو کلینک میں آئے تھے۔''

سولیم کا تنک والا تضحیک میں ڈوبا لہجہ اگنور کر کے اس نے شاکر کا پوچھا تھا جو ہونٹوں پر ہاتھ رکھے براق کو تک رہا تھا۔ سولیم نے اب کے سرد لہجے میں اسے جواب دیا تھا جو براق نے بڑی مشکل سے پیا۔

''جی کیا اب آپ ہمیں تھوڑی پرائیوسی دیں گے آپ کی مہربانی ہوگی۔''

وہ اس پرائیوسی لفظ پر کڑوا ہوا تھا۔ سولیم کی بیزار آنکھوں کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلا کر اپنی کرسی کی جانب بڑھ گیا۔

''بہتر۔''

یکدم سولیم کو اپنی بدتہذیبی کا احساس ہوا۔ اس نے پریشان کن استفہامیہ نگاہوں سے شاکر کو دیکھا تھا۔ ایسا اس نے شاکر کی وجہ سے ہی کیا تھا یا شاید وہ پریشان تھی۔ وہ الجھ گئی۔ اس نے واپس اپنی نگاہوں کا رخ براق کی جانب کیا جس کا چہرہ بجھا سا تھا اور ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کچھ کہہ رہا تھا جو وہ سن نہیں سکتی تھی لیکن اس کے الفاظ ان کے ٹیبل کے پاس بیٹھے پیلے رنگت کے حامل شخص نے ضرور سنے تھے جو یہ تھے۔

''میں نے محبت کی چار صورتیں پائی ہیں۔ ایک یہ پاگل ہوتی ہے، دوسری اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بیوقوف نہیں ہوتا، تیسری یہ انتہائی اعلیٰ درجہ کی سنکی ہوتی ہے۔ چوتھی اور سب سے خطرناک یہ کہ اس کی کوئی عزت

نفس نہیں ہوتی۔"

"کیا ہو گیا بھائی کیوں اتنے مایوس ہو رہے ہو؟"

کیون اور اسد کے بولنے سے پہلے ہی وہ پیلے رنگ والا شخص بولا تھا۔ اسد نے اسے گھور کر دیکھا اور نن آف یور بزنس کہہ کر جان چھڑائی۔

"تبھی تو میں ان محبتوں کے چکروں میں نہیں پڑتا اور تو ہے کہ دوبارہ مجھے پھنسانے کی بات کر رہا ہے۔ اتنی مشکل سے تو اس جونک سے میری جان چھٹی تھی اب پھر مصیبت گلے سے لگالوں؟" کیون نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ ساتھ میں اس جونک کا تذکرہ بھی کیا جو اس کی تیسری بیوی تھی۔

"وہ مصیبت نہیں ہوگی یہ گارنٹی ہے۔ تم مجھ پر یقین رکھو۔ وہ سولیم کی دوست ہے اس جیسی ہی اچھی اور پیاری ہوگی۔"

منہ کڑوا تھا لیکن پھر بھی وہ سولیم کے بارے میں کڑواہٹ نہیں اگل سکتا تھا البتہ وہ نرماہٹ ابھی مفقود تھی۔ نئی نئی بے عزتی جو ہوئی تھی۔

"کرلو اس کی بات پر یقین۔ سولیم واقعی اچھی ہے اچھے اچھوں کو پچھاڑنے کا ہنر جانتی ہے۔"

براق نے اسے سخت کبیدگی سے دیکھا۔ اسد کا سیل بجنے لگا تھا وہ قہقہہ لگاتا براق کی حالت سے حظ اٹھاتا فون اٹھا رہا تھا۔

"اوکے پھر میں کنفرم کر کے بتاتا ہوں آپ کو۔"

اس نے سیل رکھا۔ مسکراتی فتح سے مخمور نظروں سے براق کو دیکھا اور بولا تو آواز میں کسی کامیاب سپہ سالار سی کھنک تھی۔

"ہاں تو پھر مٹھائی کب کھلا رہا ہے؟" اس نے جتنی خوشی سے یہ سوال پوچھا جواب جان کر دل کیا یہ پورے کا پورا لوبسترا اس کے سر پر دے مارے۔

"ابھی اسے ماننے تو دے جب ہاں کہے گی تب مٹھائی کیا من وسلویٰ کھلا دونگا۔"

موڈ اب بھی بگڑا ہوا تھا لیکن زبان نہیں رکی تھی۔

"براق! مووی کی آفر ہوئی ہے پلس انٹرویو میں یہ بتا رہا ہوں تمہاری شادی کی بات نہیں کر رہا اور لیٹ می گیس ابھی ابھی شاید تم ہی عزت کروا کر آ رہے ہو اس سے۔"

براق نے اس مدھر دھن میں کچھ بڑا برا شاید گالیاں منہ میں بڑبڑائیں اور کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"مجھے ان سب میں دلچسپی نہیں۔ میں جا رہا ہوں تم کھانا ختم کر کے آ جانا یہاں رہوں گا تو دل یونہی جلتا جائے گا۔"

آخری لائن اس نے ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر دل میں کہی تھی۔ اسد نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

"جیسے تمہاری مرضی۔"

براق نے سیکنڈ لاسٹ نظر ادھر اور آخری نظر باہر وال میں سے ان پر ڈالی اور سر پر ہڈی ڈال کر سڑک ماپنے چل دیا۔ انسان جب حقیقت میں کسی کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے نا تو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ اس دل میں بستے شخص کو صرف اپنا مانتا ہے اپنا جانتا ہے وہ صرف اس کا ہوتا ہے اس کیلئے ہوتا ہے لیکن جب پھر وہی شخص اپنے پن سے مکرتا ہے آپ کو چھوڑ کر دوسروں میں دلچسپیاں اختیار کرتا ہے اور یہ بات بھول جاتا ہے کہ وہ کبھی اس کا تھا تو دل بہت دکھتا ہے۔ براق کا بھی دکھ رہا تھا۔ یہ بات درست ہے کہ کبھی سولیم نے اس سے نرمی سے بات تک نہیں کی تھی۔ اس سے اکھڑی اکھڑی رہتی تھی اور اسے بہت سے عام لوگوں کی طرح اپنا ایک معمولی پیشنٹ سمجھتی تھی لیکن یہ براق تھا جو اس باقی لوگوں کی طرح نہیں سمجھتا تھا۔ وہ سولیم کو انمول جانتا تھا وہ اسے ایک ایسی پاکیزہ پری لگتی تھی جو غلطی سے اس دنیا میں آ گئی تھی اور جو اس کی غلطیوں کے باعث اس سے خفا تھی۔ وہ اس کے چہرے کو اپنے حصار میں لئے سڑک چھان رہا تھا۔ دوسری طرف وہی جو کسی کی شدید خواہش بن گئی تھی بیڈ پر دعا کے سامنے بیٹھی تھی اور پر ملول لگتی تھی۔

"مجھے تم پر یقین ہے لیکن تم نے میرا یقین نہیں کیا اس کا دکھ ہے کم از کم ایک بار میری نادانیوں یا مجھ میں بستے بچپنے کو نظر انداز کر کے بتا کر تو دیکھتیں اور تب میں تمہاری امیدوں پر پورا نہ اترتی تو کہتی، ہاں دعا اب بتاؤ اب کہاں گئی تمہاری سین سیبلٹی۔"

سولیم نے گہرا سانس لیا اور اس کا ہاتھ تھاما۔ ادھر تارکول کی لوگوں سے بھری سڑک پر چلتے ہڈی میں چھپے منہ

کے ساتھ براق نے کیون کی کال اٹینڈ کی تھی۔ سولیم دعا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''دعا! وہ بہت برا انسان ہے۔ اس کی نیت میں کھوٹ ہے اس کی نظروں سے مجھے کراہیت آتی ہے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ تم اس کی گندی نظروں کے دائرے میں آؤ۔ میں تمہیں اس سے سیو رکھنا چاہتی تھی۔''

براق نے سیل فون پر انگوٹھا سبز رنگ کی طرف سلائیڈ کیا۔

کیون کی بات سن کر وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

''کیون! وہ بہت اچھی، بہت صاف اور پاکیزہ ہے۔ وہ چلتا پھرتا خلوص کا پیکر ہے۔ حیادار ہے سب سے بڑی بات محتاط ہے سو جب تم اس سے ملو تو تمیز کے دائرے میں رہنا اور ڈائرکٹ اس کی آنکھوں میں مت دیکھنا۔ کیوں، کہہ رہا ہوں کیونکہ یہ میرا آرڈر ہے میں نہیں چاہتا وہ کسی بھی صورت تم سے بیزار ہو کر اس ریلیشپ والی بات سے انکار کرے سمجھ آئی۔''

اس نے فون بند کر دیا تھا۔

''وہ سچ میں بہت برا ہے دعا۔ اسے کسی کا احترام نہیں۔''

✿......✿......✿

''میں حیران نہیں ہوا مجھے کافی عرصے سے پتا تھا۔''

اٹکھیلیاں کھاتی ہوا اس کا عبایا اپنے شرارتی پن سے اڑا رہی تھی۔ نقاب کا کپڑا دائیں جانب جانے کو مچل رہا تھا۔ وہ گاڑی سے نکلتے ہی تیز قدموں سے وہ ویسٹ فیلڈ کے اندر گھس گئی اور کچھ سانس میں سانس آئی۔ یہ ہوائیں بھی نا کتنی بیباک ہوتی ہیں۔ ذرا جو شرم ہو ان میں مجال ہے جو کبھی کسی کا حجاب رکھ لیں۔ خود تو کھلی ہوتی ہے دوسروں کو بھی عیاں دیکھنا چاہتی ہے۔ نقاب کو پکڑ کر وہ اندر آئی اور سیدھا سیکنڈ فلور پر اوپر چڑھتی سیڑھیوں پر چڑھ گئی۔ اسے کچھ شاپنگ کرنی تھی جس کی وجہ سے وہ یہاں تھی۔ مطلوبہ شاپ میں جا کر اس نے لوسا کیلئے چند ڈریسز لیے اپنے لئے سٹالر زپن خریدیں۔ پرفیوم لیا۔ ایک رسٹ واچ پسند آ گئی۔ اسے بھی لے کر جب وہ نیچے کی جانب اترتی سیڑھیوں پر قدم رکھ رہی تھی تو اس نے محسوس کیا کوئی بالکل اس کے ساتھ آن کھڑا ہے۔ سولیم نے اپنی گردن بائیں جانب موڑ کر دیکھا آنکھوں میں خفگی ابھری۔ رخ پھیر کر اس نے ایک قدم نیچے رکھ لیا۔

"آپ مجھ سے بھاگ نہیں سکتیں آپ جانتی ہیں۔"

ٹرکر کی آواز پر اس نے صبر کا گھونٹ پیا تھا۔ بیسٹ طریقہ تھا اگنور کرنا سو اس نے کیا لب بستہ نیچے اترتی سیڑھیوں پر کھڑی رہی۔

"آپ اس شخص کی وجہ سے مجھ سے خفا ہیں حالانکہ وہ دھوکے باز ہے۔ آپ کو چیٹ کر رہا ہے ڈاکٹر میں آپ کی عزت کرتا ہوں لیکن آپ کا رویہ مجھے تکلیف پہنچا رہا ہے۔"

اس کے لفظوں میں واقعی تکلیف کا عنصر غالب تھا۔ سولیم چونک گئی۔ ٹرکر کو دیکھا وہ دونوں زمین پر قدم رکھ چکے تھے۔

"چیٹ تم نے مجھے کیا تھا اور شاید تم وہی ہو جو مجھے دھمکا رہے تھے۔ اپنے خوف میں مبتلا کر رہے تھے۔"

میوزک کی ہلکی آواز میں اس نے دبے لہجے میں کہا تھا۔

"آئیم سوری۔ یہ سب اس لئے تھا تاکہ میں براق کو چوٹ پہنچا سکوں۔ مجھے لگ رہا تھا اب تک اس کی رسائی آپ کے سیل پر ہے لیکن میں غلط تھا بہر صورت میں ہر حال میں اسے گھائل کرنا چاہتا ہوں صرف آپ کا درد ہے جو اسے مار سکتا ہے۔"

سولیم نے انتہائی حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہارے کہنے کا کیا مطلب ہے؟"

اسے یکدم کچھ بہت غلط ہونے کا احساس ہوا۔ اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی اور جیسے ڈھلتی شام میں نصف دنیا کو یہاں پایا۔ اتنے ہجوم میں کون کیا کر جائے کسے کیا پتا۔

"کیا کرنا چاہ رہے ہو میرے ساتھ۔"

"زیادہ کچھ نہیں۔" ٹرکر نے نزدیک آ کر ہاتھ ہینڈز اپ کے سے انداز میں اٹھائے۔

"میں آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ آپ کو یرغمال بناؤں گا پھر براق کو کال کرونگا۔ وہ آئے گا میں اپنے قدموں میں اسے بٹھا کر ناک رگڑواؤں گا۔ اسے پیٹوں گا پھر آپ کو چھوڑ دونگا۔ ٹرسٹ می آپ کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔"

سولیم اسکی ساری کہانی پر ہنسی۔ مذاق اڑاتی ہنسی تھی اس کی۔ ٹرکر پھیکا سا اسے دیکھے گیا۔

"اور تمہیں لگتا ہے یہ سب ہو جائے گا۔ تم واقعی بچے ہو نو عمر والی سوچ ہے تمہاری۔ اول تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گی نہیں۔ بالفرض چلی بھی گئی تو براق کیوں آئے گا میرے پیچھے۔ یہ سب افسانوی باتیں ہیں بچے ان سب کو بھول جاؤ۔"

اپنے دھک کرتے دل کے ساتھ وہ مڑنے لگی تھی لیکن اگلے ہی قدم پر کرنٹ کھا کر رک گئی۔ ٹرکر نے اپنی گن کی نالی اسکی کمر میں زور سے کھبائی اور اسے لوڈ کیا۔ سولیم نے لوڈ کرنے کی آواز بخوبی سنی تھی۔

"واقعی میری سوچ نو عمر والی ہے لیکن اس نو عمر کی سوچ بہت پختہ ہے۔ افسانوی باتوں کا ایک حصہ تو مکمل ہو گیا۔ ابھی آپ میرے ساتھ چل رہی ہیں دوسری بس ہونی چاہتی ہے اور پلیز اپنے عبایا کی سائیڈ پاکٹ میں سے پسٹل مت نکالیں کیونکہ ایسا کرنا بیکار ہے۔ ابھی میں شکاری ہوں اور بہت بے رحم ہوں۔ کب گولی چلا دوں پتا نہیں چلے گا۔"

سولیم کا حرکت کرتا ہاتھ تھم گیا اس نے زور سے لب دبائے۔

"چلیں۔" اس نے پوچھا نہیں تھا کہا تھا۔ پسٹل سے اسکی کمر کو دھکیلتے ہوئے وہ بہت آسانی سے اسے وہاں سے لے گیا تھا۔ سولیم نے نفرت سے اس شاپنگ مال کے باہر کھڑے براق کے مجسمے کو دیکھا جو کسی گھڑی کی برانڈ کیلئے لگایا گیا یہ انسان جب سے اسکی زندگی میں آیا تھا، مصیبتیں جوق در جوق اس سے آکر مل رہی تھیں۔ صبح کے واقعات اس کی آنکھوں میں گھومنے لگے۔

وہ سب لوسا کے گھر اکٹھے تھے اور صوفوں پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ سینٹرل ٹیبل پر چائے کافی کے ساتھ دیگر لوازمات پڑی تھیں۔ کیون تھا، براق تھا، اسد تھا، دعا تھی، چاچو تھے، سولیم تھی اور ابھی ابھی آئی لوسا تھی جو مسلسل کیون کی نظروں کے حصار میں تھی۔ چاچو نے ان سے دیگر جنرل سے سوال پوچھے تھے۔ فارمیلٹیز نبھائی تھیں اور پھر آرڈر دیا تھا کہ وہ دونوں آپس میں کچھ بات چیت کر لیں تا کہ معاملہ آگے بڑھایا جا سکے۔ وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے۔ وہ دونوں آپس میں بات چیت کر کے دیکھ لیں لیکن مجھے نہیں لگتا کہ پہلی ملاقات

میں ہم کسی کو جان سکتے ہیں۔ میرے خیال میں ان دونوں کو کچھ وقت ساتھ رہنا چاہیے تا کہ انڈرسٹینڈنگ ہو سکے۔"

براق کی بات پر جہاں اسد کے منہ سے چائے نکلتی نکلتی بچی تھی، وہیں چاچو نے ناگواری سے پہلو بدلا تھا۔ سولیم کی آنکھوں میں تو ناپسندیدگی کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ دعا بھی برا سا منہ بنا کر بڑبڑانے لگی۔ صد شکر کہ اس کی بڑبڑاہٹ صرف بڑبڑاہٹ ہی تھی۔

اسد نے اسے پاؤں مارا اور مسکرا کر بیچ بچا کرنے لگا۔

"اس کے کہنے کا مطلب چند ملاقاتیں اور ہو جائیں تو پھر ہی بات آگے بڑھائیں۔ ویسے ہمیں لوسا بہت اچھی لگی ہے ڈزنٹ میٹر کے وہ ماضی میں کیا تھی۔ وہ آج کیا ہے یہ زیادہ اہم ہے ہمارے لئے مجھے لگتا ہے انسان سے رشتہ جوڑنا چاہیے نا کہ اس کے پیشے اور برے وقت سے۔"

اسد کی بات نے ماحول میں گھری چابک سی سنجیدگی کے اثر کو زائل کر دیا تھا لیکن شاید براق آج اپنا امیج خراب کرنے پر تلا تھا۔

"ہاں میں تم سے متفق ہوں۔ تمہاری سوچ اچھی ہے لیکن میرا کہنے کا مطلب تھا۔ وہ دونوں کچھ عرصہ ایک ساتھ رہیں میرا فلیٹ ہے اس میں رہ لیں گے یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ان کا ساتھ رہنا ضروری ہے ساتھ رہ کر وہ اچھے سے ایک دوسرے کو جان سکیں گے۔ سمجھ سکیں گے اور اس سے طلاق کے چانسز بھی کم ہو جائیں گے اگر ان کی نہ بنی تو وہ بخوشی بریک اپ کر لیں گے۔ طلاق زیادہ دکھ دے گی۔ ہے نا؟"

تصدیق کیلئے اس نے اسد کی جانب دیکھا۔ وہ تنبیہہ کرتی غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ براق نے "واٹ" والے انداز میں کندھوں کے ساتھ سر کو جنبش دی پھر اس نے سب کے چہرے تکے، عجیب سے بھاری خاموشی اور ناگواریت کے سائے وہاں پر تھے۔

"اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں بچے۔ تم آزاد معاشرے کی پیداوار ہو۔ ہم یہاں رشتہ جوڑنے آئے تھے لیکن تم نے اتنی بیباک بات کر کے ہمیں حیران کر دیا۔ ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں ایک دوسرے کو سمجھنے کیلئے وقت درکار ہوتا ہے لیکن ایک عام سی بات کہوں جس نے سمجھنا یا جاننا ہوتا ہے نا وہ پہلی ملاقات میں ہی سمجھ اور جان لیتا ہے۔

جو نہ جاننا چاہے اس کیلئے پوری زندگی بھی کم ہے۔ خیر ابھی بچی آتی ہے تو اس کی رائے لے کر ہی دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔"

سرد، سپاٹ سنجیدہ انداز براق کو اپنی بات کی کوتاہی کا احساس ہوا۔ اس نے فٹ سولیم کو دیکھا جو منہ پھیرے بیزار سی بیٹھی تھی۔ اسے شدید قسم کی غلطی کا احساس ہوا۔ بات اتنی واضح اور کھلی تھی کہ وہ بنا بھی نہیں پا رہا تھا لیکن دفاع تو بنتا تھا۔ یوں بھی اپنا دفاع خود ہی کیا جاتا ہے۔ انسان خود ہی خود کا وکیل ہوتا ہے جو اپنی صفائی میں بولتا ہے وہ بھی کہہ رہا تھا۔

"میں نے تو یہ سب اسلئے کہا تا کہ لوسا کو دکھ نہ پہنچے۔"

اسد نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا کیون برا ہے یا اس کی نیت میں کھوٹ ہے لیکن وہ ایک مرد ہے اور مرد کبھی بھی عورت سے مطمئن نہیں ہوتا۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی بات کو پرانا کا مسئلہ بنا کر وہ عورت کی تذلیل میں سیکنڈ نہیں لگاتا پھر لوسا کا ماضی بھی کچھ خوش کن نہیں ہے۔ کل کو اگر وہ اسے اس بات کا طعنہ دے یا اس بات کو وجہ بنا کر اسے چھوڑ دے تو اس سب میں زیادہ دکھ لوسا کو ہی ہوگا۔ ٹھیک ہے بغیر شادی کے ساتھ رہنا معیوب بات ہے لیکن اس معاشرے میں یہ عام ہے۔ کسی کو یہ بات اتنی بری نہیں لگے گی۔ میں نے لوسا کی سیفٹی کیلئے کہا تھا آپ لوگ مجھے غلط سوچ کا سمجھ رہے ہیں تو اس میں آپ سب کا قصور نہیں لیکن مجھے ایک بات بتائیں اگر ان دونوں نے یہ ڈیمانڈ کردی تو......"

وہ بات ختم کر کے رکا ہی تھا کہ وہ دونوں مسکراتے ہوئے اندر آئے۔ چاچو کے الفاظ منہ میں رہ گئے۔ ان دونوں کے اعلان نے سب کو خوش کر دیا تھا۔ بوجھل سی جو کثافت تھی وہ ختم ہو گئی تھی۔ وہ دونوں اسی ویک شادی کرنا چاہتے تھے تین دن بعد کی ڈیٹ فکس کر کے وہ لوگ چلے گئے تھے۔ ان کے جاتے ہی اسد اس پر پھٹ پڑا۔

"تیرا دماغ خراب ہے اتنی سنگین بات کرنے کا سوچا بھی کیسے تو نے۔ میں نے بات بنائی پھر ٹانگ اڑا دی تو نے۔ اب کر لینا اس گھر میں رشتہ سولیم کیا سولیم کا سایہ بھی پھٹکنے نہیں دیں گے۔ وہ لوگ تیری طرف اپنی فین کو بھی دیکھ لیتا کیسے عجیب عجیب منہ بنا رہی تھی۔" اسد نے جلبلاتے ہوئے کہا۔ براق کی کم عقلی پر اسکا ماتم کرنے کو

جی چاہ رہا تھا۔

''اب ہو گیا، گزر گیا وقت بات ختم۔ فیوچر کی دیکھی جائے گی اور ویسے بھی جب میں نے بات کو ڈھنگ سے پیش کیا تو ان کے چہروں پر آمادگی کی رمق دیکھی تھی میں نے۔ ڈیڈ کی کال پر کال آ رہی ہے ان سے بات کرتا ہوں پھر بیٹھ کر اس مسئلے کو سلجھائیں گے۔''

وہ اس کے شانے کو تھپکتا ہوا باہر لان میں آ گیا۔ ہونق کھڑا کیون ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اسد نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور روداد سنانے لگا۔

''یس ڈیڈ۔'' اس نے سیل پر ہی سکائپ آن کیا۔ فاروق اس کی نگاہوں کے سامنے تھے۔

''کیسے ہو، ہمیں بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ جب کریں تو ہم ہی کریں کانٹیکٹ برخوردار کے پاس تو جیسے وقت ہی نہیں۔''

وہ ان کے شکوے پر منہ بنا گیا۔ کچھ سویلم کی فیملی کے سامنے خراب ہوتی اپنی ریپو کی بھی فکر تھی۔ لان میں ہوا کے دوش پر گول دائروں میں اڑتے خشک پتوں کو کراس کر کے وہ سفید کین کی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ چھتری فولڈ تھی۔ کھلے نیلے سمندر جیسے آسمان کے نیچے بیٹھا وہ پر ملول سا دکھائی دیتا تھا۔

''دیں لیں طعنے آپ بھی۔''

فاروق نے اس کی اداسی کو بھانپ لیا۔ باپ تھے لاڈلا بیٹا تھا کیوں نہ پریشان ہوتے۔

''تم آزردہ دکھ رہے ہو حالانکہ تمہارے چہرے پر چونکا دینے والی الوہی سی چمک ہے اور تمہارا چہرہ گلابی ہو رہا ہے۔ تم بدل رہے ہو کیا بات ہے مجھے بتاؤ بیٹے۔''

براق نے گہرا سانس لیا۔ ان کے تجزیے پر وہ چونکا تھا پھر تھک کر کہنے لگا۔

''مجھے نہیں پتا تھا کبھی یہ دن بھی آئے گا جب میں اپنے لفظوں پر پچھتاؤں گا۔ مجھے اپنی کہی بات کھلے گی۔ وہ کیا سوچ رہی ہوگی اس بات پر پریشان ہوں گا ہوتا چلا جاؤں گا یہاں تک کہ خوبصورت موسم میں خود کو اداس کر لوں گا۔''

فاروق ہنسے۔ ان کا قہقہہ جاندار تھا۔ براق نے آنکھیں سکیڑ کر انہیں دیکھا۔

''میں حیران نہیں ہوا۔ مجھے کافی عرصے سے پتا تھا بس تصدیق باقی تھی جو تم نے کر دی اور بڑی ہی پختہ کی ہے۔ مجھے تمہارے جذبوں پر ایمان آ گیا ہے ورنہ یہی سوچتا رہتا پتا نہیں یہ افیئر اس کا اور کتنا عرصہ چلنا ہے۔''

براق پریشان نظروں سے مسکرایا۔ یہ دھوپ چھاؤں کا منظر بڑا دل فریب تھا۔ چہرے پر تفکر کے سائے اور لبوں پر ہنسی۔

''اور میں بھی حیران نہیں ہوا کیونکہ میں جانتا تھا جو آپ کے مخبر ہیں وہ میرے مرید ہیں۔''

آنکھ کا کونا دباتے ہوئے اس نے بڑے مزے سے کہا تھا۔ کوئل کی کوک پورے لان میں گونجنے لگی۔ وہ ابھی ابھی کہیں سے راستہ بھول کر آئی تھی اور آتے ہی اپنی گردان شروع کر دی تھی۔

''یہ تو مجھے پتا ہے ایک نمبر کا کمینہ ہے تو لیکن ایک بات بتا۔''

براق کا سیل بجنے لگا۔ ٹرکر کا لنگ اس نے فوراً کال کاٹ کر اپنی ڈیڈ کو سنا جو کہہ رہے تھے۔

''شادی کب کر رہا ہے؟''

''شادی۔'' براق نے پوری آنکھیں کھول کر کہا۔ ''بہت پہاڑی سلسلہ ہے جسے طے کرنا ہے اور کیا آپ کو لگتا ہے وہ مجھ سے شادی کرنے پر راضی ہو جائے گی۔''

فاروق نے اسے اگلی باتیں کرتے ہوئے ذرا بھی حیران نہیں کیا۔ وہ اس کے ڈیڈی تھے۔ اس کے پل پل کا حساب رکھنے والے۔

''جب تم اس کیلئے شراب چھوڑ سکتے ہو ئے۔ ڈرگز کو گڈ بائے کہہ سکتے ہو، ڈھائی ماہ سے بغیر کسی ریلیشن کے رہ سکتے ہو تو وہ تمہارے لئے شادی کو ہاں کیوں نہیں کہہ سکتی۔ تم اسے پرپوز کرو وہ ہاں کہہ دے گی۔''

اس کا سیل پھر بجنے لگا۔ براق نے کال ڈسکنیکٹ کی۔

''کیا ایسا ہے آپ سچ کہہ رہے ہیں؟''

وہ پرجوش سا آگے جھک کر پوچھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جگنو کی مانند ٹمٹما اٹھی تھیں۔ چہرے پر دھنک رنگ تھے۔ وہ کتنا خوش دکھ رہا تھا۔ فاروق نے بے اختیار اس کی محبت کی تکمیل کی دعا کی تھی۔

''سو فیصد۔ کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں مجھے جاننا ہے وہ کون ہے جو انقلاب لے آئی ہے۔''

براق نے ایکدم اثبات میں سر ہلایا پھر زور سے نفی میں ہلانے لگا۔

"میں دکھا تو دوں لیکن یہ اچھا نہیں ہے وہ پردہ کرتی ہے تو جب ہم دونوں کا نکاح ہوگا تب آپ سے دیکھ لیجئے گا لیکن کیا وہ میرے لئے "یس" بولے گی وہ بہت سٹر بن ہے۔ بہت بہت زیادہ۔"

براق کی آنکھوں کے سامنے اس کی ہٹ دھرمیاں گزرنے لگیں۔

"اور میں نے ماضی میں بہت کوتاہیاں کی ہیں جو نا قابل معافی ہیں۔"

فاروق آج دل کھول کر اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"کیا تم نے اس کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے؟"

براق کو جھٹکا لگا۔

"خدانخواستہ میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا بلکہ میں کیا میری سوچ بھی ایسا نہیں سوچ سکتی۔آپ نے کہا بھی کیسے۔اف۔"

لب کچلتا جھٹکا کھاتا وہ اس بات سے ہی ہل گیا تھا۔لحمہ بہ لحمہ انہیں اس کی سنجیدگی کا احساس ہوتا گیا اس بات کے اثر کو زائل کرنے کیلئے انہوں نے دوسری بات چھیڑ دی۔

"تم نے کہا وہ بہت سٹر بن ہے کیا ایسا واقعی ہے یا یہ محض تمہاری سوچ ہے۔"

براق نے سیل کے شیشے کے پیچھے سے ان کا چہرہ دیکھا، آگے ہوا اور سرگوشی کے سے انداز میں کہنے لگا۔

"وہ اس دنیا کی سب سے ضدی اور قاتل لڑکی ہے اگنور تو ایسے کرتی ہے کہ اگلے بندے کا دل کرتا ہے اس کا گلا گھونٹ دے لیکن پھر سوچ کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے جب آپ اس سے ملیں گے نا تب آپ کو پتا چلے گا وہ کتنی سرد مزاج، کتنی اکھڑ، کتنی سنجیدہ اور کتنی دوٹوک لڑکی ہے۔ٹھیک ہے اس سب سے اس میں وقار چھلکتا ہے لیکن ایسے وقار کا کیا فائدہ جو سامنے کا دل چھلنی کردے۔"

اس کا سیل پھر گونج اٹھا اب کہ وائس میسج بھی آئے۔ براق نے سوچ لیا پہلی صورت میں وہ اب ٹرکر کا نمبر بلاک کرے گا۔

"ہاہاہا۔معلوم ہوتا ہے تمہارا دل کئی بار پسا ہے۔ مجھے افسوس ہے کم آن اٹھالو فون یوں بھی میری میٹنگ کا

ٹائم ہو گیا ہے۔ تم اپنی شام انجوائے کرو ہم اپنا دن بزی کرتے ہیں۔"

براق نے مسکراتے ہوئے اکاؤنٹ بند کیا۔ مغرب کا سا ڈھلتا ہوا سورج تھا۔ اس کی زردی والی آدھے سے زیادہ آسمان کو ڈھک چکی تھی۔ اس تین رنگے آسمان کے نیچے بیٹھ کر اس نے آخری بار ٹرکر کا میسج سنا کہ اس کے بعد وہ اسے بلاک کرنے والا تھا لیکن میسج سنتے ہی اس کی ٹانگوں سے جان نکلی تھی۔ خوف کیا ہوتا ہے اس کا ادراک آج پوری شدت سے اسے محسوس ہوا تھا۔ یکدم فیصلہ کرتا میز پکڑتا وہ لڑکھڑاتے قدموں سے گاڑی کی سمت بڑھ رہا تھا۔ اس کا سیل مختلف کالز کا پیامبر بن گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی اس کے گھر کے آگے روکی۔ وہ اپنے لان میں داخل ہوا تو مختلف فلیش لائیٹس اس کی منتظر تھیں۔ وہ دس منٹ میں آرگنائز کی گئی اس کانفرنس میں آ کر بیٹھا میڈیا کا ہجوم تھا جو اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس نے مائک سنبھال لیا۔ دماغ ٹھکانے پر نہیں تھا۔ وجود کپکپاتا ہوا بے بس تھا۔ اس نے اپنے لب مائک کے قریب کئے بولنا شروع کیا بولا تو آواز میں نادیدہ لڑکھڑاہٹ سی تھی۔

"میں نے یہ کانفرنس اس لئے بلائی ہے تاکہ میں اناؤنس کرسکوں کہ میں باکسنگ سے ریٹائرمنٹ لے رہا ہوں۔ ایکسیڈنٹ کے بعد اب مجھ میں سکت نہیں رہی کہ میں کھیل سکوں۔ مجھے لگتا ہے میرے بعد ٹرکر ہوگا جو اس مقام تک پہنچ سکے گا بلاشبہ وہ ایک قابل کھلاڑی ہے۔"

اس کی اناؤنسمنٹ تھی یا صور سب کو سانپ سونگھ گیا۔ یہ ایک ایسی خبر تھی جس نے اس کے شائقین پر بھی بم پھاڑا تھا۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی کی تو بات ہے جب اس نے ٹورنامنٹ کھیلا تھا اور سب کے دل جیت گیا تھا۔ کرئیر کے اتنے اونچے مقام پر آ کر کوئیٹ کر دینا ایک طفلانہ فیصلہ تھا جو وہ کر چکا تھا۔

میڈیا کے سوالات کی بوچھاڑ یکدم ہوئی تھی۔ کیوں، کیا وجہ کیسے کتنے سوال تھے جنہیں اگنور کرتا وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ایک بھی سوال کا جواب اس نے نہیں دیا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا گاڑی میں آیا اور اسے زن سے اڑا لے گیا۔ اس کا دماغ کچھ دیر پہلے سننے والے وائس میسج سوچنے لگا اور ایسا کرنے سے اسکا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ دل کی رفتار بڑھ گئی تھی اور چہرہ سرخ تھا۔

"مسٹر براق! یہ میں ہوں سولیم۔ مجھے ٹرکر نے اغوا کیا ہے۔ وہ مجھے ڈاؤن ٹاؤن لے کر جا رہا ہے۔ وہ چاہتا

ہے تم وہ سب کرو جو وہ کہہ رہا ہے نہیں تو وہ میرے ساتھ کچھ برا کرے گا۔"

سولیم کی آواز کے بعد ٹرکر کی آواز اس کی سماعتوں میں گونجنے لگی۔

"یہ بالکل سچ ہے کہ تمہاری ڈاکٹر میرے پاس ہے نہ میرے ساتھ میری کار میں نہیں بلکہ کچھ کرائے کے غنڈے ہیں جو انہیں وہاں لے کر جا رہے ہیں جہاں میں چاہتا ہوں میں انہیں ان کے ساتھ نہ بھیجتا لیکن تم نے کال نہیں اٹھائی تو مجھے مجبوراً ایسا کرنا پڑا لیکن ابھی بھی وقت ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں انہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں تو پہلی فرصت میں کانفرنس کرو اور سب کو مطلع کرو کہ تم باکسنگ سے ریزائن کر رہے ہو نہیں تو تم جانتے ہو جو کرائے کے غنڈے کیسے ہوتے ہیں کتنے بدنیت ہوتے ہیں۔"

براق نے زور سے سٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔ اس کی جان نکلی جا رہی تھی سولیم کو ان کے ساتھ سوچنے پر بھی کیا وہ نہیں جانتا تھا وہ لوگ کتنی گندی نظروں کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کے ارادے کتنے غلیظ ہوتے ہیں اس کے خود بخود ہاتھوں کے بال کھڑے ہو گئے۔ اس نے ٹرکر کو سو کالز کیں۔ اس نے نہیں اٹھائیں سولیم کا فون بند جا رہا تھا۔ اسے سب کچھ دھندلا دھندلا نظر آنے لگا۔

تین چار گہرے طویل سانس لے کر اس نے اسد سمیت سب کالز کو نظر انداز کیا اور زندگی میں پہلی بار اللہ سے سچے دل سے دعا کی۔ اس کے لب مسلسل سولیم کی سلامتی کیلئے ہی ہل رہے تھے۔ آنکھوں میں آتش فشاں تھا۔ بدن سے شعلوں کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔ اس نے پسٹل لوڈ کیا۔ آج قتل کا بھرپور ارادہ تھا۔ گاڑی کے ٹائر مطلوبہ جگہ پر چرچرائے۔ سناٹے میں یہ چرچراہٹ میلوں سنائی دی ہو گی۔ اس نے سولیم لوگوں کے سامنے مہذب لگنے کیلئے اسد کی طرح ٹیکسیڈو پہنا تھا۔ اس کا کوٹ گاڑی میں پھینکتے ٹائی دور اچھالتے وہ سیاہ پینٹ میں پسٹل اڑسا کر اندر کی جانب بڑھا۔

یہ جگہ شہر کے مضافات میں تھی۔ ٹوٹی پھوٹی کوئی شرابیوں کا اڈا معلوم ہوتی تھی۔ براق کا پارہ چڑھا۔ اس ٹرکر نے سوچا بھی کیسے سولیم کو یہاں لانے کا۔ وہ اندر آیا لیکن دروازے پر اسے سیاہ فام نے روک لیا۔ تلاشی لی گن چاقو اور لوہے کی سوئی کی طرح پتلی راڈ نکال کر اپنی تحویل میں رکھ لی۔ براق کے نتھنے ضبط سے پھول پچک رہے تھے۔

وہ ان کی بندوقوں کی چھاؤں میں اندر آیا۔ کھلے کمرے میں شراب کی مہک تھی اور اس مہک سے گھرے کمرے میں فقط ایک کرسی تھی جس پر خشمگیں نظریں لئے سولیم بیٹھی تھی۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائے ہاتھ سینے پر باندھے براق اسے دیکھتے ہی ڈھیلا پڑا۔ بے قراری سے اس کی سمت لپکا مگر یہ کیا اس کا ہاتھ سولیم میں سے آرپار ہو رہا تھا۔

''تم ہولو یوزر کر سکتے ہو تو میں کیوں نہیں۔''

ٹرکر کی آواز پر وہ چیل کی طرح اس پر لپکا تھا۔ اپنے سر کے قریب اٹھتی بندوقوں نے بھی اسے خوف زدہ نہیں کیا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ پڑتی گریفائیٹ آنکھیں ڈال کر غرایا۔

''سولیم کہاں ہے؟'' لہجے کی شدت آنکھوں میں خوف چہرے پر بے چینی۔ ٹرکر اس کے جذبوں سے آشنا ہوا ٹھٹکا۔

''بتا دوں گا پہلے وہ سب تو کر لو جو میں چاہتا ہوں۔'' وہ سنبھل کر بولا جبکہ براق کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے جنون نے اس کی ہتھیلیاں گیلی کر دی تھیں۔

''میں نے پوچھا سولیم کہاں ہے؟'' اس نے مزید ٹرکر کو گریبان سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچتے ہوئے پوچھا تھا۔ اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ دو منٹ بعد پھولے چہرے کے ساتھ سولیم اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ براق نے اسے دیکھا پھر اس جگہ کو دیکھا پھر ان آدمیوں کو دیکھا اور پھر اتنی زور سے مکا اس کے منہ پر جڑا کہ اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔

''ذلیل انسان، تیری ہمت کیسے ہوئی انہیں اس گھٹیا جگہ پر ان گھٹیا آدمیوں کے ساتھ لانے کی۔''

ٹرکر کے گرتے ہی اس کے ایک ساتھی نے بندوق کی پچھلی سائیڈ اس کے سر پر ماری۔ براق چکرا کر اپنا سر پکڑ گیا۔ سولیم نے حیرت وشاک سے یہ منظر دیکھا تھا۔

''میں پوچھتی ہوں یہ سب کیا ہے ٹرکر یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم لوگ۔''

اس کی گرج دار کانپتی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ براق نے سر کو جھٹکا دے کر سولیم کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں تفکر تھا۔ ٹرکر براق کے حملے کیلئے تیار نہیں تھا جھٹکے سے اٹھا پسٹل نکال کر سولیم پر تان لی۔

”جن کی جان کہاں ہے یہ میں اچھے سے جانتا ہوں براق شاہ، سو مجھے للکارنے کی غلطی مت کرو۔ میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ مجھے ان کے ساتھ سختی کرنے پر مجبور مت کرو۔“

سولیم نے اس کی گن کو دیکھا اور پھر اپنے پیشنٹ کو۔ کیا اس نے واقعی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر دی تھی اس کا دل سوال و جواب کرنے لگا۔

”تمہارے باپ کی بھی جرأت نہیں ان کے ساتھ سختی کرنے کی۔“

اسے گارڈز نے قابو کیا ہوا تھا وہ ان کے درمیان میں ہی بول رہا تھا۔

”ہاتھ تو لگا کر دکھا تیری لاش بھی مل جائے تو کہنا۔“

ڑکر تیزی سے اس کی جانب آیا اور گھونسا مار کر اس کے ہونٹ سے خون نکال دیا۔ براق نے لبوں کو بھینچا۔

”تم ایک ہم آٹھ۔ نہ یہ کوئی فلم ہے اور نہ تم ہیرو جو ہم آٹھ پر غالب آؤ گے۔ سو میرے قدموں میں آؤ اور ناک رگڑو ورنہ......“

اس نے اپنی گن کی نالی سولیم کی کھوپڑی کے اندر گھسائی تھی۔ براق نے خون آشام نظروں سے اسے دیکھا۔

”ٹھیک ہے میں سب کروں گا تم انہیں جانے دو۔“

براق نے اس کی گن دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ لوڈ تھی۔ انگلی ٹریگر پر ذرا سی بے احتیاطی براق کی زندگی ختم کر سکتی تھی۔

”بچہ سمجھا ہوا ہے کیا؟ کیا تمہاری خصلت سے واقف نہیں میں۔“

”ڑکر میں کہہ رہا ہوں نا وہ سب کرونگا جو تم کہو گے تو سن کیوں نہیں رہے۔“ اس نے آہستہ سے کہتے ہوئے یکدم دھاڑ نکالی تھی۔

”کیا میری بات تمہیں سمجھ نہیں آ رہی۔“

اس نے گن پر زور دیا۔ سولیم دھکے سے پیچھے کو ہوئی۔ پسٹل سے ہلکی سی آواز آئی تھی اور اس آواز نے براق کو ہاتھ کھڑے کرنے پر مجبور کر دیا ورنہ ابھی جو طوفان آتا اس میں سب بہہ جاتے۔

”اچھا ٹھیک ٹھیک۔ٹیک اٹ ایزی اسے سولیم سے پرے کر دو میں آ رہا ہوں۔“

وہ چاہتا تو وہ چھوٹی پسٹل جو گارڈز کا باپ بھی نہیں ڈھونڈ سکتا تھا نکال کر ان سب کا بھرتہ بنا دیتا یا کوئی داؤ چل کر ان سب کو چت کر دیتا لیکن مسئلہ سولیم تھی۔وہ یہاں تھی اور وہ کوئی بھی کوتاہی کرنے کا اہل نہیں تھا۔وہ چلتا ہوا آیا ٹرکر کے قدموں کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

”ٹرکر اللہ از لطف بس کر دو یہ سب اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔“

وہ جو بھی تھا اچھا یا برا منافق یا صادق اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔فرق پڑتا تھا تو اس بات سے کہ وہ اس وقت جس پوزیشن میں تھا۔وہ ناقابل دید تھی ناقابل برداشت اور سولیم کو اس سے اس کی پوزیشن بہت کھل رہی تھی۔کوئی بھی ہوتا اسے یونہی برا لگتا جس طرح براق کیلئے لگ رہا تھا لیکن سب سے بڑی الجھن یہ تھی کہ وہ اس کیلئے یہ سب کیوں کر رہا ہے۔

”تمہاری انا کو پھر بھی تسکین نہیں پہنچی۔انا کی تسکین سمندر کی گہرائی کی طرح ہے جس میں زیادہ پانی طغیانی تو لے آتا ہے لیکن اپنے اندر اور کی چاہ رکھتا ہے۔تم اسے جتنا مرضی تشفی کرا لو یہ کٹورا نہیں بھرنے والا ٹرکر۔تم کہتے ہو نا کہ تم میری عزت کرتے ہو تو بس اس کی خاطر ایسا مت کرو۔تم اسے زک پہنچا دو میں نہیں روکوں گی لیکن اس طرح انسانیت کے رتبے سے گر کر خود کو نیچا مت کرو۔آج تم اس کو جھکاؤ گے کل کو وقت تمہیں جھکنے پر مجبور کر دیگا۔“

براق نگاہیں اٹھائے اسے خود کے حق میں بولتا ہوا دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں ستاروں کی مانند روشن تھیں۔چہرے پر بلا کا اطمینان اور لبوں پر ان دیکھی مسکان۔ٹرکر نے بہت غور سے اسے دیکھا۔اسکی آنکھوں کے پیغام پڑھنا مشکل نہیں تھا پھر اس نے سولیم کی جانب نگاہ اٹھائی۔یہ جانچنے کیلئے کہ آگ دونوں طرف لگی ہے یا یہ یک طرفہ معاملہ ہے پہلی بار اسے زندگی میں براق کیلئے افسوس ہوا۔سولیم کی آنکھیں اسے پانیوں کی طرح سرد اور ساکت نظر آئیں۔ان میں کوئی بھی جذبہ نہیں تھا۔وہ بہت صاف تھیں کسی بھی پریم کہانی سے خالی۔

”ٹھیک صرف ڈاکٹر کی وجہ سے میں تمہیں کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہوں۔“

براق اس کے حکم لفظ سے تحقیر بھرے انداز میں مسکایا۔رات گہری تھی کمرا کسی بھی روشن دان سے محروم سفید

ایل ای ڈی لائیٹ سے جگمگا رہا تھا۔اس جگمگاتے کمرے میں وہ اپنے قدموں پر آیا۔اس نے سنا،ٹرکر کہہ رہا تھا۔

''ڈاکٹر! آپ باہر جا سکتی ہیں مجھے اس کے ساتھ کچھ معاملے نبٹانے ہیں۔''

براق نے چونک کر ٹرکر کو دیکھا پھر قدم بڑھاتی سولیم سے مخاطب ہوا۔

''میری گاڑی کھڑی ہے آپ اس میں جا کر بیٹھ جائیں۔اسے اندر سے لاک کر لیجئے گا۔ڈیش بورڈ پر پانی کی بوتل ہے اور کچھ سنیکس بھی پڑے ہیں وہ آپ کو بھوک لگی ہو گی نا اس لیے کہہ رہا ہوں۔''

سولیم کے اچنبھے سے گھورنے پر اس نے وضاحت کی تھی لیکن دو گارڈز کو اس کے ہمراہ جاتے ہوئے ٹرکر سے پوچھ رہا تھا۔

''کیا میں ان کو چھوڑ کر آ سکتا ہوں آئی مین گاڑی تک۔''

ٹرکر کا قہقہہ جاندار تھا۔

''وہ بچی نہیں ہے کھلاڑی کافی میچور اور نڈر ہیں یہاں وہ یرغمال تھیں لیکن ان کا رویہ ایسا تھا جیسے ہم ان کے ماتحت ہوں۔''

ٹرکر کی بات اس نے بڑے مزے سے سنی تھی۔وہ خوش ہوا۔

''ایسا ہے کیا میں حیران ہوا کیونکہ مجھے نہیں لگتا تھا سولیم اتنی بہادر ہو سکتی ہیں۔''

وہ ایک قدم آگے بڑھنے لگا تھا لیکن گارڈ نے بندوق کی نالی اسکی گردن میں گھسا دی۔

''نا،نا۔یہ بات تم بھی جانتے ہو ٹرکر کہ میں اب تک فقط سولیم کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔اس بندوق کو اپنی گردن سے ہٹانا ان آدمیوں کو چت کرنا تمہارا قیمہ بنانا میرے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے کیونکہ یہ فلم نہیں ہے اور نہ ہی میں ہیرو ہوں۔یہ براق شاہ کی کہانی ہے جس کا وہ خود ولن ہے اور ولن بہت ظالم ہوتے ہیں۔''

ٹرکر اس کے نزدیک آیا۔اسے سر تا پا دیکھا۔

''ولن ظالم ہوتے ہیں اور ان کا ایک کمزور پہلو بھی ہوتا ہے تم جانتے ہو تمہارا کمزور پہلو اس وقت میری نظر میں ہے۔تمہاری ذرا سی چالاکی ڈاکٹر کی کے سینے میں گولیاں اتار دے گی۔کیا تم بھول رہے ہو میرے دو آدمی ان کے ساتھ گئے ہیں اور چار ایسی جگہ چھپے ہیں جہاں سے دماغ میں گولیاں لگنا بیحد آسان ہے۔''

میں ان کی عزت کرتا ہوں اس لیے آسان ہدف ڈھونڈا ہے ایسے کہ انہیں تکلیف بھی نہ ہو اور تمہیں تمہاری ہوشیاری کی سزا بھی مل جائے۔"

براق نے دانت کچکچائے۔ آنکھیں زور سے میچ کر خود کو کنٹرول کیا۔ گرم ضبط بھری سانس باہر کو نکالی اور تحمل سے بولا۔

"کیا چاہتے ہو، کیا مقصد ہے جو تم نے کہا میں نے کر دیا آفیشلی اناؤنس کر دیا ہے۔ ریٹائرمنٹ کا اب مزید کس چیز کی گنجائش ہے دیکھو تمہاری دشمنی مجھ سے ہے تم اس میں سولیم کو مت لاؤ۔"

ٹرکر نے اس کا گریبان پکڑ کر کھینچا وہ تھوڑا سا آگے کو ہوا۔

"میں تمہیں تب تک پیٹنا چاہتا ہوں جب تک میرے دل کو سکون نہیں مل جاتا اور تمہیں مجھ سے مار کھانے ہوگی کیونکہ تم مجبور ہو۔"

براق نے اس کی جذباتی دھاڑ پر ہاتھ اوپر کو اٹھائے۔

"اوکے اوکے۔ ایزی میں تیار ہوں لیکن کیا اس کے بعد تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو گے۔"

ٹرکر نے چیونگم ایک سائیڈ پر تھوکی دوسری نکال کر دانتوں میں دبانے لگا۔

"اس کے بعد میں تمہاری ڈاکٹر کا پیچھا چھوڑ دوں گا۔"

تمہاری ڈاکٹر پر براق مسکرایا۔ اس کے لبوں نے ڈن کہا تھا ٹرکر نے زوردار مکا اس کے جبڑے پر رکھا۔ براق نے دائیں ہاتھ سے اسے مسلا۔ وہ واقعی مجبور تھا ورنہ اس پدے ٹرکر کو ضرور مزہ چکھاتا۔ وہ ابھی چہرہ ہی مسل رہا تھا جب ٹرکر نے کہنی اس کی گردن کی پچھلی سائیڈ پر ماری۔ جھکا ہوا براق اور نیچے ہو گیا اس پر اپنی خندق نکالتے ہوئے ٹرکر اس سے کہہ رہا تھا۔

"ویسے اگر تم ڈاکٹر کو پسند کرتے ہو تو اسے بتا دو۔ بتا دینا اچھا ہوتا ہے ابھی ان کی آنکھیں کوری ہیں ان میں اپنا عکس ڈال دو تم دونوں ساتھ اچھے دکھو گے۔"

غصے سے اٹھتا ابال آنکھوں کا جارحانہ پن اندر موجود چنگھاڑتا ظالم شیر منصوبے بناتا دماغ اور چھپا ہوا پسٹل نکالتا ہاتھ یکدم رکا آنکھوں میں خوشگوار حیرت در آئی۔ چہرے پر اٹھتا درد غائب ہوا اور اس نے روشن

آنکھوں سے مسکراتے ہوئے ٹرکر کو دیکھا۔

"کیا واقعی تمہیں ایسا لگتا ہے مطلب تم نے پہچان لیا۔ کیا واقعی ہم دونوں ساتھ اچھے لگیں گے۔"

ٹرکر نے زوردار گھٹنا اس کے پیٹ میں مارا۔ براق دوہرا ہو کر جھکا پھر فوراً سیدھا ہو گیا۔ اس نے اس کا بازو بہت پیچھے لے جا کر موڑا تھا۔ کڑک کی آواز آئی تھی۔ صاف سنا جا سکتا تھا کہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ براق کے چہرے پر تکلیف کے اثرات نمودار ہوئے۔

"بالکل تمہارا چہرہ کھلی کتاب ہے اور میں حیران ہوں اتنے کنٹرولڈ ایکسپریشنز کا مالک چلتی پھرتی کہانی کیوں بن گیا ہے۔"

براق نے تکلیف کی شدت سے ہاتھ سیدھا کرنا چاہا مگر وہ نہ ہوا ٹرکر نے اسے گریبان سے پکڑ کر دیوار پر لگایا۔

"میں بھی حیران ہوں ان فیکٹ اب پریشان ہو رہا ہوں۔ آج ڈیڈ بھی پہچان گئے۔ اوہ مائی گاڈ یہ کافی خطرناک بات ہے مجھے اب واقعی کچھ کرنا پڑے گا۔"

ٹرکر نے اس کے منہ پر گھونسے مارنا شروع کیے۔ ایک کان کے پاس لگا۔ بالی ہلی اور اس میں سے خون رسنے لگا۔

"ہاں تمہیں واقعی کچھ کرنا چاہیے تم اسے بتا دو شادی کر لو اگر کرنا چاہتے ہو تو یہ بہترین حل ہے۔"

ٹرکر نے اسے پوری قوت سے نیچے پھینکا تھا۔ وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا اس کا بدن کڑی ورزش کا منہ بولتا ثبوت تھا تبھی اسے مارتے ہوئے وہ خود زیادہ تھک رہا تھا۔

"کیا تمہیں لگتا ہے وہ ہاں کرے گی۔ مطلب کیا وہ میرے لیے ہاں کرے گی۔ مجھے خوف آتا ہے اس وقت سے جب وہ مجھے ٹھکرائے گی۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں لیکن اسکا مجھ سے نفرت کرنا مجھے چھوڑ جانا ہرگز نہیں سہہ سکتا۔"

ٹرکر اس کے پیٹ پر بیٹھ کر مکوں کی برسات کر رہا تھا۔ براق نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ کبھی اپنے طفل دشمن کے سامنے یہ سب کہے گا اور ٹرکر نے بھی کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اپنے دشمن سے ایسا کہے گا۔ دشمنی سہی لیکن وہ اس کی محبت کے درمیان نہیں آئے گا۔ یہ اس نے خود سے عہد کیا تھا حالانکہ یہاں سے اسے گہری چوٹ ملنی تھی لیکن

محبت پاک ہوتی ہے۔اسے دشمنی وعداوت کے درمیان نہیں لانا چاہیے یہ اس کے اصولوں میں سے ایک تھا۔

''کیا تمہیں لگتا ہے تم اگنور کرنے والی چیز ہو۔تم پر کروڑوں لڑکیاں جان دیتی ہیں تم پوری دنیا میں مشہور ہو۔تمہاری شہرت گلی گلی ہے لوگ ایک منٹ کو تم سے بات کرنے ملنے کو ترستے ہیں۔''

وہ تھک گیا تھا۔اس کے پاس ہی لیٹ کر کہہ رہا تھا۔براق خون آلود منہ اور ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے اسے دیکھ کر بولا۔

''کیا یہ سب بہت ہے۔مجھے نہیں لگتا سولیم ان لڑکیوں میں سے ہے وہ یقیناً منفرد ہے اور خاص بھی۔''

ٹرکر نے کہنی پر سر ٹکا کر اسکی جانب کروٹ کی سوجے چہرے کے ساتھ وہ ہانپتا ہوا بول رہا تھا۔یہ وہی چہرہ تھا جس پر ایک کھروںچ بھی براق شاہ کو پسند نہ تھا اور اب وہ اسی چہرے پر سولیم کی خاطر کئی گھاؤ ڈلوا گیا تھا اس نے اس کی کٹی ہوئی بھنور کو دیکھ کر کہا۔

''وہ اس لئے منفرد ہے کیونکہ تم اسے ایسا دیکھنا چاہتے ہو۔ہاں ان میں ایسی کشش ہے کہ انسان خود بخود ان کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ایک ٹھہراؤ ہے جو کسی کو بھی اپنی جانب کھینچ سکتا ہے لیکن یہ اتنا بھی ضروری نہیں کسی سے اسقدر محبت کرنے کیلئے۔اتنا تو طے ہے براق شاہ اب میں تم دونوں کی کہانی کے بیچ نہیں آؤں گا ہماری دشمنی برقرار ہے لیکن اس کی رسائی تمہاری محبت تک نہیں ہوگی۔یہ میرا وعدہ ہے۔''

ٹرکر نے اٹھ کر اسے اپنا ہاتھ فراہم کیا۔براق نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھاما اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم سے ایک درخواست ہے مجھے اجازت دو کہ میں تمہیں گھونسا مار سکوں۔یہ اس لئے ہے کہ جب تم نے سولیم کے سر پر گن رکھ کر زور دیا تھا تو میرے دل نے کہا تھا اس نادان لڑکے کو قتل کر دے اور میں ایسا کرونگا بھی اگر جو تم نے مجھے گھونسا مارنے کی اجازت نہ دی تو۔''

ٹرکر نے خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔اس کی خون میں بھیگی گریفائیٹ آنکھیں اس کی بات کی صداقت کی گواہی دے رہی تھیں۔

''میں اجازت دے تو دوں لیکن کیا گارنٹی ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔''

براق آگے بڑھا۔اتنی زور سے اس کے جبڑے پر وار کیا کہ اسے دو دانت ٹوٹنے کی آواز آئی۔

''تم نے آج میرے ساتھ بہت اچھی باتیں کی ہیں اس سے مجھے تمہارے صاف دل کا اندازہ ہوا۔اس دل میں کوئی آپسے اس وجہ سے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں میں دعا کروں گا ٹرکرسان محبت کی دیوی جلد تم پر مہربان ہو۔''

ٹرکر نے مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا۔یہ ان کی آخری ملاقات نہیں تھی لیکن ہاں یہ عداوت کی آخری رات ضرور تھی۔

''کمینہ۔''اس کے لب مسکراتے ہوئے یہ الفاظ ادا کر رہے تھے۔

✿......✿......✿

''کیا تمہیں قبول ہے؟''

''جی۔''

ڈاؤن ٹاؤن کی اندھیری رات میں وہ مدھم چمکتے تاروں بھرے آسمان کے نیچے اپنا ٹوٹا ہوا بازو سیدھا لٹکائے کار میں آ کر بیٹھا اور اکتائی ہوئی سولیم کی جانب رخ کیا جو حیران و پریشان غصیلی متفکر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ براق کا منہ خون آلود تھا۔ہونٹ سوجا ہوا ماتھے کے اوپر گہرا کٹ گردن پر نشان، نیوی بلیو گیلی شرٹ کے بٹن ٹوٹے ہوئے پینٹ میلی چپکی ہوئی۔اسے پہچاننے میں قطعی دیر نہ لگی۔یہ گیلا پن اور چپکاہٹ خون کی وجہ سے ہے۔

''تم ٹھیک ہو؟'' بے اختیار بڑا ہی مضحکہ خیز سوال اس نے پوچھا تھا۔براق نے چونک کر اس کی آنکھوں میں اپنے لئے فکر دیکھی، وہ مبہوت رہ گیا۔

''اب ٹھیک ہوں۔''اس کے دل نے کہا۔وہ فقط سر ہلا کر رہ گیا۔

''تم نے اسے اجازت بھی کیسے دی خود کو اتنا مارنے کی۔کیا تم عام انسان ہو جو یوں پٹ گئے۔تم ایک باکسر ہو اس کی ہڈی پسلیاں توڑ سکتے تھے۔میں ضرور اس کے خلاف کمپلین کرواؤں گی۔''

براق نے خون کے بوجھ سے مضمحل پلک جھپکائی۔

''آپ ہرگز ایسا نہیں کریں گی۔پلیز غصہ مت ہوں میں نہیں چاہتا وہ آپ کا دشمن بنے اس نے کمٹمنٹ کی ہے وہ آج کے بعد آپ کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔''

سن ہوتا بدن آہستہ آہستہ اپنا کام کرنے لگا تھا۔ اسے درد محسوس ہونا شروع ہوا۔ گاڑی سٹارٹ کر کے اس نے روڈ پر ڈالی۔

"کیا گارنٹی ہے تمہیں لگتا ہے وہ اپنی زبان کا پکا ہے وہ جھوٹا ہے تم اسے نہیں جانتے میں جانتی ہوں۔"

براق نے اس کے بگڑے تیور دیکھے۔ درد میں بھی مسکان لبوں کو چھو گئی۔

"اس نے کہا ہے اگر میں اس کے خلاف کیس نہیں کرونگا تو وہ ہمارے راستے میں نہیں آئے گا۔ اس نے خندق نکالنی تھی نکال لی آج پہلا اور آخری چانس دیا ہے کل کو ایسا کیا تو وہ مجھے جانتا ہے۔"

گاڑی بہت دھیمی رفتار میں چل رہی تھی۔ سویلم نے اس کے ہاتھ کی جانب غور کیا پھر اسے زور کا جھٹکا لگا۔

"کیا اس نے تمہارا ہاتھ توڑ دیا براق، کیا یہ قابل یقین بات ہے تم نے اسے ایسا کرنے بھی کیسے دیا۔"

وہ نئے سرے سے متفکر اور سیخ پا ہو گئی تھی۔ براق نے اس کے ماتھے پر پریشانی کے جال دیکھے اس کا دل شور مچانے لگا۔

"دھک، دھک، دھک۔"

پوری گاڑی میں یہ آواز گونج رہی تھی۔ براق نے سانس روک لیا۔ خوف ناک نظروں سے سویلم کی جانب دیکھا کیا۔ اس نے اسکی دھڑکنیں سن لی تھیں۔ وہ پریشان اور ناخوش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا اس نے غور کیا کہ زندگی میں پہلی بار اس کے لبوں نے خالص اس کا نام پکارا تھا۔ پہلی بار وہ اسے اتنے متفکر انداز میں دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے لئے پریشان ہو رہی تھی۔ براق کا حلق خشک ہونے لگا۔ اس کے دل نے رفتار پکڑی تھی۔ پورے ڈاؤن ٹاؤن میں اس کی دھڑکنیں گونجنے لگیں۔

"تم ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے گاڑی چلا رہے ہو۔ روکو، اسے میں چلاتی ہوں مائی گاڈ تمہارے تو سر کے پیچھے سے بھی خون نکل رہا ہے۔"

"کیا اب یہ مجھے کچھ باندھنے کو دے گی۔ کیا ایسا ہوگا کیا میری کہانی بھی کسی فلم کی طرح ہو گی کیا۔ یہ میری آواز میری سوچ میری دھڑکنیں سن پا رہی ہیں جو پورا لندن اب سننے لگا ہے۔"

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو میں نے کہا روکو گاڑی اور اترو۔ ہمیں تمہارا خون روکنا ہوگا۔"

براق نے گڑبڑا کر گاڑی سائیڈ پر روکی۔ایک بڑا سا را سامان سے لدا ٹرک ان کی کار کے پاس سے گزرا تھا۔سولیم نے اس کی جانب رخ کیا۔

''کیا تمہارے پاس فرسٹ ایڈ باکس ہے۔براق کن حواسوں میں ہو میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔''

وہ چونکا۔آنکھیں بند کر کے سر کو ہلایا۔اس کے حواس واقعی مختل ہونے لگے تھے۔سر کی چوٹ کی وجہ سے اس کی نظر دھندلا رہی تھی۔ٹرکر نے بڑی زور سے بندوق کی پچھلی سائیڈ اس کے سر میں ماری تھی۔

''ہاں ہے۔''

وہ باہر نکلنے لگا۔سولیم نے اسے روک دیا۔وہ باہر نکلی،ڈگی کھولی۔اس میں فرسٹ ایڈ باکس کے ساتھ اس کے جوڑے،جوتے،لیپ ٹاپ اور جانے کیا کیا رکھا تھا۔

''اف۔''وہ گہرا سانس بھر کر واپس گاڑی میں بیٹھی معمولی اس جتنی ہو سکی اس کی پٹی۔کی پین کلر کھلا کر گاڑی کا بھگا لے گئی۔کچھ دیر بعد وہ اسد کو فون کر رہی تھی۔

ڈھلتی مغرب جیسی شام میں وہ چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں سنتا ہوا کیون سے باتوں میں لگا ہوا تھا جب ڈین کا فون اس کے نمبر پر آیا۔وہ کیون سے ایکسکیوز کرتا کال اٹھانے باہر آ گیا۔

''کہاں ہو تم؟''

اسد چونکا۔آواز میں اس نے کوفت اور عجلت پہچان لی تھی۔

''کیوں کیا ہوا؟''کچھ غلط ہونے کا اندیشہ اس کے دل نے دیا۔تحمل سے پوچھا۔

''کیا تم براق کے ساتھ ہو۔اگر ہاں تو یہ بہت بیوقوفانہ فیصلہ ہے۔اس سے نہ صرف وہ نقصان میں آئے گا بلکہ میرا بھی بہت خسارا ہوگا جو کہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔''وہ گرج کر بولے تھے۔

''کیا کہہ رہے ہو ڈین صاف صاف کہو۔''

''اوہ تو یعنی تم بے خبر ہو۔نیوز لگاؤ اور ڈھونڈو اپنے دوست کو کہاں ہے وہ بات۔کرو اس سے کہو جو وہ کہہ رہا ہے وہ محض ایک مذاق ہے۔''

اسد فوراً ٹی وی لاؤنج میں آیا۔کافی کا مگ تھامے کیون بھی ادھر چلا آیا۔اسد نے جھٹ نیوز لگائی تھی اور

جہاں خبر سنتے ہی اسکے پیروں سے زمین نکلی تھی وہیں کیون کے لبوں سے بھی کافی فوارے کے صورت بہی۔

''یہ کیا بکواس ہے؟''

اسد نے بغور براق کا چہرہ دیکھا۔اس کے حواس کنٹرول میں نہیں تھے وہ ڈرنک نہیں تھا ماؤف تھا۔

''اسد کیا یہ ممکن ہے؟''

کیون کی بات کو اس نے اگنور کیا۔سولیم کا نمبر ملایا وہ بند تھا پھر اس نے براق کا نمبر ملایا۔بیل جا رہی تھی لیکن کال اٹینڈ نہیں کی گئی پھر اس نے درجنوں بار اس سے رابطہ کیا لیکن نو آنسر۔اس نے ٹرکر سے پیٹر سے سب سے رابطہ کرنا چاہا کسی نے جواب نہیں دیا۔وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔کیون اس کے ساتھ ہی ٹکا۔

''یہ بہت تشویش ناک بات ہے ہمیں ضرور کچھ کرنا چاہیے۔''

اسد نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ضرور ٹرکر نے کچھ کیا ہے براق حواسوں میں نہیں تھا۔اس کی آنکھیں پریشان تھیں۔چہرے پر ہونق پن طاری تھی۔اس کے بدن میں معمولی سی لرزش تھی۔یہ آواز اس کی نہیں تھی جس سے وہ بول رہا تھا ضرور اس سب کا تعلق سولیم سے ہے اور اگر واقعی ٹرکر نے اسے نقصان پہنچایا ہے تو بخدا میں اس کی جان لے لوں گا۔''

کیون نے وہ سب نوٹ نہیں کیا تھا جو اسد نے جانچا تھا۔وہ اس کے ساتھ براق کو ڈھونڈنے نکلا تھا۔اس ڈر سے کہ کہیں وہ واقعی کچھ کر نہ گزرے۔اتنا امن پسند بندہ اتنے کنٹرولڈ اعصاب کا مالک یہ بات کر رہا تھا تو مطلب وہ ایسا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔قریباً دو گھنٹے بعد اس کے سیل پر براق کی کال آئی تھی۔اس نے پہلی فرصت میں کال اٹینڈ کی۔

''تم ٹھیک ہو براق کہاں ہو۔کیا یہ سب ٹرکر کی وجہ سے۔مجھے بتاؤ میں تم تک پہنچ رہا ہوں مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔''

وہ دوسری طرف کی سنے بغیر عجلت میں بولے گیا۔اس کے لفظوں میں پدرانہ جھلک موجود تھی۔رات کی وحشت ناک خاموشی اس کے دل میں عجب وسوسے ڈال رہی تھی۔دوسری طرف کی آواز سن کر وہ کرنٹ کھا کر رہ گیا۔

”مسٹر اسد! یہ میں ہوں ڈاکٹر سولیم۔فون پر بیان نہیں کرسکتی۔میں آپ کو ایڈریس سینڈ کررہی ہوں آپ وہاں جلد از جلد پہنچ جائیں۔“

اور جو ایڈریس اس نے دیا۔وہ اسد کا پورا خون منہ پر لے آیا۔ڈھیروں اندیشوں کو پس پشت ڈال کر وہ کیون کے تسلیاں دینے پر ہوا کے ساتھ بہتے ہوئے ہاسپٹل پہنچے تھے جہاں سولیم ان کی منتظر تھی۔اسد کے بے چینی و پریشانی سے پوچھنے پر اس نے اس کی تشفی کرائی تھی۔

”وہ ٹھیک ہے ہاتھ پر پلاسٹر چڑھا ہے۔خون زیادہ بہہ گیا تھا اس وجہ سے بے ہوش ہے۔ڈاکٹر نے بلڈ لگا دیا ہے تم دو گھنٹوں میں اسے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔“پوری بات بتا کر اب وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”مدد کیلئے شکریہ،ڈاکٹر کیا میں آپ کو چھوڑ دوں؟“

وہ اس پیشکش پر ماتھے پر بل لے آئی تھی۔ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی۔

”بخدا آپ میری بہن ہیں۔میرے لئے بہت معتبر،میں آپ کی دل سے عزت کرتا ہوں اور مجھے لگتا ہے میں اس ٹیکسی ڈرائیور سے تھوڑا کم انجان ہوں جس کے ساتھ آپ گھر جائیں گی۔“

سولیم کچھ سوچ کر اس کے ساتھ چل دی تھی۔براق کے توسط سے ملا اپنا سیل آن کیا اور ان میں دعا اور چاچو کے میسجز کی بھرمار دیکھنے لگی۔

اسد کا شکریہ ادا کر کے وہ جلدی سے اپنے اپارٹمنٹ کی جانب بڑھی۔

”آہ سولیم آہ۔تم کن چیزوں میں پھنس گئی ہو۔“

چہرے کے تاثرات ٹھیک کر کے دو تین گہرے گہرے سانس بھر کر وہ اندر آئی تھی اور آتے ہی اسے اس سب کا سامنا کرنا پڑا جس کا اس نے سوچا تھا۔

”کہاں تھیں تم کیا تمہیں اندازہ ہے ہم کتنے پریشان ہو گئے تھے۔“چاچو اور دعا نے یک آواز میں یہ کہا تھا۔

”تمہارا سیل فون بھی آف جا رہا تھا کلینک سے بھی پوچھا کچھ پتا نہیں چلا۔“

سولیم نے خود کو کنٹرول کیا۔اس کے دماغ میں براق کی باتیں گونجنے لگیں۔

”میری آپ سے ریکوئسٹ ہے پلیز اپنے ساتھ ایک گارڈ ضرور رکھیں جو آپ کی حفاظت کرے۔میں نہیں

چاہتا آپ کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچے۔"

"کیا تم میری وجہ سے یہاں پر آئے تھے۔ کیا تمہارے زخموں کی ذمہ دار بھی میری ہی ذات ہے یا یہ سب پلان تھا۔"

وہ شکی انداز میں اس سے تفتیش کر رہی تھی حالانکہ جانتی تھی۔ ٹرکر اس کا دشمن ہے اور اس سب میں براق کا کوئی ہاتھ نہیں پھر بھی خود کی تسلی کیلئے اس نے یہ سب پوچھا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میں آپ کا شک تو دور نہیں کر سکتا لیکن ہاں یہاں میں آپ کی وجہ سے آیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا میری وجہ سے آپ کو کوئی نقصان پہنچے۔ ماضی میں میں نے بہت غلطیاں کی ہیں ان غلطیوں کا چھوٹا سا ازالہ ہی سہی۔"

"کہاں کھو گئی ہو؟"

دعا کے چٹکی بجانے پر وہ چونکی تھی۔

"ہاں کہیں نہیں۔ سوری چاچو۔" دعا کو جواب دے کر وہ طاہر کی جانب مڑی۔ "ایکچوئلی تین دن بعد لوسا کی شادی ہے اس کیلئے تھوڑی شاپنگ کرنے چلی گئی تھی پھر آئسکریم کھانے کو دل کیا تو وہ کھانے بیٹھ گئی۔ مجھے آپ لوگوں کی کال کا اس لئے نہیں پتا چلا کیونکہ میرا سیل آف ہو چکا تھا چارجنگ ختم تھی۔"

اس نے معمولی انداز میں اندر آتے ہوئے سیل کو بند کیا اور اب ان کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ ہاتھ میں چند چھوٹے بیگز بھی تھے۔ دعا نے اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھا۔

"جو بھی ہو بیٹا موبائل ہر وقت چارج ہونا چاہیے۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتی تھی میں کس قدر گھبرا گیا تھا اب کل ہی تمہیں دوسرا سیل لا کر دوں گا کم از کم ایک ڈیڈ ہو تو دوسرے سے تو رابطے میں رہیں۔" انہوں نے اسے شانے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"جی چاچو۔"

وہ ان کے شانے سے لگتی، کہہ رہی تھی دعا بھی وہاں آ گئی۔ سولیم کو بڑی گہری نظروں سے دیکھا تھا پھر روم میں جاتے ہی اس پر دھاوا بول دیا۔ سولیم کو بتانا ہی پڑا۔ تمام روداد سن کر دعا کے پاؤں کانپے تھے اس نے جھٹ سولیم کو گلے سے لگایا۔

''خدایا! اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتی۔ بس میں کہہ رہی ہوں کل سے تم براق شاہ کو فارغ کرو، لوسا کی شادی ہو اس سے تمام معاملات ختم کر دو۔ میں نہیں چاہتی تم مزید مشکل میں پڑو۔ دیکھو خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔'' وہ اسے خود میں سموئے آنسوؤں بھری آواز سے کہہ رہی تھی۔ سولیم اس کا سر تھپکنے لگی کچھ رشتے واقعی بہت بہت خاص ہوتے ہیں۔

✿......✿......✿

''کیا تمہیں قبول ہے؟''

''جی۔''

''کمینے انسان ڈرا کر رکھ دیا مجھے۔''

اسد نے اس کی کمر پر دھپ رسید کی تھی۔ اسے معمولی سی تکلیف محسوس ہوئی۔ تین دن گزر گئے تھے اور یہ لوسا اور کیون کی شادی کا دن تھا۔ بہار کے رنگوں سے سجا وسیع و عریض لان جس کے درمیان میں بہت بڑا پول تھا اور وہ وائٹ کنول کے پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے دونوں اطراف گیسٹ کے بیٹھنے کیلئے ڈیکسز بچھائے گئے تھے۔ ہر ڈیکس پر خوش آمدید کا کارڈ چاکلیٹس پھول اور ویٹیز کے کارڈز رکھے گئے تھے۔ ڈیکسز سفید رنگ کے تھے ان کے قطاروں کے اینڈ میں بہت سارے پھولوں کے غنچوں والی دیوار تھی۔

ایک گول پنجرے کے ڈیزائن والی چھت جو سفید اور گلابی پھولوں سے سجی تھی جس پر سفید نیٹ ڈال کر اسے خوبصورت بنایا گیا تھا وہ دولہا دلہن کی جگہ تھی اور اس چھت کے نیچے پاؤں تک آف وائٹ سلک کا سلیولیس گاؤن پہنے بالوں کا جوڑا بنا کر ان میں سفید پھول لگائے ہاتھوں میں مختلف رنگوں کا بہار سے مشابہ گلدستہ تھامے لوسا کھڑی تھی۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں نے اس کے سر پر لگا لمبا نیٹ کا دوپٹہ کونوں سے پکڑا ہوا تھا اس کے سامنے کیون کھڑا تھا بلیک سوٹ میں وجیہہ سا دکھتا ہوا یہ ایک تصویری منظر تھا جس میں وہ دونوں مکمل لگ رہے تھے

''کیا تمہیں قبول ہے؟'' فادر نے بہت لمبا چوڑا بیان پڑھ کر اس سے پوچھا تھا۔ لوسا نے فرسٹ رو میں جو لڑکی والوں کی تھی سولیم کی جانب دیکھا اس نے مسکراتی آنکھوں کو ہاں کے انداز میں جنبش دی۔ دوسری رو میں بیٹھے براق نے اس کی پلکوں کی حرکت کو بخوبی دیکھا تھا اس نے بھی ویسے ہی اپنی پلکوں کو ہلایا۔

"یس۔"

لوسا کے اقرار پر پس منظر میں میوزک بجنے لگا۔ پھول برسا جانے لگے براق نے تنبیہہ نظروں سے کیون کو دیکھا جو حرکت کرنے کی وہ سوچ رہا تھا اس سے براق نے اسے سختی سے روکا تھا بھلا وہ سولیم کے سامنے اس طرح کی بیبا کی برداشت کر سکتا تھا۔ کیون نے بہت برا سا منہ بناتے ہوئے سر کو کھجایا اور ایک بازو پھیلا کر لوسا کو خود سے لگا لیا۔ تالیاں بجنے لگیں براق نے کن انکھیوں سے سولیم کی جانب دیکھا جو منہ دوسری طرف کیے دعا سے باتوں میں لگ گئی تھی۔ اسے خوامخواہ کی شرمندگی ہوئی ڈریسنگ میں بندھے اپنے بازو کو پکڑتے ہوئے وہ اسد کی جانب مڑا جو اس سے کہہ رہا تھا۔

"کمینے انسان! ڈرا کر رکھ دیا مجھے۔"

وہ مسکایا سولیم کی جانب نگاہیں کی۔

"ڈر تو میں رہا ہوں۔" اسد نے اس کی نگاہوں کا رخ بھانپ لیا۔

"تمہیں ڈرنا بھی چاہیے۔ بڑی فولاد چیز ہے سوچتا ہوں جب تم پر پھٹی گی تو کیا حالت ہو گی تمہاری۔"

براق کا قہقہہ دلہا دلہن سمیت دوسری رو میں بیٹھی سولیم کی فیملی نے بھی سنا تھا۔ دعا محترمہ نے تو باقاعدہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں بھی ڈرتا ہوں اس وقت سے لیکن مزا بھی آتا ہے سوچ سوچ کر اسد اس سنڈے بتا دوں گا۔"

اسد خوشگوار انداز میں چونکا۔

"سات دن بعد۔ تو پھر اگر اس نے شادی کیلیے ہاں کہہ دی تو کب رکھے گا ڈیٹ۔" وہ پر جوش سے اس سے پوچھ رہا تھا براق جھینپ گیا۔

"نیکسٹ ڈے۔"

"میں انکل آنٹی کو فون کر کے بتاؤں؟"

"ہرگز نہیں۔" براق نے فوراً اسے ٹوکا تھا۔

"ابھی بالکل نہیں بتانا پہلے مجھے پازیٹو رسپانس ملنے دے میں نہیں چاہتا وہ لوگ ہرٹ ہوں۔"

اسد کا فون اٹھا تا ہاتھ تھما۔وہ براق کی ہرٹ والی بات پر ٹھٹک گیا تو گویا وہ ہر حالات کیلئے تیار تھا یا پھر یہ اس کی خام خیالی تھی۔

کیون نے ہاتھ ہلایا تھا۔وہ دونوں اٹھ کر اس کے پاس چلے گئے۔فوٹو سیشن تھا تصاویر بن رہی تھیں۔ایک دو تصویروں کے بعد براق نے سولیم کو خاموشی سے منظر سے ہٹتے ہوئے دیکھا۔اس نے اپنی گردن پیچھے کی جانب موڑی۔سرمئی رنگ کے عبایا کی جھلک اسے مڑتی ہوئی نظر آئی۔فوٹو گرافر کے کہنے پر اس نے اپنی گردن سیدھی کی تھی پھر ایک دو کلک کے بعد اس نے آہستہ سے اپنے قدم پیچھے کو موڑے تھے۔وہ چار پانچ قدم الٹا چلا پھر یکدم مڑ گیا۔

کیون کے دوست احباب،دعا اس کے فرینڈز مہمان سب تصویروں میں مصروف تھے وہ ان سب کو چھوڑتا بڑی بڑی اینٹوں والی پتھریلی روش پر چلنے لگا۔اس نے گرے سوٹ پہنا ہوا تھا۔سفید بٹنوں والی شرٹ پر گرے ویسٹ کوٹ تھا اور ہاتھ میں چڑھا پلاسٹر وہ اپنے گرے شوز کے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا سر کو دائیں جانب موڑے اس کی تلاش میں تھا جو اسے نظر آ گئی تھی۔وہ گلابی درخت کے نیچے رکھے سفید لکڑی کے بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔درخت گارڈن کی زگ زیگ روش کے انتہائی کونے پر تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سجدہ الٰہی میں مصروف ہو۔اس کے گلابی پھول چھوٹی سی روش کے کناروں پر لگے آتشی و زرد رنگ کے پھولوں پر جھکتے تھے۔کچھ تو روش کے ساتھ ساتھ چلتے پول میں گرے ہوئے تھے جسے اس وقت مصنوعی جھیل کا سانچہ دیا ہوا تھا اس میں بطخوں اور بگلوں کے جوڑے تیر رہے تھے۔ہنس بھی موجود تھے۔

براق اس سے تھوڑے فاصلے پر رکا،بینچ پر دونوں ہاتھ گود میں رکھے وہ گہری سوچ میں مگن تھی اس کے پیچھے آتشی و زرد رنگ کے پھولوں کے غنچوں کے بعد تا حد نظر پھیلا سبزہ تھا۔براق نے گہری سانس کھینچی اور اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔پہلے سوچا ساتھ بیٹھ جائے پھر جانے کیوں معیوب جان کر اس کے بالکل سامنے نیچے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔روش کی چوڑائی اتنی کم تھی کہ براق کے بیٹھنے کے بعد بمشکل ہی ایک فرد وہاں سے گزر پائے۔

”آپ ٹھیک ہیں۔“ لہجے میں ایسی حلاوت تھی کہ وہ چونک گئی۔براق کب آ کر بیٹھا اسے خبر ہی نہ ہوئی۔

”ہاں شاید۔“ اس نے سفید پانیوں پر نظر جما کر کہا جبکہ آواز بھی ویسی ہی تھی پانیوں جیسی۔

"خوش ہوں بہت لوسا کیلئے اسکی آنکھوں میں آج اطمینان کے دیپ دیکھ کر مجھے اللہ سے اور زیادہ محبت فیل ہوئی۔ایک وقت ایسا تھا جب مجھے لگتا تھا یہ مشکل کام جو اللہ نے میرے سپرد کیا اسے میں تکمیل کی منزلوں تک نہیں لے جاؤں گی۔گھبرا جاؤں گی۔تھک جاؤں گی رک جاؤں گی۔"

جانے وہ کس موڈ میں تھی۔اس کے دل میں کیا تھا اس کے جذبات کیسے ہو رہے تھے جو وہ براق کے آگے اپنا دل کھول رہی تھی شاید یہ وقت ایسا تھا جب اگر براق کی جگہ کوئی بھی ہوتا۔وہ اسے بتاتی چلی جاتی اسے شاید اس سے فقط ایک سامع کی ضرورت تھی جو اس کے سامنے موجود تھا۔اس کی کتھا رس سننے کیلئے جو اپنی آخری سانس تک یونہی بیٹھا رہتا۔وہ کہہ رہی تھی اور براق کے ساتھ گلابی پھولوں والا درخت سفید پانی اس میں تیرتے راج ہنس اور یہ سبزہ۔اسے بڑے غور سے سن رہا تھا وہ کہہ رہی تھی۔

"مجھے لوسا نے کہا تھا وہ مایوس ہو چکی ہے۔خود سے اپنی تقدیر سے کوئی اسے سننے والا نہیں۔کوئی اس کو دیکھنے والا نہیں۔اس کا شیطان اسے غفلتوں کی گہرائیوں میں گرا رہا ہے اور وہ اس میں کھوتی جا رہی ہے ایک صبح ایسی ہوگی جب وہ ان گہرائیوں کی طرح تاریک و سرد ملے اور تم جانتے ہو میں ہر صبح دھڑکتے دل کے ساتھ ایک خوف سے بیدار ہوتی تھی۔مجھے ڈر تھا اگر واقعی کسی روز وہ مجھے سرد ملی تو میں کیا کروں گی۔میں اسکے لئے ایک ڈاکٹر نہیں بلکہ ایک ایسے انسان کی طرح ٹھیک کرنا چاہتی تھی جس کی چاہت میں گھل کر وہ اپنا بھیانک ماضی خود پر ہوئے ظلم و ستم اپنی تمام تر تشنگی بھول جائے جو ہو کر کا سائن اس پر لگ چکا تھا وہ فراموش کر دے۔"

براق کو اسکا گیلا لہجہ افسردہ کر رہا تھا۔اس کے دل پر دباؤ بڑھنے لگا۔

"اور ایسا ہی ہوا، میں نے اللہ سے دعا کی اور اس مالک نے میری سن لی۔آج وہ خوش و خرم اپنی نئی زندگی کیلئے تیار ہے۔ایک وقت ایسا تھا جب وہ ڈرتی تھی، گھبراتی تھی، شادی کے نام سے بھی لیکن تھینک یو تو یو تم نے اتنا اچھا انسان اس کی دنیا میں شامل کیا اور اللہ کیلئے شکریہ جو ہر پل ہر لمحہ اس کے ساتھ تھا اس کی حفاظت کرتا ہوا۔"

سولیم نے آسمان کی جانب نظریں اٹھائیں پلکیں اس کے آنسوؤں کا بار برداشت نہیں کر پائیں ٹوٹ کر گرتے ہوئے ایک موتی نے براق کے ہاتھ پر اپنی جگہ بنائی۔اس نے ورطہ حیرت میں گھر کر اپنی متاع کو دیکھا

پھر اس کی نظر اپنی ہتھیلی کی پشت پر گئی۔ وہ احساس کا پانی کتنا بیر یا کتنا پاکیزہ اور چمکیلا تھا۔ براق کو یکدم اپنے ہاتھ کا وہ حصہ معتبر لگا اس کے دل نے شور مچانا شروع کیا دھڑکنوں کا ارتعاش بڑھا اور اسے مضمحل کر گیا۔

''یقیناً آپ سو فیصد درست ہیں۔'' اس کے لب ہلے۔ سولیم نے نگاہیں جھکا کر اسے دیکھا نقاب نے اس کے آنسوؤں کو پی لیا تھا۔ گلابی پن آنکھوں میں جھلک کر انہیں مزید سحر انگیز بنا رہا تھا۔ براق نے نگاہوں کا رخ پھیرا سولیم اسے دیکھتی رہی لب کچلتا براق یہاں وہاں چہرہ گھما رہا تھا۔

''تمہیں کچھ کہنا تھا مجھ سے؟'' وہ اس کی بے چینی چہرے پر پھیلی ہوائیوں کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

گزرے وقت کی باتیں جیسے کمزور لمحے کی عنایت تھی۔ اب وہ پھر سے وہی سولیم تھی بے نیاز سخت دو ٹوک سی۔

''ہم۔'' براق چونکا۔ ''نہیں تو بس آپ کو یہاں دیکھا تو چلا آیا مجھے آپ پریشان لگیں کیا آپ واقعی ہیں۔''

ہوا کے ساتھ پھولوں کی مہک اور پتیوں نے ان پر بارش کی تھی۔ سولیم نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں میں پریشان نہیں بلکہ تشکر کے جذبات سے مغلوب تھی۔ اللہ کو تھینکس بولنا چاہتی تھی اس کیلئے تنہائی درکار تھی تبھی یہاں چلی آئی۔'' اس نے لمبی چوڑی وضاحت دی۔ براق سر ہلاتا رہ گیا۔

''اور میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔''

سولیم نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔ براق کے دل کا شور بڑھتا گیا اسے لگا بس اب اس کا راز فاش ہوا چاہتا ہے۔

''یعنی اب تم بھی سمجھنے لگے ہو خیر اٹس او کے میں ٹھیک ہوں۔ انفیکٹ بہت خوش، بہت زیادہ تم نے میری مدد کر کے ثواب کمایا ہے اللہ تمہیں ضرور اس کا اجر دے گا۔''

براق کے لب پھیلے۔ دھڑکن تو ویسے بھی پورے لندن میں گونجنے لگی تھی۔ دھڑکنوں کے پھیلنے کے ساتھ آسمان گلابی ہو گیا تھا۔ یہ جگہ پھول پانی لوگ سب گلابی تھے۔ فقط وہ اور سولیم تھے جو اپنے رنگوں میں تھے۔

''آپ خوش ہیں یہ بہت اچھی بات ہے لیکن میں پریشان ہوں کیونکہ میرا دل بہت زور سے دھڑک رہا ہے کہیں اس کا بند ہونے کا تو ارادہ نہیں۔''

''خدانخواستہ۔'' سولیم نے اس ماتھے پر بل لاتے ہوئے ٹوکا۔ ''کہیں تم نے میڈیسن کا استعمال زیادہ تو

نہیں کر دیا۔"

"ایسا نہیں ہے۔"

"بس میرا دل کسی اور کا ہو گیا ہے۔ شاید اس وجہ سے ایسا ہے۔"

اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ وہ یوں سولیم کے سامنے ڈھکے چھپے لفظوں میں اپنی دل کی کیفیت بیان کر دیگا۔ اپنی بات پر وہ خود ہی حیران ہوا تھا لیکن سولیم نہیں ہوئی تھی۔ براق شاہ اور اس کے سیکنڈلز گرل فرینڈز کی تعداد اسے دعا کے توسل سے ملتی رہتی تھی اس لیے بڑے ہی نارمل سے انداز میں کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر تم اس نے نکاح کر لو۔ یقین مانو حلال کے تعلق میں بڑی برکت ہے۔ یہ زندگی کو پرسکون بنا دیتی ہے۔"

وہ سمجھی تھی براق اس کی بات پر اچھلے گا۔ نا اتفاقی ظاہر کرے گا یا ٹال دے گا لیکن آج شاید وہ اپنے ہی موڈ میں تھا۔ اس کی اظہار سولیم کی قوت گویائی کو لمحہ بھر کیلیے مفلوج کر گیا۔

"میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں، نکاح میں واقعی طاقت ہوتی ہے تبھی تو میرے موم ڈیڈ آج کامیاب زندگی گزار رہے ہیں میں ضرور اسے پرپوز کرونگا لیکن کیا آپ کو یقین ہے وہ انکار نہیں کرے گی۔"

گلابی سماں اب بھی برقرار تھا۔ دل کی دھڑکن ہنوز اپنا راگ الاپ رہی تھی۔ وہ چہرے پر سوال لیے اسے تکے جا رہا تھا۔

سولیم نے کندھے اچکائے۔

"تمہاری موجودہ پوزیشن پر مجھے نہیں لگتا اسے انکار کرنا چاہیے۔"

اور براق کے دل کے غنچے کھل اٹھے۔ لبوں پر آن کی آن مسکان سمائی۔ پرستان سا ماحول اس کی آنکھوں میں خوشی کے دیپ جلا گیا۔ وہ دنیا کو اپنی نظر سے دیکھنے لگا۔ پھولوں سی مہکتی ہوئی تاروں سی ٹمٹماتی ہلکی خنک اور ہلکی گرم سی۔ لیکن تمہارا سابقہ ریکارڈ خاصا خراب ہے یہ آڑے نہ آ جائے۔

وہ یہ الفاظ کہنا چاہتی تھی لیکن براق کے چہرے پر کھلتے شگوفوں نے اسے روک دیا۔ وہ کھڑا ہوا۔

"تھینک یو۔ مجھے کانفیڈنس دینے کیلیے یہ یقیناً ایک اچھی گفتگو تھی۔"

وہ مڑنے لگا تھا جب سولیم کی پکار پر تھما۔ پلٹا، استعجاب بھری چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ سولیم نے راج ہنس پر نظریں جمائے اس سے پوچھا تو لہجہ دوبارہ بھیگا ہوا سا معلوم ہوا۔

"کیوں لوسا کو خوش تو رکھے گا نا؟"

براق نے اس کے خوبصورت دل پر مسکان اچھالی۔ عبایا میں سے چھلکتی اسکی آنکھوں کو دیکھا اور ان سے ہی مخاطب ہوا۔

"وہ رکھے گا۔ اس نے مجھے کہا تھا لوسا سے اسے پہلی نظر کی محبت ہوئی ہے۔ اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ماضی میں وہ کیا تھی یہ بات اہمیت رکھتی ہے اب وہ کیا ہے اور وہ اس کا دل ہے اور دل کی حفاظت تو فرض ہے اس سے رتی بھر کوتاہی موت کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔"

اس کا حرف حرف سچ تھا۔ اس کا لہجہ یقین کی مہر میں سجا تھا۔ سولیم نے تشکر بھری نظر آسمان پر ڈالی۔

"شکریہ۔" وہ بیک وقت دونوں سے مخاطب تھی۔

✿.........✿.........✿

"کیا تمہیں قبول ہے؟"

"جی۔"

میں نہیں جانتا تھا کسی انسان کی سنگت آپ کو اس طرح بھی بدل سکتی ہے۔ آپ اس کیلئے وہ سب چھوڑ سکتے ہو جس کو کبھی چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ آپ کی ذات پر اس طرح حاوی ہو سکتا ہے کہ آپ کو خود میں بھی وہ نظر آئے اسکی ہی جھلک دکھے آپ اسے کھونے سے ڈرو۔ اس کے دور جانے سے گھبرا جاؤ کبھی کی بات ہے میں نے ایک شخص سے پوچھا تھا محبت کیا ہوتی ہے تو اس نے مجھے کہا تھا۔

محبت ایک ایسا وجد ہے جو پاک روحوں پر ہی آشکار ہوتا ہے۔ اندر کی مٹی کو سرسبز و شاداب کر کے اس میں معتبر پھول کھلا دیتا ہے۔ آپ کی روح بالکل ایسی ہو جاتی ہے جیسے جنت کے پانی میں نہا کر آئی ہو۔ دل آب زم زم کے قطروں سے چمکتا ہوا شفاف ہو۔ چہرہ افق پر چمکتے نور کے گولے جیسا منور ہو جاتا ہے۔ غرض محبت انسان کو اندر باہر سے بدل کر رکھ دیتی ہے۔ آپ خود سے وہ بن جاتے ہیں جو آپ کے دل میں بسنے لگتا ہے آپ خود کو

نفی کر کے اسے جنم دیتے ہیں جس نے آپ کو نئی دنیا دکھائی ہوتی ہے۔ محبت کو اگر دوسری زندگی کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ یہ انسان کو اس دنیا سے متعارف کرواتی ہے جس کا تصور شاید اس نے مرنے کے بعد کا کیا ہوتا ہے جب تمہیں محبت ہوگی تو جان جاؤ گے۔

بالوں کو جیل سے سیٹ کر کے اس نے پیچھے کو گرایا تھا۔ تازہ کٹنگ تھی اوپر سے گھنے بال سیٹ ہو گئے تھے۔

"میں اسے آج پرپوز کرنے لگا ہوں کیا پہنوں؟"

براق نے وائٹ ٹی شرٹ پہنی۔

"تجھے کوئی ڈیسنٹ سا ڈریس چوز کرنا چاہیے جیسے کہ بلیک سوٹ پہن لو یا نیوی بلیو کلر کا استعمال کر کے ایک مہذب انسان بن کر جائے گا تو اچھا رہے گا۔"

ٹی شرٹ چھوٹے گول گلے والی تھی۔ براق نے اپنی سیاہ موتیوں والی مالا گلے کے اندر کی اور اس کے ہاف سلیو ٹھیک کرنے لگا۔ اس کے مضبوط مسلز پر بنی ڈیزائننگ نظر آنے لگی۔

"اور اپنی یہ بالی بھی اتار دینا۔ مجھے لگتا ہے سولیم جیسی لڑکیوں کو اس طرح کی چیزیں پسند نہیں ہوتیں۔"

اس نے ہاتھوں میں پہنے ربڑ بینڈ درست کیے۔ بالی کو وائٹ ٹشو سے صاف کیا اور اپنی ہلکی ہلکی داڑھی سے سجے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا دیکھنے لگا۔

"محبت میں پرسنالٹی معنی نہیں رکھتی اس میں آپ کا دل معنی رکھتا ہے جو خالصتاً آپ کی چاہ میں ڈوبا ہوا ہو۔ باقی چیزیں تو ثانوی ہیں۔"

سفید شربتی رنگ کے گاگلز اس نے اپنی آنکھوں پر لگائے تھے۔ سلیولیس سیاہ رنگ کی لیدر کی جیکٹ نما اپر اسے نے سفید ٹی شرٹ کے اوپر پہنا اور پرفیوم کی بوچھاڑ خود پر کر دی۔

"میں نے ابھی گھڑی خریدی ہے ویسے تو، تو امیر بندہ ہے۔ وہ چیزیں پہنتا ہے جس کا میں بیچارہ تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن وہ گھڑی عین اس سوٹ کے ساتھ جاتی ہے جو میں نے تیرے لیے چوز کیا ہے۔ یقیناً وہ تیرے ہاتھ میں سوٹ کرے گی۔"

اس نے اپنے کسی فین کی دی ہوئی عام سی گھڑی پہنی اور جینز کے پائنچے تھوڑے فولڈ کرتا ہوا ڈیزرٹ شوز

پہننے لگا۔ یہ سب وہ گفٹس تھے جو اس کے فینز اپنی محبت کے اظہار میں اسے بھیجتے رہتے تھے۔ محبت سے دی ہوئی چیزیں بھلا کب بیکار ہوا کرتی ہے اور یوں بھی اشیا کا مول نہیں ہوتا۔ پہننے والے کی قیمت ہوتی ہے اس پر ڈیپنڈ کرتا ہے کہ وہ دو کی چیز کو لاکھ کی بناتا ہے یا کروڑوں کی چیز کو صفر کا۔

''سولیم کو پھول پسند نہیں تو مجھے لگتا ہے تجھے اس کیلئے چاکلیٹس یا پھر ٹیڈی بیئر لے کر جانا چاہیے۔ عموماً لڑکیوں کو اس طرح کی چیزیں ہی پسند ہوتی ہیں۔''

براق نے چھوٹا سا سیاہ ڈبا اٹھایا جس پر کراس کے ڈیزائن کی گلابی ربن لگی ہوئی تھی۔ اس نے اس ربن سے سجا ڈھکن کھولا۔ اندر گلابی پرل سے سجا بروچ تھا اس نے لبوں کو مسکراہٹ میں ڈھالا۔ تصور کے پردے پر وہ سولیم کے شانے کے قریب اس بروچ کو لگا ہوا دیکھ چکا تھا۔

''لوسا! مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔ دراصل وضاحت کا ٹائم نہیں ہے بس اتنا چاہتا ہوں کہ تم سولیم کو اس ایڈریس پر آنے کا کہو جو میں تمہیں سینڈ کر رہا ہوں۔ نہیں کوئی بھی پریشانی نہیں ہے بس میری طرف سے اس کیلئے ایک سرپرائز ہے۔ اس سرپرائز کو پورا کرنے کیلئے مجھے تمہاری ہیلپ چاہیے۔ آئی ہوپ تم مجھے مایوس نہیں کرو گی۔''

والٹ اور سیل اس نے جینز کی پاکٹ میں ڈالے گہرا سانس چھوڑتے ہوئے خود کو دیکھا۔

''دیکھ، سمپل طریقے سے ہی پرپوز کرنا زیادہ شور اور لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہوٹل کا انتخاب میرے خیال سے درست ہے تم ایک ٹیبل بک کراؤ۔ وہاں اس کے ساتھ ڈنر کرو اسے اپنے دل کا حال بتاؤ اور رنگ پہنا دو۔ بس مجھے پتا ہے اسے قائل کرنا مشکل ہے لیکن تمہاری اس کے ساتھ ہوئی پچھلی بات کافی تسلی بخش ہے سو بیسٹ آف لک۔''

براق نے چھوٹا سے بیگ اٹھایا۔ اس کے اندر بروچ والا باکس اور انگیجمنٹ پینڈنٹ ڈالا اور انہیں اٹھاتا باہر آ گیا۔

ان کے اپارٹمنٹ میں افراتفری کا عالم تھا۔ سب مہمان جانے کو پر تول رہے تھے وہ ان کے ساتھ کام میں بزی تھی۔ کسی کا بیگ پیک کروانا تو کسی کا گمشدہ جوڑا ڈھونڈ وانا۔ ان سب میں گھن چکر بنی وہ اکتا گئی تھی اوپر سے چاچو کو بھی کچھ دنوں کیلئے نیوزی لینڈ جانا تھا۔ ان کا بیگ بھی تیار کرنا وہ ان سب کاموں سے تھک گئی تھی۔ یہ نہیں تھا

کہ دعا اس کی مدد نہیں کر رہی تھی۔ وہ بھی دیگر کے کاموں میں پھنسی ہوئی تھی اور اب بیٹھی درد سے کمر کو سہلا رہی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی یہ پھوپھی چاچی تائی کے بلونگڑے اتنے آفت کے پرکالہ کیوں ہوتے ہیں۔ مجال ہے جو ایک جگہ ٹک کر بیٹھ جائیں ابھی یہ فلور صاف کیا تھا لگ رہا ہے یہاں پر پانچ بار کوئی دعا موپ مار چکی ہے۔"

سر پر بندھے کپڑے کی بو باندھتے ہوئے موپ لگاتی وہ تازہ گری آئس کریم صاف کر رہی تھی جو تین سالہ اجالا نے گرادی تھی۔

سولیم نے بیچاری سہمی ہوئی اجالا کو دیکھا جو اب پلیٹ میں ٹپکتی آئسکریم کھا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اس جلاد کے خوف سے ٹشو سے منہ بھی صاف کیے جا رہی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی ویل مینرڈ سلیقہ شعار اور مہذب بچے کہاں پائے جاتے ہیں۔ میں نے تو دنیا کا ہر کونا چھان مارا۔ مجھے تو ایسے ہی شرارتی شیطان کے بھائی دیکھنے کو ملے ہیں۔"

پاس سے گزرتے نو سالہ منان نے اپنی دعا آپی کو دیکھا اور اس کی طرح با آواز بلند بڑبڑایا۔

"جو جیسے ہوتے ہیں ان کو ویسے ہی ملتے ہیں۔ اف سوری سوری۔ میں نے تو وہی کہا ہے جو میرے دوست نے مجھے بتایا تھا۔"

وہ اس کی سخت گھوری پر سرنڈر کے سے انداز میں ہاتھ کھڑے کر کے بولا تھا۔ سولیم کا فون بجنے لگا۔

"ہاں لوسا کیسی ہو؟ خوش ہو میں نے تمہیں اس عرصے میں یاد کیا۔"

دعا نے اپنی سخت گھوریوں کا رخ سولیم کی جانب کیا۔

"ہاں یاد کیا تو ایسے کہہ رہی ہے جیسے اس کی ماجائی ہو۔ جھوٹی آنٹی اور ایک میں ہوں جو دس بارہ دن کیلئے کہیں چلی جاؤں تو مڑ کر نہیں پوچھتی۔"

وہ اسے دیکھتی منہ بنا بنا کر سوچ رہی تھی۔ سولیم کی اس پر نظر پڑی۔ آن کی آن مسکان نے لبوں کو چھوا تھا دعا نے حرکت جو ایسی کی تھی۔

"ہاں اپنا کہاں ہو، تمہیں پتا ہے میں نے تمہیں کتنا یاد کیا ہنی ایسے مت کیا کرو۔ روز آن لائن ہوا کرو تا کہ ہم گھنٹوں بات کر سکیں۔"

”یہ کیا کہہ رہی ہو تم ابھی دس منٹ پہلے ہی تو ہم نے بات کی تھی۔“

بوکھلائی سی اینا نے سوال دغا تھا۔

”آں اں ں......آئی لو یو ٹو جنم۔“

سولیم نے مسکان روکی اور لوسا کی بات غور سے سننے لگی۔

”جیسے کہ تمہیں معلوم ہے ہم لوگ دو چار دن میں لوٹنے والے ہیں تو مجھے بتاؤ ہم کب ملیں۔ میں آتے ہی تم سے ملنا چاہتی ہوں۔“

سولیم ٹھٹکی، پرسوچ انداز میں اس نے آنکھوں کو گھمایا تھا۔

”میری معلومات کے حساب سے تمہیں آنے میں ابھی مہینہ درکار ہے۔ یہ اتنی جلدی آنے کی کیا سوجھی۔“

دعا کی بلند و بانگ باتیں اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں۔ وہ ٹیرس کی جانب آ گئی۔ اچنبھے سے پوچھا۔

”بس کیون کو کچھ کام تھا جس کے سلسلے میں آنا پڑا۔ دیکھو میں پرسوں آرہی ہوں۔ تمہیں ایڈریس سینڈ کروں گی پلیز پہنچ جانا میرے پاس تمہارے لئے سرپرائز ہے۔“

وہ اس کے لہجے میں چھلکتی خوشی کے اثر سے مغلوب ہوگئی۔ مسکرا کر سر تسلیم خم کیا۔

”ڈونٹ وری، میں آجاؤں گی۔ تھینکس۔“

سولیم نے کال کاٹی اور واپس ڈرائنگ روم میں آگئی جہاں اب دعا رگڑ رگڑ کر صوفوں پر کپڑا پھیر رہی تھی اس کا انداز جارحانہ تھا۔

”تمہیں کیا ہوا؟“ سولیم نے اس کے اشتعال کے پیش نظر پوچھا۔ وہ اس کے سوال پر بیخ پا ہوگئی۔

”تمہیں اس سے مطلب، میں چاہے جہنم میں جاؤں تمہیں کیا، تم کرو اپنی دوستوں کے ساتھ گپیں۔“

”اللہ“ سولیم نے اسے سرتاپا دیکھ کر خالی ڈرائنگ روم میں نگاہ دوڑائی جہاں موجود تمام سفری بیگز اور ہینڈ کیریز اب ندارد تھیں۔

”تم تو کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو اتنی جیلسی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اوکے میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں مجھے تو تم بخشو۔“

وہ اس کے پھر سے سلگنے پر پہلے ہی معذرت خواہ ہوئی۔

”ہا۔بھول ہے تمہاری میڈم، میں نے کوئی نہیں بخشنا تمہیں کھینچ کر اپنے ساتھ جہنم میں لے کر جاؤں گی دیکھ لینا۔“

”استغفراللہ۔“ سولیم نے برا سا منہ بنایا۔

”بھلا میں یا تم کیوں جانے لگی جہنم میں۔خدا کا خوف کرو اچھی باتیں منہ سے نکالا کرو اگر ایسا ہی چلتا رہا تو کر لیا تم نے گزارہ۔“

دعا کی سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی۔وہ اس کا اشارہ سمجھ گئی تھی۔اس سے پہلے کچھ کہتی سب وہاں جمع ہو گئے۔مل ملانے اور سب کو دروازے تک چھوڑنے کے بعد وہ جونہی اندر آئی،شاکر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سٹڈی میں لے گیا۔

”یہ کیا کر رہے ہو آپ؟“

وہ اس افتاد کیلئے تیار نہیں تھی۔گڑبڑا گئی شاکر ششش کے سے انداز میں اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔

”تمہیں گفٹ دینا تھا اس کیلئے پرائیوی چاہیے تھی اس لئے یہاں لے آیا۔“

اس کے گداز گالوں پر پلکوں کے سائے کو دیکھتا وہ کہہ رہا تھا۔ساتھ میں اس نے وہ کیس بھی کھولا۔نازک سا بریسلٹ سولیم کی آنکھوں کے سامنے تھا وہ مسکا دی۔

”پہنا دوں؟“ اجازت طلب کرنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔شاکر نے وہ بریسلٹ اس کی کلائی میں پہنا دیا۔

”میری زندگی میں آنے کیلئے شکریہ۔“ جذب سے کہتا وہ بڑے سارے واز میں سے گلاب نکال کر اسے دے رہا تھا۔سولیم نے عاجزی سے اسے تھام لیا اور مسکرا کر سر نیچے کیا۔

”عجیب بات ہے لیکن میں پھر شرما رہی ہوں وہ بھی تم سے کیا تم نے کبھی ایسا سوچا تھا۔“

ایز آ کزن وہ بہت اچھے دوست تھے ایک دوسرے سے اچھی ہم کلامی تھی کافی حد تک انڈرسٹینڈنگ بھی تھی سو سولیم کیلئے اس نئے بندھن میں بندھنا تھوڑا نیا سا تھا لیکن شاکر کیلئے نہیں کیونکہ وہ سولیم کو بہت پہلے سے ایسا

تسلیم کر چکا تھا۔

''میں نے تو سوچا تھا۔'' دعا نے دروازے سے سر نکال کر کہا۔

''ہائے شاکر بھائی، آپ کتنے رومانٹک ہیں اور ایک وہ آپ کا موٹا بھائی ہے باؤلا خشک کبوتر نہ ہو تو۔''

سولیم اور شاکر اس کی اچانک آمد سے چونک کر پیچھے ہوئے تھے سولیم کو تو بڑا آکورڈ سا محسوس ہوا۔

''دعا یار! تم کب بڑی ہو گی سارے فسوں کا ستیاناس کر دیا۔''

وہ حقیقتاً بدمزا ہوا تھا۔ دعا نے آنکھ ماری۔

''ابھی...... کیا یاد کریں گے آپ بھی کر لیں اپنا کوالٹی ٹائم گولڈن جگنوؤں کی طرح اب دس منٹ تک آپ کو کسی نے ڈسٹرب نہیں کرنا۔''

وہ کہتی ہوئی غڑاپ سے دروازے کے پیچھے غائب ہوئی تھی۔ سولیم نے اسے معذرتی انداز میں دیکھا۔

''یہ فیوچر میں ہمیں بہت تنگ کرنے والی ہے۔''

شاکر کی بات پر اسے ہنسی آئی تھی وہ اس کی ہنسی دیکھ کر محظوظ ہوا۔

''میں یقیناً اس صدی کا سب سے خوش قسمت انسان ہوں جو آج آپ میرے حصے میں ہیں میری زندگی میں آنے کیلئے شکریہ سولیم۔''

وہ مسکرا دی۔ بالوں کی لٹوں کو خوامخواہ کانوں کے پیچھے اڑستی لب بھینچتی یہاں وہاں دیکھتی وہ کافی دلچسپ لگ رہی تھی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا یہ وہی سولیم ہے جس کے سامنے اچھے اچھے بات کرنے کا سوچتے تھے۔

''شاکر آپ مجھے کنفیوز کر رہے ہیں اگر ایسا ہی چلتا رہا تو پھر میں جا رہی ہوں۔'' نروٹھے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے واقعی باہر کی اور قدم اٹھا دیے تھے۔ شاکر فوراً سامنے آیا سولیم نے اسے خفا نظروں سے دیکھا۔

''اچھا بابا ایک تو تم چھوٹی چھوٹی باتوں سے خفا ہو جاتی ہو۔ میں جا رہا ہوں آج مجھے کوئی ایسی بات بتاؤ جس پر میں عمل کر سکوں جو مجھے تمہاری یاد دلاتی رہے۔''

''تو یعنی میری یاد کیلئے آپ کو کسی سہارے کی ضرورت ہے۔''

وہ خوشگوار انداز میں چونکا اور پھر اس نے ہاتھ کی مٹھی بنا کر مسکراتے لبوں پر رکھی تھی۔ پہلا شکوہ اسے بڑا ہی

مسرور خیز لگا تھا خوشبو جیسے ہر سو پھیل گئی۔

”نہیں ایسا نہیں لیکن میں خوش ہوا۔“

”آپ ایسا کرنا میرے چاچو کی دھیان رکھنا۔ آپ انہیں لے کر جا رہے ہیں۔ خبردار جو انہیں ذرا سا بھی کچھ ہوا۔“

وہ تو اسے آج پل پل حیران کر رہی تھی۔ اس دھونس نے اسے ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

”مسز شاکر! آپ شاید بھول رہی ہیں۔ نہ ہی میں انہیں لے کر جا رہا ہوں اور نہ ہی وہ مجھے لے کر جا رہے ہیں۔ یہ ایک سیمینار ہے جس میں ہم جیسے معمولی ڈاکٹرز شرکت کر رہے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں میں اپنے آں ڈیڈی کہوں ہاں یہ ٹھیک ہے، میں اپنے ڈیڈی کا دھیان آپ سے بھی زیادہ رکھوں گا۔ اب پلیز کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فلائیٹ کا ٹائم ہو رہا ہے اور اس سے پہلے دعا خانم پھر سے ہماری پرائیویسی میں مخل ہوں مجھے اجازت دیں۔“

وہ اس کے ساتھ باہر آ گئی تھی۔ آتے آتے اس نے کہا۔

”معمولی ہو نگے آپ میرے چاچو کا تو ایک نام ہے یہاں۔“

”ایگری۔“ وہ دونوں وہاں آ گئے تھے جہاں چاچو اور طلحہ کھڑے باتیں کر رہے تھے اور دعا صوفے پر بیٹھی چپس کتر رہی تھی۔

”لو جی آ گئے لو برڈ۔ کیا ہے بھئی جسے دیکھو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔“

سب کی بیک وقت تیوری زدہ پیشانی دیکھ کر اس نے کڑوے حلق سے کہا تھا اور اس طلحہ کو تو کہنے کے ساتھ شدید گھورا بھی تھا۔

”بھئی طلحہ! تجھ سے مجھے خاصی ہمدردی ہے۔ تیری زندگی بڑے امتحان میں کٹنے والی ہے۔“

دعا جھٹ صوفے سے کھڑی ہوئی اور ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر کہنے لگی۔

”ہاں آپ تو کہیں گے نا خاندان کی سب سے مطلوب ہستی جو ہاتھ لگ گئی ہے۔ اڑلیں ہواؤں میں بہت جلد آپ پر ان محترمہ کی اصلیت بھی آشکار ہو گی جتنی خرانٹ پلس جلاد صفت ہیں نا یہ ان کی گھوریوں میں ہی آپ

کی زندگی کٹ جائے گی۔"

سولیم نے منہ کھولے اسے دیکھا۔ وہ طلحہ تھا جس کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"بدتمیز۔" سولیم بڑبڑائی۔

"اے لڑکی! خبردار جو میری معصوم سی بیوی کے بارے میں کچھ کہا بھی تو۔"

چاچو کے سامنے اس طرح کا طرز تخاطب اسے بلش کر گیا۔ گھور کر شاکر کو دیکھا جو دعا کی جانب متوجہ تھا البتہ چاچو اسے محبت پاش نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔

"صحیح ہے بیٹا کھڑے رہو۔ لوگ تمہاری بیوی کو جھڑک دیں اور تمہیں کوئی پرواہ نہیں۔"

وہ کچا چبا جانے والے انداز میں اسے دیکھ کر بولی۔ سمسٹر کے بعد اس کا نکاح ہونا تھا لیکن پھر پتا نہیں چاچو کو کیا سوجھی سولیم کے ساتھ ہی اس کا بھی نکاح کر دیا۔ دعا نے بھی پھر کچھ نہیں کہا تین مہینے بعد بھی تو اس موٹے سانڈ سے ہی اسے نکاح کرنا تھا تو اب کر لے قباحت ہی کیا ہے۔

"کیوں بھئی لوگ کیوں بھائی ہیں میرے جو چاہیں تمہیں کہہ سکتے ہیں اور ویسے بھی بڑے ہیں تم سے احترام کرواں گا۔"

شاکر نے اسے شانوں سے تھاما۔ سولیم تنہا کھڑے دعا کو دیکھنے لگی۔

"ٹھیک ہے بھئی بنائے جاؤ اپنی پارٹیاں۔ میں کہوں بھی تو کیا میرے اپنے سکے کھوٹے ہیں اور خبردار آئندہ تم نے مجھ پر حکم چلایا تو۔"

سولیم جھٹ اسے کے پاس آئی۔ چاچو نے ابھی اس کے شانے پر بازو پھیلایا۔

"کھوٹے سکے ہی کام آتے ہیں بیٹا جی اور ہمارا ووٹ تو اپنی بیٹی کی طرف ہے مجال ہے کسی کو جو اسے ڈانٹ دے۔"

چاچو کے کہتے ہی فوراً شاکر اور طلحہ نے کان پکڑے تھے۔ وہ اپنے پیارے ڈیڈی کی بانہوں میں سما گئی۔

سولیم بھی ان کے حصار میں تھی۔

"کیا جانا ضروری ہے؟" دونوں نے گیلی آواز سے پوچھا۔

''بہت زیادہ، تم دونوں فکر مت کرنا اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور پھر گاڈ بھی تو ہے۔'' انہوں نے دونوں کو اپنے دائیں بائیں بانہوں میں جگہ دیتے ہوئے کہا۔

''میں نہیں ڈرتی یہ ڈرپوک ڈرتی ہے۔''

دعا کے جھوٹ پر سولیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''میری دونوں بیٹیاں بہت پیاری ہیں۔''

طلحہ اور شاکر بھی اپنی اپنی سائیڈ پر کھڑے ہوئے۔ طلحہ نے ہاتھ بڑھا کر کیمرہ آن کیا تھا۔

''اس اموشنل سین پر ایک سیلفی ہو جائے۔'' سب نے مسکرا کر دیکھا اور وہ لمحہ قید ہو کر رہ گیا وہ لمحہ جسے دوبارہ پانے کیلئے ان کی آنکھوں نے تاحیات منتظر رہنا تھا۔

✿......✿......✿

''کیا تمہیں قبول ہے؟''

''جی۔''

آسمان پر بنفشی سے بادلوں کا راج تھا۔ ہوا خوش بھی تھی، افسردہ بھی۔ زمینی حرکات تسلسل سے جاری تھیں۔ سمندر کا شور کچھ ناپسندیدہ سا گیت سنا رہا تھا۔ دور سے کہیں اٹھتی بانسری کی لے میں کچھ سوز تھا، کچھ استراحت۔ اس عجیب وغریب دن میں وہ دی عبایا پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔ کیون کی شادی کے بعد سے وہاں پر وہ نہیں آئی تھی۔ ہفتہ بیتنے کو تھا اس کی نگاہیں ویرانیوں کا سفر طے کر کے اس کے دل کو بے بس کر دیتی تھیں۔ اب بھی وہ پر ملول سا بیٹھا تھا۔ اس کا ہاتھ کچھ ٹھیک تھا اور ابھی وہ ڈین کے پاس آیا تھا۔ آفیشلی طور پر ریٹائرمنٹ دے کر وہ جیسے پرسکون ہوا تھا لیکن ڈین چاہتا تھا ریٹائرمنٹ سے پہلے وہ ہونے والا ٹورنامنٹ کھیلے جو کہ اگلے مہینے ہونا تھا اور یہاں اس نے اسد اور ڈین کے بیحد اصرار پر حامی بھر لی تھی ابھی ہاتھ ٹھیک نہیں تھا سو وہ آرام پر تھا۔ تھکی تھکی سانس خارج کر کے وہ آسمان تکنے لگا۔

آج دل کی حالت غیر تھی۔ آج اندر سناٹا سا پھیل رہا تھا۔ ایسا کیوں تھا وہ خود بھی واقف نہیں تھا اس نے سولیم کیلئے خریدا بروچ اٹھایا۔ گلابی پرل سے سجا یہ بروچ کتنا نفیس اور جذبات سے گندھا تھا۔ وہ تصور میں سولیم

کے دیکھ کے مسکایا۔

"تم بہت عجیب لڑکی ہو۔دیکھو کیا سے کیا بنا دیا مجھے۔" وہ اپنی تخیل سے مخاطب ہوا۔

"اسد کہتا تھا میں کبھی بھی ڈرنک کرنا نہیں چھوڑ سکتا تم نے وہ بھی چھڑوا دی حالانکہ یہ کس قدر دشوار آمیز تھا میرے لیئے۔"

اسے اپنے وہ تلخ دن یاد آئے۔ ہر برا دن واقعی بیت جاتا ہے اور گزرنے کے بعد ایسا لگتا ہے جیسے وہ کوئی عام سا لمحہ تھا جسے ہم نے سر پر سوار کر لیا تھا۔

"ایک عورت پر ٹکنا میرے لئے امپاسبل تھا اور اب میں تم پر اکتفا کئے بیٹھا ہوں۔تم بہت بری ہو ہر قربانی میرے کھاتے میں آئے اور تم دامن بچا جاؤ۔"

وہ ہنسا۔

"خیر مجھے تم سے کوئی قربانی نہیں چاہیے۔تم جیسی ہو مجھے قبول ہو بس وہ لمحہ آجائے جب میں تم سے یہ سب کہہ سکوں۔"

اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔عجیب سی تکان رگ و پے میں سرایت کرتی محسوس ہوئی۔کوئل نے اس کی سوچیں اس کی خوشی اور اس کی بے چینی دیکھی پھر پر مارتی فاصلے عبور کرتی اس فلیٹ کی کھڑکی میں آن بیٹھی۔اندر کا منظر اس کی معصوم آنکھوں میں آنسو لے آیا۔

"کیا تمھیں قبول ہے؟"

چاچو نے بہت محبت سے اس سے دریافت کیا۔نکاح نامہ ان کے ہاتھ میں تھا۔اسے گلابی دوپٹے کے ہالے میں چھپے چہرے کی آواز سنائی دی۔

"جی۔" مدھم گیلی کانپتی آواز۔پھر اس نے دیکھا۔وہ لڑکی جس کے سپنے اس لڑکے کی آنکھوں میں سجے تھے۔وہ اپنا آپ کسی اور کو سونپ رہی تھی۔سائن کر کے دعا کروائی گئی کوئل سے یہ سب برداشت نہ ہوا وہ اڑ کر شور مچانے لگی۔اس کی آواز میں محسوس کیئے جانے والے کیلئے بین تھا اور یونہی سننے والے کیلئے خوشی۔

"اللہ تمھیں خوش و آباد رکھے۔"

دعاؤں کے ساتھ اسے تنہا چھوڑ کر کمرے سے چلے گئے۔وہ کوئل واپس آئی اور اس کی کھڑکی میں بیٹھ کر شور مچانے لگی۔سویلم نے اپنا دوپٹہ سرکایا اور بیڈ چھوڑ کر اس تک آئی۔

''ہے، ننھی بیوٹی کیا تم میری خوشی میں گا رہی ہو؟''

کوئل نے افسردگی سے اسے دیکھا تو گویا یہ صرف سننے والی ہے۔وہ اسے کچھ ڈھیر سارا کہہ کر اڑ گئی۔اس سے پہلے سویلم مڑتی اسے دروازے پر کھٹکا ہوا۔اس کی کزنیں اور گھر کی بڑی عورتیں اندر آ رہی تھیں۔سب نے اسے ڈھیر سارا پیار دیا۔دعائیں دیں، بہت باتیں کیں کچھ خواتین تو کافی دیر اس کے پاس بیٹھی رہیں۔امی اور بہن نے بھی اس سے بہت پیار کیا۔

''شاکر بہت اچھا ہے مجھے تمہاری قسمت پر رشک ہے اللہ تمہیں آباد رکھے۔''

امی کی دعاؤں پر وہ اظہار تشکر سے سر جھکا گئی۔

''آج کا ڈنر تم شاکر کے ساتھ کرو گی۔پھر کل تو ویسے ہی اس نے چلا جانا ہے۔''

آپا کے کہنے پر وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔منع کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھی کہ شاکر کی ممی ساتھ ہی بیٹھی تھیں۔وہ ہولے سے حامی بھر گئی۔کچھ دیر بیتی شام کے سائے لہرائے تو اسے اپنے کمرے کی ٹیرس پر جانے کو کہا گیا۔وہاں گول میز پر کھانا اور کینڈلز رکھی تھیں۔وہ انہیں دیکھ کر جھینپ گئی۔غبارے جابجا بکھرے تھے اور فیری لائٹس بھی جل رہی تھیں۔وہ آواز پر مڑی، شلوار قمیض میں آتا شاکر اسے بہت بھلا لگا۔اس نے اسے سلام کیا۔

وہ ٹھٹک گیا۔سلام کا جواب دیتا اس کے نزدیک آیا تھا۔

''یقین کرنا مشکل ہے کہ یہ حقیقت ہے اور آپ اس طرح میرے سامنے ہیں بہرحال آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔''

سفید کامدار کھلے پائنچوں کی شلوار کے ساتھ اس نے چھوٹی قمیض پہنی ہوئی تھی۔بال بندھے تھے کانوں میں آویزے ہاتھوں میں چند ایک چوڑیاں اور سر پر ٹکا۔گلابی ٹشو کا دوپٹہ پہنے وہ سادگی کی انتہا چھوٹی معصوم دکھ رہی تھی۔اس کی تعریف پر شرمندہ سی مسکا دی۔اس کے سامنے ایسا کھڑا ہونا واقعی محال تھا۔

شاکر نے آگے بڑھ کر اس کیلئے کرسی کھینچی۔سویلم تھینکس کہتے ہوئے بیٹھ گئی۔کھانے کے بعد ڈھیر ساری

باتیں کرنے کے بعد شاکر نے اسے منہ دکھائی دی تھی۔

"پتا نہیں آپ کو پسند آئے گا یا نہیں لیکن مجھے لگا مجھے آپ کیلئے گھڑی خریدنی چاہیے۔ میں شروع سے جانتا ہوں آپ کو گھڑیاں کتنی پسند ہیں۔"

گولڈن ڈائل والی رولیکس اس نے اجازت لے کر سولیم کے ہاتھ میں پہنائی تھی۔ اسے یہ واقعی پسند آئی اس کا چہرہ کھل گیا۔

"یہ بہت خوبصورت ہے۔"

ٹمٹماتی آنکھوں کے ساتھ وہ چاند لگتی کہہ رہی تھی۔

"نہیں یہ نہیں آپ......"

سولیم نے لبوں کو آپس میں فولڈ کیا اور دائیں جانب دیکھنے لگی۔

"سولیم! ایک اجازت درکار ہے۔"

اس کے لہجے پر سولیم نے چہرہ اٹھایا۔

"کین آئی ہگ یو؟"

وہ اس ڈیمانڈ پر گنگ رہ گئی۔ اس سے پہلے کوئی جواب دیتی۔ وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا پنجوں کے بل بیٹھا اور اپنے دونوں بازو اس کی کمر پر باندھ لئے۔ چند ساعتیں گزریں دل کے دھڑکنے کی آوازیں سنیں اور پھر وہ ہٹ گیا۔

"تھینکس، یہ آپ کو میری یاد دلاتا رہے گا آج سے آپ آفیشلی میری ہیں۔"

وہ اس کی حرکت پر خفت سے مسکرا دی۔

"بدتمیز۔"

ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ یہاں وہاں دیکھ رہی تھی پھر یکدم اس نے حیرت سے شاکر کی جانب دیکھا وہ اس کے دیکھنے پر قہقہہ لگا گیا۔

"مجھے آپ کو تنگ کر کے مزا آیا لیکن آئم سوری یہ میرے بھائی کی وجہ سے تھا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کی

بیوی کی بہن میری واٹ لگائے گی تو تھوڑی سی پیاری سی واٹ آپ بھی میری بیوی کی بہن کی لگا دینا تا کہ میں اس عجوبہ کے سامنے سرخرو ہو سکوں۔ ویسے سولیم، اس آئیڈیے نے ہمارا ٹائم اچھا کر دیا۔ نہیں؟"

"شاکر بہت بدتمیز ہو تم۔" وہ اٹھ کر اندر جا رہی تھی اور شاکر اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

تمام قدرتی مناظر نے یہ لمحات دیکھے اور ایک گہری سانس بھری۔ ان کے سانس بھرتے ہی دن چڑھ آیا تھا۔ ہر طرف ایک نامحسوس کی جانے والی خاموشی کا راج تھا۔ فقط ان کیلئے جو محسوس کرتے ہیں جبکہ دوسری جانب تو قہقہوں اور باتوں میں بھرپور ناشتہ ہوا تھا۔ ناشتے کے بعد شاکر چاچو سے اجازت لے کر سولیم کو اور طلحہ دعا کو لے کر چلا گیا تھا۔ پلان تو تھا ساتھ ساتھ جائیں لیکن شاکر ڈنڈی مار کر سولیم کو پہلے لے گیا۔

"یہ کیا کیا آپ نے؟ اب دیکھنا دعا کتنی خفا ہو گی۔" سولیم شاپنگ مال میں اس کے ساتھ چلتی پھولے منہ کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

"کوئی نہیں ہوتی بلکہ وہ بیچارہ طلحہ خوش ہو گا جو اس کی بیجا ضد کی وجہ سے کمبائن آؤٹنگ پر راضی ہوا تھا۔"

سولیم عبایا والی شاپ میں گھس گئی۔

"ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔" اس نے رائل بلیو کلر کا عبایا نکالا آنکھوں میں شرارت چمکی۔

"کیا آج کی شاپنگ آپ کی طرف سے ہے؟" عبایا کا ٹیگ اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتی وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ شاکر نے مصنوعی انداز میں دل پکڑا۔

"لڑکی! تمہارے معیار کا پتا ہے تبھی جیب بھر کر لایا ہوں اور مجھے پتا تھا تم اپنی اس برینڈ میں تو ضرور گھسو گی دکھاؤ تو کتنے کا ہے۔"

اس نے ٹیگ پڑھا۔ دو لاکھ پچاسی ہزار کا وہ عبایا تھا۔ شاکر دیکھ سکتا تھا یہاں جتنے بھی عبایا تھے زیادہ تر سولیم کی وارڈروب میں تھے فقط چند ایک رہتے تھے جو شاید نیو کلیکشن تھی۔

"ہمم۔ عجیب ہے اپنی برینڈ ہونے کے باوجود دوسری برینڈ کا عبایا پہنتی ہو۔ تم رہنے دو اس کا کلر نہیں اچھا۔"

سولیم نے آنکھیں دکھائیں۔ عبایا کے پیچھے اس کے بھی لب مسکرا رہے تھے۔

"تمیز سے رہو یہ کلر بہت اچھا ہے اور میں یہ دو بھی لے رہی ہوں۔"

دو مزید عبایا خرید کر وہ اکڑ کر چلتی ہوئی کاؤنٹر پر گئی تھی۔ آنکھوں سے شاکر کو پیمنٹ کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے اپنا کریڈٹ کارڈ مشین میں گھسیٹا۔

"میڈم آپ بیس خرید لیں بندہ بشر کی جرأت جو اف بھی کہہ لے۔ یہ سب آپ کا ہی تو ہے اور میں بھی۔"

"بس بس دھیان کرو ہم باہر ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی دوسری شاپ میں آ گئی۔ ڈھیر ساری شاپنگ کر کے وہ یہاں وہاں پھرے ایک جگہ تو طلحہ اور دعا بھی نظر آئے اور ان کا منظر کچھ یوں تھا کہ طلحہ بیچارہ اوپر سے لے کر نیچے تک شاپنگ بیگز سے بھرا ہوا تھا۔ دعا آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے مہارانیوں کی طرح اس کے آگے چل رہی تھی۔ شاکر ان کی آنکھ سے بچ کر سویلم کو لے گیا۔ مبادا وہ آواز ہی نہ دے لے۔ ڈھیر ساری آؤٹنگ کرنے کے بعد وہ ایک اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں بیٹھے اور ان کے سامنے لنچ کیلئے سلاد اور کافی رکھی تھی۔

شاکر سویلم کا نقاب تھوڑا سا ہٹا کر اسے سلاد کا بائیٹ کھلا رہا تھا۔ سویلم نے مسکراتے ہوئے باقی کا اسے منع کیا ان کی بے تکلفی دیکھنے کے قابل تھی۔ براق خالی نظروں سے پیچیدہ انداز میں ان دونوں کو دیکھے گیا۔ اس کے دل میں شدید فضول کے جذبات الجھ رہے تھے۔ وہ کانپتے خیالات کے ساتھ گھر آیا۔ کب کی اس کی منتظر گولڈ فش نے اس کے قدم رکھتے ہی پاؤں کو چھوا تھا۔ براق اتنا مضطرب تھا کہ اس پر دھیان ہی نہیں دیکھ سکا۔ صوفے پر دونوں ہاتھوں میں سر گرائے بیٹھا رہا۔

"کیا ہوا؟" کمرے سے نکلتا اسد استفہامیہ انداز میں اسے دیکھتا اس کے پاس بیٹھا تھا۔ براق کے چہرہ اٹھانے پر وہ شدید گھبرا گیا۔

"وہ۔" براق رکا، تھوک نگلا۔ "وہ آج اس کے ساتھ تھی۔ وہ کیا نام ہے اس کا ہاں شاکر میں نے آج انہیں شاکر کے ساتھ دیکھا۔ وہ دونوں بہت بے تکلف بہت کلوز اور بہت پراسرار سے لگ رہے تھے۔ اسد! میرے دل میں جو خدشہ ابھر رہا ہے وہ وہم بھی تو ہو سکتا ہے نا۔"

"آفکورس۔" اسد اس کی عجیب ہیجانی حالت پر آنکھوں میں بے بہا سوال سموئے الجھن لئے اسے دیکھ رہا

تھا۔ بات بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ اس کا اندازہ اسے تھا لیکن اتنی بڑھ چکی کہ یہ خاصہ تشویش آمیز تھا۔

''یہ سراسر ایک خدشہ ہے اور کچھ نہیں کزنز میں اس طرح کی باڈنگ ہوتی ہے اس میں اتنی گھبرانے والی بات نہیں۔''

وہ اس کی تسلی پر ڈھیلا پڑا تھا لیکن دل کی بے ترتیب دھڑکن ابھی بھی نہیں سنبھلی تھی۔

''ہاں ٹھیک کہا، یہ تو نارمل ہے لیکن وہ سولیم ہے۔ ہر ایک سے فاصلہ رکھ کر بات کرنے والی۔ وہ کیونکر کسی کو اپنا نقاب اٹھا کر کھلانے کی اجازت دے گی۔''

اب یہ قابل تفکر بات تھی۔ اسد بھی لاجواب ہوا۔ بہت مشکل ہوئی اسے براق کو کوئی ٹھوس دلیل دینے میں، خود کو یہ سمجھانے میں کہ یہ سب فقط ان دونوں کا وہم ہے۔

''ہوسکتا ہے وہ اپنے کزنز کو ایسی اجازت دیتی ہو۔ تم نے دیکھا نہیں تھا اس دن جب ہم کیون کے ساتھ بیٹھے تھے تب بھی وہ اس سے بہت بے تکلفانہ انداز میں بات کر رہی تھی۔ ہم اس کے باقی کزنز سے ملے بھی تو نہیں نا جو درست اندازہ لگا سکیں یوں بھی میں نے سنا ہے پاکستان میں کزنز کو بہن بھائی سمجھا جاتا ہے۔''

براق نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ہاں تم نے ٹھیک کہا۔ وہ ماریہ نہیں تھی وہ بھی تو اپنے کزن کو بھائی کہتی تھی۔ اوف تھینکس۔ اسد تم نے میرے دل سے بڑا بوجھ ہٹا دیا۔''

اس نے ریلیکس سے انداز میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی۔ اسد نے پرسوچ انداز میں سر ہلایا۔

''ہاں تھینکس ٹومی۔'' اس کے دماغ میں ماریہ اور اس کے بھائی کزن کا ریلیشن گھومنے لگا۔ اس نے اسی سوچ میں ڈوبی آواز سے پوچھا۔

''کب پرپوز کر رہا ہے تو؟''

''پرسوں۔''

''ہمم۔ ویری گڈ۔''

❁......❁......❁

یہ موجودہ دن تھا۔ بہار اپنے جوبن پر تھی۔ ہر جانب تازگی و مہک کا راج تھا۔ وہ اس کھلتے دن کی شام میں خود پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر والٹ اٹھاتا باہر آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھوٹا سے گفٹ بیگ بھی تھا جس میں سولیم کیلئے پینڈنٹ اور بروچ تھا۔ اس نے دیکھا اس کے نیچے آنے پر اسد نے بیساختہ اپنے منہ پر ہاتھ مارا تھا۔

"مجھے پتا تھا کوئی نہ کوئی بلنڈر ضرور کریگا تو یہ حلیہ بنا کر جائے گا۔ اس کے سامنے کوئی خدا کا خوف کر۔"

براق نے مرر وال میں اپنا عکس دیکھا۔ پھر موپ لگاتے سرونٹ کو پکارا۔

"برو! کیا میں برا لگ رہا ہوں؟"

مسکراتی آواز پر سرونٹ کو حوصلہ ہوا تھا جھٹ نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں سر آپ اچھے لگ رہے ہیں۔"

براق نے آبرو اچکا کر اسد کو دیکھا۔

"ہاں یہ تو کہے گا ہی اتنا ڈرا کر جو رکھا ہوا ہے تو نے مجھ سے پوچھ ایک دم بیکار لگ رہا ہے۔ کہا بھی تھا ڈیسنٹ بن کر جا۔"

اسد جھنجھلا گیا۔

"اور وہ سوٹ کہاں ہے جو میں نے لا کر دیا تھا؟"

"بھائی ریلیکس، کام ڈاون میں اس میں کمفرٹیبل ہوں۔ میں سولیم کو اپنا آپ دکھانا چاہتا ہوں جو میں ہوں جو میں پسند کرتا ہوں۔ یہ سب میرے لیے آرام دہ ہیں اور ویسے بھی یہ وہ گفٹس ہیں جو مجھے میرے فینز نے دیے تھے میں ان سے اپنی کہانی کی شروعات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ان میں محبت اور احساس کا جذبہ ہے۔"

اسد نے گہری سانس بھری۔ اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ سیاہ جینز سفید شرٹ میں بظاہر وہ سٹائلش سا سادہ لگ رہا تھا لیکن یہ وہ تھا جس نے ان کپڑوں کی قیمت بنادی تھی اور جو اس پر جچ بھی بہت رہے تھے۔

"ہاں تو میں نے کونسا ان میں نفرت بھری تھی میں نے بھی تو انہیں خوشی و محبت سے لیا تھا۔" اس نے منہ بنا کر شکوہ کناں انداز میں کہا۔ براق کا قہقہہ اس کی گولڈفش نے سنا اور مخمور انداز میں اس کے قدموں سے چپکی دم ہلا گئی۔

''میں جانتا ہوں تبھی اسے اپنی انٹیجنٹ کیلئے سنبھال کر رکھا ہے۔''

اسد نے واؤ والے انداز میں ہاتھ پھیلائے۔ براق اپنی گولڈی کی جانب متوجہ ہوا۔

''ہے لعل فیری آج مجھے وش کرو میں ایک بڑے محاذ پر جا رہا ہوں۔''

زمین پر پنجوں کے بل بیٹھتا وہ شیشے پر ہاتھ پھیرتا گویا اسے سہلا رہا تھا۔

''ہاں ہاں کرو اسے کہکشاؤں کو جو تسخیر کرنے جا رہا ہے۔'' وہ جل کر صوفے پر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ براق نے دبی مسکان کے ساتھ اسے دیکھا۔

''وہ واقعی کہکشاں ہے۔''

پھر گولڈی کی جانب تصدیقی انداز میں دیکھا۔

''ہے نا۔'' اس نے دم ہلا کر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

وہ کھڑا ہوا اسد کی جانب مڑا۔

''دیکھ آج کے دن ناراض نہ ہو۔ ٹھیک ہے تو کہتا ہے تو میں چینج کر کے آتا ہوں۔''

اسد اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اس کے پاس آیا۔

''مجھے دیکھ اوپر سے نیچے تک کیا لگتا ہے کہ میں پاگل ہوں۔ میرا خرچہ بچ رہا ہے اور کہہ رہا ہے چینج کر آتا ہوں میں تو کل سے سوچ سوچ کر پریشان تھا کہ اب اس کی منگنی بھی میرے سر آنی ہے۔ بٹ تھینکس ٹو یو اینڈ یور فینز جنہوں نے مجھے بچا لیا۔''

براق نے تعجب خیز انداز میں اسے دیکھا۔

''تو پھر اس سوجے ہوئے منہ کا مطلب؟''

وہ واقعی حیران ہوا تھا۔ اسد کا یہ اکھڑا سا انداز۔ اسے دیکھ کر منہ بنانا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

''ہنسنا نہیں بس مجھے اپنے سنگل ہونے کا شدید احساس ہو رہا تھا۔ میں نے کہا نا ہنسنا نہیں ٹھیک ہے دفع ہو میں جا رہا ہوں۔''

براق کے مسلسل حلق پھاڑ کر ہنسنے پر وہ نو دو گیارہ ہوا تھا لیکن جاتے جاتے اس نے براق کی محبت کی تکمیل کی

شدت سے دعا کی تھی۔

جہاں براق سفر محبت پر تھا وہیں سولیم پیچ رنگ کا عبایا پہن کر مطلوبہ جگہ کیلئے نکل چکی تھی۔شام ڈھل چکی تھی۔ وہ دعا کے ساتھ آنا چاہتی تھی لیکن دعا اپنے دوستوں کے ہمراہ نکاح کی پارٹی لینے میں ان دنوں مصروف تھی اسی لئے سولیم کو تنہا آنا پڑا۔وہ دی مائنڈ کو خدا حافظ کہہ کر آئی تھی۔اس کے تمام سابقہ پیشنٹس اب مکمل طور پر صحت یاب تھے۔فقط براق تھا جس کا بس لاسٹ سیشن ہونا تھا اور وہ کوئی خاص نہیں تھا۔جینی بھی لے سکتی تھی لیکن وہ پھر بھی اسے کہہ آئی تھی کہ اگر براق نے ضد کی تو وہ اسے بلا لے۔"

گلابی پڑتے آسمان کے نیچے اس کی کار پارکنگ ایریا پر آ کر رکی جہاں دو اور گاڑیاں کھڑی تھیں۔سولیم نے سرسری سا اسے دیکھا پھر اس کی نگاہیں اس بڑے سارے گیٹ کو دیکھنے لگیں جو آسمان کو چھوتا محسوس ہوتا تھا گاڑی کو لاک کر کے اس نے جونہی گیٹ کے قریب قدم رکھا وہ خود بہ خود اپنا آپ دیوار میں غائب کرتا چلا گیا۔سولیم نے اندر قدم بڑھائے اس کے اندر آتے ہی وہ گیٹ بند ہوا تھا۔اس نے مڑ کر دیکھا پھر سیدھی ہوئی نیم اندھیرے میں کچھ بھی دیکھنا محال تھا۔

"لوسا۔"

اس کی آواز گونجنے لگی۔آواز کے ساتھ ہی قدموں کے نیچے ایکوریم فلور ابھرا تھا۔چمکتے پانی میں انواع و اقسام کی مچھلیوں کو دیکھ کر سولیم نے بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھا۔یہ بہت بہت دل آویز لگا تھا۔اسے انواع واقسام کی مچھلیاں اس کے قدموں میں تھیں۔چمکتا نیلا پانی اسے محسوس کروا رہا تھا جیسے وہ واقعی سمندر کے اوپر کھڑی ہے۔اس نے روشنیوں میں سجے اپنے پاؤں کے نیچے چمکتے سمندر کو دیکھا۔بے اختیار اس کے دل نے اللہ کے آرٹ کو سراہا تھا۔

"لوسا! یہ بہت خوبصورت ہے۔"

خوشی سے کھنکتی آواز پھر سے گونجی۔ساتھ ہی اس بڑے سے حال نما جگہ کی دیواریں روشنیوں سے جگمگا اٹھیں۔دیواروں پر اس کی عبایا میں تصاویر تھیں یا یہ تھری ڈی افیکٹس تھے۔سولیم کی آنکھوں میں جذبات امڈ کر آئے۔وہ خوشی سے مغلوب نمی تھی اس کے دل میں ستارے بھرنے لگے۔

"تم مجھے حیران اور روہانسا کر رہی ہو اب۔"

بہت سارے پانیوں والے فرش پر وہ کھڑی تھی۔ دیواروں پر اس کی تصویریں آویزاں تھیں جو جانے کس کس وقت کی تھیں۔ اب چھت کی اوپر لی سائیڈ سے ڈھیر سارے جگنوں اس کے وجود کا گھیرا کرنے لگے جانے وہ بھی جگنو تھے یا تھری ڈی ایفیکٹس۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک کو پکڑنا چاہا تو معلوم ہوا، وہ مصنوعی تھے لیکن حقیقت کا گمان رکھتے وہ تھے وہ سب آئے اپنی چمکتی روشنیوں میں اس کے گرد گول گول چکر کاٹنے لگے۔ وہ اتنی کثیر تعداد میں تھے کہ سولیم ان میں چھپ کر رہ گئی۔ اس نے اپنے سر سے اوپر تک اڑتے ان مصنوعی جگنوؤں کو دیکھا اس کی آنکھیں بھی سنہری روشنیوں میں رنگ گئیں۔

"لوسا کہاں ہو، سامنے آؤ یہ سب ایسا ہے جیسے خواب۔"

اور پھر اس کی آواز گونجنے پر اسد نے گہری سانس بھرتے ہوئے اللہ کا نام لے کر بٹن پش کیے۔ وہ سولیم کو اپنے سامنے دیوار پر لگی بڑی ساری ایل سی ڈی پر دیکھ سکتا تھا۔ کانوں پر ہیڈ فونز لگے تھے گہری سانس بھری اور سولیم پر نگاہ جمالی۔

"مجھے تمہارا یہ سرپرائز بہت......"

اس کے الفاظ منہ میں دم توڑ گئے۔ آنکھوں میں سختی ابھری اور ضبط انتہا کی منزلوں کو چھونے لگا۔ فسوں ٹوٹ چکا تھا۔ وہ چیز سامنے رونما ہونے لگی جو اس کے فرشتوں نے بھی نہیں سوچا تھا۔

دیواروں سے ذرا پر روش کے کناروں پر اس کے اور براق کے تھری ڈی وجود چلنے لگے۔ وہ مختلف ملاقاتوں کے مختلف مناظر تھے۔ کبھی وہ اس کے سامنے بیٹھا کچھ کہہ رہا تھا اور وہ انہماک سے سن رہی تھی تو کبھی وہ دونوں ساتھ ساتھ فاصلے سے کہیں چل رہے تھے۔ سولیم کے گھر کے مناظر بھی تھے اس میں آنکھوں میں ٹوٹے مان کی کرچیاں لیے اس نے فضا میں گونجتے ہلکے میوزک کی جانب نگاہ کی۔ میوزک کے ساتھ براق کی آواز۔ تھی اس نے خون کے گھونٹ پی کر اسے سنا جو کہہ رہا تھا۔

"میرا پیار تمہارے لیے پرانا ہے۔"

"یہ ہم سے بھی پہلے سے ہے۔"

"یہ وہ پیار ہے جو زندگی سے بھی پہلے سے ہے۔ یہ جنت میں ہماری زندگی کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے۔"

براق کے لبوں سے یہ لفظ نکلتے ہی دور تک مصنوعی شیشے کی مانند جمی ہوئی جھیل چمکی تھی۔ وہ زرد روشنیوں اور پتیوں سے بچی اس جھیل کے کنارے سے نکلا اور قدم قدم چلتا اس تک آیا۔ جگنوؤں کا ہالہ سولیم پر سے ٹوٹ چکا تھا۔ وہ دم سادھے ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتی دھنک رنگوں میں ڈوبے براق کو دیکھے جا رہی تھی جس کی آنکھیں جگنوؤں سے بھی زیادہ روشن تھیں جو مزید کہہ رہا تھا۔

"اور مجھے یاد ہے وہ زندگی ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہوئے ہم نے گزاری تھی۔ اور سڑکوں پر گھومتے ہوئے......اور تمام وقت ہم ایک ساتھ چلتے تھے۔"

ان دونوں کا وہ تھری ڈی ایفیکٹ چلنے لگا جس میں سولیم براق کے ساتھ لوسا کی شادی کیلئے آرگنائزرز کو لائی تھی تاکہ ایونٹ اچھے سے ہو سکے۔

اس سین میں وہ دونوں ساتھ تھے لیکن براق اس سے پیچھے تھا اس پر نگاہیں جمائے ہوئے وہ اس کے قدموں پر اپنی منزل تلاش کرتا اسی کا مسافر تھا۔ سولیم نے اپنے لب بھینچے۔ دور سے آتا براق ہولے ہولے اس کے نزدیک آتا جا رہا تھا۔ پس منظر میں شیشے کی طرح چمکتی جھیل پر ان دونوں کے عکس ابھر چکے تھے۔ بے تحاشہ روشنیوں میں گھری وہ اس اندھیرے مجسمے کو خود کے قریب آتا دیکھ رہی تھی۔ کیا پتا آج کے بعد یہ اندھیرا ہی اس کا مقدر تھا۔ سیاہی میں ڈوبے شخص کے لب ابھی بھی تھرتھرا رہے تھے۔ ایک جذب سی لے تھی جو ان سے برآمد ہو کر آج سولیم کیلئے آزمائش کی گھڑی بنی تھی۔

تم میں، میں نے اپنے حصے پائے ہیں

جن کی تلاش میں، میں تھا

تم میں، میں نے اپنی روح کے تار پائے ہیں

جو اک بار تمہارے ساتھ جڑے تھے

جبر کی انتہا کیا ہوتی ہے، خود پر بند باندھ کر رکھنا کیسا ہوتا ہے، آنسوؤں کو تھام لینا انہیں گرنے نہیں دینا غصے کو کنٹرول کرنا دل کو قابو کر کے اس پر پتھر جما لینا خود کو کمزور نا پڑنے دینا اس سب کے معنی سے حقیقی طور پر وہ

آج متعارف ہورہی تھی۔ براق کی جذبات کی حدت سے بھرپور آواز اس کا پور پور جلا دے رہی تھی۔ یہ جلن اتنی زیادہ تھی کہ قدم لرزنے لگے تھے۔ ہمت جواب دینے کو تھی وہ اس جواب دیتی ہمت میں اسے سن رہی تھی جس نے بس چند قدم ہی پاٹنے تھے فقط تھوڑی سی مسافت پھر دیکھنا تھا، کس نے سرخرو ہونا ہے اور کون مجروح ہوتا ہے۔

تمہاری آنکھوں میں، میں نے اپنا عکس دیکھا ہے

جو کہ پرانی یادوں سے بھرا ہے

اور میرا وہ حصہ جو کہ میں بہت پہلے بھول چکا تھا

اور میری روح کی ان سنی دعائیں

فاصلہ مٹ گیا۔ زمین ختم ہوئی الفاظ رک گئے۔ سانسیں تھمی تھیں۔ آنکھیں ایک دوسرے پر جمی الگ الگ کہانی لیے۔ ایک کی آنکھ میں محبت کی لو جلتی تھی تو دوسری کی آنکھوں نے شعلوں کو خود میں جگہ دی ہوئی تھی۔ ایک میں پوری دنیا کے رنگ سمٹ آئے تھے تو دوسری بے رنگ وسپاٹ تھی۔ ایک کی آنکھیں بول رہی تھیں چلا رہی تھیں، ان میں خوشی کے ساز بجتے تھے تو دوسری کی آنکھیں سپاٹ وساکن تھیں۔ ان میں اگر غور سے دیکھو تو انہونی کا احساس تھا۔

براق نے ہوا میں ہاتھ لہرا کر چٹکی بجائی۔ وہ آج سولیم کی آنکھوں میں فقط اپنا عکس دیکھنا چاہتا تھا تبھی نگاہ نہیں ہٹائی۔ دور اس شیشے سی جھیل میں سے ایک لفظ ہوا میں بلند ہوا تھا۔ سولیم اس کی جرأت دیکھنا چاہتی تھی تبھی نگاہیں پھیر کر دیکھا۔ وہ انگلش حروف کا ''آئی'' تھا جو چھوٹے سے پری کے پنکھ اپنے دائیں بائیں لگاتا اڑا اور وہیں کہیں مصنوعی بنائے گئے آسمان میں گم ہوگیا جو نیلے پانیوں جیسا شفاف تھا سولیم نے نگاہ نہیں ہٹائی، وہ وہیں دیکھتی رہی اور براق اس کی آنکھوں میں۔

فضا میں اب پری کے پنکھ لگائے ''لو'' بلند ہوا تھا اس کے ساتھ چھوٹا سا دل بھی تھا جو اسی کے ساتھ اڑ کر غائب ہوگیا۔ سولیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

وہ (یو سولیم) دیکھ کر اب ان دونوں پر برستی مصنوعی برفباری دیکھ رہی تھی جو شاید براق شاہ کے تھیم کا حصہ

تھی۔ برف باری رکی براق کے لبوں نے جنبش کی۔
''کیا تم میری بنو گی سولیم، میں اس بہار کو تمہارے ساتھ اسی سال کی عمر میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت دو کہ جب میری سانسیں اکھڑ رہی ہوں تو میں تمہیں کہہ سکوں مجھے تم سے محبت ہے اور تم میرے سرہانے بیٹھ کر اسے قبول کرو۔ کیا تم میرے ساتھ وہ سنہرا وقت گزارنا چاہو گی؟ کیا تم ہماری زندگی کو جنت بنانے میں میری مدد کرو گی؟ کیا تم میری بہار کی دلہن بنو گی؟
اس نے سرخ ادھ کھلی کلی سولیم کی جانب بڑھائی تھی۔ وہ سرد نگاہوں سے اس کلی کو دیکھے گئی۔ اس نے اپنی نگاہوں کا زاویہ چینج کیا۔ بے چین مضطرب خوشی وخوف سے دوہرا براق اس سے اس جواب کا منتظر تھا جو شاید اس کی قسمت میں نہیں تھا۔
''میں نے آج سے سال بھر پہلے کسی میں تمہیں تلاش کرتے ہوئے اسے پانی کی گہرائی میں پرپوز کیا تھا۔ اس وقت جب میں اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا سوچ چکا تھا تب دل نے صدا لگائی تھی۔ کیوں سودا کرتے ہوئے کیوں مصنوعی میں حقیقت کا گمان کرتے ہو اگر دل ہے چاہ ہے تو جاؤ اسے یہاں آباد کرو جس نے تم پر قبضہ کیا ہے اس آنکھ مچولی سے کچھ نہیں حاصل نہیں ہونا فقط تنہائی اور خالی پن کے۔ اور دیکھو دل درست کہتا ہے اس کی بات کبھی نہیں ٹالنی چاہیے۔ آج اگر وہ میری زندگی میں نہیں ہے آج اگر میں آپ کے سامنے ہوں تو صرف اس لیے کہ مجھے واقعی آپ کی چاہ ہے۔ میرا دل صرف آپ کیلئے دھڑکتا ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ آپ چاہیں گی اس کی دھڑکن بند ہو سو پلیز اس پھول کو ہماری محبت کے پہلے اقرار کا تحفہ سمجھ کر قبول کر لیں اور مجھے یہ اعتماد دیں کہ میں آپ کو اپنی زندگی میں جلد از جلد شامل کر سکوں۔''
بجتا میوزک ہنوز دھیما تھا۔ زرد لائٹس ویسے ہی روشن تھی۔ انکے ایفکٹس میں ابھی بھی جان موجود تھی۔ شیشے سی چمکتی جھیل سے کافی فاصلے پر وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ سولیم نے اس ادھ کھلی لمبی ڈنڈی والی گلاب کی کلی کو دیکھا، دیکھتی رہی کچھ ساعتیں بیتیں۔ دھڑکنیں بڑھیں، سانسیں تھمیں، آنکھوں کا انتظار طویل ہوا پھر اس پرفسوں ماحول اور کنٹرول روم میں سب کو بھگاتے اسد نے دیکھا کہ سولیم کا ہاتھ بڑھا ہے اور اس نے وہ کلی تھام لی ہے۔ سرشار سا تشکر کے احساس سے بھرا اسد کرسی کی بیک سے ٹیک لگا گیا لیکن پھر جھٹکے سے اسے وہ آرام

چھوڑنا پڑا۔الفاظ تھے یا خنجر اسد کی سماعت بھی لہولہان ہوگئی۔

سولیم نے وہ کلی تھامی پھر اس نے جتنی نرمی سے اسے تھاما تھا اتنی ہی شدت سے زمین پر پھینک دیا۔اس کے بعد اسے کچل کر جب اس نے پاؤں ہٹایا تھا تو وہ بدصورتی کی حد تک مسخ ہو چکی تھی۔ براق نے ٹوٹی نگاہوں سے اس محبت کے پہلے معتبر تحفے کو دیکھا جو مترشح ہو چکا تھا۔وہ جو بڑھتی دھڑکنوں کے ساتھ اس کے پھول کو تھامنے پر شادمانی کی منزلوں کو چھو رہا تھا اتنی ہی زور سے زمین پر آ کر گرا جتنا کہ وہ نازک پھول گرا تھا۔ براق کو یکدم اپنا چہرہ مسخ شدہ لگا اس پر خوف طاری ہوا۔

محبت کی ابتدا ہی خوف سے ہوتی ہے۔ محبوب کے چھوڑ جانے کا خوف، ٹھکرا دینے کا خوف، کسی دوسرے کا ہو جانے کا خوف، اس کی نظروں میں گرنے برا بننے کا خوف۔ بہت بہت سارا خوف۔

سولیم طنز میں تالیاں بجانے لگی۔ان تالیوں کی گونج میں یہ پورا ماحول آ گیا تھا۔میوزک بند ہو چکا تھا فقط گونج تھی تو ان دل چیر تالیوں کی جو براق کی سماعت میں ہتھوڑے کی طرح لگنے لگی تھی۔

”بہت خوب مسٹر شاہ بہت خوب۔ون سٹینڈ نائٹ کیلئے اتنا بڑا ڈرامہ۔تم تو بھئی میری سوچ سے بھی بڑے ایکٹر نکلے۔تمہارے لیے تو آسکر ہونا چاہیے۔اپنی ہوس پر بڑا اچھا لیبل لگا کر پیش کر رہے ہو۔

براق کو شدید جھٹکا لگا۔آنکھوں میں گویا لہو اتر آیا ہو۔وہ تڑپ اٹھا۔پہلا درد تھا تبھی شدید محسوس ہوا۔

”تمہیں لگا جھوٹی بیماری کی ایکٹنگ کروں گا، اچھی باتوں کا جال بنوں گا پھر رومان پرور ماحول بنا کر اسے گناہ کیلئے دعوت دوں گا تو وہ مان جائے گی۔بچہ سمجھا ہوا ہے مجھے۔تمہیں لگا میں تمہاری اس اچھائی کے ڈھونگ میں آ کر تمہارے آگے بچھ بچھ جاؤں گی تو آئیم ریئلی سوری، تم یہاں ہار گئے ہو۔“

براق کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں۔ وہ کتنا غلط سوچتی تھی اس کے بارے میں۔ کتنی منفی رائے رکھتی تھی وہ اس کی بیماری کے جھوٹ کے بارے میں کیسے جانتی تھی۔اس سے پہلے وہ مزید سوچتا سولیم نے خود ہی بتا دیا۔

”میں ایسے ہی اس مقام پر نہیں پہنچی تمہارا ڈھونگ تمہارے چہرے کا میک اپ سب سمجھتی تھی لیکن خاموش تھی جانتے ہو کیوں، کیونکہ میں تمہاری حدیں اور اپنا ضبط دیکھنا چاہتی تھی۔ مسٹر گراو نے اچھی تمہاری رپورٹ بنائی تھی ویل ڈن۔“

وہ ہوا میں تیر چلا رہی تھی رُک رُک کر بتائی ہوئی تمام باتیں اسے کہہ رہی تھی اور یہ جان کر اسے از حد دکھ ہوا کہ یہ سب سچ تھا پہلے روز کا ہی شک حقیقت تھا۔

”وہ سب غلطی تھی فقط اس لئے تاکہ میں آپ کے پاس رہ سکوں۔ بخدا میں نے کبھی آپ کو نقصان پہنچانے کا سوچا بھی نہیں یقین کریں۔“

ٹوٹے اعتماد کی کرچیاں براق کے قدموں میں گری تھیں۔ وہ ان میں لہولہان ہو گیا۔ سولیم کا یہ جارحانہ روپ اس کے دل کو خون کے آنسو رلوا رہا تھا۔

”نقصان نہیں برباد کرنے کا۔ کیا میں نہیں جانتی تم وہی مکار اور بدنیت براق شاہ ہو جو ہزار لڑکیوں کے جذبات سے کھیلا ہوا ہے۔ تمہیں لگا سولیم شفیق بھی ان میں سے ہی ایک ہوگی بڑی ہی غلط سوچ رکھی تم نے۔“

سولیم کی نفرت اس کی آنکھوں کے سامنے دھند کی چادر بچھانے لگی۔ اس کی قوت گویائی سلب ہوئی۔ بڑی دقت سے وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

”آپ میری کردار کشی نہیں کرسکتیں۔“

سولیم تضحیک آمیز انداز میں مسکائی۔ یہ کونسا روپ تھا اس کا۔ براق قطرہ قطرہ ختم ہونے لگا۔

”کردار کشی تو ان کی کی جاتی ہے مسٹر براق شاہ جن کا کوئی کردار ہو۔ کیا تمہارا کوئی کردار ہے؟“

زوردار طمانچہ اس کے منہ پر لگا تھا۔ وہ اپنی وضاحت میں ایک لفظ بھی بولنے کے قابل نہیں رہا۔ اسد نے بڑی مشکل سے اس کی خاموشی سہی تھی۔

”تم جو ایک زانی ہو، ایک شرابی، ہر کالا کام کرنے والے تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تمہاری کردار کشی نہ کی جائے۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں ابھی اتنی گناہ گار ہوں جو تم جیسا انسان میرے حصے میں آئے۔ نہیں ابھی اتنے بھی برے دن نہیں آئے ابھی میرا اللہ مجھ سے راضی ہے۔“

براق اسے نم ناک نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ کیا کوئی اس حد تک بھی تلخ ہوتا ہے۔ کیا کسی کی اتنی پرتیں ہوتی ہیں کہ وہ اترتی جائیں اور مقابل نگاہوں سے گرتا جائے۔ کیا یہ اس کی سولیم تھی یا یہ صرف نگاہوں اور سماعت کا دھوکا تھا۔

''مت بولیں۔'' اس نے بہت قوت لگا کر یہ الفاظ ادا کیے۔

''مت گرائیں مجھے میری نظروں میں۔ یہ ظلم نہ کریں۔ سولیم! ورنہ آج کے بعد میں کبھی اٹھ نہیں پاؤں گا۔ میرا غرور مجھ سے مت چھینیں۔''

وہ لہو میں ڈوبی آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا زندگی یہیں ختم ہے اگر اعتراف کا اس قدر جارحیت آمیز جواب آنا تھا تو کاش یہ خواب ہو جائے اور اس کی آنکھ کھل جائے۔

وہ ہنسی۔ اس کی ہنسی میں کوڑے برساتا تضحیک تھا۔

''اچھا ہے نا براق شاہ! تمہیں بھی معلوم ہو کسی کی ذات کی جب دھجیاں اڑائی جاتی ہیں تو اسے کیسا محسوس ہوتا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے نادر ابھی تو صرف تم اور میں ہیں سوچا گر دنیا دیکھتی تو کیسا ہوتا۔''

براق نے اس کی سفاکیت سے گھبرا کر آنکھیں میچ لیں۔

''میں آپ سے محبت کرتا ہوں سولیم۔ آپ کی جگہ کوئی اور کرتا تو برداشت کر لیتا لیکن اس وقت دل کٹ رہا ہے میرا۔''

اسد نے آنکھوں میں ابھرنے والی نمی کو اندر انڈیلا اور اس کے روح فرسا الفاظ سنے۔

''کاش یہ کٹ ہی جائے۔''

وہ کہہ کر ایک تلخ نظر اس پر ڈال کر مڑی تھی۔ براق نے گردن گھما کر اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ ایک خوبصورت دن کا اتنا بدنما انجام۔ وہ اس کے جانے کے بعد جھٹکے سے وہاں سے نکلا تھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ اس کی ذات اس کی مردانگی اس طرح مجروح ہوئی تھی کہ اس وقت صرف موت ہی اسے بچاؤ کا راستہ نظر آ رہی تھی۔ اگر آج وہ نا مرا تو کل کچھ بہت برا ہو جائے گا اور اس بہت برے کا خیال ہی اس کی جان نکالے دے رہا تھا۔ وہ تیز قدم اٹھاتا وہاں سے گیا۔

اس کے ہر قدم کے ساتھ زمین بدل رہی تھی۔ وقت بدل رہا تھا۔ ماضی میں حال نے پناہ لی۔ ڈیزرٹ شوز کول سی پرسنالٹی والا براق سوبر سنجیدہ براق میں بدلا۔ رات نے دن کا سماں اوڑھا۔ لندن کی سڑک کی جگہ ایف نائن کے پارک کی پتھریلی روش نے لے لی۔ جارحانہ انداز میں اٹھے قدم جذباتی قدموں میں بدل گئے۔ حال

نے ماضی کو خود میں کچھ وقت کیلئے قید کر لیا اور براق شاہ سوچوں کے گرداب میں ڈوبے اسد کے سر پر آن پہنچا۔

''ذرا جو تجھے اللہ کا خوف ہو۔ کتنا خوار کیا تو نے مجھے پتا ہے کس قدر پریشان ہو گیا تھا میں۔''

وہ ایک دم اس کے پاس آ کر بیٹھا تھا۔ اسد بری طرح چونکا۔ خالی نگاہوں سے مسکراتے براق کو دیکھا اس کی کھوجتی نگاہیں پا کر نظریں چرا گیا۔

''کیا سوچ رہا تھا ایسا کہ مجھ سے نگاہیں چرانی پڑیں۔ دیکھ اسد، اگر تو یہ ملک چھوڑنے کا سوچ رہا ہے تو جان لے میں نے بھی تیرے پیچھے آ جانا ہے تو مجھ سے چھپ نہیں سکتا۔''

اسد کھڑا ہو گیا۔ وہ پتا جو اس تک اڑ کر آیا تھا اور ماضی کے تلخ ابواب جس نے کھلوا دیے تھے وہ اب اڑ کر کسی دوسرے کو اذیت یا شادمانی کی فلم دکھانے والا تھا۔ اسد نے اسے اڑتے دیکھا اور اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔ براق نے منہ کھولے اسے جاتے دیکھا۔ فوراً سے پیشتر اس کے پیچھے لپکا۔

''اسد! کیا ہو گیا ہے یار، سوری بول تو رہا ہوں وعدہ کرتا ہوں آج کے بعد نہیں لونگا الٹی سیدھی چیزیں اب ختم بھی کر نا راضگی۔''

اسد نے بنجر نگاہوں سے اسے دیکھا جو حقیقت آج اسے پتا چلی تھی۔ وہ کتنی دل کاٹ تھی۔ کیا وہ اس سے چھپا لے یا بتا دے نہیں چھپانا بہتر نہیں بتا دینا چاہیے۔ وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔ براق نے اس کی عدم موجودگی محسوس کی۔

''اسد! تو مجھے اب ڈرا رہا ہے کیا واقعی مجھ سے بیزار ہو گیا ہے۔ اگر ہاں تو کہنا مت نہیں تو میرے ساتھ چل۔''

براق کے دل میں عجیب وہم پلنے لگے۔ وہ اتنا عرصہ تو اس سے ناراض نہیں رہتا تھا پھر یہ اکتاہٹ غائب دماغی کیوں اس نے اسد کو کہتے ہوئے سنا۔

''میں کچھ ٹائم اکیلے رہنا چاہتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تھا۔ براق نے اسے خود سے دور ہوتے دیکھا آسمان پر فضا کالی گھٹائیں سجائے ہوئے تھی۔ پانی کے بوجھ سے عاجز بادل کسی بھی سمے برسنے والے تھے۔ وہ اس برستی بارش کے انتظار میں غائب دماغی سے اسد کی جگہ پر بیٹھ گیا۔

”کیا ہوا۔اداس کیوں ہو گئے۔“

ایک مہربان مشفق آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔سر جھکائے ہی وہ جانتا تھا یہ لہجہ یہ انداز فکر کس کا ہے۔

”اسد ناراض ہو گیا ہے مجھ سے۔“

بارش کی ایک بوند اس کے کاندھے پر گری۔

”وہ تو میں بھی ہوں۔“

براق نے جھٹ سر اٹھایا۔آنکھوں میں نامعلوم سا خوف تھا کھائی سے آواز آئی۔

”لیکن کیوں؟“

”اپنی زندگی ختم کرنے کی منصوبہ بندی بنا رہے ہو۔ہم سب کو غافل رکھ کر اذیت میں مبتلا کر رہے ہو اور پوچھتے ہو کیوں، اگر اس سے ہی محبت ہے تو اس کے ہی بن جاؤ۔چلے جاؤ ہماری زندگی سے کیوں پل پل کی موت دے رہے ہو ہمیں۔“

کن من ہونے لگی۔براق اس کی تنفر میں ڈوبی آواز سہہ نہیں پایا۔دم سادھے اسے دیکھے گیا۔

”آپ جانتی ہیں میں آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔“اس کے لب غائب دماغی سے ہلے۔آج کا دن واقعی سخت تھا۔

”مجھ سے یا اس سے جب اس کی محبت دل سے نکل جائے نا تو ہم سب کی طرف آنا۔“

وہ بھی اسد کی طرح ناراض اٹھ کر جا رہی تھی۔براق اسے نہیں کھو سکتا تھا۔فوراً سامنے آیا۔

”وہ اور آپ ایک ہی تو ہیں آپ نے ہی تو کہا تھا پھر اب یہ امتحان کیوں میرے ساتھ ایسا نہ کریں یہ میرے اختیار میں نہیں۔“

وہ اس کی کاٹ دار نظروں پر سامنے دیکھنے لگا۔کن من نے بارش کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

”تمہارے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں۔تم بھی نہیں۔“

”آپ بھیگ رہی ہیں آئیں گھر چلتے ہیں۔“وہ اس کا ہاتھ تھامنے لگا تھا جسے اس نے سیکنڈ میں پیچھے کیا۔

”تمہیں تمہارا گھر مبارک ہو میں یہیں ٹھیک ہوں۔“

وہ بارش میں بھیگے بینچ پر بیٹھ گئی۔ براق نے اسے دبی مسکان کے ساتھ دیکھا۔

"آپ جانتی ہیں آپ میری پابند ہیں تو پھر یہ بچگانہ ضد کیوں، چلیں کہ یہی آپ کے پاس آخری چوائس ہے۔"

وہ چلنے لگا تھا اور وہ خود بخود اس کے پیچھے کھنچنے لگی تھی۔ براق نے رک کر اسے اپنے برابر آنے دیا پھر وہ دونوں وہاں ایک عجیب سی داستان چھوڑے جا رہے تھے۔

✿......✿......✿

"تو کیا ہوا میں چلوں گا تمہارے ساتھ تمہارا ڈیڈی بن کر۔"

دھوپ کا کٹورا سر پر سجائے ایک نئی صبح بیدار ہوئی تھی۔ رات کو پڑتی بارش نے ماحول میں کچھ تازگی تو بھر دی تھی لیکن گرمی ابھی بھی اپنے عروج پر تھی۔ اس گرمی سے بھرے دن میں جب وہ میٹنگ سے فارغ ہو کر تمام کام اپنے مینیجر پر چھوڑے ڈیڈ کے روم میں ان کے بلانے پر آیا تو انہوں نے ایک عجیب بات اس سے کہی۔ ایسی عجیب بات جو اس کی طبیعت پر گراں گزری اور وہ بات یہ تھی۔

"تمہیں ضرور اپنی لائف کے بارے میں کچھ نہ کچھ سوچنا ہوگا نہیں تو سیکنڈ آپشن ہمارے پاس ہے اب بتاؤ کیا فیصلہ کیا تم نے۔"

اس نے کافی سے حلق کو تر کیا۔

"میں نے اپنی لائف کے بارے میں کیا سوچنا ہے۔ بلندیوں پر چھوتا الحمدللہ بزنس ہے کام کر رہا ہوں اچھے پراجیکٹس آ رہے ہیں سٹاف مجھ سے خوش ہے۔ بزی ہوں اور کیا چاہیے۔"

شانے اچکاتے ہوئے اس نے بظاہر نارمل انداز میں کہا تھا۔ فاروق کی بات یکدم اس کا چین چھین گئی۔

"ایک عدد بیوی یا پھر وہ بھی ہے۔"

اس نے تحیر سے باپ کو دیکھا۔ نفی میں سر ہلایا اس کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

"آ......آپ کو ضرور کچھ غلط فہمی ہوئی ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

فاروق کی جانچتی نگاہیں اسے شرابور کیے دے رہی تھیں۔ انہوں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر ایک تصویر نکال کر میز پر رکھی اور ہاتھ سے اس کی اور کھسکائی۔

''تو پھر یہ کون ہے؟''

براق نے شدت سے اسد کی کمی محسوس کی۔ بھاری پلکوں کو اٹھایا اور پھر تصویر کو دیکھ کر غبارے کی طرح ہلکا ہو گیا لیکن اس غبارے پر سیل فاروق نے رکھا۔

''یہ...... یہ تو عبداللہ ہے۔ آس کمپنی کی طرف سے ہوئے کوئز کا مپیٹیشن کا ونر ہے۔'' بہت ہی نارمل انداز میں اس نے اپنے ہم شکل بچے کو دیکھتے ہوئے کہا لیکن اسے دیکھتے ہوئے براق کی آنکھوں میں دیکھی جانے والی محبت تھی۔

''کیا واقعی یہ تمہاری اولاد نہیں؟''

اپنے ڈیڈ کی بات پر وہ بوکھلا ہی تو گیا۔

''خدا کا خوف کریں ڈیڈ، کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ ہم شکل ہونے کا یہ مطلب تھوڑی کہ یہ میرا بیٹا ہے۔''

وہ زچ سے انداز میں جھنجھلایا۔ فاروق نے عین براق والی سائیڈ کی کٹی بھنور پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس بچے کی تصویر کو بجایا۔

''آفرین، براق آفرین۔''

اوپر نگاہ کرتے ہوئے اس نے گہرا سانس بھرا۔

''سکول کی طرف سے منعقد میراتھن ریس میں یہ گر گیا تھا۔ اسی کی وجہ سے یہ چوٹ ہے۔''

فاروق کی اچکی بھنور پر براق آنکھیں پٹپٹائے انہیں دیکھے گیا۔

''اوکے۔ اس کا ڈیڈی نہیں ہے ماما جو ہے ایک نمبر کی خرانٹ اور بے حس عورت ہے۔ اسے اپنے بیٹے سے نہ ہی کوئی محبت ہے نہ ہی کوئی سروکار۔ نفسیاتی مریض بنانے میں اسکی ماں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اسے بس یہی وجہ ہے جس کے سبب میں اس سے کلوز ہو گیا ہوں۔ میں نہیں چاہتا خدانخواستہ کہیں وہ احساس کمتری کا شکار ہو کر کسی بری صحبت میں پڑ جائے۔ اب بس بھی کریں اس آئی برو کو اچکانا مجھے بس اتنا ہی پتا ہے۔'' اس نے شدید کوفت محسوس کرتے ہوئے کہا۔ فاروق نے تصویر کو اپنی جانب کھسکایا۔

''اگر یہ سب درست ہے تو ٹھیک ہے۔ اس چیپٹر کو یہیں کلوز کرتے ہیں۔''

براق نے شکر کا سانس بھرا مگر اگلے ہی لمحے اسے یہ سانس واپس لینا پڑا۔

"لیکن اب تمہاری من مانیوں کی میعاد مکمل ہو چکی ہے سو اپنی شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچو۔ میں مرنے سے پہلے تمہاری خوشی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

براق نے ٹیبل پر سر رکھا۔

"موم سے کہیے گا آئندہ اچھا سکرپٹ لکھ کر دیں مجھے اب اندازہ ہو رہا ہے وہ کیوں رائٹر نہیں بن پائیں۔"

اس نے جلے دل کے ساتھ فردوس کے ادھورے خواب کو استعمال کیا۔ فاروق نے تنبیہہ انداز میں انگلی اٹھائی۔

"تم جو بھی کہو لیکن میری بیوی کی دل آزاری میں قطعی برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ بات تم نے میرے سامنے کہی ہے اس کے۔"

براق نے فوراً ہار مانتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور ان کی بات درمیان میں کاٹ دی۔

"او کے، او کے۔ میں معذرت خواہ ہوں اب پلیز میں جا سکتا ہوں۔"

وہ کھڑا ہو گیا تھا۔ فاروق نے اس کے کپ میں جھانکا گھونٹ بھر کافی بچی تھی۔

"رزق کو ضائع کرنے والی عادت تمہاری گئی نہیں۔"

اس سے پہلے وہ یہ لائنیں بولتے، براق نے جھٹ اس کپ کو اٹھایا اور لبوں سے لگا کر رکھ دیا۔ اب وہ خالی تھے۔ ایک جتاتی نظر باپ پر ڈال کر وہ دونوں کپ ٹرے میں رکھ کر باہر لے آیا۔ پیون نے اس کے ہاتھ میں ٹرے دیکھتے ہی دوڑ لگائی تھی۔

"براق بابا! خانساماں کو بلا لیا ہوتا۔"

"کوئی نہیں۔"

ان کے ہاتھ میں ٹرے پکڑاتا وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کے قدم باہر کی جانب تھے۔ اس کے جاتے ہی فاروق نے وہ تصویر اٹھائی اور نم آنکھوں سے اسے چوم کر سہلانے لگے۔ ان کا فون بج اٹھا تھا۔

"اسد! اگر یہ سچ ہے تو بہت خوبصورت سچ ہے۔"

دوسری طرف اسد نے کچھ کہا تھا۔ انہوں نے فون بند کیا۔ کچھ دیر بعد ٹون بجی۔ واٹس ایپ میسج کھول کر

انہوں نے دیکھا پھر آنکھیں موند کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

''میرا ننھا براق۔''

ان کا دل بول رہا تھا جبکہ ان کا بڑا براق اس وقت ننھے براق کے سامنے بیٹھا تھا۔

''اداس کیوں ہو؟'' براق نے ماتھے پر سے اس کے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے پوچھا۔واٹر سپر کھول کر عبداللہ نے لبوں سے لگائی پھر اسے بند کر کے براق کی جانب دیکھا۔

''کل پیرنٹس ٹیچر میٹنگ ہے۔'' وہ مدھم آواز میں کہہ رہا تھا۔

''تو؟'' براق اب ڈیش بورڈ سے وائٹ ٹشو نکال کر اس کا پسینے میں تر چہرہ پونچھ رہا تھا۔اس نے گاڑی میں موجود اے سی کی سپیڈ بڑھائی۔اپنے ڈیڈ کا شک اب بھی اس کے دماغ میں تازہ تھا۔ایک ٹیس سی اس کے دل میں اٹھی تھی۔اگر ایسا تھا تو بہت خوفناک تھا لیکن بہت خوش کن بھی لیکن ایسا تھا ہی تو نہیں۔

''میرے ساتھ جانے والا کوئی بھی نہیں۔نانو بوڑھی ہو چکی ہیں، وہ کہتی ہیں ان کے گھٹنے درد کرتے ہیں۔ بڑی ماما کچھ عرصے کیلئے باہر گئی ہوئی ہیں اور ماما......''

ماما لفظ پر اس کے الفاظ مدھم ہوئے تھے۔

''ان کے پاس میرے لیے ٹائم ہی نہیں۔''

براق کو یکدم اس کی ماں پر غصہ آیا اور پاس بیٹھے بچے پر ترس۔

''تو کیا ہوا میں چلوں گا تمہارے ساتھ تمہارا ڈیڈی بن کر۔''

اور پھر اس نے ایسا ہی کیا۔پیرنٹس ٹیچر میٹنگ میں وہ عبداللہ کا ہاتھ پکڑے بڑے اطمینان سے چلتا ہوا اس کی ٹیچر کے پاس گیا۔اس کی رپورٹ لی، چند ایک باتیں کیں اور حیرت سے اٹھتی خود کی جانب نگاہوں کو اگنور کرتا ہوا وہ عبداللہ کو لیے مال پہنچ گیا۔پلے لینڈ میں خوب سارا وقت بتا کر وہ اسے اس کے گھر سے فاصلے پر چھوڑ گیا۔

''آپ چلے جاؤ گے نا۔'' اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے براق نے پوچھا تھا۔

''یس میں چلا جاؤں گا۔آئی لو یو۔'' اس نے براق کی ناک پر پیار کیا۔

''لو یو ٹو۔''

براق نے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا۔

"لو یو ٹو تھری فور فائیو سکس سیون ایٹ نائن ٹین۔"

فلائنگ کس کرتا ہوا وہ براق کے دل کو خوشی سے بھر کر گھر کی سمت بھاگا تھا۔ جب تک عبداللہ گیٹ سے اندر داخل نہیں ہوا براق گاڑی میں بیٹھا رہا۔ اس کے جاتے ہی براق نے بھی اپنی راہ لی تھی۔

عبداللہ دبے قدموں اندر آیا مگر اندر آتے ہی گویا اس کا سانس حلق میں اٹک گیا۔ سامنے ہی ماما، بڑی ماما اور علیشہ تھے۔ نانو بھی صوفے پر بیٹھی تھیں۔ عبداللہ نے اپنی ماں کا چہرہ خوف زدہ انداز میں دیکھا جو کہ غصے کی شدت سے سرخ پڑ چکا تھا۔ عبداللہ نے جھکے سر کے ساتھ اپنے قدم اندر بڑھائے۔

"کہاں تھے تم؟"

یہ ایک ایسی گرج تھی جس سے اس کے پاؤں کانپ گئے۔ وہ سر جھکائے دونوں ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے؟" وہ اتنی زور سے بولی کہ معصوم بچہ پورے بدن سے کانپ کر رہ گیا۔

"کام ڈاؤن۔ بچہ ہے وہ۔" اسے اپنی بڑی ماما کی سرگوشی بھری آواز سنائی دی۔

"میں نے کہا تھا نا مجھے آج کسی کی دخل اندازی نہیں چاہیے۔"

اس کی بڑی ماما لب چباتی کھڑی رہ گئیں۔ توپوں کا رخ پھر اس کی جانب تھا۔ اس سے پہلے اس کی ماما پھر سے اونچی آواز میں پوچھتی ان کے حلق میں درد ہوتا وہ بولنا شروع ہوا تھا۔

"وہ میں پلے لینڈ گیا تھا ماما، انکل ہیں میرے دوست ہیں وہ ان کے ساتھ۔"

اس کی آواز اٹک اٹک کر نکل رہی تھی جیسے وہ ہکلایا ہو۔ یہی ہوتا تھا جس سے وہ خوف کھاتا تھا یا جو اس کیلئے انجان ہوتا تھا اس کی آواز ویسے ہی ان کے سامنے رک رک کر نکلتی تھی۔

"اور یقیناً تمہارے وہی انکل تمہارے ساتھ پیرنٹ ٹیچر میٹنگ میں تھے۔ ہے نا۔"

چبا چبا کر ادا کیے گئے ان لفظوں پر اس کا ننھا دل سہم گیا تھا۔ اگر اس کی ماما کا ہاتھ اٹھ گیا تو......

"عبداللہ! ایسا ہوا ہے کبھی بیٹا جب میں تمہاری پیرنٹ ٹیچر میٹنگ میں نہ آئی ہوں اس بار فلائٹ تھوڑی لیٹ ہوگئی تھی اس لئے نہیں آپائی۔"

ننھے سے بچے پر ترس کھاتے ہوئے اس نے دخل اندازی کی تھی۔

''ایم سوری بڑی ماما، آئندہ سے ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ سر جھکائے نم ناک آواز میں کہہ رہا تھا۔ سوں سوں بھی جاری تھی۔

''کتنے جھوٹے ہو تم عبداللہ، کتنی دفع جھوٹ بولو گے۔ اللہ کی لعنت ہوگی تم پر۔ تمہیں شرم نہیں آتی ہر بار وعدہ خلافی کرتے ہوئے۔''

عبداللہ کے آنسو بہنے لگے تھے۔ اس نے نم آنکھیں ماما کی جانب اٹھائیں۔ انہوں نے فوراً نگاہ موڑ لی۔
نانو نے ماما کو ٹوکا تھا لیکن شاید آج وہ رکنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

''میں تمہاری حرکتوں سے ناک تک تنگ آگئی ہوں۔ میں نے سوچ لیا ہے نیکسٹ منتھ تمہیں بورڈنگ میں ڈالوں گی۔ دیکھتی ہوں وہاں کیسے اپنی من مانیاں کرتے ہو تم۔''

وہ اس روح فرسا خبر کو سن کر کمرے کی جانب دوڑا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے دروازہ لاک کیا اور بیڈ کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس کا ٹوائے آئرن مین فوراً اس کے پاس آیا۔

''کیا ہوا تمہاری جلاد ماما نے پھر تمہیں ڈانٹا ہے۔''

''خبردار۔'' اس نے گھٹنوں سے سر اٹھایا۔

''اگر جو تم نے میری ماما کو جلاد کہا ہو وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں۔ میرے لیے پریشان ہوتی ہیں اس لیے مجھے ڈانٹتی ہیں۔''

سپائیڈرمین بھی نیچے آیا اور اس کی بات پر ہنسا۔

''تم کتنے بدھو ہو۔ وہ تم سے بالکل پیار نہیں کرتیں۔''

دروازے پر دستک ہوئی۔ اس کی کار نے رخ موڑ کر درز کے نیچے سے بڑی ماما کے پاؤں دیکھے۔

''ہاں وہ تم سے محبت کرتی ہیں اور تمہیں انہیں اندر آنے دینا چاہیے۔''

عبداللہ فوراً بیڈ سے باہر آیا۔ آنسو پونچھے اور ایڑھی اوپر کر کے دروازہ کھول دیا۔ متفکر سی اس کی بڑی ماما کے ہاتھ میں ایک باکس تھا۔ عبداللہ سائیڈ پر ہوا اور جا کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس کی بڑی ماما نے دروازہ بند کیا تھا۔ اس کے

پاس آکر بیٹھیں پھر اس کا سر سینے سے لگا لیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اس کے ٹوائز نے آپس میں نظریں گھما کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ نانو اور اس کی ماما نے بھی اس کی آوازیں سنیں تھیں۔

''بس میرا بیٹا، آپ تو بریو ہو نا، چپ ہو جاؤ شاباش روتے نہیں۔''

''بڑی ماما۔'' عبداللہ نے ہچکی لیتے ہوئے اسے پکارا۔

''ماما ہمیشہ مجھے ڈانٹتی ہیں۔ انہوں نے کبھی مجھے گلے سے نہیں لگایا۔ میں انہیں بہت مس کرتا ہوں۔''

اس کی بڑی ماما نے آنسو پونچھے۔

''میں تو ہوں نا آپ کے پاس۔ میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں اور آپ کو ہگ بھی دیتی ہوں۔ ہے نا۔''

''یہ تو چوہا ہے ماما۔''

لمبی لمبی دو پونیوں والی علیشہ اپنا سٹف ٹوائے زمین پر کھینچتی ہوئی اندر آئی۔

''چوہوں کی طرح روتا ہے مجھے دیکھو کبھی روئی ہوں۔''

عبداللہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

''ماما! یہ میرا مذاق اڑا رہی ہے۔''

وہ فوراً سر اٹھا کر بولا تھا۔ اس کی بڑی ماما نے اپنی چھوٹی پٹاخا کو دیکھا۔

''بری بات علیشہ، اپنے فرینڈ کا مذاق نہیں بناتے۔'' اس نے محتاط انداز میں اسے جھڑکا تھا۔ مبادا یہ بھی گلا پھاڑ کر نا رونے لگ جائے۔

''ہاں تو ایسے ہوتے ہیں فرینڈ، اکیلے اکیلے پلے لینڈ ہو آیا۔ میں نے نہیں بولنا اس کے ساتھ۔''

وہ جیسے آئی تھی ویسے ہی چلی بھی گئی۔ عبداللہ کو اس کا روٹھ کر جانا اچھا نہیں لگا۔ اسے بڑی ماما کی آواز آئی۔

''عبداللہ بیٹا! ٹھیک ہے وہ تمہارے انکل اچھے ہوں گے لیکن جانی ایسے انکل پھر بچوں کو کڈنیپ بھی کر لیتے ہیں۔ آپ نے فٹ پاتھ پر پیسے مانگتے بچے دیکھے ہیں نا۔ وہ انہیں ویسا بنا دیتے ہیں یقیناً آپ تو ایسا بننا نہیں چاہو گے تو پھر پرامس کرو۔ آئندہ ان سے نہیں ملو گے اور جہاں جاؤ گے مجھے بتا کر جاؤ گے پتا ہے میں کتنی پریشان ہو گئی تھی آپ کیلئے۔''

اس نے اپنی بڑی ماما سے وعدہ کیا۔ وہ آئندہ براق سے نہیں ملے گا۔ یہ اس نے سوچ لیا تھا۔

***

"مجھے عبداللہ سے ملنا ہے۔"

اسی دن کی رات کو جب اس کی ماما اس سے ناراض ہوئی تھیں وہ آہستہ سے ہمیشہ کی طرح اس کے کمرے میں آیا تھا۔ روم میں اندھیرا تھا وہ فقط اپنی ماما کی سانسوں کی آواز سن سکتا تھا۔ اس نے بلی کی چال چلی اور اس کے سرہانے آ کر آرام سے بیٹھ گیا۔

"آئی لو یو ماما۔" اس کے چہرے پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ دھیمی سرگوشی کر رہا تھا پھر اس نے اپنے لب اپنی ماما کے گال پر رکھ دیے۔

"میرا بہت دل کرتا ہے آپ مجھ سے پیار کریں۔ میرے ساتھ کھیلیں۔"

اس کا آنسو جونہی ماما کے چہرے پر گرا، وہ ڈر کر بیڈ کے نیچے گھس گیا۔ دو منٹ تک جب کچھ بھی نہیں ہوا وہ واپس آیا۔

"ماما! اب میں آپ کو کبھی ناراض نہیں کرونگا۔"

وہ اس کی ہاتھوں کی انگلیوں پر باری باری پیار کرتے ہوئے وہاں سے گیا تھا۔ اس کے جاتے ہی اندھیرے نے دیکھا اس کی ماما کے کنارے بھیگے تھے۔

صبح اجلی تھی چمکتی ہوئی۔ وہ جلدی سے تیار ہوا، بیگ کاندھوں پر ڈال کر ڈائننگ روم میں آیا تو اس کی ماما علیشہ کو اپنے ہاتھ سے نوالہ کھلا رہی تھیں۔ وہ وہیں رک گیا۔

"عبداللہ آؤ۔"

بڑی ماما فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھیں اور اسے اس کا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا۔

"دیکھو میں نے آج تمہارے فیورٹ چیز ٹوسٹ بنائے ہیں۔"

عبداللہ نے دودھ کا گلاس لیا اور ٹیبل پر نگاہ دوڑائی۔ نانو نے وائٹ ہنی اس کے سامنے کی تھی۔ بڑی ماما نے فوراً سے ان کے ہاتھ سے وہ جار پکڑ کر چمچ بھر کر دودھ میں ملایا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ سب اکٹھے ہوئے تھے۔

دودھ کو پی کر ایک ٹوسٹ کھانے کے بعد وہ وہاں سے چلا آیا تھا۔ جاتے جاتے اس نے ماما کو علیشہ کے ساتھ مصروف دیکھا اور بوجھل دل لیے ویگن کے ہارن پر باہر آ گیا۔ بڑی ماما اس کے پیچھے بھاگی تھیں۔ اسے ہاتھ ہلا کر جب وہ اندر آئی تو نانو اور علیشہ اپنی جگہ پر نہیں تھے۔

"ایسا کب تک چلے گا۔"

وہ برتن اٹھاتی چونکی۔

"کیسا؟"

"ہنومت سولیم! میں تمہارے اور عبداللہ کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔" دعا نے آج اس کی کلاس لینے کی ٹھانی تھی درشت لہجے میں کہا۔

"کون عبداللہ؟" آگے بھی سولیم تھی۔ حد درجے کی بے نیازی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"واہ، کیسی ماں ہو تم۔ اب اپنے بیٹے کے نام سے بھی واقف نہیں۔ چلو میں ہی بتا دیتی ہوں۔ وہ عبداللہ جسے تم اس دنیا میں لائی اور لا کر اسے ایسے پھینک دیا جیسے وہ کوئی کوڑا ہو وہ۔ عبداللہ جو بدقسمتی سے تم سے بہت محبت کرتا ہے تمہیں چھپ چھپ کر دیکھتا ہے۔ راتوں کو اٹھ کر تم سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ تمہاری توجہ کا بھوکا ہے جو کئی کئی دن بھوکا رہتا ہے اور تمہیں اس کی بھوک کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس کے گریڈ نیچے گر رہے ہیں۔ کلاس میں وہ عدم دلچسپی سے بیٹھتا ہے۔ اپنی محرومی کو پر کرنے کیلئے جو ایک نفسیاتی مریض بن گیا ہے۔ یو نو سولیم، وہ اپنے ٹوائز سے باتیں کرنے لگا ہے۔ اس کے خودساختہ تخلیقی دوست بننے لگے ہیں اور ان سب کی ذمہ دار صرف تم ہو۔"

دعا نے بھی آگے پیچھے کے تمام حساب بیباک کیے تھے۔ کان لپیٹے سولیم یہاں وہاں توجہ مبذول کیے بیٹھی رہی۔ دعا کو اس کا یہ انداز سیخ پا کر گیا۔ یہ تو اس کی سولیم نہیں تھی۔ کیا واقعی وقت اور حالات کے تھپیڑے انسان کے دل کو پتھر کا کر دیتے ہیں۔ کیا واقعی ایک نرم دل انسان بھی چٹان سا بن سکتا ہے۔

"میں تم سے مخاطب ہوں سولیم! اگر ایسا ہی چلتا رہا تو، یا تو وہ ایک بہت برے فرد کی حیثیت سے اس معاشرے میں پروان چڑھے گا یا پھر وہ ایک بہت ہی بزدل اور ڈرپوک انسان بن کر زندگی گزارے گا۔ رحم کھاؤ

خود پر بھی اور اس پر بھی مت کرو ایسا تم تو ایسی نہ تھی۔"

سولیم نے اپنے اندر ابال پر قابو پایا۔

"یہ سب تم اس لئے کہہ رہی ہو نا کیونکہ تمہاری بیٹی کا مستقبل اس سے منسوب ہے۔ ایسا کرو طلاق دلوا لو یوں بھی میں اسے علیشہ کے قابل نہیں سمجھتی۔"

دعا نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ بری طرح اٹکا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی سولیم اس طرح کی بڑی بات کہے گی اور اس بات کو ہتھیار بنائے گی جو بھی اس نے بڑی چاہ سے کی تھی۔ یہ علیشہ کے پیدا ہونے کے بیس دن کی بات تھی جب دعا نے سب کی سماعتوں میں یہ فیصلہ انڈیلا تھا سولیم تو جی جان سے کانپ کر رہ گئی تھی پہلی فرصت میں ہی انکار کیا۔

"ہرگز نہیں تمہیں لگتا ہے میں اپنی گڑیا کا ہاتھ عبداللہ کے ہاتھ میں دونگی۔ تم نے سوچ بھی کیسے لیا ایسا۔"

علیشہ کو سینے میں بھینچے اس نے قطعی انکار کیا تھا۔ دعا نے دور کھیلتے ایک سالہ عبداللہ کو دیکھا جس کا نام اسی نے رکھا تھا جو پیدا ہونے سے لے کر اب تک اسی کی گود میں تھا جسے سولیم نے ایک بار بھی نہیں اٹھایا تھا۔ عبداللہ کی پوزیشن مضبوط کرنے کیلئے ہی اس نے یہ فیصلہ کیا تھا اور اپنے اس فیصلے سے وہ ایک انچ بھی نہیں ہٹنے والی تھی۔

"کیوں کیا عبداللہ میں کیڑے ہیں یا وہ ڈس ایبل ہے جو یہ کوئی انوکھی بات ہو اور یوں بھی تمہیں تو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ سو اس معاملے میں تمہارا بولنا بنتا بھی نہیں۔ میں تو صرف تمہیں انفارم کرنے آئی تھی کہ میں نے اور طلحہ نے فیصلہ کیا ہے کہ آج شام ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔"

پھر سولیم کے لاکھ منع کرنے اور اعتراض کرنے پر دعا نے وہی کیا جو اس نے کرنا تھا اور آج اتنے سالوں بعد وہ اسی بات کو پھر سے درمیان میں لے آئی تھی۔

"میری بیٹی! کیا صرف میں اپنی بیٹی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ کیا عبداللہ میرا بیٹا نہیں۔" اس نے شاک کے عالم میں اسے دیکھ کر پوچھا۔ خدانخواستہ۔

"خدانخواستہ وہ کیوں تمہارا بیٹا ہوتا اور بات کو غلط رنگ کی جانب مت لے کر جاؤ۔ تم جانتی ہو میں ہمیشہ سے ہی اس رشتے کے خلاف تھی۔"

اسے دعا کا زرد چہرہ یکدم پریشان کر گیا تھا۔وہ اسے دکھ دینے یا افسردہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

''صرف اس لئے کیونکہ وہ اس کی مشابہت رکھتا ہے۔اس جیسا بولتا ہے،اس جیسی حرکتیں کرتا ہے۔اس کے حصے کی سزا تم عبداللہ کو نہیں دے سکتی سولیم،یہ سراسر زیادتی ہے۔'' نا چاہتے ہوئے بھی دعا کو''اس'' کا حوالہ دینا پڑا۔سولیم کے پرانے زخم ادھڑ گئے۔

''ہاں اسی لئے اور میں اس کے حصے کی سزا عبداللہ کو ہی دونگی کیونکہ وہ اس کا خون ہے۔اس کی خوشبو اس کی اولاد میں رچ بس گئی ہے اور مجھے اس خوشبو سے ان گریفائیٹ آنکھوں سے شدید نفرت ہے۔'' وہ آنکھوں میں ڈھیر سارے آنسوں لیے کھڑی ہوئی تھی۔دعا نے اجنبی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم کتنی ظالم ماں ہو سولیم!مجھے نہیں پتا تھا تمہارا ظرف اتنا تھوڑا ہے۔''

دعا کو اپنی آواز کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی،سولیم نے نقاب لگایا اور اپنے پرس سنبھالتی باہر کی سمت بڑھ گئی۔اس کی آنکھوں میں آبشار تھی۔اس کا درد کونسا کوئی سمجھ سکتا تھا۔اس نے بیدردی سے عبایا کی آستین سے اپنے آنسو رگڑے اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔اب اسے کئی گھنٹے بے وقت سڑکوں پر پھرنا تھا۔

✿......✿......✿

عبداللہ سے کئی دنوں سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔اسد نے بھی گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی۔وہ بوکھلایا سا اس کے سکول آیا تھا۔ساتھ میں اسد کو بھی میسج کیا تھا۔پرنسپل کے آفس پہنچتے ہی اس نے اپنا مدعا ظاہر کیا۔

''مجھے عبداللہ سے ملنا ہے۔''

اسے آئے ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا اس لئے ابھی اس کی شہرت اتنی نہیں ہوئی تھی کہ دیکھتے ہی اسے پہچان لیا جاتا۔یوں بھی اسے عام رہنے میں ہی لطف آتا تھا۔اپنے کامیاب بزنس کی پارٹیز یا صحافیوں کے انٹرویوز کیلئے وہ فاروق یا اسد کو ہی آگے رکھتا تھا۔عرصہ ہوا اس پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا سے غائب ہوئے گوگل ٹیم سے بھی اس نے درخواست کی تھی کہ وہ اس کا سابقہ تمام ریکارڈ مٹا دیں۔بھاری قیمت ادا کر کے اس نے اپنی تمام ویڈیوز،تمام امیجز اپنا بائیو ڈیٹا مٹوایا تھا۔وکی پیڈیا پر بھی اب تو سرچ کرنے سے کوئی باکسر براق شاہ نہیں ملتا تھا جو کبھی انٹرنیٹ پر اپنی دھوم سے راج کرتا تھا۔اسی طرح اس نے تمام ٹی وی چینلز اور اخبارات و میگزین سے خود کو

آزاد کروالیا تھا۔ براق شاہ آج سے ساڑھے سات سال پہلے ہی ختم ہو گیا تھا اور چند عرصے میں اس کے نام پر دھول پڑ چکی تھی۔ اب اکا دکا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ براق شاہ کون تھا اور کیا تھا۔

"آپ عبداللہ کے کیا لگتے ہیں؟" پرنسپل نے اپنی ناک کے اوپر لگے چشمے میں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

براق نے پر اعتماد انداز میں انہیں جوب دیا تھا۔

"ریلیٹو۔"

تھوڑی دیر بعد عبداللہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ایسے کہ اس کے ماتھے پر تین ٹانکے لگے ہوئے تھے اور آنکھ بھی تھوڑی سوجی ہوئی تھی۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر براق کا دل حلق میں اچھل آیا۔ وہ دیوانہ وار اس کی سمت بڑھا تھا۔

"عبداللہ! یہ کیا ہوا بیٹا۔"

وہ فوراً پنجوں کے بل بیٹھا اس کے ماتھے کو چومتا ہوا انتہائی تشویش ناک انداز میں پوچھ رہا تھا۔ عبداللہ نے کن انکھیوں سے پرنسپل کو دیکھا اگر انہوں نے ماما یا بڑی ماما کو بتا دیا تو......

"وہ مجھے کلاس فیلو نے مارا تھا۔"

یہ بات سن کر براق کو زوردار جھٹکا لگا تھا۔ اس نے سیکنڈ میں مڑ کر پرنسپل کو دیکھا جنہوں نے ایک عاجز سی سانس بھری تھی۔ پہلے اس کی بڑی ماما پورا اسکول سر پر اٹھا کر گئی اب یہ دماغ کھائے گا۔ وہ معذرت خواہانہ انداز میں انہیں دیکھنے لگیں۔

"یہ آپ کے سکول کا نظام ہے میرے بچے کا سر پھاڑ دیا۔ اس کی آنکھ سجا دی۔ یہ سکول ہے یا ریسلنگ رنگ آپ کی ٹیچرز کہاں ہوتی ہیں۔ اس طرح آپ پڑھائیں گے بچوں کو میں کمپلین کرونگا آپ کے ادارے کے خلاف۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہوتا کہ کوئی بھی بچہ آ کر کسی کو بھی مار کر چلا جائے۔" دعا سے ملتے جلتے الفاظ اس نے اسی طیش میں ادا کیے تھے جب بات اپنے بچے پر آ جائے تو انسان اسی طرح جذباتی ہو جاتا ہے جیسے براق ہوا تھا۔ بس فرق اتنا تھا کہ ابھی وہ اپنے اور عبداللہ کے رشتے کی حساسیت سے نابلد تھا۔

"ہم معذرت خواہ ہیں اس بچے کی کمپلین بھی ہم نے کر دی ہے۔ یقین دلاتے ہیں آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

پرنسپل نے انکساری کا دامن تھامتے ہوئے کہا کیونکہ مقابل کی شخصیت کافی اثر ورسوخ والی لگتی تھی۔

''آئندہ کی پھر گنجائش میں نے دینی بھی نہیں۔ چلو عبداللہ۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامتا وہاں سے گیا تھا۔

چاروناچار عبداللہ کو بھی اس کے ساتھ جانا پڑا۔

''آپ مجھے کہاں لے کر جارہے ہیں۔ آپ مجھے واپس سکول چھوڑ دیں۔ ماما بہت ناراض ہونگی۔'' وہ ڈرتے ہوئے سڑک کو دیکھتے کہہ رہا تھا۔ اگر بڑی ماما یا ماما نے دیکھ لیا تو وہ پھر سے وعدہ خلاف کہلائے گا جو اسے منظور نا تھا۔

''تمہاری ماما کی تو ایسی کی تیسی۔'' وہ دل میں بولا تھا۔

کچھ دیر بعد ڈرماٹو لجسٹ کو دکھانے کے بعد وہ دونوں آئس کریم بار میں تھے۔ عبداللہ نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ اسے براق سے بھی خوف آرہا تھا جو مسلسل تپا ہوا تھا۔

''کتنی دفعہ اس نے تمہیں پیٹا ہے۔'' عبداللہ نے اپنی گریفائیٹ نگاہیں اس کی نگاہوں میں ڈالیں۔

''چار بار۔'' اس کے لب ہلکے سے پھڑ پھڑائے۔ براق دانت پیستا رہ گیا۔ اب تو واقعی اس سکول کا کچھ بندوبست کرنا تھا۔

''کیا ہر دفعہ سکول میں مارا ہے۔''

عبداللہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں، یہ دوسری بار ہے وہ مجھے باہر ہی مارتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں لاوارث ہوں مجھے کوئی بچانے نہیں آئے گا۔'' آنسوں پیتا یہ ننھا بچہ ٹھک سے اس کے دل میں جا کر لگا۔

''میں ضرور کل اس سے ملوں گا اور تم نے بھی اسے بتانا ہے کہ تمہارا فرینڈ ایک بہت بڑا فائٹر ہے۔'' سالوں بعد پہلی دفعہ اس نے خود کے بارے میں یہ بات کہی تھی۔ عبداللہ چونک گیا۔

''کیا یہ سچ ہے؟''

''بالکل۔'' براق نے شانے اچکائے۔ ''ہر کوئی خود میں بہت بڑا فائٹر چھپائے ہوتا ہے بس اسے باہر نکالنے کی دیر ہوتی ہے۔ میرے نزدیک تو تم بھی ایک بہت بڑے فائٹر ہو۔ تم اسے ایک پنچ مارو گے تو وہ یقیناً پھر تمہیں

نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

عبداللہ نے چہرہ اٹھایا اور اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اس کی بڑی ماما سکول کی یونیفارم میں موجود علیشہ کو لیے اس آئس کریم پارلر میں داخل ہو رہی تھیں۔ شکر تھا کہ وہ اس کی باتوں میں ہی الجھی ہوئی تھی عبداللہ کو اس نے نہیں دیکھا تھا۔

"بڑی ماما" وہ زیر لب بڑبڑاتا ایکدم میز کے نیچے چھپا تھا۔ براق اس کی بڑبڑاہٹ اور اس طرح چھپنے پر اچنبھے کا شکار ہوا۔

"عبداللہ کیا ہوا؟" فوراً سے نیچے جھک کر پوچھا۔ وہ شششش کے انداز میں ہونٹوں پر انگلی رکھ گیا۔

"میری بڑی ماما، میں نے ان سے پرامس کیا تھا کہ آج کے بعد آپ سے نہیں ملوں گا میں آپ کے ساتھ آیا بھی نہیں آپ مجھے زبردستی لائے ہیں۔"

براق نے اس کے چہرے پر اس قدر خوف دیکھ کر دانت پیسے اور عبداللہ کے منع کرنے کے باوجود طیش کے عالم میں پیچھے دیکھا لیکن جس سرعت سے اس نے دیکھا تھا اس سے دگنی رفتار میں اس نے گردن کو واپس موڑ لیا۔ اب اس کی آنکھوں میں بھی خوف تھا۔ وحشت بھرا خوف وہ دم سادھے بالکل اپنے سے پچھلی نشست پر خود ہی کی طرف رخ کیے اس کی بڑی ماما کو سننے لگا، جو کہہ رہی تھیں۔

"نہیں عبداللہ نے اپنا پرامس نہیں توڑا۔ وہ کبھی اپنا وعدہ نہیں توڑتا مجھے یقین ہے وہ گھر چلا گیا ہے۔" اس نے علیشہ کی کسی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔ براق کے دل کی دھڑکن بڑھنے لگی۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا جو سوچ ذہن کے پردے پر ابھر رہی تھی وہ روح قبض کرنے کیلئے کافی تھی۔ اس کی حیران خالی نظریں سفید میز کے نیچے بیٹھے عبداللہ پر تھیں۔

"پر مجھے عبداللہ کے ساتھ ہی آئس کریم کھانی تھی اس کے بغیر مجھے کسی فلیور کا مزا نہیں آتا۔" وہ منہ بناتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"وہ گھر آئے میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔ اس کے دانت توڑ دوں گی۔"

"اللہ، لڑکی کیوں اس سے ہر وقت لڑتی رہتی ہو تمہارے علاوہ اس کا کوئی فرینڈ نہیں۔ مت جھگڑا کیا کرو اس

سے۔" دعا نے اسے ٹوکا تھا وہ منہ بناتی رہ گئی۔

"میں کب اس سے لڑتی ہوں وہ ہی منہ بناتا پھرتا ہے حالانکہ وہ بھی جانتا ہے میرا اس کے علاوہ کوئی دوست نہیں۔"

بات کرتے کرتے علیشہ کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"عبداللہ۔"

براق دم سادھے بیٹھا رہا۔وہ کب وہاں سے نکل کر گیا اسے معلوم ہی نہ ہوا۔وہ تو اپنے تصور میں اسے وہیں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔یکدم اس کی طبیعت ڈھیلی ہونے لگی۔سوچ کا ایک در تھا جو اس پر وا ہوا تھا اور وہ در بڑا تکلیف دہ تھا۔اسے ایسے لگا جیسے سالوں پہلے جہنم کے دروازے کا جو ایک پٹ اس پر کھلا تھا ویسا ہی دوسرا بھی کھل گیا ہے۔اتنے دنوں سے خود پر کیا کنٹرول رفتہ رفتہ سرکنے لگا۔

دعا نے جھٹ علیشہ کی نگاہوں کا پیچھا کیا۔وہ بھاگتا ہوا ان تک آیا تھا۔وہ کب وہاں سے اٹھ کر گیا براق کو پتا ہی نہ چلا۔یہ عبداللہ کے سکول کے بالکل سامنے بنا آئس کریم پارلر تھا۔جس میں براق اسے لے آیا تھا تاکہ ریس کے ختم ہوتے ہی وہ اسے واپس ڈراپ کر دے لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ آج اسے وقت نے ایسا جھٹکا دینا ہے کہ پھر سے اس نے بکھر جانا ہے۔بت بنے براق کو کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا ان کی باتیں بھی نہیں جو کہہ رہے تھے۔

"عبداللہ! کہاں تھے تم۔پتا ہے میں کتنا ٹینس ہوئی۔"

اس نے فوراً کھڑے ہوتے ہوئے عبداللہ کو بانہوں میں لیا۔

"میں یہیں تھا آپ کو دیکھا تو چلا آیا۔"

دعا جانتی تھی۔وہ زیادہ تر اپنے خفیہ راستے سے اکثر و بیشتر اس وقت آئس کریم پارلر میں موجود ہوتا تھا تبھی زیادہ تفتیش نہیں کی۔

"تمہارا زخم ٹھیک ہے درد تو نہیں ہو رہا۔" اس کے لہجے میں مامتا سی فکر تھی۔عبداللہ خوف زدہ سا بے حس و حرکت براق پر وقتاً فوقتاً نگاہ ڈال لیتا تھا۔اس سے پہلے عبداللہ جواب دیتا علیشہ کی چہکار وہاں گونجی۔

"ہا۔اس کا زخم تو ٹھیک ہو جائے گا لیکن اب دیکھنا اس موٹے سانڈ کا کیسا باجا بجتا ہے۔میں نے بھی اس کے بیگ میں چھپکلی ڈال دی ہے لڑکی نہ ہو تو دیکھنا اب تک تو بے ہوش ہو چکا ہوگا۔" وہ مزے لیتے ہوئے بتا رہی تھی۔دعا کی آنکھیں پوری دنیا جتنی پھیل گئیں۔وہیں عبداللہ بھی چونکا۔

"تم نے اس کے بیگ میں چھپکلی ڈال دی۔" ورطہ حیرت میں گھرے وہ پوچھ رہا تھا۔علیشہ نے ابھی ابھی سرو کی گئی ٹوٹی فروٹی کا بائیٹ لیا۔

"اور نہیں تو کیا اس کی جرأت کیسے ہوئی۔تمہیں مارنے کی جو بھی تمہارے ساتھ ایسا کرے گا میں اسے یونہی سبق سکھاؤں گی کیونکہ تمہیں صرف میں مار سکتی ہوں اور کوئی نہیں۔"

"واہ بڑی بی۔"

"سر آپ کا آرڈر۔"

ویٹر نے آئس کریم کے دو باؤل اس کے سامنے رکھے۔نم سرخ آنکھوں والے براق میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔

"وہ مر گئی ہے اب اس دنیا میں نہیں۔"

"یقین کرو میری بات کا میں کیوں تم سے جھوٹ بولوں گا۔"

"اس کے گرداب سے نکل آؤ جو چلے جاتے ہیں وہ لوٹ کر نہیں آتے

میری ماما مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں بس کبھی کبھی غصہ ہو جاتی ہیں۔"

"وہ میری آنکھوں میں نہیں دیکھتیں،علیشہ کہتی ہے میری آنکھیں پھیکے پتھر کی طرح ہیں میں پیسے جمع کر رہا ہوں تاکہ پھر اپنی آنکھیں چینج کرا سکوں۔یوں علیشہ بھی خوش ہو گی اور پھر ماما بھی مجھ سے نظریں نہیں چرائیں گی۔"

"کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟"

"مجھے تم سے نفرت ہے براق شاہ نفرت۔"

"براق سولیم مر گئی۔"

بے ہنگم سوچوں کا ہجوم اس کا دماغ دکھا دے رہا تھا۔قوت گویائی وقتی طور پر مفلوج ہوئی۔ہاتھ پاؤں میں

کپکپاہٹ شروع تھی۔اس کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔وہ خود کو دھکا لگا کر بولا تو آواز سرگوشی سے بڑھ کر نہیں تھی لیکن ویٹر کے دوسری بار پوچھنے پر دعا نے سر اٹھایا تھا۔اب وہ دل پر بھاری سیل وغبار رکھ کر اسے سن رہی تھی۔جو کہہ رہا تھا۔

''جب ہم کسی کا قتل کرتے ہیں تو ہمارے اندر اس کی کوئی نہ کوئی خوبی رہ جاتی ہے۔کوئی انداز کوئی عادت ہمیں تاعمر اس سے جوڑے رکھتی ہے جو ہمارے ہاتھوں بے موت مارا گیا۔بالکل ویسے ہی جیسے قابیل نے ہابیل کو قتل کر کے اس گناہ کی شروعات کی اور اپنے وجود کا تھوڑا سا حصہ ہر اس شخص کے ساتھ بانٹ لیا جو قاتل ہے اور جو اپنے مقتول کی کوئی بھی عادت کے ساتھ عمر بھر بوجھ سے بھری سانس لیتا ہے بالکل ویسے ہی میرے اندر سولیم کا وہ ٹھہراؤ آ گیا جو کبھی مجھے اس کی طرف کھینچتا تھا اب میں جب بھی سانس لیتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ میرے اندر ہی کہیں موجود ہے۔''

اس نے اپنی تصور کی آنکھ سے اسے دیکھا جو اس کی محبت تھی جو اس کی سولیم تھی جس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کے گزشتہ ساڑھے سات سال گزار چکا تھا۔جو اس کی تخیل تھی۔فقط ایک سوچ ایک چھلاوا جس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے لوگ اسے پاگل سمجھتے تھے جو اس کے بیڈروم میں اس کے کچن میں اس کے دل میں لندن میں اور یہاں بھی آ چکی تھی۔جو اس کے دماغ میں تھی جسے نکالنا بہت مشکل تھا لیکن اب وہی رفتہ رفتہ ہوا میں تحلیل ہوتی جارہی تھی اور براق پانیوں بھری آنکھوں سے اسے دیکھے جارہا تھا۔

''اور مجھ سے ہر اس ظلم کا حساب مانگ رہی ہے جو مجھ سے سرزد ہوا تھا۔وہ مجھ سے اپنے خون کا حساب طلب کر رہی ہے حالانکہ میں سوچتا ہوں، میں نے میری سولیم کو قتل نہیں کیا میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا لیکن چونکہ اسد کہتا ہے وہ مرگئی ہے تو مجھے اس کی بات پر ایمان ہے شاید اس لیے کہ اس کی آخری سانس میں نے اپنے کانوں میں گونجتی پائی تھی۔''

ویٹر کو اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا۔دعا کا دل پوری قوت سے ڈوب کر ابھرا تھا۔اس سے اٹھنا محال ہو گیا۔

''ہوسکتا ہے وہ آخری سانس نہیں تھی۔میری سولیم زندہ تھی وہ زندہ ہے نا۔''

جس سے پوچھا گیا تھا اس نے مضطرب انداز میں گھبرائے دل کے ساتھ پانی کا گلاس لبوں سے لگا کر منٹ

میں خالی کر دیا عبداللہ ہونقوں کی طرح اپنے پیارے سے انکل کی سرگوشیاں سن رہا تھا جو اس کے پلے قطعی نہیں پڑی تھی۔

"وہ زندہ ہے نا؟"

اب کی بار اس نے تھوڑی اونچی آواز کے ساتھ پوچھا ساتھ ہی اس کے دل میں بھرپور درد اٹھا تھا۔

"سر آپ کو کیا ہو رہا ہے، آپ ٹھیک ہیں؟"

ویٹر اس کی بگڑتی حالت سے بوکھلا گیا۔ سب اس جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ منیجر کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ آخر کوان کے چلتے دوڑتے کاروبار کا سوال تھا۔ کہیں لوگ یہ ہی نہ سمجھیں کہ آئس کریم کھانے سے اس کی یہ حالت ہوئی ہے پھر فوڈ اتھارٹیز والوں کے چکر۔ اف۔

"انکل۔" عبداللہ اس کے گرنے پر بیساختہ اس کی جانب لپکا۔ دعا کو اس کے والہانہ پن پر چار سو چالیس وولٹ کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ براق کے پاس پنجوں کے بل بیٹھا اس کا گال سہلا رہا تھا۔ ایمبولینس بلائی گئی اور اسے فافٹ ہاسپٹل بھجوایا گیا۔ دعا کے لاکھ منع کرنے پر عبداللہ اس کے ساتھ گیا تھا کہ فی الحال وہ تنہا تھا اور آئس کریم پارلر کا سٹاف اس کے سیل سے اس کے گھر کال کر رہے تھے۔

علیشہ کو گود سے لگائی بنجر آنکھوں والی دعا عبداللہ کی بے چینی اور ابھی ابھی آئے اسد کے پریشانی دیکھ کر کڑوے گھونٹ پی رہی تھی۔ اس نے کوسا تھا اس وقت کو جب وہ اسکی آواز سن کر اٹھ کر نہیں گئی۔

"بڑی ماما! انکل ٹھیک تو ہو جائیں گے نا؟"

عبداللہ کی آس بھری آنکھیں متفکر چہرہ اس کا یکدم اندر سے خالی کر گیا۔ وہ نئے انکشاف میں گھری روہانسی ہوئی اس سے تو سر بھی نہیں ہلایا گیا۔

ڈاکٹر کے آنے پر اسد اس کی جانب لپکا تھا۔

"انجائنہ کا اٹیک تھا لیکن اب خطرے سے باہر ہیں۔"

وہ ڈھیلا سا دیوار سے ٹیک لگا گیا۔ لب بھینچتے ہوئے اس نے دعا کو دیکھا جو نگاہوں میں ناپسندیدگی اور بے بسی لیے مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔

"کیا تم لوگ اسے معاف نہیں کر سکتے۔ پل پل مرا ہے وہ۔"

دعا نے عبداللہ کی جانب دیکھا جو آئی سی یو کے باہر دروازے سے اچھل اچھل کر اسے دیکھنے کی سعی میں تھا۔

دعا نے اسے مخاطب کیا۔

"عبداللہ علیشہ کو کینٹین لے کر جاؤ تم دونوں کو پیاس لگی ہو گی۔"

وہ منع کرنا چاہتا تھا کہ اسے پیاس نہیں لگی لیکن پھر اسے پانی پر دعا کی سختی یاد آ گئی جب تک دن میں ان کے بارہ گلاس نہیں ہو جاتے تھے وہ ان دونوں کو سونے نہیں دیتی تھی اسی لئے وہ آگے بڑھا، علیشہ کا ہاتھ تھاما اور چل دیا۔ اسد نے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھا۔

"چال بھی باپ سے لی ہے اس نے۔ ہاں بس دل نہیں گیا اس پر مکار حرص و ہوس سے بھرا ہوا بے رحم و بے حس۔"

آسمان کے تیور بدل گئے تھے۔ مینہ پھر برسنے کو بیتاب تھا۔ اس سہانے موسم میں دعا کی آگ برساتی آواز اسے سنائی دی اس نے بیدردی سے لب کچلے۔

"اس نے غلط کیا لیکن اس غلط کی سزا اللہ نے اسے بہت بری دی ہے۔ وہ ہر رات تڑپا ہے ہر دن اس نے سلگتے انگاروں پر گزارا ہے۔ سزا کاٹنے کے بعد تو قیدی کو بھی صاف دامن قرار کر دیا جاتا ہے وہ تو......"

گرجتے بادلوں میں دعا نے اس سے زیادہ گرج سے اس کی بات کاٹی تھی۔

"ہاں پر قتل کرنے والے کی سزا کبھی ختم نہیں ہوتی وہ تمام عمر قیدی ہی رہتا ہے اسی داغ کے ساتھ۔"

اسد نے نگاہیں جھکائیں۔

"اس نے مجھے کہا تھا۔" اس کی بات پیتے ہوئے بولنا شروع کیا۔

"وہ میری زندگی میں آنے والا وہ جگنو ہے جس کی روشنی کو میں نے بجھایا اور وہ بجھتے ہوئے مجھے ہی روشن کر گئی۔ عجیب ہے نا آج میں اس کی روشنی سے منور ہوں اور وہ میرے اندھیروں میں شاید گم۔"

"وہ اسے کبھی نہیں بھولا۔ ہر پل ہر لمحہ اس نے سولیم کو اپنے دل میں زندہ رکھا یہ بات وہ بھی جانتا تھا اور میں بھی کہ سولیم زندہ ہے لیکن وہ میرے یقین کے سہارے چل رہا تھا اور میں اس کے اعتماد کو تھامتے ہوئے دعا میری التجا ہے پلیز اسے معاف کر کے ایک موقع دو۔"

دعا نے خون خوار نگاہوں سے اسے دیکھا۔اس کی اگلی بات اسد کی کنپٹی سلگا گئی۔

"اگر تمہاری بہن کے ساتھ کوئی ایسا کرتا تو کیا پھر بھی تم یہ درخواست کرتے۔اگر کوئی اتنا پچھتاوؤں میں گھر کر میرے سامنے آتا تو ہاں۔"

اس نے نفرت سے ہنکارا بھرا مگر وہ بھی آنسو بھرا تھا۔

"کیا اسے پہلے سے یہ سب پتا تھا۔"

اسد نے نفی میں سر ہلایا۔

"اسے آج معلوم ہوا ہے تبھی وہ یہاں ہے وہ اب اپنے بیٹے کو خود سے دور جانے نہیں دے گا اور نہ ہی اس کا بیٹا اسے خود سے۔"

دعا اس کی بات پر بری طرح چونکی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا عبداللہ سولیم کا ہے اور وہ تو کیا میں بھی اس کا سایہ بھی تم لوگوں تک پڑنے نہیں دونگی۔" جذباتی انداز میں وہ سرخ چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔عبداللہ کو کھونے کا تصور بھی سوہان روح تھا۔

"کیا یہ واقعی اتنا آسان ہے؟"

معاملے کی پیچیدگی سے وہ اول روز سے واقف تھا تبھی شاید تھوڑا مطمئن تھا۔

"دھمکا رہے ہو۔"

ان کے سامنے سے نرس گزری تھی۔ہاتھ میں چارٹ تھا اور کچھ اور سامان۔

"نہیں آنے والے وقت سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

"آپ میں سے کوئی جا کر پیشنٹ سے مل سکتا ہے وہ ہوش میں آگئے ہیں۔"

وہی نرس کچھ دیر میں واپس آتی کہہ رہی تھی۔اس سے پہلے دعا یا اسد کچھ کہتے عبداللہ بھاگتا ہوا اس کے کمرے میں گیا تھا۔اسد کی جتاتی نگاہوں نے اس کا دل بھاری کیا۔کیا واقعی اس سے یہاں آکر غلطی ہو گئی تھی وہ سن دماغ سے سوچ رہی تھی۔

✿......✿......✿

"عبداللہ صرف میرا بیٹا ہے۔"

گرمی کی حدت کو بارش نے کم کیا تھا۔وقفے وقفے سے برستی بارش نے پہاڑوں کو نکھار دیا۔ ہر شے دھلی دھلی نم سی تھی۔اسی نم موسم میں دعا دونوں بچوں کے ساتھ شام ڈھلے گھر لوٹی تھی۔اس نے دیکھا سامنے ہی سولیم بے صبروں کی طرح دائیں بائیں چکر لگا رہی ہے اور نانو اسے بیٹھ جانے کیلئے کہہ رہی ہیں۔ان کے اندر آتے ہی سولیم کے پاؤں تھمے۔فوراً اس کی نگاہ عبداللہ کے ٹانکے لگے ماتھے اور سیاہ پڑتی آنکھ پر پڑی۔اس کے دل میں ٹیس اٹھی تھی جو بھی تھا وہ اس کا بیٹا تھا اس کا خون اور وہ اس کی ماں۔

"ماں جو اپنے بچے پر آئی ایک آنچ پر بلبلا اٹھتی ہے آرام وسکون کا دریا جو اپنے اولاد کی جھولی میں ڈالنا چاہتی ہے جو خود تو تکلیف سہہ لے گی، راتوں کی نیندیں حرام کرلے گی لیکن اپنی اولاد پر وقت آنے نہیں دے گی ماں جسے اپنی بیماری اپنی تکلیف کارتی برابر فرق نہیں پڑتا اس کیلئے تو بس اولاد کا سکون کافی ہے اس کی خواہش ہی سب کچھ ہے جو اپنی ذات سے نبرد آزما ہوکر اولاد میں ہی گم جاتی ہے جو خون کے آنسو روتی ہے لیکن ظاہر نہیں کرتی چاہے کتنی تھکی ہو کتنی تکلیف میں ہو،اسے اپنی اولاد کی ہر وہ بات پوری کرنی ہے جو اس کے منہ سے نکل گئی کیونکہ وہ ماں ہے اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے سوچو فقط قدموں کے نیچے جنت ہے اگر پوری ماں ہی تسخیر کرلی تو کیا کیا نہیں اس اللہ نے دینا۔"

دعا نے واضح اس کی آنکھوں میں درد وتڑپ دیکھی۔دونوں بچوں نے یک آواز میں سلام کیا تھا جس کا سولیم اور نانو نے ایک ساتھ جواب دیا۔فرق صرف اتنا تھا وہ اپنی جگہ جمی رہی اور نانو گھٹنے پکڑتی بے قراری سے عبداللہ کی جانب لپکیں۔

"عبداللہ جان یہ کیا ہوا آپ کو۔"

وہ فوراً اس کے قد پر آئیں اور اسے پیار کرنے لگیں۔

"آؤچ۔" نانو کے چھونے پر اسے درد اٹھا تھا۔سولیم نے ضبط سے دعا کو دیکھا جو پژمردگی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

"زیادہ درد ہو رہا ہے میرے آئرن مین کو۔"

انہوں نے اس کے بال سہلائے تھے۔موٹے موٹے آنسو لیے علیشہ وہاں سے بھاگی تھی۔عبداللہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا، نانو نے اسے بازوؤں سے پکڑا ہوا تھا ورنہ وہ سیکنڈ نہیں لگاتا اس کے پیچھے جانے میں۔

''نانو! کیا اب میری آنکھ بدلنی پڑے گی۔'' سولیم سے ڈرتے ڈرتے اس نے سرگوشی میں کہا۔

''کیوں بھئی میرے بچے کی اتنی پیاری آنکھیں ہیں انہیں کیوں بدلیں گے ہم بھلا۔تم دیکھنا یہ چند دن میں ضرور ٹھیک ہو جائے گی۔'' اس نے جتنی آہستہ آواز سے کہا تھا نانو نے اس سے زیادہ بلند آواز اختیار کی۔وہ سولیم کی شاکی نگاہوں سے سہم گیا۔نانو اب کھڑی ہوتیں اسے صوفے پر لارہی تھیں۔اسے علیشہ کے پاس جانا تھا وہ جانے کو پر تول رہا تھا۔

''تمہاری بڑی ماما نے تو خوب سنائی ہو گی سکول والوں کو۔ہے نا۔''

وہ ان کے ساتھ چاکلیٹ براؤن صوفے پر بیٹھ گیا۔سولیم نے اس کی گردن کی پشت پر بھی چوٹ کا نشان دیکھا۔اس کے دل میں ابال اٹھنے لگا تھا۔کل ضرور اس نے عبداللہ کے سکول جا کر کمپلین کرنی تھی۔

''جی وہ بہت ناراض ہوئی تھیں۔آپ کو پتا ہے میری ٹیچر ان سے بہت ڈرتی ہیں۔'' وہ اب مزے سے بتا رہا تھا۔بتاتے بتاتے جانے کونسی بات اسے یاد آئی تھی کہ وہ ہنسا۔ہنسنے کے سبب پھر سے اسے درد اٹھا تھا۔

''آؤچ۔آہ۔''

سولیم لپک کر اس کے پاس بیٹھی نانو نے جھٹ اس کا شانہ سینے سے لگایا تھا۔

''بس بس، ابھی ٹھیک ہو جائے گا میرے بہادر بیٹے کا درد۔''

''کیا خاک ٹھیک ہو گا۔'' سولیم کی عاجز آواز ابھری۔عبداللہ نے نانو کی قمیص کو سختی سے پکڑا۔کیا اب اسے ڈانٹ پڑنے والی ہے۔

''آئے روز پٹ کر آجاتا ہے وہ بھی تو اسی جتنا بچہ ہے جو اسے مارتا ہے کونسا اس سے عمر میں بڑا ہے۔کیا یہ اتنا لاغر ہے جو اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔''

نانو نے اسے سخت نگاہوں سے دیکھا۔عبداللہ کی ان کی قمیص پر پکڑ اس کے ڈر کی انتہا کا سگنل تھا۔

''بس بس، بہت بول لی تم۔نہیں مارتا میرا بچہ تو یہ اچھی بات ہے نیک روح ہے اس کی شر پسند نہیں ہے اور

خبردار جو اگر تم نے اسے مزید کچھ کہا تو......" وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے اسے وارننگ دے رہی تھیں۔

عبداللہ کو اسکی ماما کو ڈانٹ پڑنا بالکل اچھا نہیں لگا۔

وہ چپکے سے وہاں سے اٹھا اور علیشہ کے پاس جانے لگا جب سولیم کی آواز پر اس کے قدم زنجیر ہو گئے۔اپنی اگلی پچھلی ساری غلطیاں وہ یاد کرنے لگا۔سولیم اس کے پاس آئی عبداللہ نے تھوک نگلا۔

"یہ دیکھو کمر پر بھی چوٹ لگوا کر بیٹھا ہوا ہے یہ۔"

وہ جب اٹھ کر جانے لگا تھا تو اس کی ٹی شرٹ پینٹ کے بیلٹ میں پھنس گئی تھی جس کے سبب اس کی کمر کا کچھ حصہ نمایاں ہو رہا تھا۔سولیم کو اس حصے کی سرخی نے چونکایا۔

"آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑے اپنے کمرے میں لے آئی۔عبداللہ نے نانو کو دفاعی نگاہوں سے دیکھا مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئیں۔اس کی نظر لان کی جانب بھی پڑی تھی جہاں علیشہ جھولے پر بیٹھی رونے میں مصروف تھی۔وہ اس کے ساتھ کھینچا چلا آیا۔سولیم نے اسے صوفے کی طرف روکا۔اپنا فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر اس کے پاس آئی۔ٹی شرٹ پھر بنیان اتارا اور کمر دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئی۔وہ کوئی عام خراش نہیں اچھی خاصی جلد اتری ہوئی تھی اس کی۔

"ٹیٹنس کا انجکشن لگوایا تھا؟"

کمر پر خون جم چکا تھا وہ اسے سپرٹ سے صاف کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔اس بات سے بے خبر کہ اس کی جلن سے معصوم بچے کا دل کٹ رہا تھا۔اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا احساس ہوا تو تب جب وہ بولا۔

"یس ماما۔"

وہ اس کی گیلی آواز پر چونکی۔

"کیا ہوا؟" بیساختگی میں پوچھا۔

"پین ہو رہا ہے ماما۔"

سولیم کا دل ڈوب کر ابھرا۔اس نے جلدی سے پایوڈین لگا کر اسے صوفے پر بٹھایا۔ضبط اور آنسوؤں کی

شدت سے بھگا چہرہ سولیم کا دل تار تار کر گیا۔

"کیا تم نے میڈیسن لی تھی؟"

وہ سر جھکائے اثبات میں اسے ہلا گیا۔سولیم نے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کیے۔عبداللہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا وہ نگاہ چرا گئی۔

"تم جا سکتے ہو۔"

وہ اٹھنا نہیں چاہتا تھا لیکن سولیم کے حکم پر اسے جانا پڑا تھا۔اس کے قدم علیشہ کی جانب تھے جواب صرف شو شو کر رہی تھی۔اس نے علیشہ کی پینگ کی ایک رسی پکڑی۔

"کیا تم رو رہی تھی؟"

دو پونیوں والی علیشہ نے اس کی گیلی آنکھیں دیکھیں اور فوراً سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"تمہیں کیا ہوا، کیا سولیم ماما نے کچھ کہا ہے؟"

عبداللہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں تو۔انہوں نے تو میری کمر پر میڈیسن لگائی ہے۔درد سے میں رویا تھا۔"

علیشہ کا منہ بنا۔وہ واپس جھولے پر بیٹھ گئی۔

"تم دیکھنا میں اس موٹے کا کیا حشر کرونگی۔اس کی ہمت کیسے ہوئی تمہیں چوٹ پہنچانے کی۔"

عبداللہ اس کا جھولا ہلاتے ہوئے مسکرایا۔

"تم نے تو ویسے ہی اس کا حشر کر دیا لیزرڈ کو بھول گئی ہو۔"

وہ ہنسی۔

"ہاں تم نے ٹھیک کہا۔"

ان دونوں کو کھڑکی سے دیکھتی دعا آنسو روکتی بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔اسے طلحہ کی شدت سے یاد آئی۔وہ کچھ عرصے کیلئے کام سے یمن گیا ہوا تھا ایک دو ماہ میں اس کی واپسی متوقع تھی۔وہ اپنے گرتے آنسو صاف کرتی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی جن میں آج کے دن کی شبیہہ بنتی جا رہی تھی اسے اس میں دکھ رہا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا؟ پتا ہے میں کتنا پریشان ہو گیا تھا۔"

عبداللہ کے کمرے میں جاتے ہی وہ بھی اس کے پیچھے اندر گئی تھی۔ وہ کسی طور بھی عبداللہ کو اس کے پاس نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ براق نے اس کی آمد کو نوٹ نہیں کیا اس کا سارا فوکس عبداللہ پر تھا جو اس کے ہاتھ کو پکڑے کہہ رہا تھا۔ براق نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اس پر موجود عبداللہ کے ہاتھ پر لب رکھ دیے۔ اس کی آنکھیں شدت کی حد تک سرخ تھیں اور ان میں واضح نمی جھلکتی تھی۔

"آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔ مجھے آپ کو یہاں دیکھ کر بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔"

اس کی آواز میں واضح دکھ بول رہا تھا۔ براق تکیوں کے سہارے بیٹھا۔ اس نے اپنا ہاتھ عبداللہ کے چہرے پر رکھا۔ وہ اس کے چہرے کو لبوں پر قفل لگائے سہلا رہا تھا۔ اس کا گال اس کے ہونٹ اس کی آنکھیں ماتھا، تھوڑی وہ ہر ایک کو چھوتا اپنے اندر موجود تشنگی کو مٹانے کی سعی کر رہا تھا۔

اس کی آنکھیں گہرے دکھ کی آماجگاہ بنی ہوئی تھیں۔ دعا کو یہ منظر ہلا کر رکھ گیا براق نے اپنے دونوں بازو وا کیے تھے۔

"کیا تم مجھے ہگ کر سکتے ہو؟" کتنی محبت و مٹھاس بھرے لہجے میں اس نے پوچھا تھا۔ وہ سمجھی تھی ابھی براق کہے گا۔

"اپنے ڈیڈی کو ہگ کرو۔"

عبداللہ نے اپنا چھوٹا سا وجود اس کے چوڑے سینے میں چھپا دیا۔ رہی سہی کسر اس کے ہاتھوں نے کی تھی۔ عبداللہ کو خود سے لگائے وہ اپنا منہ اس کی گردن پر رکھ کر شاید رو رہا تھا یا وہ خوشی سے ہنس رہا تھا۔ دعا سمجھ نہیں پائی۔ کافی دیر بعد جب اس نے عبداللہ کو چھوڑا تو یہ معمہ بھی سلجھا۔ وہ نہ ہنس رہا تھا اور نہ ہی رو رہا تھا وہ شاید اپنی قسمت پر ماتم کناں تھا۔

جیسے گلاب کا پھول ہمیشہ تازہ نہیں رہتا ویسے زندگی بھی باسی ہو جاتی ہے۔ پتی پتی ٹوٹتی ہے بکھرتی ہے اور پھر اپنے رنگ اپنی خوشبو اپنی ملائمت سب کھو دیتی ہے۔ بچتا ہے تو فقط مرجھایا ہوا بکھرا ہوا بوسیدہ سا انسان براق شاہ بھی اس سے شدید بکھرا ہوا انسان لگ رہا تھا جو تہی داماں تھا۔ ندامتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا۔

''اب آپ جاؤ آپ کی ماما پریشان ہو رہی ہوں گی۔''

ماما لفظ پر اس کی آواز بھیگی۔ براق نے نگاہ اٹھائی صوفے پر سامنے ہی دعا بیٹھی تھی وہ اسے خاموش نگاہوں سے دیکھے گیا۔

''کیسی ہو دعا میرے عبداللہ کا خیال رکھنے کیلئے شکریہ۔''

وہ ان لفظوں کیلئے تیار نہیں تھی سٹپٹا گئی۔

''میں ٹھیک ہوں۔ عبداللہ ہمیں گھر چلنا ہے۔'' وہ کھڑے ہوتے ہی عبداللہ تک پہنچی۔ اس کا ہاتھ تھاما۔ معاً براق اسے جانے ہی نہ دے۔ کھو جانے کا ڈر اس پر بھی غالب تھا۔ براق نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر اس پر بوسہ دیا۔

''ہم ضرور دوبارہ ملیں گے۔ ہے نا۔''

وہ اس کے پوچھنے پر زور زور سے سر ہلا رہا تھا پھر جب وہ گاڑی میں بیٹھا گھر پہنچ رہا تھا۔ اس کے منہ سے نکلے لفظ دعا کا دل ویران کر گئے۔

''بڑی ماما! براق انکل کتنے اچھے ہیں نا۔ میں سوچتا ہوں اگر میرے ڈیڈی ہوتے تو بالکل ان جیسے ہوتے میں دکھتا بھی تو پھر ان جیسا ہوں نا۔ اس لئے ہم دونوں جہاں بھی جاتے تھے سب مجھے ان کا بیٹا کہتے تھے۔ بڑی ماما آپ تو مل لی ہیں نا ان سے وہ بہت اچھے ہیں کیا میں اب بھی ان کے ساتھ دوستی برقرار رکھ سکتا ہوں۔''

دعا نے خالی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ عبداللہ نے بھی دوبارہ نہیں پوچھا کہ نانو نے کہا تھا۔ ''اگر کوئی کسی بات کا جواب نہ دے تو اس سے دوبارہ نہیں پوچھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ اس بات کا جواب نہ دینا چاہتا ہو یا وہ بات جو آپ نے پوچھی ہو اسے ہرٹ کرتی ہو اس کے مزاج کے خلاف ہو۔''

اس سوچ کے تحت وہ چپ ہو گیا تھا۔ دعا نے غیر مرئی نقطے سے نگاہ ہٹائی اور طلحہ کو کال ملا کر سب کچھ من و عن بتا دیا۔

''یہ خاصی تشویش ناک بات ہے تمہیں سولیم سے اس بارے میں بات کرنی چاہیے۔'' اسے طلحہ کی فیصلہ کن آواز سنائی دی تھی۔

''میں کیسے کر سکتی ہوں وہ مجھے قتل کر دے گی۔'' اس کی آواز میں مایوسی گھلی تھی۔

”طلحہ! مجھے اسد کی بات سو فیصد درست لگی ہے۔باپ ہی اولاد کو شناخت دے سکتا ہے اس کا وجود ہی اولاد کیلئے تحفظ کا باعث ہوتا ہے اور جن حالات میں عبداللہ کی پرورش ہوئی ہے، دیکھا جائے تو وہ کسی بھی نفسیاتی مریض سے کم نہیں۔اس میں نہ کانفیڈنس ہے نہ ہی اس کی کوئی شخصیت ہے۔ماں کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے میں کب تک اسے اس تشنگی سے دور رکھ سکتی ہوں جو سولیم کی بدولت اسے ملی ہے۔وہ چاہ کر بھی مجھ سے اتنی محبت نہیں کر سکتا جتنی سولیم سے کرتا ہے۔اس کے وجود کا خالی پن میں نے محسوس کیا ہے طلحہ اور تم یقین نہیں کرو گے آج جس طرح عبداللہ براق سے اٹیچ ہو رہا تھا اور جو محبت براق اسے دے رہا تھا میں نے واضح عبداللہ کی آنکھوں میں اس کیلئے محبت کے جگنو دیکھے ہیں اور یہ دیکھ کر مجھے احساس ہو گیا ہے کہ عبداللہ کی ٹوٹی بکھری پرسنالٹی کو وہ ہی جوڑ سکتا ہے کیونکہ آج تک میں نے اسے کسی کے ساتھ اتنا اٹیچ نہیں دیکھا شاید یہ پدرانہ محبت کی کشش ہے جو عبداللہ اس سے اسقدر اٹیچ ہے۔خون واقعی کشش مارتا ہے پھر چاہے وہ جیسا بھی ہو، میں نے جان لیا ہے براق ہی ہے جو عبداللہ کو حقیقی معنوں میں باپ کی خوشی دے سکتا ہے مجھے لگتا ہے۔“

دعا کی بات درمیان میں رہ گئی۔وہ چونک کر مڑی تھی اور مڑتے ہی وہ زرد ہوئی سامنے ہی آنسوؤں سے لبریز سرخ ہتک آمیز تاثرات کے ساتھ سولیم کھڑی تھی۔دعا کا موبائل اس کے ہاتھ میں تھا جسے اس نے پوری قوت سے بیڈ پر اچھال دیا۔

”وہ میرا بیٹا ہے۔“ اس نے بہت زور لگا کر کہا آواز بھرپور طریقے سے بھرائی ہوئی تھی۔

”عبداللہ صرف میرا بیٹا ہے۔“ اب کے وہ چیخی تھی۔دعا نے فوراً دروازے کو لاک کیا۔

”تم نے سوچ بھی کیسے لیا، وہ گھٹیا انسان میرے بیٹے کو باپ کا پیار دے سکتا ہے بھول گئی ہو تم وہ سب جو اس نے میرے ساتھ کیا۔تم اس جانور کے قہر کو کیسے بھول سکتی ہو۔“ وہ بھرپور قوت سے چیخ رہی تھی۔دکھتی رگ پر ہاتھ آ جائے تو انسان اسی طرح حواس کھو بیٹھتا ہے جس طرح ابھی سولیم کھو رہی تھی۔

”میں نہیں بھولی ہوں۔“ دعا کی آنکھیں بھی آنسوؤں میں بھیگی تھیں۔

”سب یاد ہے مجھے لیکن شاید تم بھول گئی ہو کہ ایک عدد جیتا جاگتا معصوم سا بچہ جسے تم اس دنیا میں لائی۔وہ تمہاری ایک محبت بھری نظر کیلئے دن رات تڑپتا ہے تمہارے محبت بھرے لمس کیلئے وہ اتنا بھوکا ہو گیا ہے کہ اب

اس بھوک کو مٹانے کیلئے وہ دوسروں میں پناہیں ڈھونڈنے لگا ہے۔ کیوں...... کیونکہ تم محترمہ انا کا بوریا سر پر لیے نفرت کے غلاف میں خود کو لپیٹے خود کے ساتھ ساتھ اس بیچارے کو بھی بے موت مار رہی ہو۔''

سولیم کے جسم کی تمام رگیں کھچ گئیں۔ اس کا سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگا۔

''تمہیں تکلیف ہوگی لیکن میں نے آج جب عبداللہ کو براق کی بانہوں میں آسودہ دیکھا تب ہی میرے دل نے سوچ لیا تھا ہمیں عبداللہ کو براق کو دے دینا چاہیے۔''

سولیم کھڑے قد سے بیڈ پر گری۔

''ہاں سولیم، تمہاری اسی بے خبری کا نتیجہ ہے یہ سب عبداللہ پچھلے کچھ ماہ سے براق کے ساتھ کنیکٹڈ ہے۔ وہ اس سے بے انتہا محبت کرتا ہے اس کی آنکھوں میں براق کیلئے وہ جذبات ہیں جو تمہارے لیے ہیں لیکن خوش رہو تم یہاں بھی جیت گئیں کیونکہ وہ تم جیسی محبت کسی سے نہیں کر سکتا۔ مجھ سے بھی نہیں۔''

وہ سولیم کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ اس بت بنی اپنی بہن کا سر اس نے شانے سے لگایا۔ وہ ربڑ کی طرح ڈھلک گئی۔ یہ آگ بھی اتنا ہی جلاتی ہے جتنا زندگی جلاتی ہے۔ دونوں سے ایک سی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے اس وقت سولیم دنیاوی آگ میں جل کر راکھ ہو رہی تھی۔ وہ اس قدر شاکڈ تھی کہ دعا کو اس پر کومے کا گمان گزرا لیکن وہ جانتی تھی یہ شاکڈ کچھ پلوں کا ہے ابھی سولیم نے اس پر بم کی طرح پھٹنا ہے۔

''وہ نہیں جانتا تھا اسے آج پتا چلا مجھے لگا تھا اس کے بعد وہ عبداللہ کو نہیں آنے دیگا لیکن اس نے تو اس سے یہ بھی نہیں کہا کہ وہ اس کا باپ ہے۔ سولیم! میں اس دنیا میں سب سے زیادہ تمہاری پرواہ کرتی ہوں، کرتی رہوں گی لیکن پلیز کچھ سوچا پنے لیے نہیں عبداللہ کیلئے کل کو وہ بڑا ہوگا تو کیا بتاؤ گی اس کا باپ کون تھا۔''

عبداللہ کی آنکھوں میں مچلتے سوال کو اس نے زبان دی جو کہ ایک دفعہ اس سے پوچھ بیٹھا تھا لیکن اس نے منع کر دیا تھا اور سختی سے کہا تھا کہ وہ آئندہ یہ سوال نہیں پوچھے گا اور پھر اس نے بھی واپس نہیں پوچھا تھا سولیم کا جواب اسے مایوس کر گیا۔

''شاکر تھا، کیا تم نہیں جانتی عبداللہ کا باپ شاکر تھا۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔ دعا کے آنسو گرے۔

"سچ کا سامنا کرو سولیم، وہ شاکر نہیں براق ہے۔ ہمارا عبداللہ، عبداللہ شاکر نہیں بلکہ عبداللہ براق ہے تلخ حقیقت ہے لیکن سچ یہی ہے۔ اور میں نے براق کی آنکھوں میں آج جو پچھتاوے کے رنگ دیکھے ہیں وہ معمولی نہیں۔ گناہ کر کے اپنا دامن بچانے والے تو بہت سے ہوتے ہیں لیکن گناہ کا ارتکاب کر کے اس میں جینا روز اس آگ میں جلنا فقط معافی کا طلبگار کوئی کوئی ہی ہوتا ہے۔ چشم ندامت جب چھلک پڑتی ہے نا تو کافر بھی مجذوب ٹھہرا دیا جاتا ہے وہ تو پھر مسلمان تھا کیا تم اسے معاف نہیں کر سکتی۔"

اس نے اسد کے الفاظ دہراتے ہوئے ڈرتے ڈرتے اس سے پوچھا تھا۔ آج جو براق کی حالت اور اسکی آنکھیں اس نے دیکھی تھیں صاف پتا چل گیا تھا وہ سولیم کو کتنا چاہنے لگا ہے۔ اس کے پچھتاوے کیسے کیسے اسے زندہ نگل رہے ہیں۔ وہ تو اس پاگل کی محبت میں اس قدر خود کو مٹا بیٹھا کہ اس کی تخلیق اپنے خیالوں میں کر لی۔ اس نے ایسی تصوراتی سولیم بنائی جو پھر فقط تصور نہیں رہی۔ وہ اسے جیتے جاگتے دیکھتا اس سے باتیں کرتا اپنے دل کا حال بیان کرتا، اس کے ساتھ ہنستا روتا، اس سے معافی مانگ کر جیسے خود کو تسلی دیتا وہ واقعی نفسیاتی بن گیا تھا۔ اس کا دماغ فقط سولیم سوچتا سولیم چاہتا اور یہ چاہت اتنی زور آور تھی کہ گھومتے گھماتے آخر وہ پھر اس سے ٹکرا گیا تھا۔

سولیم ایک جھٹکے سے اس کے پاس سے اٹھی۔ ایسی نظروں سے دعا کو دیکھا کہ اس کی جان نکل گئی۔ آنسوؤں سے لبریز بے یقینی کے سمندر میں ڈوبی آنکھوں میں کیا کچھ نہ تھا۔ شکوہ، دکھ، ٹوٹتے دل کا پیغام۔ وہ اسے چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گئی تھی۔ دعا اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی لیکن اس کے قدم زنجیر ہو گئے۔ اسے ابھی سولیم کو تنہا چھوڑنا تھا یہ ہی بہتر تھا اس کیلئے۔

⚙......⚙......⚙

"تمہیں پتا ہے تمہارے انکل ہی تمہارے ڈیڈی ہیں۔"

وہ دعا کے کمرے سے اتنی ڈھیلی نکلی کہ اپنے کمرے میں جاتا عبداللہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"یہ ماما کو کیا ہوا؟ کیا ان کی طبیعت خراب ہے؟ اوہ مائی گاڈ کہیں انہیں فیور تو نہیں؟ کہیں دعا ماما نے انہیں انکل کے بارے میں تو نہیں بتا دیا۔" وہ دبے پاؤں سولیم کے دروازے کے پاس آیا۔ رات ہو چکی تھی ڈنر کا ٹائم تھا مگر کسی کو کھانے کا ہوش نہیں تھا۔ سب آج مضطرب تھے۔

وہ آہستہ سے سویلم کے دروازے کے قریب آیا اور کی ہول سے اندر جھانکنے لگا۔ اس کے سر پر لگا فانوس سپاٹ لائٹ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ وہ ان روشنیوں میں اندر کا منظر دیکھے گیا۔ اس کی ماما نیچے کارپٹ پر بیٹھی دونوں بازو پاؤں پر باندھتی ہوئی رو رہی تھی۔

عبداللہ کے دل پر مکا پڑا۔

"ماما رو رہی ہیں۔"

اسے یقین نہیں آیا۔ فوراً سے پیچھے ہٹا۔ بادلوں کی گرج اسے پھر سے سنائی دی۔ لگتا تھا ابھی پھر سے آسمان نے زمین کو گیلا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ عبداللہ نے اپنی آنکھ پھر کی ہول پر لگائی۔ وہ رو رہی تھی۔ پہلے آہستہ آہستہ پھر زور زور سے وہ اسے دیکھ کر خود بھی رونے لگا۔

"ماما کیوں رو رہی ہیں؟"

اس نے دعا کے کمرے کی جانب جھانکا۔ وہ بند تھا۔ وہ نانو کے کمرے کی طرف بھاگا مگر وہ اندر جائے نماز پر بیٹھی نماز میں مشغول تھی۔ اس نے علیشہ کے کمرے کا رخ کیا مگر وہ باتھ روم میں تھی۔ وہ ایک منٹ بھی صبر نہیں کر سکتا تھا۔ کچن سے پانی کی بوتل نکالی اور اس کے کمرے کے سامنے آ کر رک گیا۔ گہرا سانس بھر کر اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور جی کڑا کر دروازہ دھکیلتا اندر آ گیا۔ سویلم نے گھٹنوں سے سر اٹھایا۔ اپنی عمر سے دگنا دکھتا عبداللہ اس کا دروازہ بند کر کے لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔ سویلم کی نگاہیں اس کے ہونٹوں پر تھیں۔ وہ کبھی اس سے نظر نہیں ملا سکتی تھی۔

"وہ اس جیسا ہے اس میں اس کی کوئی قصور نہیں۔ وہ تمہارا بیٹا ہے اس میں بھی اس کا قصور نہیں۔ بس ایک بار...... ایک بار اسے ماں کی نظر سے دیکھو تب تمہیں پتا چلے گا کتنی محبت، کتنا کیسی چاہت، کتنی تڑپ اور انتظار ملے گا تمہیں، اس میں براق کو دیکھنا چھوڑ دو تمہیں خود بہ خود اس سے لگاؤ ہو جائے گا۔

سویلم کے کانوں میں دعا کی باتیں گونج رہی تھیں جبکہ عبداللہ ٹھہرے قدموں کے ساتھ چلتا اس تک آ رہا تھا۔

"ماما! آپ کیوں رو رہی ہیں۔ مت روئیں مجھے آپ کا رونا بالکل اچھا نہیں لگتا۔" بوتل کا ڈھکن کھولتا وہ نم آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔ اس کے بالکل پاس آ کر کھڑا ہو گیا سویلم نے بڑی دقت سے عبداللہ کی آنکھوں میں

دیکھا۔دو گرینفائیٹ رنگ کی آنکھیں اپنے اندر احساس کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لیے ہوئے تھیں۔سولیم نے نگاہ نہیں ہٹائی، وہ اسے دیکھتی رہی۔آج اس کی پیدائش کے بعد وہ پہلی باراس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔وہ آنکھیں جو حیرت بے یقینی خوشی اور پانیوں سے بھر گئی تھیں۔ان آنکھوں میں سیلاب آ گیا عبداللہ سانس روکے اسے دیکھ رہا تھا۔اس نے پلک نہیں جھپکائی۔معاً اس کی ماما نظریں نہ جھکا لیں۔

''ماما!میں نے ڈھیر سارے پیسے جمع کر لیے ہیں۔میں انہیں چینج کروا دونگا۔آپ نہ دیکھیں یہ آپ کو اچھی نہیں لگتی نا۔''

اس نے نظریں جھکا کر پانی اس کے ہونٹوں سے لگایا۔وہ ڈھیر سارے آنسو نگلتے ہوئے اسے بھی پی گئی۔

عبداللہ نے بوتل سائیڈ پر رکھی اور اپنے ہاتھوں سے اس کے گال صاف کرنے لگا۔سولیم نے اس کے ہاتھ پکڑے وہ ڈر گیا۔

''کیا اس کی ماما کو ایسا کرنا پسند نہیں آیا۔''

مگر اگلے ہی پل وہ ہق دق رہ گیا۔سولیم نے اسے اپنی بانہوں میں بھرا تھا۔اس کی گرفت مضبوط تھی اس میں ڈر اور کھو جانے کا خوف پنہاں تھا۔

عبداللہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔اتنی زور سے کہ وہ خود پریشان ہو گیا۔اس کی ماما نے اسے گلے لگایا تھا۔اس کی ماما اسے گلے لگائے بیٹھی تھیں۔یہ بات وہ ہضم نہیں کر رہا تھا۔اس کی خوشی دیدنی تھی۔چند لمحے یونہی بیتے پھر سولیم نے اسے خود سے الگ کیا۔براق کی طرح وہ بھی اس سے خاموش محبت کا اظہار کر رہی تھی۔اس کا ٹانکے زدہ ماتھا سہلا رہی تھی۔اس کی آنکھیں چوم رہی تھی۔روتے ہوئے مسلسل اسے پیار کر رہی تھی۔عبداللہ اس کے رونے سے پھر سے پریشان ہوا۔

''ماما!مت روئیں نا،آئی پرامس میں آئندہ کوئی مسٹیک نہیں کرونگا۔''

''عبداللہ میری جان۔''اسے اپنی آنسو سے بھیگی آواز سنائی دی۔

''وعدہ کرو۔کسی کیلئے بھی اپنی ماما کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔''اس نے فوراً زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں وعدہ کرتا ہوں میں کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤنگا۔میں کسی کیلئے آپ کو نہیں چھوڑونگا۔''وہ اس

کے گلے لگتے ہوئے بیساختہ کہہ رہا تھا۔اب کے اس کی گرفت مضبوط تھی مگر بارش سے بچنے کیلئے کھڑکی سے اندر آتی چڑیا نے جو اس سے بات کی وہ اس کیلئے شاک کا باعث تھی۔

''تمہیں پتا ہے تمہارے انکل ہی تمہارے ڈیڈی ہیں اور تمہاری ماما اس لیے رو رہی ہیں کہ وہ تمہیں ان سے دور نہ لے جائیں۔'' اس نے بہت زور سے ماما کو کس کر پکڑا۔

''نہیں، میں ان کیلئے بھی ماما کو نہیں چھوڑونگا۔وہ مجھے ماما سے دور نہیں لے جاسکتے۔''

سولیم نے اسے خود میں سمو کر آنکھیں بند کی تھیں۔ماضی کی تلخ یادیں آخری بار اپنا دیدار کرانے کیلئے اس کے پپوٹوں کے پردے پر ابھر چکی تھیں۔وہ اس اذیت ناک سفر کے آخری سٹیشن پر تھی۔اس کے بعد فقط وقت کے سکوں نے حال ہی کو ان کی جھولی میں بھرنا تھا۔آج لاسٹ بار ماضی نے خود کو متعارف کروایا اور سب کچھ واضح ہونے لگا۔

✿......✿......✿

وہ وہاں سے نا جانے کن راستوں کا مسافر بن گیا تھا۔اسد اس کے پیچھے بھاگا تھا لیکن تب تک براق نظروں سے اوجھل تھا۔نجانے کیوں اسد کے دل میں اس خود سر خود پسند دوغلی لڑکی کیلئے نفرت کی لہر ابھری۔براق کی آنکھوں میں موجود درد اس کی آواز کی تپش اسد کیلئے جان لیوا تھی۔وہ اسی وقت وہاں سے اس تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن چونکہ کنٹرول روم دور تھا۔اسے آنے میں دیر لگ گئی۔اب وہ وہاں سر پر ہاتھ رکھے کھڑا کوئی نمبر ملا رہا تھا۔

''ہاں یورک، میں تمہیں نمبر دے رہا ہوں گاڑی کا بھی اور فون کا بھی۔فوراً ٹریس کر کے بتاؤ کہاں ہے۔''

وہ براق کو اس سے تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔یہ ایسا موڑ تھا ایسا لمحہ تھا جب کچھ بھی متوقع تھا۔وہ خود بھی گاڑی لے کر نکل گیا لیکن اسے وہ نہ ملا۔سات دن بعد جب اسی طرح خاک چھان کر وہ اداس سی گولڈفش سے باتیں کر رہا تھا۔اسے قدموں کی چاپ سنائی دی اور گولڈفش کی رفتار نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ سامنے تھا۔سپاٹ چہرے اور پراسرار آنکھوں کے ساتھ۔اسد فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

''کہاں تھا تو اب۔یہ بھی وقت آئے گا ہماری دوستی میں کہ تو مجھے بنا بتائے دنوں کیلئے غائب ہوگا۔''

وہ طیش میں اس کی سمت بڑھا تھا اور اسے دھکا دیتے ہوئے بولا۔براق چند قدم پیچھے ہوا اور کندھے اچکا کر

بولا۔ "کچھ وقت کیلئے تنہائی درکار تھی اس لئے نہیں بتایا۔"

اس کا انداز ایسا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اسد اس کے راز سے بھرے چہرے کو دیکھے گیا جس پر خطرناک عزائم درج تھے۔ ان دیکھے طوفان کو جان کر اسد چونکا تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔"

وہ پریشان ہوا براق نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سب ٹھیک ہے آج کانفرنس ہے ریڈی رہنا یہ ٹورنامنٹ کھیل کر میں واقعی اب اس سب سے دستبردار ہونا چاہتا ہوں۔"

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ اس کے قدم جم کی جانب تھے۔ اسد نے اس کے بدلے روپ کو دیکھا اور دل ہی دل میں اس وقت کو کوسا جب براق نے اپنا دل اس پتھر کی خود پرست مورتی کو دیا تھا۔ وہی پتھر کی مورتی جس نے اپنے آپ کو خود ہی برا ثابت کر دیا۔

یہ اسی شام کی بات ہے جب براق نے اسے پرپوز کیا تھا۔ وہ لرزتے قدموں کے ساتھ گھر آئی تھی۔ شکر تھا ابھی دعا پارٹی سے نہیں لوٹی تھی۔ وہ گھر آتے ہی بیڈ پر لیٹ گئی اس کے بعد وہ تھی اور اس کے آنسو۔ دل آزاری کرنا بہت بڑا گناہ ہوتا ہے۔ خود پر غرور کرنا اس سے بھی بڑا وہ یہ دونوں گناہ آج کر چکی تھی۔ نہ کرتی تو شاید براق اس کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ سولیم نے اس کی آنکھوں میں واضح سچائی دیکھی تھی۔ محبت کی لو سے ٹمٹماتا چہرہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا وہ اسے پسند کرتا ہے اس کی چاہ رکھتا ہے۔

لیکن کیا یہ پسند کرنا اس طرح کی چاہ رکھنا جائز تھا۔ وہ کچھ دنوں سے اس کے جذباتوں سے باخبر روز ڈر کی بھٹی میں جلتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ براق اسے پسند کرے کیونکہ براق کی پسند کی نوعیت اسے اچھے سے معلوم تھی۔ وہ کپڑوں کی طرح لڑکیوں کو بدلتا تھا۔ اسے ہر روز ہر کسی سے اسی طرح سچی محبت ہوتی اور پھر وہی سچی محبت جھوٹی میں بدل جاتی۔ وہ اس کے مردانہ دل سے واقف تھی لیکن اپنے لیے اس کے احساسات اسے ٹھٹکنے پر مجبور کر گئے تھے۔ اگر وہ ایکٹر تھا تو کمال کا ایکٹر تھا اور اگر وہ واقعی اس سے دل لگا بیٹھا تھا تو بہت سا خسارا دنوں کے حصے میں آنے والا تھا۔ اپنے دل پر بوجھ لیے وہ اللہ سے معافی مانگتی رہی تھی لیکن اس کا دل تھا کہ ہلکا ہونے کا نام

ہی نہ لے رہا تھا۔اس نے زور سے آنکھیں میچیں اور خود کو نیند کے سپرد کرنے کی کوشش کی جو کہ بیکار گئی۔اسے شدت سے دعا کا انتظار تھا وہ یقیناً اسے سب بتا دے گی۔

❁......❁......❁

"آپ مجھے ایک چانس نہیں دے سکتیں۔"

ڈوبتے سورج کی ترچھی شعاعیں درختوں کو چیرتی زمین پر آڑھی ترچھی پھیل رہی تھیں۔گلابی وزردسی شام ہر جانب پھیلی تھی۔شعاعوں میں موجود زرد سا رنگ پورچ میں آتے براق پر پڑ رہا تھا۔سنجیدہ چہرے پر ایک دبیز لحاف تھا جو اندر کی بات کھوجنے میں ناکام لوٹا تا تھا۔وہ اپنی گاڑی میں آکر بیٹھا۔ڈرائیور نے اس کے آتے ہی ٹائروں کو حرکت دی تھی۔اسد بھی اس کے پیچھے اپنی کار میں نکلا تھا۔زمین کو پیچھے چھوڑتے ٹائر آگے بڑھنے لگے۔وہ باہر موجود بے حس دنیا کے رنگ دیکھنے لگا۔اونچی اونچی بلڈنگ کو تکنے لگا ایک ہفتہ لگا تھا اسے خود کو سنبھالنے میں۔ان مشقت بھرے سات دنوں میں بھی اس نے خود کو آدھا سمیٹا تھا۔وہ سب سے زیادہ تنگ تھا تو اپنی آنکھوں میں بار بار ابھرتی نمی سے۔یہ چیز اسے پل پل سولیم کے قاتل رویے کو بھولنے نہیں دیتی تھی۔وہ کتنی اچھی تھی لیکن اس نے خود کو کتنا برا ثابت کر دیا تھا۔اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔یہ وہ نہیں جانتا تھا ہاں اتنا ضرور پتا تھا وہ وہ سولیم نہیں تھی جسے وہ جانتا تھا۔اس نے گہرا سانس لے کر خود پر کنٹرول کیا۔وہ لوگ پہنچ گئے تھے ان کے پہنچنے تک شام نے اندھیرے کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

ایک ایسا انسان جو سپاٹ لائٹ میں رہتا ہو،لڑکیوں کو پیٹ کی طرح رکھتا ہو،وہ محبت کرے گا یا پھر وقتی دل لگی۔

براق نے دور سے میڈیا کے کارکنان کو دیکھ لیا تھا۔دونوں جانب رسیوں کے پار کھڑے وہ اس کی تصاویر اتارنے اور سوال کرنے کے منتظر تھے۔براق نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔گہرا سانس بھرا۔چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ سجا کر گاڑی سے نکلا تو ٹھکا ٹھک جانے کتنی ہی اس کی تصاویر اتاری لی گئیں۔سوالوں کی بوچھاڑ ہوئی۔وہ سب کو ہاتھ ہلاتا چہرے پر مسکان سجائے اندر کی جانب بڑھ گیا۔اسد بھی اس کے ساتھ ہی پہنچا تھا۔براق کی ٹرانسفارمیشن نے اسے حیرت میں مبتلا نہیں کیا۔وہ ایسا ہی تھا۔اپنا درد اپنے تک رکھنے والا۔دنیا کو تو وہ وہ دکھاتا تھا جو وہ خود دکھانا چاہتا تھا تبھی کوئی بھی حقیقی براق کو نہیں جانتا تھا۔

وہی پرانا منظر تھا۔ بس اب پیٹر سان کی جگہ راک جاج تھا جو آج کل اپنا سکہ بڑی مضبوطی سے جمائے ہوئے تھا۔ براق کے ٹائٹل اس کے بینچ پر پڑے تھے اور ظاہری بات تھی وہ راک جاج سے زیادہ تھے۔ وہ آ کر بیٹھا اور پی کیپ سے نظر اٹھا کر دیکھا۔ اسد آڈینس کی پہلی رو میں عین اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ براق نے اس کے ساتھ سب پر مسکراہٹ اچھالی۔ ساتھ میں راک جاج کو بھی ہیلو بولا جو اسے دیکھ کر تضحیک آمیز مسکراہٹ چہرے پر سجالایا تھا۔ ساتھ ہی اس نے مائک سنبھالا تھا۔

''سو دی گریٹ شاہ از ہیئر۔''

آنکھ مار کر وہ اسے اس بات سے آگاہ کر رہا تھا کہ دیکھو آج تم ہو جو پیٹر سان کی جگہ لینے والے ہو۔ براق نے دل پر ہاتھ رکھ کر چہرے کو جھکایا۔

روسٹرم کے پیچھے کھڑے میزبان نے سوالات کا سلسلہ شروع کرنے کیلئے کہا۔

''ہیلو! میں کارب ہوں۔ میرا سوال براق شاہ سے ہے۔ چونکہ براق شاہ آج کل بڑی سرخیوں میں نظر آ رہے ہیں اور ان کی ریٹائرمنٹ کے بڑے چرچے ہیں تو میں نے یہ پوچھنا تھا یہ اچانک سے فیصلہ کیوں کیا۔ آپ نے پیٹر سان کے بیٹے ٹرکر سے کوئی معاہدہ کیا ہے۔ سننے میں آ رہا ہے آپ اس کی ڈاکٹر کو دل دے بیٹھے ہیں اس وجہ سے آپ ریٹائرمنٹ کا کہہ رہے ہیں کیونکہ ایک بات بڑی واضح آپ نے کی کہ ٹرکر ایک اچھا سپورٹس مین ہے۔ یہ جملہ سب کو کھٹک رہا ہے اور ضرور اس کے پیچھے کوئی کہانی ہے ہم سب اس کہانی کو سننا چاہتے ہیں۔'' اس نے اپنا سوال پیش کیا۔ راک کے اسسٹنٹ نے اس کے سامنے وہسکی لا کر رکھی۔ وہ گلاس میں انڈیل کر پینے لگا۔ وہ ٹیڑھا بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ براق کی جانب تھا جو آگے ہو کر مائک میں کہنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''پہلے تو میں انتظامیہ سے گزارش کرونگا اس طرح کے امیچور جرنلسٹ کو آنے کی اجازت نہ دی جائے جن کے سوال ہی بے ربط ہوں۔''

اسے سولیم کی ذات کو بیچ میں لانا کھلا تھا تبھی لہجہ تلخ تھا۔

''دوسرا کوئی ہے جس نے مجھ سے سوال کرنا ہے۔''

اس نوعمر لڑکے کا چہرہ سرخ ہوا۔ شرمندگی سے وہ اپنی جگہ پر بیٹھا اور ایک لڑکی ہاتھ کھڑا کر کے اٹھ گئی۔

”سر! آج کل آپ کی لوسٹوری کے بہت چرچے ہو رہے ہیں چونکہ آپ نے اسے بہت راز میں رکھا لیکن پھر بھی لوگ جان گئے ہیں کہ اس کا کنکشن ضرور دی مائنڈ سے ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں وہ کون ہے۔“

اس سے پہلے براق کچھ کہتا راک کا قہقہہ ہال میں گونجا۔

”دی مائنڈ میں ضرور اسے کسی پاگل ڈاکٹر سی ہی محبت ہوئی ہو گی یا پھر کسی سنکی مریضہ سے۔“

براق نے دبی مسکراہٹ سے اسے دیکھا پھر اسی کی جانب دیکھتا ہوا مائک میں بولا۔

”میرے خیال سے ہمیں ٹورنامنٹ کے بارے میں بات کرنی چاہیے اور آپ لوگوں کو راک جاج سے سوالات کرنے چاہئیں۔ آخر کو تھوڑی انہیں بھی تو کوریج ملے۔“

اس نے بڑی ضبط سے راک کی بات کو ہضم کیا تھا۔ وہ اشتعال میں آ کر یہ بات میڈیا کے سامنے واضح نہیں کر سکتا تھا کہ یہ سب دی مائنڈ سے جڑا ہے۔

اسد نے اسے دیکھتے ہوئے مسکراہٹ پر کنٹرول کیا۔ وہ واقعی کسی کا ادھار نہیں رکھتا تھا راک اس کی بات سن کر جوالہ مکھی بن گیا۔ دو پیگ چڑھائے اور اس پر چڑھ دوڑا۔

”ہاں کیونکہ میں ابھرتا ہوا سورج ہوں۔ تم خود کو دیکھو ایک معمولی مسلمان ایک زوال کی جانب جاتا قابل رحم انسان ہو۔ تمہارا دور ختم ہو رہا ہے بوڑھے انکل تم اپنی شہرت کھوتے جا رہے ہو۔ تم کیا مجھے کوریج کی بھیک دو گے۔ میں خود چلتا پھرتا ایک اشتہار ہوں۔“

وقت واقعی آئینہ دکھاتا ہے۔ براق اسے دیکھ کر مسلسل مسکرائے جا رہا تھا کیونکہ وہ اب بھی دی گریٹ براق شاہ تھا اور اس کے کریئر کا سورج سوا نیزے پر پہنچا ہوا تھا جسے وہ خود ڈبانے کے چکروں میں تھا۔

”ہاں وہ دکھ رہا ہے۔“

روسٹرم کے پیچھے کھڑے میزبان نے اسے شانت کرایا اور سوال پوچھنے کیلئے کہا۔

”براق شاہ کیا یہ میچ مزیدار ہونے والا ہے۔“

راک نے پھر براق کے بولنے سے پہلے اپنی ٹانگ اڑائی تھی۔

”ہاں بہت مزیدار بالکل پورک کی طرح۔ تم دیکھنا کوئی مجھ سے کیسے شکست کھاتا ہے۔“

براق نے ہاتھ اٹھائے۔

''میرا جواب اس نے دے دیا۔''

اسد کو اس کے تحمل پر حیرت ہو رہی تھی۔ پتا نہیں وہ اتنا پرسکون کیسے بیٹھا تھا۔ اگر آج پرانا براق ہوتا تو کیا کیا ناجواب آ رہے ہوتے۔ اسے یہ تبدیلی ایک آنکھ نہ بھائی۔

''سو جاج راک! آپ اس وہسکی کو پرموٹ کر رہے ہیں۔''

اس سوال پر وہ کھڑا ہوا۔

''ہاں بالکل اس میں جنت ہے۔ تم پیو گے اس مدہوش مشروب کو پی لو مزے کا ہے۔ سنا ہے آج کل تم ان سے بھی ڈائیٹ پر ہو۔''

وہ اسے چڑانے کی غرض سے اس تک وہسکی سے بھرا گلاس لے کر آیا۔ براق سینے پر ہاتھ باندھے بیٹھا رہا۔

''پیو یہ خاص تمہارے لیے ہے۔''

''میں یہ نہیں پیتا۔''

اس نے نگاہیں اٹھا کر راک کو منع کیا جو بے ہنگم انداز میں ہنس رہا تھا۔ اسد نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''تم یہ نہیں پیتے یہ اس صدی کا سب سے بڑا جوک ہے۔ سنا آپ سب نے براق شاہ وہسکی نہیں پیتا۔''

وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنسے جا رہا تھا۔

''تم اسے یہاں سے ہٹا رہے ہو یا میں اپنے گارڈز کو بلاؤں؟'' براق نے میزبان سے کہا وہ راک کو زبردستی اس کی جگہ پر لے آیا۔

''کوئی کہتا ہے وہ وہسکی نہیں پیتا اسی طرح کوئی اپنا کھیل بھی بھول گیا ہے اور وہ جلد مجھ سے بری طرح پٹنے والا ہے اور یہ ٹائٹل میں جیتنے والا ہوں۔''

براق نے لبوں کو مائک کے نزدیک کیا۔

''ہمیں اگست کو دیکھتے ہیں۔''

''تجھے اسے سنانی چاہیے تھی تو کیوں ایسے بیٹھا تھا بالکل بھی نہیں لگ رہا تھا یہ براق جواب دے رہا ہے۔''

اسد کھولتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔ وہ دونوں اس وقت ریسٹورنٹ میں تھے براق نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔

''میں تجھ سے کہہ رہا ہوں۔''

''اسد! میں نے بہت خطرناک بات سوچی ہے۔'' اس کے لب کھوئے کھوئے انداز میں ہلے۔

وہ چونک گیا۔

''میں جان گیا ہوں یہ بات راک سے متعلق نہیں۔ اس کا ضرور سولیم سے کنکشن ہے۔'' وہ براق کا ہاتھ پکڑتا کہہ رہا تھا۔ اثبات میں تصدیق کرنے پر اسد کے لبوں نے تھکان بھری سانس خارج کی۔

''مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ اس بار میں تیرے ساتھ نہیں۔ سولیم سے لاکھ میں متنفر ہوں لیکن یہ اقدام غلط ہے۔''

براق نے دوسرا پانی کا گلاس بھرا ویٹر کھانا سرو کرنے لگا۔ ان کے دائیں بائیں کھڑے گارڈ کسی کو بھی ان تک آنے نہیں دے رہے تھے۔ منیجر سے بھی براق نے خاص کہا تھا کوئی اسے ڈسٹرب نہ کرے۔ وہ آج ٹیرس پر بیٹھے تھے۔ دور سے انہیں ٹاور برج نظر آتا تھا۔ گول میز پر کھانا سج گیا تو وہ ویٹر ہاتھ باندھ کر دور جا کھڑا ہوا۔

براق نے اس کے جانے کے دو سیکنڈ بعد اپنے لب کھولے۔

محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔ میں اپنی محبت کیلئے آخری سانس تک لڑونگا میں اتنی جلدی ہار ماننے والا نہیں۔''

اسد نے بے دلی سے کھانا کھانا شروع کیا۔

''وہ کبھی بھی شاکر کو نہیں چھوڑے گی۔''

اسد نے وہ بات کی جو دونوں ہی ایک دوسرے سے چھپا رہے تھے۔ براق کی آنکھیں لبالب بھر گئیں۔

''اسے چھوڑنا پڑے گا میرے لیے اسے شاکر کو چھوڑنا پڑے گا۔ اگر اس نے نہ چھوڑا تو پھر میں وہ کرونگا جو میں کبھی نہیں کرنا چاہتا۔ ایک آخری ملاقات اور سہی پھر دیکھتے ہیں کس کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔''

رات نے اس کی بات سے گھبرا کر انگڑائی لی اور دن کی روشنیاں ہر سو پھیلنے لگیں۔ اس روشنی سے بھرپور دن

میں سولیم زور و شور سے پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔

چار دن بعد تو چاچو نے آجانا ہے پھر اس طرح آنا فانا جانے کا مطلب دعا اس کے اس طرح اچانک پاکستان جانے پر راضی نہیں تھی۔ منہ بسور کر بیٹھی تھی ابھی تک پیکنگ بھی نہیں کی اس لئے اس نے۔

''میں نے کہا نا، کوئی سوال جواب نہیں جو چیزیں سمیٹنی ہیں سمیٹ لو ہم کل ہی یہاں سے جا رہے ہیں۔''

اس نے بیگ میں سلیقے سے عبایا رکھتے ہوئے اسے دیکھا پھر وہ بات کہی جو وہ کہنا نہیں چاہتی تھی۔

''کیا اس طرح بھاگنے سے مشکلیں ختم ہو جاتی ہیں؟''

سولیم اس کا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ رکے، مڑ کر دعا کو دیکھا جو کھڑکی سے چھن کر آتی دھوپ کو روک رہی تھی۔

''میں نے غلطی کی جو تمہیں بتا دیا اب لگتا ہے خوب پچھتانا پڑے گا۔''

وہ واپس مڑ کر غصے سے بیگ کی زپ بند کر رہی تھی۔ دعا کا دل اس کی بات سے زور کا دکھا وہ واقعی دل دکھانے میں ماہر تھی۔

''تو نہ بتاتی جب پتا تھا پچھتانا پڑے گا تو کیوں بتایا۔ انفیکٹ تم مجھ سے بات بھی نہ کیا کرو کہیں تمہیں اس پر بھی پچھتانا نہ پڑ جائے۔''

سولیم نے گہری سانس بھر کر اس کی بھیگی آواز سنی اور چلتی ہوئی اس تک آئی جو آستین سے آنکھ صاف کر کے رخ موڑ چکی تھی۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا دعا ٹھیک ایم سوری پلیز ایسے ناراض تو نا ہو۔''

اس نے اپنی ناک پونچھی اور سرخ نظروں سے اسے دیکھا۔

''میں بتا رہی ہوں آئندہ تم نے اس طرح کی بکواس کی تو میں نے تم سے قطع تعلق کر لینا ہے۔''

وہ مزید کچھ کہتی جب بیل بجنے پر دونوں چونکے۔

''میں دیکھتی ہوں۔''

دعا آنکھ صاف کرتی ہوئی باہر آئی مگر جب وہ اندر آئی تو اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک

انویلپ تھا جس پر براق شاہ تحریر تھا۔

سولیم نے اس کا اڑا رنگ دیکھا پھر اس کے ہاتھ میں وہ سیاہ انویلپ دیکھ کر چونک گئی۔

"کس کا ہے؟"

"وہ یہ" دعا کی سمجھ میں نہیں آئی کیا کہے پھر جلدی سے اس نے بات بنادی۔

"یہ میکل کی طرف سے ہے بدتمیز شکایت کر رہا تھا میں نے اسے نکاح پر کیوں نہیں بلایا حالانکہ میں حیران ہوں اسے مجھ پر شدید کرش تھا پھر بھی یہ شکایت۔"

سولیم کڑوے پن سے مسکائی۔

"یہ جو انگریز ہوتے ہیں نا، ان میں کوئی جذبات سچے نہیں ہوتے جو چیز جب تک میسر ہے تو ٹھیک ہے جب ہاتھ سے نکل جائے تو بھی ٹھیک ہے ایک رشتے پر کہاں رہتے ہیں یہ۔"

دعا کو اس سے اختلاف تھا مگر اس نے لب بند ہی رکھے۔خاموشی سے سولیم کو کام کرتا چھوڑ کر وہ سٹڈی میں آئی۔انویلپ چاک کیا۔اندر سفید حرفوں میں لکھا تھا۔

"مجھے آپ سے ملنا ہے۔یہ فیصلہ آپ کریں کہاں اور کب؟"

اس نے تھکا سا سانس نکال کر اس موٹے کاغذ کو ڈسٹ بن میں ڈھیر سارے کاغذوں میں گما دیا۔باہر آئی تو سولیم کہیں جانے کیلئے تیار تھی۔

"تم کہاں چلی؟"

"مجھے یاد آیا، امی نے کچھ چیزیں کہا تھا لانے کیلئے۔وہی لینے جارہی ہوں۔" اس نے اپنا نقاب لگاتے ہوئے کہا۔ساتھ میں کندھے پر پرس بھی لٹکایا۔

"میں بھی چلوں گی۔"

دعا فوراً اپنا گول بیگ اٹھالائی۔اب کندھے سے گزار کر چلنے کیلئے تیار تھی۔

"تم گھر ہی رہتی تو اچھا تھا۔پیکنگ کر لیتی۔" سولیم نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"میری کونسا اتنی پیکنگ ہوتی ہے۔چند ایک ٹی شرٹس اور جینز ہیں رکھ لوں گی۔" وہ مزے سے چیونگم چباتے

ہوئے کہہ رہی تھی۔ سولیم اسے دیکھ کر مسکائی کاش ایسا ہوا کرتا۔ اس کی مسکراہٹ بیساختہ تھی۔ دعا نے اس کی دائمی کی دعا صدق دل سے کی۔

شاپنگ کرنے کے بعد وہ دعا کو گھر چھوڑ کر دی عبایا آ گئی۔ دعا بھی اس کے ساتھ آتی مگر اس کے دوستوں کا ٹولہ اٹھ کر آ گیا تھا۔ یوں بھی سولیم کو اپنی بوتیک میں کچھ کام تھا۔ شام تک وہ ان کے ساتھ بزی رہی تھی۔ سمر فیشن ویک میں ان کی کلیکشن کو بہت سراہا گیا تھا جس کی وجہ سے ڈیمانڈ بڑھ گئی تھی۔ اس لئے وہ ڈیزائنرز کو بریفنگ دینے میں اتنی مصروف رہی کہ وقت کا پتا ہی نہ چلا۔

دعا کا میسج آیا تھا کہ وہ لوگ گھومنے باہر جا رہے ہیں۔ سولیم نے اسے محتاط رہنے کیلئے کہا جبکہ وہ جانتی تھی بیس پچیس دوستوں کے درمیان وہ محفوظ تھی۔ تھکن سے چور اس نے اپنی اسسٹنٹ کو کافی لانے کا کہا۔ وہ اس وقت دی عبایا کے باہر کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی تھی۔ موسم بہت بھلا تھا۔ آسمان ستاروں سے سجا میکسی کے دوپٹے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ وہ ٹھنڈی چلتی ہوا میں لوگوں کی ریل پیل دیکھتی سوچوں میں گم تھی جب کوئی بالکل اس کے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھا۔

''اس جگہ کا انتخاب اچھا ہے۔''

اس آواز پر وہ کرنٹ کھا کر حواسوں میں آئی تھی۔ پھیکی رنگت والا براق اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ فوراً جاؤ یہاں سے نہیں تو میں گارڈز کو بلاتی ہوں۔'' وہ غصے میں پھنکاری تھی۔ براق کو وہ پتا نہیں کیوں انجان لگی۔

''میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے ایک چانس اور نہیں دے سکتیں؟ سولیم میں بہت محبت کرتا ہوں تم سے۔ میں محبت کو بدنام نہیں کرنا چاہتا۔ پلیز مان جاؤ۔''

اس کی اسسٹنٹ کافی رکھ گئی۔ سولیم نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا۔

''تم اور تمہاری محبت پر لعنت بھیجتی ہوں میں۔ تم نے سوچ بھی کیسے لیا میں کسی کی منکوحہ ہو کر محبت کے دعوے کسی اور سے کروں۔ تمہیں ذرا سی بھی شرم آ رہی ہے براق یہ سب کہتے ہوئے بھی۔''

براق نے اتنی زور سے میز پر ہاتھ مارا کہ وہ سہم گئی۔ اس کے ہاتھ پر کچھ خراشیں تھیں۔ یہ خراشیں راک سے

جیتے گئے میچ کے سبب پڑی تھیں۔

"تم صرف میری ہو۔ میں اور تم ہیں بس کوئی اور تیسرا ہمارے بیچ کبھی نہیں آئے گا۔ سولیم! ٹھنڈے دل سے سوچو میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا۔ اس شاکر سے بھی زیادہ ٹرسٹ می۔"

سولیم نے ضبط سے سینے پر بازو باندھ لیے۔ صاف آسمان پر پانی سے لدے بادل آن پہنچے تھے۔ وہ اتنے گدلے تھے کہ ہر جانب اندھیرا سا چھانے لگا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم۔" وہ اس کی تمام بات سن کر چیخی تھی۔ براق نے اپنے اندر چھڑتی جنگ کو روکا اس کے اندر کا ظالم شیر جاگ اٹھا تھا۔

"اور اگر تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں تو تم نے مجھے مجبور کیا۔ سولیم! مجھے افسوس ہے اس بات پر۔"

وہ جھٹکے سے وہاں سے گیا تھا۔ گھر آتے ہی اس نے واش روم کا رخ کیا اور ہر چیز تہس نہس کر دی۔ ٹوٹا شیشہ اپنے اندر اس کا خون جذب کیے ہوئے تھا۔ جائنٹ واز توڑ کر وہ نیچے ہی کونے میں دونوں ہاتھوں میں سر رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ جارحانہ طریقے سے اپنے بال نوچ رہے تھے۔ کانوں میں اپنے بندے کی آواز گونج رہی تھی جو کہہ رہا تھا۔

"ڈاکٹر سولیم کا نکاح ہو چکا ہے۔ ان کی رخصتی دو مہینے بعد ہے۔"

براق فوزاً وہاں سے اٹھا، کمرے میں آ کر اس نے سب تباہ کر دیا۔ اس کے اندر کا جنون اس کی تڑپ اس کی بے چینی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اپنے حواس کھو رہا تھا اور کھوتے حواس میں وہ جو کرنے جا رہا تھا وہ بہت بہت غلط تھا۔

سولیم نے اس کے جانے پر سکھ کا سانس بھرا۔ پھر کافی پی کر وہ کافی دیر وہاں بیٹھی رہی۔ یکدم اسے کسی عجیب چیز کا احساس ہوا۔ اسے لگا جیسے اس کے حواس شل ہو رہے ہوں اور آنکھوں میں دھند لکا سا چھا رہا ہو۔ فون پر بیل بجنے لگی تھی اس نے بھاری سر کے ساتھ کال پک کی۔

"تم ضرور دعا سے محبت کرتی ہو، اگر نہیں کرتی تو بھلے چلی جاؤ دوسری صورت میں میرے گھر کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہیں۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

سولیم شاک کے عالم میں کھڑی ہوئی۔فون بند ہو چکا تھا۔اس نے نمبر ری ڈائل کیا۔کھڑے ہونے کے سبب اسے زور کا چکر آیا تھا۔میز کو تھامتی وہ اس سے کہہ رہی تھی۔

''کیا کہا ہے ابھی تم نے کہاں ہے دعا۔''

ایک ہاتھ سر پر رکھے دوسرے سے فون پکڑے وہ خوف کے شدید حصار میں تھی۔

''ابھی تک تو وہ امیوزمنٹ پارک میں ہے۔ہاں کچھ منٹ بعد اگر تم میرے گھر نہ آئیں تو میرے گارڈز جو اسے چاروں اور سے گھیرے ہوئے ہیں یقیناً اسے تمہاری پہنچ سے بہت دور لے جائیں گے۔''

سولیم کی آنکھیں بھرا گئیں۔

''تم کیوں ایسا کر رہے ہو۔ہم نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟''

کال پھر سے کاٹ دی گئی۔اس نے ڈوبتے دل کے ساتھ اپنے عبایا کی پاکٹ میں پسٹل کو محسوس کر کے سکون کا سانس لیا۔وہ دعا کا نمبر ملانے لگی مگر اس کے سیل کے سگنل جا چکے تھے۔اس نے شاکر کا نمبر ملایا۔یکدم اس کا سیل بھی سگنل سے محروم ہو گیا۔

بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس نے دی عبایا سے چند قدم دور براق کے گھر کا سفر کیا۔اس سفر میں اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور دل ڈوبا جا رہا تھا۔سر کا درد ہنوز برقرار تھا۔اس کے جاتے ہی اس کی اسسٹنٹ نے کافی کا کپ اچھے سے دھویا۔

''تمہاری شام اچھی گزرے۔''

اس کے لبوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ تھی۔وہ جلدی چھٹی لے گئی کہ آج اس کی جیب بھاری تھی۔اسے یہ شام ایک شاندار پب میں گزارنی تھی۔

⚙......⚙......⚙

''چاچو۔''

تاروں سے سجا آسمان سیاہی میں ڈوب گیا۔ہوا کا رخ بدلا،موسم نے تیور چڑھائے اور کالی گھٹائیں ہر اور پھیلنے لگیں۔لندن کا گرے موسم بھرپور روشن دن کے بعد پھر سے جوبن پر تھا۔وہ چلتی ہوا سے خود کو دھکیلتی ہوئی

اس کے گھر تک آئی۔ پانیوں کے اوپر بنے لاؤنج میں قدم رکھتے ہوئے اسے اپنے حواس جاتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ سمجھ گئی تھی یہ ضرور اس کی اسسٹنٹ کا کام تھا۔ اس نے ہی کافی میں کچھ ملایا تھا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اسے فارغ کر دینا ہے وہ سوچ بیٹھی تھی۔

براق اسے دیکھتے ہی کھڑا ہوا۔ سولیم نے دھندلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں واضح نفرت پڑھی جا سکتی تھی۔

''بولو، کیا چاہتے ہو اب؟''

سرخ چہرے کھوئے ذہن اور بھیگی آنکھوں والا براق اس تک چلتا آیا۔

''میں کہہ تو دوں لیکن کیا آپ سن پائیں گی۔''

سولیم نے صوفے کا سہارا لیا۔ اپنی حالت سے اور براق کے لفظوں سے اسے کچھ بہت غلط ہونے کا ادراک ہونے لگا۔ اسے خطرے کی بو آنے لگی۔

''جو کہنا ہے جلدی کہو اور دعا کے آس پاس سے اپنے گارڈز ہٹاؤ۔ تم کیوں ہمیں پریشان کر رہے ہو؟''

لاؤنج کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ کوئی بھی اس سے اس ولا میں نہیں تھا۔ فقط ان دونوں کے سولیم نے باہر بجلی چمکنے کی آواز سنی۔

''کیا واقعی آپ سن پائیں گی؟''

وہ چلتا ہوا اس تک آیا۔ سولیم کو اب اچھا خاصا دھندلا نظر آنے لگا تھا۔ اس کے حواس مختل ہو رہے تھے۔ آواز بھی مدھم سی سنائی دے رہی تھی۔

''مجھے پہیلیاں پسند نہیں براق شاہ۔ میرے صبر کا امتحان نہ لو۔'' وہ زور لگا کر بولی تھی کہ اب تو بولنا بھی محال تھا۔

''صبر کا امتحان تو آپ نے لیا ہے۔ آپ نے مجھے بہت دکھ دیا۔ بہت زیادہ اتنا کہ میرا سینہ اس سے جل اٹھا ہے۔''

اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس سولیم کا نقاب اٹھا کر اس کے ہونٹوں سے لگایا تھا۔ وہ اس جسارت پر پورے وجود سے کانپی تھی مگر اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ مزاحمت کرتی اس کے نین پانیوں اور تنفر سے بھر گئے۔

''اتنے مرد بنتے ہو تو مجھ سے اس وقت بات کرتے جب میں ہوش میں ہوتی۔ مجھے تمہاری بزدلی پر کراہیت

آ رہی ہے۔" اس نے چند ہی گھونٹ بھر کر منہ کو جھٹکا تھا۔ براق نے نقاب نیچے گرایا اور بالشت بھر اس کے پاس آ کر تھم گیا۔

"کاش یہ کراہیت محبت میں بدل جاتی تو مجھے یہ قدم نہ اٹھانا پڑتا۔ میں اس کیلئے مجبور ہوا ہوں مجھے معاف کر دینا سولیم۔"

وہ اتنے تو حواس میں تھی کہ اسے پتا چل گیا تھا۔ براق نے اسے بانہوں میں بھرا ہے۔ پھیلی دکھ سے لبریز آنکھوں کے ساتھ اس نے جنبش کرنے کی کوشش کی مگر اس کے رہے سہے حواس بھی چلے گئے۔ براق کے پلائے گئے پانی نے بھی اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔ باہر خطرناک حد تک بارش ہو رہی تھی۔ اولے برس رہے تھے۔ وہ اتنی مقدار میں تھے کہ برفباری کا گماں ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان آج بین کے موڈ میں تھا اور واقعی جو گناہ ہو رہا تھا اس پر نوحہ تو بنتا ہی تھا۔

✿.....✿.....✿

"تم نہیں مر سکتیں۔"

آگ کی تپش سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے دیکھا پورا گھر آگ کی لپٹوں میں ہے۔ وہ پہلی صورت میں جاگتے دماغ کے ساتھ اٹھا اور اس کمرے کی جانب بھاگا جہاں سولیم تھی۔ وہ کمرہ آگ کی لپٹوں میں پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔ گولڈن سرخ و نیلے رنگ کی آگ کی لپٹیں جہنم کا سا منظر پیش کر رہی تھیں۔ وہ اس کے دروازے کے باہر تھم گیا۔ پورا ایکوریم فلور آگ میں ڈوبا تھا۔ لاؤنج کے پردے گلدان صوفے سب جل کر خاک ہو رہے تھے۔ آگ ہر چیز پر ایسی لپٹی تھی جیسے آکاش بیل چٹ کر نگل جاتی ہے۔ وہ ڈوبتے دل کے ساتھ اس بھرپور جلتے ہوئے کمرے کو دیکھ رہا تھا۔

"میں خود کو ختم کر لوں گی۔"

اسے سولیم کے ہوش سے بیگانہ ہوتے ہوئے آخری الفاظ سنائی دیے تھے۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا۔ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھا۔ وہ جس جگہ تھا اس سے بس دو فٹ ہی دور آگ بھڑک رہی تھی جو آہستہ آہستہ اس کی سمت بڑھنے لگی۔

”یہ میں نے کیا کر دیا۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔“ وہ سر تھامے گم ہوتے حواسوں سے کہہ رہا تھا۔

”سولیم۔“ حلق کے بل چیختے ہوئے اس نے اس کا نام پکارا تھا۔ اس نے سیلنگ پر نگاہیں گھمائیں۔ وہ آگ کو ہولے ہولے پکڑ رہی تھی۔ دھواں بھرتا جا رہا تھا۔ اس کا سانس گھٹتا جا رہا تھا۔

”تم ایسا نہیں کر سکتی تم یہ ظلم نہیں کر سکتی۔“ وہ ہیجان میں کہہ رہا تھا۔ اسے قدموں کی آوازیں اور فائر بریگیڈ کا الارم سنائی دینے لگا۔

”تم ایسا نہیں کر سکتی۔“ وہ آخری بار پوری قوت سے چیخا تھا۔ اس کے بعد اسے نہیں یاد کیا ہوا، بس اتنا پتا تھا ظالم براق اسی آگ میں جل کر مر گیا ہے جس نے آنکھیں کھولی تھیں وہ پچھتاوؤں میں گھرا ایک انسان تھا۔

وہ اس وقت پرائیویٹ ہاسپٹل کے کمرے میں موجود تھا۔ اس کے منہ پر آکسیجن ماسک لگا تھا اور آنکھیں شاکڈ کے عالم میں پوری کھلی تھیں۔ اس کا دماغ اسد کے الفاظ ترتیب دے رہا تھا جو ابھی ابھی کہہ کر گیا تھا۔

”ہو گئی ضد پوری، کر لیا حاصل اس کو، کیا سچ میں براق کیا سچ میں تو اتنا گھٹیا تھا۔ اتنی چھوٹی سوچ تھی تیری۔ یہیں تک رسائی چاہیے تھی تجھے۔“ وہ کڑوے لہجے میں کہتا حقیقتاً اس سے نالاں تھا۔

”انا کو ٹھنڈ پڑ گئی۔ اب دیکھ پھر مر گئی وہ، جلا دیا تیرا گھر اور خود بھی اس میں راکھ ہو گئی۔ براق، کاش تو میرا دوست نہ ہوتا یا میں اتنا پتھر دل ہوتا کہ ابھی اسی وقت تجھے چھوڑ کر چلا جاتا۔ مجھے لگا تھا تو اس کے اور شاکر کے درمیان غلط فہمی ڈلوا کر اس کی طلاق کروائے گا لیکن میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تو اس کی عزت اس کا مان اس کا غرور ہی اس سے چھین لے گا۔ تف ہے تجھ پر براق تف۔“ وہ اسے جھاڑ کر دل کی بھڑاس نکال کر باہر آ گیا تھا۔

کھلے آسمان پر اس نے نگاہ دوڑائی تو اسے سب کچھ دھندلا سا دکھنے لگا۔ اس دھند ہلکے میں کسی کا چہرہ واضح تھا۔

اسد کی نگاہوں کے سامنے اجڑی سولیم کا چہرہ تھا جو پتا نہیں کیسے کمرے میں آگ لگائے کھڑی تھی۔ اس نے عبایا پہنا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں متورم سرخ تھیں وہ اس آگ میں وقتی صدمے کے تحت مرنا چاہتی تھی۔ وہ اسد تھا جس نے اسے ایسا کرنے سے روکا اور اس کے گھر چھوڑ آیا تھا۔ راستے میں یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ اب وہ براق کا سایہ بھی اس پر پڑنے نہیں دے گا۔ اسے اس جاہل لڑکی پر بڑا ترس آیا تھا اور وہ ترس اتنا زیادہ تھا کہ اس نے براق کے خلاف جانے کا عہد کیا لیکن کچھ ہی عرصے میں اسے اپنا یہ وعدہ بہت کھلا۔ اتنا کہ وہ اس پر بھرپور پچھتانے لگا۔

براق سویلم کی جدائی برداشت نہیں کر پایا تھا۔ جذبات کی آگ میں بہہ کر اس نے گناہ تو کر لیا تھا مگر اب اس پر پچھتا بھی پوری طرح رہا تھا۔

جیسے ہی تفتیشی ٹیم سے پتا چلا کہ اس آگ میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا ہے۔ براق نے ڈوبتے دل کے ساتھ سویلم کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ اس نے سویلم کو بہت ڈھونڈا تھا اس کے گھر اس کے کلینک اس کی بوتیک ہر جگہ مگر وہ اسے کہیں نہیں ملی تھی۔ اسد نے پوری یقین دہانی سے کہا تھا کہ سویلم مرگئی ہے۔ اس نے کہا یہ وہ ہی تھا جس نے اس کی خراب طبیعت کے باعث تفتیشی افسران کو جھوٹ بولنے کو کہا تھا۔ وہ اس کی بات سن کر تھم گیا۔ اس کے ساتھ اسے اپنے دل کی دھڑکنیں بھی تھمتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ بیشک اس نے اسد کی بات پر سچے دل سے اعتبار کیا تھا مگر کہیں اندر بہت اندر ایک ایسی روشنی تھی جو اس بات کو تسلیم کرنے سے عاری تھی جو ہر لمحہ ہر پل اسے کہتی تھی نہیں۔ براق تمہاری سویلم زندہ ہے وہ اس دنیا میں سانس لے رہی ہے خود کو دیکھو جب تم زندہ ہو تو وہ کیسے مر سکتی ہے۔ تم خود ہی تو کہتے تھے تم سویلم میں ڈھلتے جا رہے ہو۔ اس کی ہر عادت اس کی ہر ادا خود میں بسائے جا رہے ہو۔ جب تم اس میں تحلیل ہو چکے ہو تو وہ کیسے مردوں میں شمار ہو سکتی ہے وہ بھی جاوید ہے اور رہے گی اس کا اختتام تو بہت مشکل ہے۔

مگر پھر اپنی ہی سوچ پر وہ بال پکڑ کر بیٹھ جاتا۔ ڈھیر سارا ملال آنکھوں کے راستے نکل کر اس کے دل کا بوجھ بڑھا جاتا محبت پانے کی بھی عجب چال چلی تھی اس نے لیکن وہ اس چال میں بری طرح ہارا تھا۔ ایسا کہ خود کو پہچاننے میں اسے مشکل ہونے لگی۔ اپنے ہاتھوں لکھی اس چال نے اسے ادھ موا کر دیا تھا۔ وہ جو سوچ رہا تھا اب اس سب کے بعد خود میں اسے قید کرنے کے بعد وہ شاکر کو چھوڑ دے گی ہمیشہ کیلیے اس کی ہو جائے گی۔ چلو کوئی نہیں پہلے اس سے نفرت کرے گی پھر خود ہی آہستہ آہستہ اس کے قریب ہو جائے گی تو وہ فیری ٹیل کی دنیا میں جی رہا تھا یا فلمی دنیا میں جہاں انتہائی مظالم سہنے کے بعد اختتام ہوتا ہے۔ اس نے انتظار اور تکلیف کے کونکوں پر ساڑھے سات سال گزار دیے۔ جہنم کا جو دروازہ اس کیلیے وا ہوا تھا وہ کسی کیلیے بھی انتہائی عبرت ناک ہو سکتا تھا۔ اس نے اپنی گیلی آنکھوں سے سویلم کا خاکہ ذہن کے پردوں میں بنایا اور وہ بنتی چلی گئی۔

وہ خود سے خفا سب سے نالاں جب گھر پہنچی تو دعا کا دھواں دھار چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس کا

دل نیچے بیٹھ گیا۔ کیا دعا کو پتا چل گیا ہے کس نے بتایا، کہیں براق نے تو سستی شہرت کی خاطر اسے اخبار کی سرخیوں یا میڈیا کے سپرد نہیں کر دیا۔ بدترین خدشات اس کی سوچ بھیگی آنکھوں میں ابھر رہے تھے۔ ان خدشات کو قضا اس وقت ہوئی جب اس نے ٹی وی پر نیوز اینکر کی آواز سنی۔

کرائسٹ چرچ نیوزی لینڈ میں دہشت گرد کا حملہ ڈھیروں مسلمان عبادت کرتے ہوئے اس ظلم کا شکار ہوئے۔ مرنے والوں کی تعداد تیس سے اوپر ہو گئی۔ ریسکیو اہلکار ڈیڈ باڈیز کو ان کے لواحقین کے سپرد کر رہے ہیں۔ مرنے والوں کی تصاویر اب سے کچھ دیر میں نشر کی جائیں گی۔

سولیم سانس بند کیے اس خبر کو سن رہی تھی۔ چاچو اور شاکر کی تصویر دیکھ کر وہ پوری جان سے چیخی تھی۔

"چاچو۔"

ایک ساتھ اتنی ساری آزمائشوں نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ کس کے سامنے اپنا دکھ روتی، کسے اس ظلم کی کہانی سناتی۔ اسے خود دلاسوں کی ضرورت تھی اور وہ دوسروں کو دلاسے دیتی پھر رہی تھی۔ وہ دعا کو پریشانی نہیں دے سکتی تھی۔ چاچو کی وفات کے بعد تو جیسے وہ سوکھے پتے کی مانند ٹوٹی بکھری تھی۔ اسے سہارے کی ضرورت تھی محبت و توجہ کی ضرورت تھی، تبھی ایک ماہ بعد ہی اس نے چاچی کو راضی کر کے دعا کے لاکھ منع کرنے پر اسے طلحہ کے ساتھ رخصت کروا دیا تھا۔ پاکستان تو وہ لوگ کب کے آ گئے تھے۔ دعا کا سسرال اٹلی میں تھا۔ اس نے جانے سے منع کر دیا تھا۔ ناچار طلحہ کو اس کیلئے یہیں گھر لینا پڑا کہ بقول اس کے وہ سولیم سے دور نہیں جانا چاہتی تھی اور ممی کو چھوڑ کر جانا تو ناممکنات میں سے تھا۔ اس کے ڈر اس کے کچھ بہت غلط ہونے کے وہم جو اسے سولیم کے قریب رہنے پر اکسا رہے تھے جب انہیں زبان ملی تو وہ پوری طرح کرچی کرچی ہو گئی تھی۔ اس نے سولیم سے بہت گلے کیے تھے۔ بہت ناراضی ظاہر کی تھی بچوں کی طرح روئی تھی لیکن کیا اب رونے سے کچھ ہونا ہے۔ اب تو سنبھلنے کا وقت تھا اپنی تار تار ہوتی ذات کو جوڑنے کا وقت تھا اور ایسا کرنے میں اسے ساڑھے سات سال لگے تھے۔ اس نے عبداللہ کو کوئی توجہ نہیں دی۔ اس سے کبھی پیار نہیں جتایا لیکن کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ عبداللہ کو اس کی جھولی میں ڈال دے جو اپنی چاہ کیلئے اپنی انا و ضد کیلئے تمام صحیح غلط کو بھول جائے، نہیں ہرگز نہیں۔ وہ عبداللہ کو اسے کبھی نہیں دے گی۔ وہ کبھی بھی عبداللہ کو دوسرا براق نہیں بننے دے گی کبھی نہیں۔

اس نے آنکھیں کھول لیں اور اپنے ہاتھوں کے حصار کو اور تنگ کیا۔

پو پھٹ چکی تھی۔ برستی رات کی اجلی صبح تھی۔ سورج بھلے پھیکا زرد تھا لیکن اس کی روشنی سارے عالم کو منور کیے ہوئے تھی۔ اسے نماز پڑھنی تھی۔ وجود کو جنبش دی تو عبداللہ نے اسے مزید سختی سے پکڑ لیا۔ سولیم کی آنکھیں بے اختیار بھیگیں، ماضی کی ٹرین سے اتر کر اس نے حال میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔

''اٹھ جاؤ عبداللہ! فجر کا وقت نکلا جا رہا ہے۔''

وہ آہستہ سے اس سے جدا ہوا، آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی وہ سوئی جاگی کیفیت میں رہا تھا۔

''چلو وضو کرتے ہیں نماز پڑھنا میرے ساتھ۔''

وہ اثبات میں سر ہلاتا اس کے ساتھ واش روم گیا تھا۔ سولیم نے اسے وضو کرایا پھر خود بھی کر کے آ گئی۔ دونوں نے ساتھ نماز پڑھی، فرق صرف اتنا تھا کہ عبداللہ اپنی ماما کو سن رہا تھا اور کن انکھیوں سے اس کے سٹیپ دہرا رہا تھا۔ دعا مانگنے کا وقت آیا سولیم نے ہاتھ بلند کیے۔ اس کے لب جامد تھے لیکن دل بول رہا تھا۔ عبداللہ نے بھی اپنے لب جامد رکھے، دل کو بولنے دیا۔

''پیارے اللہ تعالیٰ! آپ میری ماما کو ہمیشہ خوش رکھیں۔ وہ کبھی نہ روئیں۔ مجھے ان کا رونا اچھا نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ، وہ جو براق انکل ہیں انہیں بھی واپس بھیج دیں۔ ماما ان کی وجہ سے ہی ڈسٹرب ہوئی ہیں۔ میں ماما کو پریشان نہیں دیکھ سکتا اور پلیز کچھ ایسا کریں کہ ماما کو میری اور ان کی میٹنگز کا پتا نہ چلے اور تھینک یو ماما کو میرے قریب کرنے کیلئے۔''

اس نے منہ پر ہاتھ پھیر کر چہرہ اٹھایا تو اسے خود کو دیکھتے پایا۔ وہ پزل ہوا، سولیم نے نگاہیں پھیر کر ٹائم دیکھا۔ پونے چھ تھے۔ ساڑھے سات اس کا سکول لگتا تھا۔

''ایک گھنٹہ سو جاؤ پھر تمہیں سکول بھی جانا ہے۔''

اور اس کی ہر بات تو حرف آخر ہوتی تھی۔ عبداللہ نے باہر کی اور قدم اٹھائے۔ اسے اب پورے ایک گھنٹے تک سونا تھا اس کی ماما نے جو کہا تھا۔

❁......❁......❁

"عبداللہ! میری بات سنو پلیز۔"

لندن سے آنے کے بعد اس نے پاکستان میں اپنا کلینک کھول لیا تھا۔ اپنے پروفیشن سے اسے عشق تھا اور اس کے ساتھ وفا وہ بڑی خوبصورتی سے کر رہی تھی لیکن آج اس کی طبیعت سست تھی اس لئے چھٹی لے لی۔ یوں بھی ہاسپٹل کے طرز کا اس کے الفا کلینک میں اور ڈاکٹرز بھی موجود تھے جن میں کچھ سینئر تو کچھ جونیئر تھے اور جو اپنا کام پوری ایمانداری سے کرتے تھے۔

وہ ڈرائنگ روم میں آئی اور امی کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کی امی لیپ ٹاپ میں بزی تھیں۔ عینک کے پیچھے سے اسے مسکرا کر دیکھا پھر اپنے کام میں بزی ہو گئیں۔ دفعتاً سولیم کا فون چنگھاڑا، اس نے نمبر دیکھا اور پھر وہ ڈھیروں ڈسٹرب ہوئی۔

"کس کا فون ہے اٹھا کیوں نہیں رہی۔" امی نے اسے سوچوں میں گم ٹوکا تھا۔ وہ چونکی۔

"بھائی کی کال ہے۔"

اس نے سرگوشی کی۔ امی نے ان آنکھوں سے دیکھا جو کہہ رہی تھیں تو اٹھاؤ۔ اسے چاروناچار اٹھانا ہی پڑا۔

"السلام علیکم بھائی کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام، میں ٹھیک۔"

رسمی علیک سلیک، یہاں وہاں کی باتوں کے بعد وہ مدعے کی بات پر آئے تھے۔

"میں کل پاکستان پہنچ جاؤں گا اور پھر جو میں کہوں گا وہی تمہیں کرنا ہوگا۔"

ان کا دھونس بھرا انداز اسے بے چین کر گیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ امی نے لیپ ٹاپ بند کیا اور اسے سنجیدگی سے دیکھنے لگیں جس کا چہرہ ضبط کی تمازت سے سرخ ہو چلا تھا۔

"میرے لئے آزمائش مت بڑھائیں بھائی میرے میں، اب ہمت نہیں ہے کچھ بھی سہنے کی۔"

اللہ نے اسے رسوا ہونے نہیں دیا تھا۔ اس کی بات کسی پر نہیں کھلی تھی۔ سب یہ ہی سمجھتے تھے کہ عبداللہ شاکر کا بیٹا ہے اور اس نے بھی کسی کو غلط نہیں ٹھہرایا تھا۔ تھوڑی سی جگ ہنسائی بہت بڑے داغ سے بہتر تھی۔ بس کچھ چند اپنے بہت قریبی تھے جو اس حقیقت سے واقف تھے جن کی زبان پر اس کا سچ سننے کے بعد ہی تالا لگ گیا تھا۔

جنہوں نے اس کے راز کو اس اندھیرے کنوں میں گرا دیا جہاں سے ڈھونڈنے سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ انہی لوگوں میں اس کے بھائی کا بھی شمار ہوتا تھا۔

"بیوقوف لڑکی! میں تمہارے لئے آزمائش بڑھا رہا ہوں۔ میں تمہارا فیوچر سکور کر رہا ہوں۔ امی تو نا جانے کیا سوچ بیٹھی ہیں لیکن میں چاہتا ہوں میرے ہوتے ہوئے تم مضبوط ہو جاؤ۔ سولیم اپنی اولاد کیلئے یتیم لفظ سہنا بہت مشکل ہے اور اگر خدانخواستہ حقیقت کھل گئی تو کیا تم حرام لفظ برداشت کر پاؤ گی۔"

اس نے قرب سے آنکھیں میچیں۔ دو آنسو پلکوں کی باڑ سے ٹوٹ کر گرے۔ امی کے دل کو کچھ ہوا۔ انہوں نے فوراً فون اس کے ہاتھ سے لیا۔ وہ اٹھ کر وہاں سے چلی، کمرے میں آ کر ایک بار پھر اس نے تکیہ بھگویا تھا۔

عبداللہ کا معصوم چہرہ اس کی بند آنکھوں میں تارے کی طرح چمکا، سرنفی میں ہلتا گیا۔ وہی معصوم چہرہ چھٹی کے وقت بیگ کی سٹرپس دونوں ہاتھوں میں پکڑے سر جھکائے چل رہا تھا۔ علیشہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہ اس کے بیگ کی لٹکتی پاکٹ کو پکڑے چل رہی تھی۔ دونوں کو یکدم رکنا پڑا۔ علیشہ نے سر اٹھایا اور پھر بلیک ہول کی طرح اپنا منہ کھول لیا۔ اس نے اپنی بڑی بڑی پلکیں جھپکتے ہوئے روکنے والے کو دیکھا پھر عبداللہ کو پھر اسے اور پھر عبداللہ کو۔

"مریکل۔" اس کے لب ہلے۔ عبداللہ نے چہرہ اٹھایا پھر جھکا لیا آج راستے جدا کرنے کا سمے تھا۔

"عبداللہ! یہ تو بالکل تمہارے جیسے ہیں۔"

فرط جوش سے علیشہ کہہ رہی تھی۔ آج ان کی آنکھیں بھی کھلی تھیں اور داڑھی بھی نہیں تھی۔

"چلو علیشہ۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جانے لگا تھا جب براق نے اسے روک دیا۔

"عبداللہ! میری بات سنو پلیز۔"

اس آواز پر ان دونوں کے ساتھ ساتھ دعا کے قدم بھی رکے تھے۔ وہ جالی دار دیوار کے پیچھے تھی۔ ان دونوں کو لینے آئی تھی۔ یوں تو انہوں نے وین میں آنا تھا لیکن دعا کو ان کیلئے کچھ شاپنگ کرنی تھی۔ اس لئے خود لینے آ گئی۔

"مجھے تنگ نہ کریں انکل میں آپ سے بات نہیں کر سکتا۔"

براق پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا۔ دونوں بالکل سیم تھے۔ فرق اتنا تھا وہ آنکھیں خشک تھیں تو دو میں

مستقل پائی جانے والی نمی تھی۔ براق نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ دل میں عجیب سی ہوک اٹھی۔

"عبداللہ میں جا رہا ہوں۔" جھکی ہوئی گریفائیٹ آنکھوں نے فوراً اسے دیکھا۔

اللہ پاک نے اس کی دعا کتنی جلدی قبول کر لی تھی لیکن وہ خوش نہیں تھا یہ سن کر وہ اداس ہوا تھا۔ دعا نے جالی میں سے اس کا اداس چہرہ بغور دیکھا تھا۔ وہ افسردہ ہوئی۔

"پر جانے سے پہلے آپ کے ساتھ وقت بتانا چاہتا تھا۔"

اس کے لہجے میں ایک التجا تھی۔ علیشہ خاموش تماشائی بنی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ براق کے پوچھنے پر اس نے عبداللہ کو کہنی مار کر اس کے کان میں سرگوشی کی تھی جو کہ اتنی بلند تھی کہ براق کے ساتھ ساتھ دعا نے بھی سنی پھر بھی دعا کو اس کا سرگوشی کرنا شدید برا لگا تھا مگر یہ لڑکی جو کوئی بات سن لیتی نا جانے کب سدھرے گی۔

"عبداللہ! ہاں کر دو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

عبداللہ نے اپنی مدھم سیاہ پڑتی آنکھ سے اس کی جانب دیکھا پھر براق سے مخاطب ہوا۔

"ماما نے مجھے سٹرینجرز کے ساتھ جانے سے منع کیا ہے۔"

خشک لہجہ اکھڑا اداس انداز براق مسکایا۔

علیشہ کا منہ بنا۔

"ٹھیک ہے، ماما کی بات ماننا اچھی بات ہے۔ اپنی ماما کا بہت دھیان رکھنا وہ تم سے بہت محبت کرتی ہیں تم ان سے بھی زیادہ اس سے محبت کرنا۔ انہیں کوئی تکلیف نہ آنے دینا۔ تم ان کا خیال رکھو گے نا۔"

وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔ براق کھڑا ہوا، کوٹ کی پاکٹ میں سے اس نے چھوٹا سا باکس نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔

"یہ آپ کیلئے۔"

عبداللہ نے زور سے نفی میں سر ہلایا۔ ٹانکے زدہ ماتھے پر لکیریں بھی ڈالیں۔ براق نے کچھ سوچ کر سر جھٹکا پھر واپس اسے جیب میں رکھ دیا۔

"میں آپ کو بہت مس کرونگا عبداللہ، کیا آپ کرو گے؟"

دعا کو اس کی آواز گیلی لگی۔ زندگی میں پہلی بار اس سے شخص پر ترس آیا۔

عبداللہ نے نفی میں سر ہلایا۔ استہزائی مسکان اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ وہ ایکدم نیچے بیٹھا۔ عبداللہ کو اپنی بانہوں میں لے کر بھینچا، کچھ لمحے بتائے پھر اس کے دونوں گالوں کا بوسہ لے کر وہ وہاں سے تیز قدموں سے گیا تھا۔

"تم بہت روڈ ہو گئے تھے عبداللہ، یہ تم نہیں تھے۔"

"کون ہو تم؟"

✿......✿......✿

"میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتی آپ میرے ساتھ یہ ظلم نہیں کر سکتے۔"

وہ ملول سا گھر آیا۔ سامنے ہی اسد سے ٹکرا ہوا۔ وہ جب سے اسے سولیم کے زندہ ہونے کا اور عبداللہ کی حقیقت کا پتا چلا تھا اسے اگنور کیے جا رہا تھا۔ ایسا وہ کیوں کر رہا تھا یہ تو وہ بھی نہیں جانتا تھا اب بھی اسے اگنور کیے جانے لگا جب اس نے اس کی کہنی پکڑ لی۔

"بس کر دے اور کتنی سزا دے گا۔"

براق کے لب استہزا میں پھیلے۔

"جو خود سزا یافتہ ہو وہ کسے کیا سزا دیگا۔"

اس نے اپنی کہنی چھڑانی چاہی۔ اسد نے اور مضبوطی سے تھام لی۔

"ڈائیلاگ بند کر یار، معاف کر دے تو جانتا تیری ناراضی نہیں دیکھی جا سکتی مجھ سے۔ تھوک دے غصہ بھائی نہیں میرا میں سولیم سے عہد کر بیٹھا تھا۔"

"منتیں کیوں کر رہے ہو؟"

فاروق کی آواز سے دونوں چونکے تھے۔

"ایک چپیڑ منہ پر رسید کرو اور کہو ہو گئی غلطی۔ کیا کروں اب انسان ہوں اور انسان کا تو دوسرا نام ہی غلطی ہے۔"

"صحیح کہہ رہے ہیں آپ؟"

فردوس نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

”تو کیا ہوا اگر اس نے سولیم کا تم سے چھپایا۔ حقیقت تو تم بھی تھے تو پھر یہ ایٹی ٹیوڈ کیوں؟ اور کان کھول کر سن لو میری بات، کہیں نہیں جا رہے تم۔ ہم نے تمہارے لیے لڑکی پسند کر لی ہے کل تمہارا نکاح ہے اس سے۔“

براق کو اس بات پر شدید دھچکا لگا۔ ایسا فیل ہوا جیسے پوری چھت سر پر آن گری ہو۔

”میں ایسا نہیں کرونگا۔“ آواز میں دبی غراہٹ اور غصہ تھا۔

”کیا آپ بھول گئے ہیں، میرا ایک بچہ ہے میری سولیم زندہ ہے۔ ان دونوں کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے منع کر دیا ہے مجھے فورس مت کیجئے گا۔“

وہ کمرے میں جانے لگا تھا کہ فردوس کی بات سے اس کے قدم جم گئے۔

”اسے بھی تو ایڈ کرو جس سے تم خلوتوں اور جلوتوں میں باتیں کرتے ہو جو ہر سمے تمہارے ساتھ رہتی ہے جس سے بھی تمہیں شدید محبت ہے۔“

مام کی بدگمانی پر اس کی آنکھوں میں پانی کی نادیدہ سی لے کرا بھری۔ شکوے بھری نگاہوں سے ڈیڈی کو دیکھا۔

”کیا آپ سب نہیں جانتے وہ میرا تصور ہے۔ میری سولیم پھر بھی اتنی شکی بھری باتیں یہ ہتمتیں۔“

اس کے حلق سے واقعی دکھ بھری آواز نکل رہی تھی۔ فردوس کو ذرا ملال نہیں ہوا۔

”اگر آج میں زندہ ہوں تو اس تصوراتی سولیم کی بدولت نہیں تو اب تک میری ہڈیاں گل چکی ہوتیں۔“

وہ بالکل سچ کہہ رہا تھا۔ سولیم کی فراق میں اس کے دماغ کو جو جھٹکا لگا تھا۔ اسے مٹانے میں اس کی تخیل کردہ سولیم نے بہت اس کا ساتھ دیا تھا اور پھر اس کے سہارے ہی اس نے یہ لمبا عرصہ کاٹا تھا جو اس کی دکھ سکھ کی ساتھی اس کی ہمراز تھی۔

”جو بھی ہے لیکن اب تم کہیں نہیں جا رہے۔ تمہارا پاسپورٹ میرے پاس ہے یہ تبھی ملے گا جب تم نکاح نامے پر سائن کرو گے۔“

وہ فیصلہ سناتی چل دی تھیں۔ فاروق نے بھی کندھے اچکائے اور اپنی بیوی کے قدموں کو ناپا۔ اسد نے بھی کھسکنے میں عافیت جانی، براق وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

شام نے رات کی چادر اوڑھی اور پھر سورج کا لبادہ اوڑھ کر آتی سردیوں کو مبارک بعد دینے لگی۔ہلکی نامعمولی سی خنکی والے دن سولیم کے گھر بحث چل رہی تھی جس میں سب سے اونچی اور اکتائی ہوئی آواز اسی کی تھی۔

''میں یہ نہیں کر سکتی آپ میرے ساتھ ایسا ظلم نہیں کر سکتے۔''

جب سے اسے پتا چلا تھا کہ آج کے دن اس کے بھائی نے اس کا نکاح رکھا۔وہ بے آرام ہوئی بحث میں پھنسی تھی۔

''کونسا میں تمہیں سولی چڑھنے کو کہہ رہا ہوں۔نکاح ہی تو ہے اور ابھی تم چیخ رہی ہو چلا رہی ہو جب کچھ وقت گزرے گا تب تمہیں احساس ہوگا یہ کتنا صحیح فیصلہ تھا۔''

وہ بھائی کے آگے ضد نہیں کر سکتی تھی۔ بحث نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ ان کے آگے رو تو سکتی تھی نا اور وہی وہ کر رہی تھی۔سات پردوں میں آنسو چھپانے والی آج اتنی مجبور ہوگئی کہ اسے سب کے سامنے پانی برسانا پڑا۔

''میرے لئے یہ سولی ہی ہے بھائی، جب میری خوفناک حقیقت کھلے گی تو سزائے موت ہی مجھے سنائی جائے گی۔میں رسوائی برداشت نہیں کر سکتی پلیز مجھے مزید آزمائش میں مت جھونکیں۔''

وہ سب نظریں چرا کر رہ گئے۔وعدہ کیا تھا کبھی اس تلخ حقیقت کو زبان کی نوک تک نہیں لائیں گے مگر آج وہی خود اس بات کو درمیان میں لے آئی تھی۔

''تم کچھ بھی کہو میں فیصلہ کر چکا ہوں۔''

اس کی بھابھی ربیعہ نے دلاسہ دیتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔سولیم وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ربیعہ جانے لگی تھی مگر سعد نے اسے روک دیا۔

''اسے اکیلا رہنے دو یہ اس کیلئے بہتر ہے۔''

دعا نے بھی اثبات میں سر ہلا کر سعد کی بات کو ٹھیک قرار دیا تھا۔وہ اپنی ماں جیسی ساس کے ساتھ دکھی دل کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

شام کے سائے ڈھلنے سے پہلے کچھ لوگ ان کے گھر آئے تھے۔طلحہ بھی پہنچ گیا تھا کوئی پر رونق تقریب نہیں تھی۔بہت سادگی پائی جاتی تھی آج کے اس ہونے والے نکاح میں صرف وہ لوگ تھے یا پھر لڑکے والے نکاح

کے بعد بس کھانے کا اہتمام تھا جو دعا نے اچھے سے کیا تھا۔ وہ ابھی ابھی کام سے فارغ ہو کر مہمانوں سے ملنے کے بعد سولیم کے پاس آئی تھی اور اب اس کی سوجی آنکھیں دیکھ کر اس کا ہاتھ تھامے بیٹھی تھی۔

"مجھے بتاؤ تاریخ کے کس پنے میں لکھا ہے کہ عورت بغیر کسی مرد کے زندگی نہیں گزار سکتی۔ وہ اس کے بنا کمزور ہوتی ہے تمہیں لگتا ہے کہ میں کمزور ہوں کسی سو کالڈ سہارے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" وہ گیلی آواز میں اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔ دعا نے اس کے آنسو پونچھے۔

"ایسا نہیں ہے تم بہت مضبوط اور باہمت لڑکی ہو۔ میں نے آج تک تم جیسی نہیں دیکھی۔ سولیم! میں تمہارے ڈر سے تمہارے خوف سے واقف ہوں تمہارے ہر خدشات بجا ہیں لیکن پلیز ایک بار ٹھنڈے دل سے عبداللہ کے بارے میں سوچو، کیا وہ ایسے ساری زندگی گزار سکتا ہے اس کی شخصیت نفی ہو کر رہ گئی ہے۔ اس سب میں اسے اپنے ڈیڈی کی ضرورت ہے۔ وہ اعتماد کی ضرورت ہے جو ہم بھی اسے نہیں دے سکے جو صرف اس کا باپ ہی اسے دے سکتا ہے تم نے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں ہمیشہ خالی پن دیکھا ہے۔ ایک انتظار دیکھا ہے جو آج ختم ہونے والا ہے اگر تم چاہو تو۔"

وہ جو کہنے والی تھی وہ یہ سب عبداللہ کیلئے ہی کر رہی ہے۔ دعا کی پوری بات سن کر اس کی روح حلق میں آ کر اٹک گئی۔ وہ دبی آواز سے سکتے کے عالم میں بولی۔

"اس کے باپ سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"

اس سے پہلے دعا جواب دیتی سعد دروازہ کھٹکا کر اندر آ گئے۔ دعا کی جانب انہوں نے ہلکے کام والا لائٹ پرپل دوپٹہ بڑھایا تھا جو اس نے سولیم کے سر پر ڈال دیا۔

"دعا! تمہارا کیا مطلب ہے؟"

سولیم کو لگا۔ اس کی جان ہولے ہولے نکل رہی ہے۔ سب جیسے فنا ہونے والا ہے۔ بھائی کے ہاتھ میں نکاح نامہ تھا۔ چند لوگ اجازت لے کر اندر آئے اور پھر جو اس نے سنا وہ اس کی جان نکال گیا۔ اسے اپنی سماعت پر شبہ ہوا۔ بھائی کے پوچھنے پر اس نے بدقت تمام ہاں کہی تھی۔ نکاح نامے پر سائن کرنے کے بعد اسے لگا آج سولیم شفیق مر گئی۔

سب نے اسے دعائیں دیں اور اسے دعا کے ساتھ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اس نے سویلم کے سر سے دوپٹہ ہٹایا۔ سکتے میں بیٹھی سویلم پر اسے یکدم مردے کا گماں ہوا وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ پائی۔

''اس کے باپ سے کیا مطلب ہے تمہارا دعا؟'' مردے کے سفید لب ہلے۔

''ایم سوری لیکن یہی بہتر تھا تم دونوں کیلئے۔'' وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی جب سویلم نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔

''اس کے باپ سے کیا مطلب ہے تمہارا؟'' وہ اتنی زور سے چیخی کہ ایک پل کو دعا کو وہم گزرا کہیں آواز نیچے ہی نہ چلی گئی ہو وہ رونے لگی۔

''براق۔''

ایک چار حرف تھے۔ ایک نام تھا ایک ہی ٹوٹا سانس تھا ایک ہی دل تھا اور ایک ہی قبض ہوتی روح تھی وہ کرچی کرچی نگاہوں سے اسے دیکھے گئی۔

''مجھے معاف کر دو جب سعد بھائی نے مجھ سے براق کے رشتے کا پوچھا تو میں نے حامی بھر دی اور ایسا میں نے عبداللہ کو سوچ کر کہا تھا۔ وہ براق سے محبت کرنے لگا تھا براق سے دور ہونے پر وہ اپ سیٹ تھا۔ میں نہیں چاہتی تھی وہ مزید دکھی رہے اسی لیے میں نے سعد بھائی کا ساتھ دیا۔''

وہ گزشتہ کچھ دنوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ اس کے ہر لفظ پر سویلم کا دل نئے سرے سے کٹتا اور پھر جڑ جاتا۔ بار بار کی چوٹ اسے ادھ موا کر رہی تھی۔

''کیا تم نے میرا سوچا۔''

اس نے دعا کو لاجواب کیا تھا۔ وہ بے بسی سے لب کچلنے لگی۔

''تمہیں پتا ہے دعا، اس نے میری روح کو زخمی کیا تھا۔ میرا اعتماد میرا غرور وہ مجھ سے اس رات چھین گیا تھا۔ ہاں میں جانتی تھی وہ مجھ سے محبت کرنے لگا ہے اس کی آنکھوں پر بندھی پٹی اس سے کچھ بھی غلط کروا لے گی۔ طوفان کا مجھے اندیشہ تھا تبھی میں نے شاکر سے ادھر ہی نکاح کر لیا۔ مجھے لگا تھا جب نکاح کا اسے پتا چلے گا تو وہ خود بخود اپنے قدم پیچھے ہٹا لے گا لیکن میں غلط تھی کچھ لوگ واقعی سمجھتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا

ہے دوسرے کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس نے وہ غلط کام کیا جس کا کوئی تصور بھی نہ کرسکے۔اس نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔دعا کیا تم لوگ میری ساری تکالیف کو بھول گئے۔"

دعا سر جھکائے اسے کسی روبوٹ کی طرح بولتے ہوئے سنتی گئی۔

"بھائی کہتے ہیں عزت کو برباد کرنے والا ہی عزت کا سب سے بڑا رکھوالا ہوتا ہے جو اسے اتارتا ہے وہ ہی اسے ڈھانپ سکتا ہے۔زخم دینے والا ہی مرہم لگاتا ہے دیکھنا تم بہت خوش رہو گی سولیم۔براق تمہیں بہت بہت خوش رکھے گا۔"

سولیم نے دکھ بھری نگاہوں سے دعا کو دیکھا۔اس کے پاس تو الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے کچھ بھی کہنے کیلئے کچھ ساعتیں اس نے گزاریں پھر بولی۔

"کیا بھائی میرا رشتہ لے کر گئے تھے؟"

اگر ایسا ہوا تھا جو اس نے پوچھا تھا تو یہ اس کیلئے اس رات سے بھی بھیانک ثابت ہونے والا تھا۔

"ہرگز نہیں۔" دعا نے فوراً اس کی بات کی تردید کی۔

"وہ اسد تھا جو ان کے پاس گیا تھا۔اس نے ہی بھائی کو ڈھونڈا۔ان سے بات کی پھر فاروق انکل اور فردوس آنٹی باقاعدہ طور پر رشتہ لے کر گئے تھے۔"

اس نے سر ہلایا۔

"کیا امی کو بھی معلوم تھا؟"

دعا نے گردن کو ہاں میں جنبش دی۔پھیکی مسکان کے بعد سولیم کے لبوں پر ایک اور سوال تھا۔

"رخصتی کب کریں گے بھائی۔"

دعا نے ڈرتے ڈرتے اس دیکھا اور پھر پھنسی پھنسی آواز سے کہا۔

"کل دو بجے کے قریب۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں اپنی پیکنگ کرلوں۔"

وہ ایکدم اٹھی تھی۔دعا نے شش و پنج میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا۔وہ جو سوچ بیٹھی تھی۔ابھی سولیم چیخے چلائے

گی۔ کہیں اسے کچھ اٹھا کر مار ہی نہ دے اب اسے الماری میں سر دیے دیکھ کر گھبرا رہی تھی۔

"کیا واقعی آئی مین تم نے اسے قبول کر لیا۔"

وہ اس کے پاس آ گئی تھی۔ اس کے ہینڈ کیری اٹھا کر اس میں اس کے ساتھ کپڑے رکھوانے لگی۔

"کیا اس بے تکے سوال کی اب ضرورت ہے۔"

وہ کھسیا گئی۔

"تم بہت خوش رہو گی، دیکھنا۔"

دعا کے لہجے کا اعتماد براق کی آنکھوں میں چمکتے ستاروں نے ڈالا تھا۔ سولیم اس کی بات کو سن کر ہاں میں سر ہلا گئی۔

"پیاری علیشہ! یہ میں ہوں عبداللہ اپنی سولیم ماما کا بیٹا۔ میری ماما بہت اچھی ہیں۔ وہ اس دنیا کی بیسٹ ماما ہیں۔" سٹڈی ٹیبل پر بیٹھا وہ کاغذ پر لکھ رہا تھا۔ اس کے تمام ٹوائے اس کی ٹیبل پر بیٹھے سر جھکائے اس کی پیاری لکھائی دیکھ رہے تھے۔ عبداللہ کے بالکل پیچھے اس کا بیگ پیک ہوا پڑا تھا۔ کمرے کی کھڑکی کھلی تھی اور اندھیرے میں ڈوبا آسمان رات کے ایک بجنے کا سندیسہ دے رہا تھا۔ کھلی کھڑکی سے اندر گرتی چاندنی جھانک کر اس بچے کی لکھائی دیکھ رہی تھی جو کچھ یوں تھی۔

"اور وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ پیار تو میں بھی تم سے کرتا ہوں لیکن اتنا نہیں (سوری) جتنا ماما سے کرتا ہوں اس لئے میں ماما کے کہنے پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں تم مجھے بہت یاد کرو گی۔ روؤ گی بھی لیکن پلیز میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں ماما کو ناراض نہیں کر سکتا۔ آج جب وہ کچھ دیر پہلے میرے کمرے میں آ کر مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ عبداللہ کیا آپ میرے لیے سب کو چھوڑ سکتے ہو تو ٹرسٹ می میں نے بغیر کچھ سوچے سر ہلا دیا تھا۔ میں واقعی ان کیلئے سب کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن یہ سچ ہے میں تمہیں اپنے ہر دن یاد کرونگا۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا اور آئی پرامس۔ میں واپس ضرور لوٹوں گا۔ مجھے امید ہے تم میرا انتظار کرو گی۔ ہاں یہ سچ ہے ایسا کر کے مجھے تکلیف ہو گی۔ میں تمہیں، نانو، ڈیڈی (طلحہ) اور اپنی بڑی ماما (ایک آنسو ٹوٹ کر کاغذ پر گرا) کو بہت یاد کرونگا۔ مجھے ڈیڈی بھی بہت یاد آئیں گے۔ میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہنا چاہتا تھا

ان کے ساتھ بڑا ہونا چاہتا تھا لیکن شاید ایسا ممکن نہیں۔ میں اپنی ماما کیلئے ان کو بھی چھوڑ دونگا۔ پلیز تم میرے جانے کے بعد رونا مت۔ مجھے دکھ پہنچے گا اور میں جانتا ہوں تم مجھے دکھ نہیں دینا چاہو گی۔ بڑی ماما سے کہنا میں روز چندا ماما کو کہوں گا آپ کو میری طرف سے سلام کرے۔ علیشہ، میں تمہارے لیے اپنا آرٹن مین رکھ کر جا رہا ہوں مجھے یقین ہے تم اس کا میرے سے زیادہ خیال رکھو گی۔

تمہارا دوست۔......عبداللہ"

جہاں عبداللہ کے الفاظ کاغذ پر نشان چھوڑ رہے تھے وہیں سولیم بھی سٹڈی ٹیبل پر بیٹھی صفحوں کو رنگین کر رہی تھی وہ کچھ یوں لکھ رہی تھی۔

"پیاری دعا! یہ میں ہوں تمہاری بہن سولیم۔ میں جانتی ہوں میرا یہ خط پڑھ کر تمہیں بہت دکھ پہنچے گا۔ تم روؤ گی بھی ضرور لیکن جب تک تم یہ خط پڑھ رہی ہوگی میں تم لوگوں کی دنیا سے بہت دور چلی جا چکی ہونگی۔ اتنی دور کہ تم چاہ کر بھی مجھے ڈھونڈ نہیں پاؤ گی۔ میں روپوش نہیں ہونا چاہتی تھی بزدلوں کی طرح ڈر کر چھپ جانا میری عادت نہیں ہے لیکن اس بار میں مجبور ہوئی ہوں۔ تم لوگوں نے بھلے ہی بہت کچھ سوچ کر میرا ناطہ اس سے جوڑا ہے اگر بھائی کو یہ لگتا ہے کہ جو درد دیتا ہے وہی مرہم بھی رکھتا ہے تو میں اس سے بالکل اکتفا نہیں کرتی۔ میرے نزدیک جو درد دیتا ہے وہ ہمیشہ درد ہی دیتا ہے۔ ایسے مرہم سے کیا تسکین ملے گی جو تکلیف کے بعد ملے۔ اس درد کا گھاؤ بھر تو شاید جائے لیکن وہ بدنما داغ ہمیشہ قائم رہے گا جو اس سے ملا ہے تو بتاؤ وہ داغ بھولنے دے گا۔ اس درد کو جو بھی ملا تھا۔ میں اس کے ساتھ ایک پل بھی نہیں بتا سکتی۔ تم سوچنے کی کوشش تو کرو وہ انسان جس نے میری عزت کی دھجیاں اڑائیں، مجھ سے میری نسوانیت چھین لی۔ میرے اعتماد کو ملامیٹ کر دیا۔ زمانے میں مجھے نظر اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا میں کیسے اس کے ساتھ اپنی پوری زندگی گزار سکتی ہوں۔ میں تو ایک پل کو بھی قیامت سمجھتی ہوں کجا کہ تمام عمر بتا دینا۔ تمہیں یہ سب اچھا نہیں لگ رہا ہوگا لیکن میرا ظرف اتنا نہیں کہ میں اسے معاف کر سکوں۔ اس کیلئے یہی بہت بڑی سزا ہے کہ میں اس کی ہوتے ہوئے بھی اس کی نہیں۔ وہ میری جھلک تک دیکھنے کو ترسے گا۔ وہ کبھی بھی اپنے بیٹے کو ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ ہاں میں جانتی ہوں یہ دونوں کے ساتھ زیادتی ہے، ظلم ہے لیکن میں ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ میں عبداللہ کو اتنا پیار اتنی توجہ دونگی کہ وہ اسے یاد بھی نہیں کرے گا۔ تم دیکھنا دعا آج سے

بیس سال بعد جب میں اپنے عبداللہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو لینے آؤنگی تو وہ تمہیں ایک پروقار کانفیڈنس سے بھرا ہوا خوبصورت لڑکا دکھے گا۔تم اس دن مجھے سراہو گی۔میں امید کرتی ہوں تب تک تم میری علیشہ کی حفاظت کروگی۔ امی کواور بھائی کو سنبھالینا۔میں جانتی ہوں تم طلحہ اور بھابھی ضرور سب ہینڈل کرلیں گے۔

تمہاری سولیم"

چاندنی نے اس کے کاغذ پر نظر ڈال کر دعا کے کمرے کا رخ کیا تھا جو پر جوش سی اپنے لیپ ٹاپ پر لکھ رہی تھی اس کے لفظ کچھ یوں تھے۔

"آج میں بہت خوش ہوں میری پیاری بہن کواس کی راہ جو مل گئی ہے میں جانتی ہوں براق سے ماضی میں بہت غلطیاں ہوئیں لیکن اب وہ سولیم سے بہت محبت کرتا ہے۔میں نے اس کی آنکھوں میں بہت زیادہ چاہت بھرے دیے دیکھے ہیں سولیم کیلیے عزت احترام اور عاجزی دیکھی ہے۔میں خوش ہوں کہ اب میرے بیٹے کواس کا باپ ملنے والا ہے۔ضرور براق عبداللہ کواپنے پیار کا سمندر دے گا۔اب وہ فیگ جس سے میں خوف کھاتی تھی وہ بھی عبداللہ کے سر سے اتر گیا ہے۔سب ٹھیک ہو جائے گا ہاں یہ درست ہے کہ ابھی سولیم اس سب کو قبولنے میں وقت لے گی لیکن میں جانتی ہوں وہ جتنے مضبوط اعصاب کی مالک ہے جلد ہی سب کچھ ہینڈل کر لے گی۔ہماری کہانی کا اتنا خوبصورت اور مکمل اینڈ ہونے والا ہے اور یہ مجھے خوش کیے دے رہا ہے بس اب اللہ سے دعا ہے کہ وہ میری پیاری بہن کو ہمیشہ بہت خوش رکھے۔آمین۔"

اسی طرح کے لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا براق شاہ جوش وہ انبساط کی لو سے ٹمٹماتے چہرے کے ساتھ ٹائپ کر رہا تھا۔اس کی انگلیاں ایسے کی بورڈ پر تھرک رہی تھیں جیسے وہ پیانو بجا رہا ہو۔اس کے الفاظ بہت پیارے تھے اور وہ یہ تھے۔

"ڈیڈ کہتے ہیں خوشی دوسروں میں سے نہیں بلکہ خود میں سے ڈھونڈو جب خود میں خوشی تلاش کرلو گے نا پھر مسکرانے کیلیے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔لیکن میں ان کی بات سے اکتفا نہیں کرتا۔میرے نزدیک آپ کی سب سے محبوب ہستی ہی آپ کی مسکرانے کا ضامن بنتی ہے۔وہ ہی ہوتی ہے جو آپ کے دل کو پھولوں سے بھر کر مہکا دیتی ہے۔ہاں یہ سچ ہے کہ آج جو میرے لبوں پر مسکان ہے وہ میری سولیم کے سبب ہے۔

مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی کہ میں ان کیلئے روتا بھی ہوں اور ان کی وجہ سے ہنستا بھی ہوں وہی ہیں جو میرے موڈ کی مالک ہیں جو کیسے بھی اسے چینج کرسکتی ہیں۔"

وہ رکا تھا۔ مدھر لے میں کی بورڈ کی کیز کی آواز بھی اس کے ساتھ تھمی تھی۔ باہر رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ اندر وہ اس پگھلتی رات کے ساتھ خود پر چڑھا حزن کا خول اتارے جارہا تھا۔ اس کی انگلیوں نے پھر سے حرکت کرنا شروع کی۔

"آج جب ماما نے اپنا شوگر لیول تیس پر کرلیا تو ایک پل کو لگا۔ میں دوبارہ مرنے والا ہوں ان کی زندگی بھی مجھے عزیز تھی تبھی اپنی زندگی قربان کرنے کیلئے میں نے نکاح کی حامی بھرلی۔ حامی تو بھرلی تھی لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ میں اس اقرار کے بوجھ تلے دبتا جارہا تھا۔ اس بوجھ کا پتھر اس وقت سرکا جب ہماری گاڑی عبداللہ کے گھر کے باہر آکر رکی اور اسد نے مجھے کہا۔ آج تمہاری محبت کی تکمیل کا وقت ہے۔ فخر کرو مجھ پر ایسا دوست تمہیں پوری یونیورس میں نہیں ملتا۔

اور میں جو سب سے روٹھا تھا خفا تھا بے یقینی سے سب ہوتے ہوئے دیکھتا گیا۔ یقین تو تب آیا جب میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تب میری آنکھیں نم تھیں اور میں اپنے اتنے پیارے رشتوں پر اس رب پروردگار کا شکر گزار تھا۔

میں نے اس سب کو قبول کرلیا اب سولیم واقعی میری ہے صرف میری۔ میرا سفر مکمل ہوگیا مجھے اپنی منزل مل گئی اور اس کیلئے میں جتنا اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے۔"

اس کی آنکھوں کے سامنے عبداللہ کا چہرہ آیا۔ بڑی دل فریب مسکان اس کے لبوں پر تھی۔

"میں اپنے بیٹے کو بہت خوشیاں دونگا اتنی کہ اس میں موجود تمام تشنگی بادل کی طرح غائب ہوجائے گی۔ میں اسے بہت نیک اور اچھا بناؤں گا۔ دوسروں کی قدر اور عزت کرنے والا۔"

اس کی نگاہوں کے سامنے اپنے عبداللہ کی چھوٹی سی پرنسز کا چہرہ بھی آیا۔ اسے بے اختیار اس پر پیار آیا۔

"دیکھنا علیشہ! تمہارے انکل تمہارے عبداللہ کو کتنا پیار دیں گے اسے کتنا اچھا بنائیں گے کل جب تم بڑی ہوکر ہمارے گھر آؤ گی تو کتنا اچھا دن ہوگا نا۔ میں انتظار نہیں کرسکتا اتنے لمبے عرصہ کا اتنا لمبا عرصہ چھوڑو میں تو کل

تک کا انتظار نہیں کر پا رہا۔ میں بہت الجھن میں ہوں۔ تھوڑا پریشان بھی ہوں لیکن بہت خوش بھی۔ دل میں ٹھنڈا سا ڈر بھی ہے بوکھلاہٹ بھی۔ مجھے نہیں پتا میں کل سولیم سے کیا کہوں گا یا کیا نہیں بس اتنا جانتا ہوں میں انہیں اتنی خوشی دینے والا ہوں ان کی آنکھوں میں اتنے دیے جلانے والا ہوں کہ وہ گزشتہ وقت کے تمام زخم بھلا دیں گی۔ میں کل کے بعد ہم دونوں کا بہت اچھا اور خوش فیوچر دیکھ رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میرا انتظار ختم ہوا مجھے خوشی ہے کہ سولیم مجھے مل گئی۔ مجھے خوشی ہے کہ اللہ نے مجھے معاف کر دیا۔ مجھے خوشی ہے کہ اندھیری رات کی صبح ہو گئی۔ میری زندگی میں آنے کیلئے شکریہ سولیم۔"

اس نے آسمان پر پھیلتے نور کو دیکھ کر کہا۔ دیر رات برستی مینہ اب جا کر تھمی تھی۔ نم رات کی صبح ہو چلی تھی۔

"اپنا آپ میرے لیے لکھوانے کا شکریہ، میری محبت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا شکریہ۔ میرے انتظار کو ختم کرنے کا شکریہ۔"

اس کے قدم مسجد کی جانب اٹھ رہے تھے آج اپنے رب کا شکریہ ادا کرنے کا دن تھا۔

۞ ...... ختم شد ...... ۞